اُم البراہین

(جلد اول)

تالیف وتصنیف

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

فہرس

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	فہرست	3
2	مقدمہ	11
3	﴿باب اول: منہج اہل سنت﴾	13
4	وحدت اُمت	14
5	فہم سلف	22
6	قبروں سے فیض اور فہم سلف	36
7	تقلید اور فہم سلف	36
8	اہل حدیث ہی اہل حق ہیں	37
9	اہل حدیث کا عقیدہ و منہج	42
10	سنت سے کیا مراد ہے؟	56
11	اہل سنت کون؟	57
12	مسلک محدثین ہی اسلم، اعلم اور اَحکم ہے	79
13	تقلید کی شرعی حیثیت	104
14	تقلید کیا ہے؟	105

15	تقلید جہالت ہے	107
16	تقلید اور قرآن	108
17	احادیث نبویہ ﷺ سے تقلید کا رد	139
18	تقلید کے متعلق ائمہ دین کی آراء	144
19	تقلید کی خرابیوں پر چند امثلہ	154
20	بارش والے دن ''الا صلوا فی الرحال'' کہنا	154
21	رفع الیدین میں انگوٹھے کانوں سے مَس کرنا	156
22	اس عمل پر رد	158
23	روایات پر حکم	158
24	عربی کے علاوہ کسی زبان میں اذان کہنا	161
25	تاویلات	162
26	سواری پر وتر کی ادائیگی	166
27	سواری پر وتر اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما	167
28	سواری پر نماز وتر کی ادائیگی اور فقہائے اُمت	168
29	سواری پر وتر اور علمائے اُمت	171
30	احناف کا موقف	172
31	بعض تاویلات کا جواب	172
32	جانور کے پیٹ کا بچہ	183
33	قرعہ اندازی	193

34	منسوخیت کا دعویٰ	200
35	کنوارے زانی کی حد	201
36	اجماع اُمت	201
37	احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام	202
38	دعویٰ نسخ	206
39	کیا جلاوطنی سیاسی حکم تھا؟	207
40	معارض دلائل کا جائزہ	207
41	﴿باب ثانی: عقائد اہل سنت﴾	210
42	حوض کوثر	211
43	﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾	224
44	کیا اللہ تعالیٰ کو ''امرد'' کہا گیا ہے؟	233
45	جنت اور جہنم موجود ہیں	239
46	اجماع اُمت	240
47	آیات قرآنیہ	244
48	متواتر احادیث	245
49	اہل علم کی تصریحات	252
50	آدم علیہ السلام کا جنت میں داخلہ	255
51	جنت باقی رہے گی	257
52	جہنم کو فنا نہیں	257

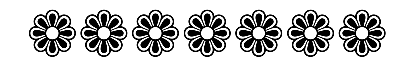
53	شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم رحمہما اللہ اور فنائے نار	262
54	کتب	264
55	دیدار الٰہی	265
56	اجماع اُمت	265
57	قرآنی دلائل	272
58	حدیثی دلائل	283
59	اہل علم کے اقوال	289
60	شبہات اور ان کا ازالہ	302
61	کفار و منافقین دیدار الٰہی سے محروم رہیں گے	308
62	کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا	311
63	معراج کی رات دیدار الٰہی	311
64	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حالت نیند میں دیدار الٰہی	322
65	کسی نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا	324
66	معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	327
67	متواتر احادیث	329
68	روایات میں تطبیق	347
69	معراج جسم اور روح دونوں کو ہوا	351
70	معراج پر انبیائے کرام علیہم السلام سے ملاقات کیسے؟	357
71	معراج کب ہوئی	358

72	نمازمعراج	362
73	عقیدہ تناسخ	371
74	شبہات کاازالہ	378
75	لمحہ فکریہ	383
76	برزخ کیا ہے؟	385
77	دوزندگیاں	391
78	شق قمر	395
79	اجماع	399
80	قرآنی نص	400
81	آیت کی تفسیر	401
82	متواتر احادیث	403
83	شفاعت	411
84	آیات طیبات	428
85	احادیث مبارکہ	430
86	عقیدہ خلق قرآن	438
87	قرآن کو قدیم کہنا؟	449
88	کیا قرآن کلام معنوی ہے؟	455
89	کیا قرآن کریم متواتر ہے؟	468
90	کلام اللہ کے بارے میں چند سوالات	474

91	قرآن کریم کی قسم	478
92	مشرکین کے بچے	484
93	صاحب ہدایہ کا دعویٰ اجماع	494
94	حوریں	503
95	قرآن کریم	503
96	احادیث مبارکہ	506
97	﴿باب ثالث: شخصیات﴾	512
98	کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعی ہیں؟	513
99	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتابیں	522
100	اَلْفِقْهُ الْأَكْبَرُ	522
101	اَلْعَالِمُ وَالْمُتَعَلِّمُ	531
102	كِتَابُ الْوَصِيَّةِ	536
103	رِسَالَةُ أَبِي حَنِيفَةَ إِلٰى عُثْمَانَ الْبَتِّي	537
104	كِتَابُ الْحِيَلِ	538
105	مسند ابی حنیفہ	539
106	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منسوب اقوال	540
107	قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ	544
108	محدثین کی نظر میں	544
109	مشروط توثیق اور تعریف وثناء	548

110	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نظر میں	550
111	قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی کتب	551
112	اور آخر میں	551
113	محمد بن حسن شیبانی	552
114	حسن بن زیاد لؤلؤی	554
115	امام ابوالشیخ ابن حیان رحمہ اللہ	555
116	امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ	557
117	تعریف وتوثیق	557
118	کیا امام طبری رحمہ اللہ شیعہ تھے؟	563
119	ایک مغالطہ اور اس کی حقیقت	565
120	تنبیہات جلیلہ	570
121	شیوخ کرام	577
122	تلامذہ عظام	578
123	تصانیف	578
124	وفات حسرت آیات	578
125	تفسیر طبری	578
126	حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ	587
127	علامہ زمخشری	593
128	فقہی مذہب	594

129	امام معتزلہ اور تفسیر کشاف	594
130	علامہ زمخشری اور خلق قرآن	603
131	عقیدہ ختم نبوت اور فاتح قادیان رحمہ اللہ	605
132	صوفی ابن عربی	607
133	رتن ہندی	618



مقدمہ

باب اول

منہج اہل سنت

اس باب میں وحدت امت کا مفہوم، تقلید کی خرابیوں اور سلف کا منہج واضح کیا گیا ہے۔

وحدت امت

اسلام کی بنیادی تعلیمات بلکہ اٹھان ہی کلمہ اخوت پر ہوئی تھی، رحماء بینھم اس کا شعار رہا ہے، بلکہ اہل حق کے اس قلیل طائفہ کو دنیا کی سپر پاور بنانے میں بنیادی کردار انہیں اخلاقی اصول وضوابط کا رہا ہے، جو آقائے کریم ﷺ نے اپنے پیاروں کو سمجھا، پڑھا اور رٹوا دیئے تھے، جن اصولوں کی بنا پر کبھی جنگوں میں عورتیں قیدی نہیں بنائی گئیں، بچوں پر تشدد نہیں کیا گیا، بوڑھوں کی سفیدی کا حیا رکھا گیا اور پناہ دینے والے ادنی مسلمان کی بھی لاج رکھی گئی۔ یہ اخوت ہی تھی، جس نے کلمہ توحید کے پاسبانوں کی نوا چہار دانگ عالم میں پھیلا دی تھی۔ پھر امت کی اجتماعیت کو نظر لگ گئی، ہوا کچھ یوں کہ امت اسلام فرقوں میں بٹ گئی، لوگوں نے اپنے اپنے بت بنائے اور پجاری بن کر بیٹھ رہے، انہیں کی آرا کو قرآن وحدیث پر مقدم کرتے رہے، فتنہ اعتزال پیدا ہوا، جہمیت کا زنگ چڑھا، تو کبھی ارجاء وتکفیر کی دیمک چاٹنے لگی۔ کہیں اندھی تقلید نے اودھم مچائی، تو کہیں خالص مادہ پرستی وعقل پرستی کا اژدھا منہ کھول کھڑا ہو گیا۔

سوال یہ ہے کہ اس کی وجہ کیا رہی؟ ہم نے عرض کیا کہ اس کی وجہ فتنوں کی ابتداء رہی، ہر نیا اٹھنے والا فتنہ پہلوں کے علم سے الگ راہ اختیار کرتا اور امت کو بانٹ کر چلا جاتا، یوں جیسے جیسے امت سلف صالحین کے علم وعقیدے سے دور ہوتی گئی، ویسے ویسے امت میں پھوٹ پڑتی گئی۔ خوارج نے خلفائے راشدین کے حقیقی وارثوں کے خلاف قرآنی آیت سے استدلال کیا۔ یہی کام باقی تمام فرقوں نے کیا۔

پھر وقت گزرا، تو لوگوں نے اتحاد امت کا مطلب فرق باطلہ سے اتحاد قرار دے دیا، دن جاتے ہیں، لوگ ادیان باطلہ کے حق میں بھی اتحاد انسانیت کا نعرہ لگایا کریں گے، گویہ آوازیں اطراف سے آرہی ہیں، مگر عامۃ الناس تک ابھی یہ نعرے کم پہنچ پائے ہیں۔

حالاں کہ کسی بھی خرابی کی اصلاح کا طریقہ صرف ایک ہوا کرتا ہے کہ اس کی بنیادوں سے وہ خرابی ختم کر دی جائے، سو جب ہم افتراق امت کی بنیادی وجوہات پر نظر دوڑاتے ہیں، تو ہمیں نظر آتا ہے کہ امت میں افتراق وتشتت تب پیدا ہوا، جب لوگوں نے فہم سلف اور عقیدہ سلف سے انحراف کر کے اپنی الگ راہ بنالی۔

تو اس کی جڑ وہی ہے، اس جڑ کو اکھاڑ کر پھینک دیں، سلف کے عقیدہ وعمل کو حرز جاں بنالیں، سلف صالحین سے اپنا تعلق استوار کرلیں، ائمہ محدثین نے شریعت کی جو تعبیریں پیش کی ہیں، انہیں راہ عمل بنالیں۔ سبیل مومنین سے سرِ مو منحرف نہ ہوں۔ یوں تمام مسلمان اللہ اور اس کے رسول کی مراد پالیں گے۔ امت وحدت کی لڑی میں پرُو دی جائے گی۔ اس کے علاوہ اتحاد امت کا کوئی راستہ نہیں۔

گمراہی کے ساتھ اتحاد نہیں ہوا کرتا، گمراہی کی اصلاح ہوا کرتی ہے، اسی طرح باطل سے اتحاد نہیں ہوا کرتا، بلکہ باطل سے جنگ ہوا کرتی ہے، ان کے ساتھ اتحاد عقیدۃ الولاء والبراء کے خلاف ہے۔ یہ عقیدہ ایمان کی اساس اور بنیاد ہے۔ جو فرقے مسلک محدثین سے جدا ہیں، وہ فرمان الٰہی: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا﴾ (آل عمران: ۱۰۳) کے خلاف ہیں۔

دین الٰہی کے مقابلہ میں کوئی دین گھڑ لینا ہی فُرقہ بندی ہے۔ جب تک لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ چمٹے رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں محبت ومودت ڈال دے گا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ إِخْوَانًا﴾(آل عمران : ۱۰۳)

”اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو، کہ جب تم باہم دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں کو ملا دیا اور اس کی خاص نعمت سے تم بھائی بھائی بن گئے۔“

ایک منہج اور ایک دین کو مضبوطی سے پکڑنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اتحاد امت پیدا ہو جاتا ہے۔ جو لوگ توحید باری تعالیٰ، خصوصاً توحید الاسماء والصفات میں گمراہ ہیں، عقائد محدثین کو چھوڑ کر اہل کلام کے عقائد کو اختیار کرتے ہیں، اطاعت وفرمانبرداری چھوڑ کر تقلید کے راستہ پر چل نکلے ہیں، ان کے ساتھ اتحاد کا کوئی معنی نہیں۔ اصحاب رسول ﷺ اور ائمہ اسلام مقدم ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾

(البقرة : ۲۵۷)

”اللہ اہل ایمان کا دوست ہے، وہ انہیں ظلمات (شرک وکفر) سے نکال کر نور (ایمان) میں داخل کرتا ہے۔“

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

يُخْبِرُ تَعَالٰى أَنَّهٗ يَهْدِي مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ فَيُخْرِجُ عِبَادَهُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ ظُلُمَاتِ الْكُفْرِ وَالشَّكِّ وَالرَّيْبِ إِلٰى نُورِ الْحَقِّ الْوَاضِحِ الْجَلِيِّ الْمُبِينِ السَّهْلِ الْمُنِيرِ، وَأَنَّ الْكَافِرِينَ

إِنَّمَا وَلِيُّهُمُ الشَّيَاطِينُ تُزَيِّنُ لَهُمْ مَا هُمْ فِيهِ مِنَ الْجَهَالَاتِ وَالضَّلَالَاتِ، وَيُخْرِجُونَهُمْ وَيَحِيدُونَ بِهِمْ عَنْ طَرِيقِ الْحَقِّ إِلَى الْكُفْرِ وَالْإِفْكِ: ﴿أُولٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ وَلِهٰذَا وَحَّدَ تَعَالٰى لَفْظَ النُّورِ وَجَمَعَ الظُّلُمَاتِ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ وَاحِدٌ وَالْكُفْرَ أَجْنَاسٌ كَثِيرَةٌ وَكُلُّهَا بَاطِلَةٌ.

''اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ جو شخص اس کی رضا وخوشنودی کی پیروی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے سلامتی کے راستوں پر چلا دیتا ہے اور اپنے مومن بندوں کو کفر اور شک وشبہ کے اندھیروں سے نکال کر اس حق کی روشنی میں داخل کر دیتا ہے، جو بالکل واضح، روشن، آسان اور منور ہے۔ نیز کافروں کے دوست شیاطین ہیں، وہ کافروں کی جہالتوں اور ضلالتوں کو ان کے لیے مزین کر دیتے ہیں اور انہیں راہِ حق سے ہٹا کر کفر اور بہتان کی راہ پر چلا دیتے ہیں۔ ﴿أُولٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ''یہی جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔'' اللہ تعالیٰ نے ''نور'' کا لفظ واحد استعمال کیا اور ''ظلمات'' کو جمع کے لفظ سے ذکر کیا، کیونکہ حق ایک ہوتا ہے اور کفر کی بہت سی اقسام ہیں، جو ساری کی ساری باطل ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر :685/1)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

(البقرة : ٤٢)

''حق کو باطل کے ساتھ گڈ مڈ مت کرو اور جانتے بوجھتے حق کو مت چھپاؤ۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

يَقُولُ تَعَالٰى نَاهِيًا لِلْيَهُودِ عَمَّا كَانُوا يَتعَمَّدُونَهٗ، مِنْ تَلْبِيسِ الْحَقِّ بِالْبَاطِلِ، وَتَمْوِيهِهٖ بِهٖ وَكِتْمَانِهِمُ الْحَقَّ وَإِظْهَارِهِمُ الْبَاطِلَ ...... فَنَهَاهُمْ عَنِ الشَّيْئَيْنِ مَعًا، وَأَمَرَهُمْ بِإِظْهَارِ الْحَقِّ وَالتَّصْرِيحِ بِهٖ .

''(اس آیت میں) اللہ تعالیٰ یہود کو ان کے برے کرتوتوں سے منع کر رہے ہیں، کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ گڈ مڈ کر دیتے تھے، باطل پر حق کی ملمع سازی کرتے تھے، حق کو چھپاتے تھے اور باطل کو ظاہر کرتے تھے۔......تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں اقدام سے بیک وقت منع کر دیا اور انہیں اظہار حق اور اس کی صراحت و وضاحت کرنے کا حکم دیا۔''

(تفسیر ابن کثیر :245/1)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهٖ﴾(الأنعام : ١٥٣)

''یہ میرا سیدھا راستہ ہے، اس کی پیروی کرو، دوسرے رستوں کی طرف مت جاؤ، ورنہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهٖ إِنَّكُمْ إِذًا

مِّثْلُهُمْ﴾(النّساء : ١٤٠)

''آپ اس وقت تک ان کے ساتھ مت بیٹھیں، جب تک کہ وہ گفتگو کا موضوع بدل نہیں لیتے، ورنہ آپ میں اور ان میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔''

علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ فَدَلَّ بِهٰذَا عَلٰى وُجُوبِ اجْتِنَابِ أَصْحَابِ الْمَعَاصِي إِذَا ظَهَرَ مِنْهُمْ مُنْكَرٌ، لِأَنَّ مَنْ لَمْ يَجْتَنِبْهُمْ فَقَدْ رَضِيَ فِعْلَهُمْ، وَالرِّضَا بِالْكُفْرِ كُفْرٌ.

''﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ اہل معاصی جب معصیت کا پرچار کر رہے ہوں، تو ان سے اجتناب واجب ہے، جو ان سے اجتناب نہیں کرتا، وہ ان کی برائی سے راضی ہے اور کفر پر راضی ہو جانا بھی کفر ہے۔''

(تفسیر القرطبي : 418/5)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾(الأنعام : ٦٨)

''یاد آنے پر ظالموں سے کنارہ کشی کر لیجئے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (٧٧٤ھ) فرماتے ہیں:

أَلَّا يَجْلِسَ مَعَ الْمُكَذِّبِينَ الَّذِينَ يُحَرِّفُونَ آيَاتِ اللّٰهِ وَيَضَعُونَهَا عَلٰى غَيْرِ مَوَاضِعِهَا، فَإِنْ جَلَسَ أَحَدٌ مَّعَهُمْ نَاسِيًا ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى﴾ بَعْدَ التَّذَكُّرِ ﴿مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾.

”آیات قرآنیہ میں تحریف کرنے والوں اور انہیں مطلب برآوری کے لئے استعمال کرنے والے جھوٹوں کے ساتھ نہ بیٹھیئے ،اگر بھولے سے بیٹھ جائیں،تو یاد آنے پر کنارہ کشی کرلیں۔“

(تفسیر ابن کثیر : 278/3)

ہمارے ہاں اہل باطل کی طرف سے اتحادِ اُمت، وحدتِ اُمت، اتحاد بین المذاہب والادیان، اتحاد بین المسالک اور اتحاد بین المسلمین جیسے باطل نعرے بلند کیے جاتے ہیں۔ بعض کم علم ان کے ہم نوا بن جاتے ہیں، یہ کوشش دراصل انہدام اسلام کی کوشش ہے۔اسلام کی بنیاد عقیدہ پر ہے۔اس نعرہ سے اسلامی عقائد پر زد پڑتی ہے، یہ حق اور باطل کے فرق کو مٹانے کی کوشش ہے، جو کبھی بار آور ثابت نہیں ہوگی۔

ایسے ہی کم علم اور ناسمجھ لوگ اہل باطل کی مجالس میں شرکت کرتے ہیں، وہ یہ نہیں سوچتے کہ اس سے اہل باطل، اہل ضلال اور اہل الحاد کی حوصلہ افزائی اور تحسین ہوگی۔اس سے ان کے برے اقدام کی سنگینی کم دکھائی دے گی۔عوام الناس پر اس کا برا اثر پڑے گا۔ اکثر ان مجالس میں شرکت کرنے والے ایک وقت کے بعد ان کے ہم خیال بن جاتے ہیں، یا کم از کم حق اور باطل کے درمیان جو فرق ہے، اسے ختم کر دیتے ہیں۔ بہانہ یہ تراشا جاتا ہے کہ ہم نے حق کو بیان کیا ہے، جبکہ وہ کتنی باتیں ایسی کہہ دیتے ہیں، جس سے اہل باطل کی تائید ہوتی ہے۔اہل حق کے لیے دعوت و تبلیغ کے میدان کھلے ہیں، ایسی مجالس میں شرکت کرنا اصلاً اسلام کی دعوت کو نقصان پہنچانا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ﴾ (الفُرقان : ۷۲)

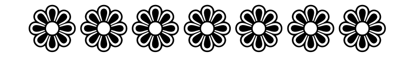
”اللہ والے گناہ کی محفلوں میں شرکت نہیں کرتے۔“

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱) فرماتے ہیں:

”اچھی طرح سمجھ لیں کہ سلف صالحین میں کوئی بھی ان خرافات میں شرکت نہیں کرتا تھا، حقیقی مومن تو وہی ہوتا ہے، جو سلف صالحین کا خوشہ چین ہو، جن اسلاف نے اللہ کے انعام یافتہ انبیائے کرام، صدیقین، شہدا اور نیک و پارسا سے دین حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا لطف و کرم کرتے ہوئے ہمیں ان میں سے بنا دے۔ وہ جُو دو کرم کرنے والا ہے۔“

(الأمر بالإتباع والنّهي عن الابتداع، ص 152)

مسلک اہل حدیث دنیا کی سب سے بڑی حقیقت اور سچائی ہے۔ اس کے ماننے والے اہل بدعت سے راہ و رسم نہیں رکھتے۔ اہل حق دین سیکھ کر اس پر عمل کرتے ہیں، بڑے شد و مد سے اس کی دعوت و تبلیغ کا فریضہ سر انجام دیتے ہیں، ان کے اور اہل باطل کے درمیان حد فاصل رہتی ہے۔



فہم سلف

اہل حدیث کا شرف اور امتیاز ہے کہ وہ سلف صالحین کے فہم کے علمبردار ہیں۔ وہ اپنی عقل سے قرآن و حدیث کو نہیں سمجھتے، بلکہ صحابہ کرام اور ائمہ دین کے فہم پر اکتفا کرتے ہوئے قرآن و حدیث کے مفاہیم و معانی اور مطالب معین کرتے ہیں۔ بعض اس پر اشکالات وارد کرتے ہیں اور اسے سلف کی تقلید کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں، لیکن فہم سلف کو تقلید نہیں کہا جا سکتا، اس کا اطلاق اصطلاحی تقلید پر نہیں ہوتا۔

فہم سلف سے مراد سلف صالحین کے اجماعی و اتفاقی منہج کی پیروی ہے، یہی سبیل المومنین ہے اور اسی کا اتباع واجب ہے، اسی لیے سلف کی پیروی اہل حدیث کا شعار ہے۔

جو شخص یا گروہ شرعی نصوص کو صحابہ، تابعین اور ائمہ دین کے فہم و اجتہاد کے مطابق نہیں سمجھتا، وہ گمراہ ہے۔

❀ علامہ مقریزی رحمہ اللہ (۸۴۵ھ) فرماتے ہیں:

أَصْلُ كُلِّ بِدْعَةٍ فِي الدِّينِ الْبُعْدُ عَنْ كَلَامِ السَّلَفِ وَالْاِنْحِرَافُ عَنِ اعْتِقَادِ الصَّدْرِ الْأَوَّلِ.

”کلام سلف سے دوری اور صدر اول کے عقیدہ سے انحراف ہر بدعت کی جڑ ہے۔“

(المَواعظ والإعتبار بذكر الخِطَط والأثار : 4/198)

سلف صالحین کی پیروی درحقیقت رشد وہدایت اور حق وصداقت تک پہنچنے کا واحد راستہ ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے، جو امت مسلمہ کو انتشار وافتراق سے بچا سکتی ہے اور معاشرے

کو صحیح اسلامی عقائد پر استوار کر سکتی ہے۔

❀ **قاضی شریک بن عبداللہ رحمہ اللہ (۱۷۷ھ) فرماتے ہیں:**

أَمَّا نَحْنُ، فَقَدْ أَخَذْنَا دِينَنَا هٰذَا عَنِ التَّابِعِينَ، عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهُمْ عَمَّنْ أَخَذُوا؟

”ہم نے اپنا دین تابعین سے لیا ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام سے لیا اور صحابہ نے کس سے لیا؟ (یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں)۔“

(كتاب الأسماء والصّفات للبيهقي : 949، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ **امام محمد بن وضاح، قرطبی رحمہ اللہ (۲۸۶ھ) فرماتے ہیں:**

عَلَيْكُمْ بِالْاِتِّبَاعِ لِأَئِمَّةِ الْهُدَى الْمَعْرُوفِينَ، فَقَدْ قَالَ بَعْضُ مَنْ مَّضٰى : كَمْ مِّنْ أَمْرٍ، هُوَ الْيَوْمَ مَعْرُوفٌ عِنْدَ كَثِيرٍ مِّنَ النَّاسِ، كَانَ مُنْكَرًا عِنْدَ مَنْ مَّضٰى، وَمُتَحَبَّبٌ إِلَيْهِ بِمَا يُبْغِضُهٗ عَلَيْهِ، وَمُتَقَرَّبٌ إِلَيْهِ بِمَا يُبْعِدُهٗ مِنْهُ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ عَلَيْهَا زِينَةٌ وَّبَهْجَةٌ .

”آپ پر ائمہ ہدیٰ کی پیروی لازم ہے۔ سلف میں سے ایک شخص نے فرمایا: بہت سے کام آج اکثر لوگوں کے ہاں معروف کا درجہ رکھتے ہیں، لیکن سلف کے ہاں وہ منکر تھے۔ بہت سے کام آج کے لوگوں کو محبوب ہیں، لیکن سلف کے ہاں منکر سمجھے جاتے تھے۔ بہت سے کام آج کے لوگوں کے لئے تقرب کا ذریعہ ہیں، لیکن یہی کام سلف سے دُوری کا باعث تھے۔ ہر بدعت (ظاہری طور پر) خوبصورت اور پر رونق نظر آتی ہے۔“

(البِدَع والنَّهيُ عنها، ص 89)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ تَدَبَّرَ كَلَامَ أَئِمَّةِ السُّنَّةِ الْمَشَاهِيرِ فِي هٰذَا الْبَابِ، عَلِمَ أَنَّهُمْ كَانُوا أَدَقَّ النَّاسِ نَظَرًا، وَأَعْلَمَ النَّاسِ فِي هٰذَا الْبَابِ بِصَحِيحِ الْمَنْقُولِ، وَصَرِيحِ الْمَعْقُولِ، وَأَنَّ أَقْوَالَهُمْ هِيَ الْمُوَافِقَةُ لِلْمَنْصُوصِ وَالْمَعْقُولِ، وَلِهٰذَا تَأْتَلِفُ وَلَا تَخْتَلِفُ، وَتَتَوَافَقُ وَلَا تَتَنَاقَضُ، وَالَّذِينَ خَالَفُوهُمْ لَمْ يَفْهَمُوا حَقِيقَةَ أَقْوَالِ السَّلَفِ وَالْأَئِمَّةِ، فَلَمْ يَعْرِفُوا حَقِيقَةَ الْمَنْصُوصِ وَالْمَعْقُولِ، فَتَشَعَّبَتْ بِهِمُ الطُّرُقُ، وَصَارُوا مُخْتَلِفِينَ فِي الْكِتَابِ، مُخَالِفِينَ لِلْكِتَابِ، وَقَدْ قَالَ تَعَالٰى: ﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتَابِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ﴾ (البقرة: 176)

”جو شخص مشہور ائمہ سنت کے کلام پر تدبر کرے گا، اسے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ سلف علوم دینیہ پر گہری نظر رکھتے تھے اور اس بارے میں صحیح منقول اور صریح معقول دلائل کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ ان کے اقوال نقلی و عقلی دلائل کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ باہم ملتے جلتے ہیں، مختلف نہیں ہوتے اور باہم موافق ہیں، متناقض نہیں ہوتے۔ جن لوگوں نے ان کی مخالفت کی ہے، وہ سلف اور ائمہ دین کے اقوال کو سمجھ نہیں پائے، نہ وہ نقلی و عقلی دلائل کی حقیقت کو جان سکے ہیں۔ اس طرح وہ گمراہ ہو کر وحیِ الٰہی میں اختلاف کا شکار ہو گئے اور اس کے مخالف بن گئے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتَابِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ﴾ (البقرة: 176) ”جن لوگوں نے کتاب (وحی) میں اختلاف کیا ہے، وہ بڑی گمراہی میں جا پڑے ہیں۔“

(دَرء تعارُض العقل والنّقل: 301/2)

قرآنِ کریم میں فہم سلف کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾

(النّساء: ١١٤)

”جس کے لئے ہدایت واضح ہو جائے اور وہ اس کے باوجود نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرے اور سبیل مومنین سے ہٹ جائے تو ہم اسے اسکے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے جہنم رسید کر دیں گے، وہ برا ٹھکانہ ہے۔“

سبیل مومنین سے مراد سلف صالحین کا راستہ ہے، آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی مخالفت کے ساتھ سلف کی مخالفت کا بھی ذکر کیا ہے، معلوم ہوا کہ سبیل مومنین سے انحراف نبی کریم ﷺ کی مخالفت ہے اور سبیل مومنین کا اتباع نبی کریم ﷺ کا اتباع ہے، کسی کے حق یا باطل پر ہونے کے لیے سبیل مومنین معیار ہے، جو سلف کے راستے پر چلے گا، وہ ہدایت پر ہے اور جو ان کی مخالفت کرے گا، وہ راہ راست سے ہٹا ہوا ہے۔ ہر وہ عقیدہ اور عمل جو سبیل مومنین میں ہے، وہ حق ہے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِي الْـاَمْرِ مِنْكُمْ﴾(النّساء : ٥٩)

”اہل ایمان! اللہ، اس کے رسول اور اپنے اولی الامر کی اطاعت کرو۔“

اولی الامر کے اول مصداق صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ محدثین ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری صحابہ وتابعین اور ائمہ محدثین کے فہم ومنہج کے مطابق کرو۔

❁ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ﴾(البقرة : ١٣٧)

”(میرے نبی کے صحابہ!) اگر یہ لوگ اس طرح ایمان لے آئیں، جس طرح تم ایمان لائے ہو، تو وہ ہدایت یافتہ ہو جائیں گے اور اگر وہ اس سے پھر گئے، تو وہ گمراہی میں ہوں گے۔“

❁ نیز فرمایا:

﴿وَالسَّابِقُوْنَ الْـاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْـاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾(التّوبة : ١٠٠)

”مہاجرین اور انصار میں سے پہلے سبقت لے جانے والوں اور ان کی احسان کے ساتھ پیروی کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہو گئے ہیں۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا جس طرح مہاجرین وانصار صحابہ کرام کے لیے ہے، اسی طرح ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو ان صحابہ کرام کا اتباع کرتے ہیں۔

صحابہ کرام کا اتباع ان کے فہم واجتہاد میں کرنا ہے، جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خارجیوں سے مناظرہ کرتے ہوئے فہم صحابہ کو دلیل بنایا تھا۔

❀ آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا:

أَتَيْتُكُمْ مِّنْ عِنْدِ صَحَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، لِأُبَلِّغَكُمْ مَّا يَقُولُونَ، الْمُخْبَرُونَ بِمَا يَقُولُونَ، فَعَلَيْهِمْ نَزَلَ الْقُرْآنُ، وَهُمْ أَعْلَمُ بِالْوَحْيِ مِنْكُمْ.

”میں تمہارے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجرین وانصار صحابہ کی طرف سے حاضر ہوا ہوں تاکہ تمہیں ان کی بات پہنچاؤں۔ وہ وہی بات کرتے ہیں، جو انہیں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) بتائی گئی ہے، ان کی موجودگی میں قرآنِ کریم نازل ہوا اور یہ لوگ وحیِ الٰہی کو تم سے بڑھ کر جانتے ہیں۔“

(المُستدرك للحاكم: 1/150-151، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ عبداللہ بن داود خریبی رحمہ اللہ (۲۱۳ھ) فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ لَوْ بَلَغَنَا أَنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَزِيدُوا فِي الْوُضُوءِ عَلٰى غَسْلِ أَظْفَارِهِمْ لَمَا زِدْنَا عَلَيْهِ، قَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ خُزَيْمَةَ: يُرِيدُ أَنَّ الدِّينَ الْاِتِّبَاعُ.

''اللہ کی قسم! اگر ہمیں یہ روایت پہنچتی کہ صحابہ نے وضو کرتے ہوئے ناخنوں سے زائد نہیں دھویا، تو ہم بھی زائد نہ دھوتے۔ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام خریبی رحمہ اللہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ دین صحابہ کے اتباع کا نام ہے۔''

(الفقیه والمُتَفَقِّه للخطیب :389/1، وسندهٗ صحیحٌ)

گمراہی سے بچنے کے لیے فہم سلف کی پیروی ضروری ہے۔ جس طرح اہل سنت والجماعت قرآن وسنت کو معیارِ حق قرار دیتے ہیں، اسی طرح تمام اہل سنت قرآن وسنت کو فہم سلف کے مطابق سمجھنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

یوں یہ امت کا اجماعی فیصلہ ہے، لیکن جس طرح قرآن وسنت پر ہر دعویدار عمل نہیں کرتا، اسی طرح فہم سلف کو بھی صرف اہل حدیث ہی صحیح معنوں میں قبول کرتے ہیں۔

ذیل کی سطور میں علمائے احناف کے اقوال ملاحظہ ہوں، جن میں فہم سلف کی ضرورت واہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔

① علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

كَيْفَ يَتَكَلَّمُ فِي أُصُولِ الدِّينِ مَنْ لَّا يَتَلَقَّاهُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَإِنَّمَا يَتَلَقَّاهُ مِنْ قَوْلِ فُلَانٍ؟ وَإِذَا زَعَمَ أَنَّهٗ يَأْخُذُهٗ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ لَا يَتَلَقّٰى تَفْسِيرَ كِتَابِ اللّٰهِ مِنْ أَحَادِيثِ الرَّسُولِ، وَلَا يَنْظُرُ فِيهَا، وَلَا فِيمَا قَالَهُ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ، الْمَنْقُولِ إِلَيْنَا عَنِ الثِّقَاتِ النَّقَلَةِ، الَّذِينَ تَخَيَّرَهُمُ النُّقَّادُ، فَإِنَّهُمْ لَمْ يَنْقُلُوا نَظْمَ الْقُرْآنِ وَحْدَهٗ، بَلْ نَقَلُوا نَظْمَهٗ وَمَعْنَاهُ،

وَلَا كَانُوا يَتَعَلَّمُونَ الْقُرْآنَ كَمَا يَتعَلَّمُ الصِّبْيَانُ، بَلْ يَتعَلَّمُونَهٗ بِمَعَانِيهِ، وَمَنْ لَّا يَسْلُكُ سَبِيلَهُمْ فَإِنَّمَا يَتكَلَّمُ بِرَأْيِهٖ، وَمَنْ يَتَكَلَّمُ بِرَأْيِهٖ وَمَا يَظُنُّهٗ دِينَ اللّٰهِ، وَلَمْ يَتلَقَّ ذٰلِكَ مِنَ الْكِتَابِ فَهُوَ مَأْثُومٌ وَّإِنْ أَصَابَ، وَمَنْ أَخَذَ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَهُوَ مَأْجُورٌ وَّإِنْ أَخْطَأَ، لٰكِنْ إِنْ أَصَابَ يُضَاعَفُ أَجْرُهٗ.

''وہ شخص اصولِ دین کے بارے میں کیسے کلام کرسکتا ہے، جس نے یہ اصول کتاب وسنت سے اخذ نہ کیے ہوں، بلکہ کسی فرد بشر کے قول سے لیے ہوں۔ اگر وہ یہ دعوی کرے کہ میں نے اصول قرآن کریم سے اخذ کئے ہیں، تو وہ قرآنِ کریم کی تفسیر رسولِ اکرم ﷺ کی احادیث سے نہیں لیتا۔ نہ احادیث کو دیکھتا ہے، نہ صحابہ وتابعین کے ان اقوال میں غور کرتا ہے، جنہیں ہم تک ان ثقہ راویوں نے پہنچایا ہے، جن کو نقاد محدثین نے منتخب کیا تھا۔ صحابہ وتابعین (کے اقوال اس لیے ضروری ہیں کہ انہوں) نے صرف قرآنِ کریم کے الفاظ نقل نہیں کیے، بلکہ اس کا معنی بھی نقل کیا ہے۔ وہ قرآنِ کریم کو اس طرح نہیں سیکھتے تھے، جس طرح بچے (صرف لفظاً) سیکھتے ہیں، بلکہ وہ قرآنِ کریم کو اس کے معانی سمیت سیکھتے تھے۔ جو شخص ان کے راستے پر نہیں چلے گا، وہ اپنی رائے سے بات کرے گا اور جو شخص اپنی رائے سے بات کرے گا اور اسے اللہ کا دین سمجھے گا، حالانکہ اس نے یہ رائے وحی سے نہیں لی ہوگی، وہ اگر درست فیصلہ بھی کرے، تو گناہگار ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں جو شخص کتاب وسنت سے مسئلہ اخذ کرے گا، وہ غلطی پر بھی ہو، اسے اجر ملے گا۔ اگر وہ درست ہوا، تو دو

اجر ملیں گے۔“

(شرح العقيدة الطحاويّة، ص 195-196)

صرف کتاب وسنت کا دعویٰ مبہم ہے، کیونکہ ہر گمراہ فرقہ کتاب وسنت سے مسائل اخذ کرنے کا مدعی ہے۔تو فیصلہ کن بات یہ ہے کہ کتاب وسنت کو فہم سلف کے مطابق سمجھا جائے اور وحیِ الٰہی سے ایسا کوئی مسئلہ اخذ نہ کیا جائے، سلف جس کے مخالف ہوں۔

② علامہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (١١٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ هُمُ الْآخِذُونَ فِي الْعَقِيدَةِ وَالْعَمَلِ جَمِيعًا، بِمَا ظَهَرَ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَجَرٰى عَلَيْهِ جُمْهُورُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، وَإِنِ اخْتَلَفُوا فِيمَا بَيْنَهُمْ فِيمَا لَمْ يَشْتَهِرْ فِيهِ نَصٌّ، وَلَا ظَهَرَ مِنَ الصَّحَابَةِ اتِّفَاقٌ عَلَيْهِ، اسْتِدْلَالًا مِّنْهُم بِبَعْضِ مَا هُنَالِكَ، أَوْ تَفْسِيرًا لِّمُجْمَلِهِ، وَغَيْرُ النَّاجِيَةِ كُلُّ فِرْقَةٍ انْتَحَلَتْ عَقِيدَةً خِلَافَ عَقِيدَةِ السَّلَفِ، أَوْ عَمَلًا دُونَ أَعْمَالِهِمْ.

”فرقہ ناجیہ (جنتی گروہ) وہ لوگ ہیں جو عقیدہ وعمل دونوں میں وہ بات لیتے ہیں جو کتاب وسنت سے ظاہر ہو اور جس پر جمہور صحابہ وتابعین عمل کرتے ہیں۔ البتہ! جن مسائل میں کوئی شرعی نص موجود نہ ہو، نہ اس سلسلے میں صحابہ کا اتفاق سامنے آیا ہو، اس میں فرقہ ناجیہ کے لوگ بعض آثار سے استدلال کرتے ہوئے یا مجمل نصوص کی تفسیر کرتے ہوئے آپس میں اختلاف کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس غیر ناجی گروہ ہر اس فرقے کو کہتے ہیں، جو سلف کے خلاف ہو یا ایسا عمل اپنائے جو سلف سے ثابت نہیں۔“

(حُجّة اللّٰه البالغة :170/1)

۞ **نیز فرماتے ہیں:**

إِنَّ الْـأُمَّةَ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَّعْتَمِدُوا عَلَى السَّلَفِ فِي مَعْرِفَةِ الشَّرِيعَةِ، فَالتَّابِعُونَ اعْتَمَدُوا فِي ذٰلِكَ عَلَى الصَّحَابَةِ، وَتَبَعُ التَّابِعِينَ اعْتَمَدُوا عَلَى التَّابِعِينَ، وَهٰكَذَا فِي كُلِّ طَبَقَةٍ اعْتَمَدَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى مَنْ قَبْلَهُمْ، وَالْعَقْلُ يَدُلُّ عَلٰى حُسْنِ ذٰلِكَ، لِأَنَّ الشَّرِيعَةَ لَا تُعْرَف إِلَّا بِالنَّقْلِ وَالِاسْتِنْبَاطِ، وَالنَّقْلُ لَا يَسْتَقِيمُ إِلَّا بِأَنْ تَأْخُذَ كُلُّ طَبقَةٍ عَمَّنْ قَبْلَهَا بِالِاتِّصَالِ، وَلَا بُدَّ فِي الِاسْتِنْبَاطِ أَنْ تُعْرَفَ مَذَاهِبُ الْمُتَقَدِّمِينَ، لِئَلَّا يَخْرُجَ عَنْ أَقْوَالِهِمْ، فَيَخْرِقُ الْإِجْمَاعَ .

”امتِ مسلمہ کا اجماع ہے کہ وہ شریعت کے فہم کے لیے سلف پر اعتماد کرتی ہے۔ تابعین نے صحابہ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا، اسی طرح ہر طبقے کے اہل علم نے اپنے سے پہلے لوگوں پر اعتماد کیا۔ عقل بھی اس طریقے کو اچھا سمجھتی ہے، کیونکہ شریعت کی معرفت نقل (روایت) اور استنباط دو چیزوں سے ہوتی ہے۔ جس طرح روایت صرف اسی صورت ممکن ہے کہ ہر طبقہ اپنے سے پہلے طبقے سے اتصال کے ساتھ لے، اسی طرح استنباط میں بھی ضروری ہے کہ متقدمین کے مذاہب بخوبی معلوم ہوں تاکہ کوئی استنباط سلف کے اقوال سے خارج ہو کر اجماع کا مخالف نہ ہو جائے۔“

(عِقد الجِيد في أحكام الاجتهاد والتّقليد، ص 36)

③ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (۱۳۵۲ھ) کہتے ہیں:

''قرآن کریم کی تقریر کو سمجھنے کا سب سے زیادہ قابل اعتماد راستہ آنحضرت ﷺ کا عمل اور صحابہ وتابعین کا تعامل ہے۔''

(درس ترمذی از تقی عثمانی: 252/1)

④ علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی صاحب (۱۳۶۹ھ) لکھتے ہیں:

''تَمَسُّک بالقرآن (قرآنِ کریم کو لازم پکڑنے) کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کو اپنی آراء واہواء کا تختۂ مشق بنالیا جائے، بلکہ قرآنِ کریم کا مطلب وہ ہی معتبر ہوگا، جو احادیثِ صحیحہ اور سلف صالحین کی متفقہ تصریحات کے خلاف نہ ہو۔''

(تفسیر عثمانی، ص81، تفسیر سورت البقرہ: 107)

⑤ علامہ محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب (۱۳۹۴ھ) لکھتے ہیں:

''اس لیے کتاب وسنت کا مفہوم اور جو علوم کتاب وسنت سے ماخوذ اور مستفاد ہوں گے، وہ وہی ہوں گے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سمجھے ہیں۔ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے فاسد عقائد کو اپنے زعم اور خیال میں کتاب وسنت ہی سے ماخوذ ہونے کا مدعی ہے، لہٰذا کتاب وسنت کے وہی معانی اور مفاہیم معتبر ہوں گے، جو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سمجھے ہیں۔ اس کے خلاف کسی مفہوم کا اعتبار نہ ہو گا۔ جو شخص صحابہ کرام کے خلاف کتاب وسنت کا کوئی مفہوم بیان کرے، بس یہی اس کے گمراہ اور بے عقل ہونے کی دلیل ہے۔ اگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نہیں سمجھے تو یہ نیم عربی داں اور یہ نیم انگریزی خواں کہاں سے سمجھ گیا؟ یہ نیم کی قید اس لیے لگائی کہ پورا عربی داں تو وہی سمجھے گا، جو صحابہ وتابعین اور سلف صالحین نے سمجھا

اور پورا انگریزی داں جو عربی سے بالکل بے خبر ہوگا، سو اگر وہ عاقل اور دانا ہوگا تو وہ کتاب وسنت کے بارے میں کچھ لب کشائی نہ کرے گا۔ اس لیے کہ عاقل اور دانا اس کتاب کے مطلب بیان کرنے پر کبھی جرأت نہیں کرسکتا، جس کتاب کی وہ زبان نہ جانتا ہو۔ جس طرح ایک عربی زبان کا فاضل اور ادیب انگریزی قانون کی شرح کے بارے میں لب کشائی نہیں کرسکتا، اسی طرح ایک انگریزی داں قرآن وحدیث کی تفسیر پر لب کشائی نہیں کرسکتا اور محض ترجمہ دیکھ کر اپنے کو قانون داں سمجھنا بھی نادان ہونے کی دلیل ہے۔''

(عقائد اسلام، ص166)

۞ نیز لکھتے ہیں:

''یہ فرقے دھوکا دینے کے لیے اسلام کا اور اللہ کا اور اس کے رسول کا نام لیتے ہیں اور آیات اور احادیث کے وہ معنیٰ بیان کرتے ہیں کہ جو صحابہ کرام اور تابعین اور امت کے علمائے ربانیین کے سمجھے ہوئے کے بالکل برعکس ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ دین وہ ہے جو صحابہ کرام نے سمجھا اور جو اس کے خلاف ہے، وہ کفر اور گمراہی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے دھوکہ میں نہ آئیں۔''

(عقائد اسلام، ص183)

(٦) علامہ سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب (۲۰۰۹ء) لکھتے ہیں:

''اگر انصاف، خدا خوفی اور دیانت کے ساتھ اس بات پر غور کرلیا جائے کہ آخر یہی قرآن و حدیث حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین عظام رحمہم اللہ اور ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم و بزرگانِ صالحین رحمہم اللہ کے سامنے بھی تھے۔ ان کا جو مطلب و معنیٰ اور

جو تفسیر و مراد انہوں نے سمجھی، وہی حق اور صواب ہے، باقی سب غلط اور باطل ہے۔ پس عوام کا یہ کام ہے کہ ہر باطل پرست اور خواہش زدہ سے یہ سوال کریں کہ فلاں آیت اور فلاں حدیث کی جو مراد تم بیان کر رہے ہو، آیا یہ سلف صالحین سے ثابت ہے؟ اگر ہے تو صحیح و صریح حوالہ بتاؤ۔ چشمِ ما روشن، دلِ ما شاد۔ ورنہ یہ مراد جو تم بیان کرتے ہو، اس قابل ہے کہ اُسے:

ع اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں!

عوام اس قائدہ اور ضابطہ کے بغیر اور کسی طرف نہ جائیں، پھر دیکھیں کہ حق کس کے ساتھ ہے؟ اور قرآن و حدیث کی مراد کون سی صحیح ہے؟ اگر وہ ایسا نہ کریں گے اور اس میں کوتاہی کریں گے تو ضروریاتِ دین میں غلطی کی وجہ سے کبھی عنداللہ سُرخرو نہیں ہوسکیں گے اور اپنی طاقت اور وسعت صَرف نہ کرنے کی وجہ سے جو گناہ قرآن و حدیث کی تحریف کرنے والوں کو ملے گا، اس میں ماننے والے بھی برابر کے شریک ہوں گے۔''

(تنقید متین، ص180)

❀ نیز لکھتے ہیں:

''بریلوی حضرات کو ٹھنڈے دل سے غور کر لینا چاہیے کہ جو عقائد اور اعمال انہوں نے اختیار کر رکھے ہیں اور دن رات جن کی نشر و اشاعت میں وہ کوشاں ہیں، آیا یہ عقائد و اعمال حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور سلف صالحین کے تھے؟ اگر تھے تو نجات انہی میں ہے اور اگر یہ عقائد و اعمال ان کے نہ تھے تو اپنی نجات کی فکر کریں، ایسا نہ ہو کہ کل پچھتانا پڑے۔

ع فریب خود کو دیئے اور خود ہی پچھتائے!

(تنقید متین، ص45)

⑦ مفتی تقی عثمانی دیو بندی صاحب لکھتے ہیں:

''قرآن وحدیث کا معاملہ انتہائی نازک ہے۔ان کی تفسیر وتشریح میں ہر کس و ناکس کی کتابوں سے استفادہ ٹھیک نہیں۔''

(تبصرے، ص259-260)

۞ نیز لکھتے ہیں:

''دین کی تشریح وتعبیر حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقوشِ قدم میں رہنمائی تلاش کیے بغیر ممکن نہیں۔'' (تبصرے، ص42)

یہ وہ قیمتی باتیں ہیں، جو تقلید سے بچا سکتی ہیں۔سلف صالحین پر اعتماد اور طائفہ منصورہ سے رشتہ استوار ہو جاتا ہے۔ان زریں اصولی باتوں کی اہل حدیث کے علاوہ کوئی پاسداری نہیں کرتا۔اس لیے اہل حدیث کے عقائد واعمال وہی ہیں، جو سلف صالحین کے تھے۔یہ سلف سے سرِ مُو انحراف نہیں کرتے۔

یہ اہل حدیث کے حق ہونے کی دلیل ہے۔اہل حدیث کے علاوہ کسی بھی فرقے کے پاس باطل اور گمراہی کی سرکوبی کے لیے کوئی سامان نہیں، کیونکہ حق کے ساتھ باطل کا ردّ کیا جا سکتا ہے، نہ کہ باطل کے ساتھ باطل کا۔

بعض جہاں ایک طرف طائفہ منصورہ ائمہ محدثین کی تصریحات کو حق کہتے ہیں، وہاں دوسری طرف تقلیدِ شخصی کو واجب ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، حالانکہ تقلیدِ شخصی سلف صالحین کے عقائد واعمال سے انحراف کا نام ہے۔اس کی ایک دو مثالیں پیش خدمت ہیں:

قبروں سے فیض اور فہم سلف:

علامہ بدر عالم میرٹھی صاحب علامہ انور شاہ کشمیری صاحب کے متعلق کہتے ہیں:

قَدْ سَأَلْتُ عَنْهُ مَرَّةً عَنِ الْاِسْتِفَاضَةِ مِنْ أَهْلِ الْقُبُورِ، هَلْ يَجُوزُ ذٰلِكَ أَمْ لَا؟ فَقَالَ لِي : أَمَّا الْمُحَدِّثُونَ، فَلَا أَرَاهُمْ يُجَوِّزُونَهٗ، وَلٰكِنْ أَجِيزُ أَنَا، لِكَوْنِهٖ ثَابِتًا عِنْدَ أَرْبَابِ الْحَقَائِقِ .

''میں نے ان سے ایک مرتبہ اہل قبور سے فیض کے متعلق سوال کیا کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: جہاں تک محدثین کرام کا تعلق ہے، تو میں نے انہیں اس کے جواز کا قائل نہیں پایا۔ لیکن میں اسے جائز قرار دیتا ہوں، کیونکہ یہ صوفیوں کے نزدیک ثابت ہے۔''

(حاشية فيض الباري : 434/3)

سلف صالحین یعنی صحابہ و تابعین اور ائمہ محدثین فوت شدگان سے فیض حاصل نہیں کرتے تھے، لیکن علامہ کشمیری صاحب نے صوفیا کے عمل کی بنیاد پر اسے جائز قرار دیا ہے۔ اس رویے کا کسی صورت بھی دفاع نہیں کیا جا سکتا۔

تقلید اور فہم سلف:

حاجی امداد اللہ مکی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''غیر مقلدین انکارِ تقلید کرتے ہیں۔ ﴿يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ میں (صاف اشارہ، بلکہ تصریح) تقلید موجود ہے۔''

(امداد المشتاق از اشرف علی تھانوی، ص 83)

خیر القرون کے ائمہ اہل سنت، یعنی صحابہ وتابعین اور تبع تابعین میں سے کوئی بھی تقلید کے جواز کا قائل نہیں تھا، نہ کسی نے حاجی صاحب کی ذکر کردہ اس آیتِ کریمہ سے تقلید کا اشارہ یا تصریح سمجھی۔

اہل حدیث ہی اہل حق ہیں:

اہل حدیث ہی اہل سنت، اہل حق اور سوادِ اعظم ہیں۔ یہ عقائد واعمال میں سلف صالحین کے پیروکار ہیں۔

اہل حدیث ہی اہل حق ہیں۔ لقبِ اہل حدیث گمراہی کو ہرگز قبول نہیں کرتا۔ اسی لیے جو بھی گمراہ ہو جاتا ہے، وہ اہل حدیث سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ تب ہی تو ہر ظالم اور گمراہ فرقے کی کوشش ہوتی ہے کہ دنیا میں اہل حدیث کہنے، کہلوانے والا کوئی نہ ہو۔ ان کا یہ خواب نہ کبھی شرمندۂ تعبیر ہوا، نہ ہوگا۔ ان شاءاللہ!

دراصل یہ بُری خواہش کرنے والے وہ لوگ ہیں جو سلف صالحین، ائمہ دین اور محدثین کے منہج وعقیدے کے مخالف اور دشمن ہیں۔ وہ ان کے عقیدہ وعمل کو مٹانے کے درپے ہیں، نیز یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ سلف صالحین کا دین نا قابل اتباع ہے۔

حالانکہ دنیا میں محدثین کرام ہی وہ لوگ تھے، جو اہل حق تھے۔ یہی گروہ قرآن وسنت کو کماحقہ سمجھتا اور اس پر عمل کرتا تھا۔ اسی لیے یہ طائفہ منصورہ اہل حدیث کہلایا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے بھی اپنے آپ کو اہل حدیث ہی کہتے ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ﴾

(الأعراف: 181)

”جو لوگ ہم نے پیدا کیے، ان میں سے ایک گروہ ایسا ہے، جو حق کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور اسی کے مطابق عدل وانصاف کرتا ہے۔“

اس آیتِ کریمہ کا مصداق وہ اہل حق ہیں، جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی یہ متواتر ومشہور حدیث ہے:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهُ .

”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا اور غالب رہے گا، یہاں تک کہ (قیامت کی صورت میں) اللہ کا حکم آجائے گا۔“

(قَطْف الأزهار المُتناثرة للسّيوطي : 81، لَقط اللّآلي المُتناثرة في الأحاديث المتواترة للزّبيدي : 20، نَظْم المُتناثر : 145)

اس حدیث کی تشریح میں ائمہ اہل سنت، محدثین کرام بالاتفاق فرماتے ہیں کہ اس طائفہ منصورہ سے مراد اہل حدیث ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

① امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ لَّمْ تَكُنْ هٰذِهِ الطَّائِفَةُ الْمَنْصُورَةُ أَصْحَابَ الْحَدِيثِ، فَلَا أَدْرِي مَنْ هُمْ .

”اگر یہ طائفہ منصورہ اہل حدیث نہیں ہیں تو میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔“

(معرفة علوم الحديث للحاكم، ص 2، وسندهٗ صحيحٌ)

② امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ (۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:

هُمْ عِنْدِي أَصْحَابُ الْحَدِيثِ .

”میرے نزدیک وہ (طائفہ منصورہ) اہل حدیث ہی ہیں۔“

(شَرَف أصحاب الحديث للخطيب البغدادي، ص 42، وسندهٗ صحيحٌ)

③ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے سنا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (۲۳۴ھ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

هُمْ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ .

''وہ (طائفہ منصورہ) اہل حدیث ہی ہیں۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث: 2229)

④ امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ (۲۰۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ لَّمْ يَكُونُوا أَهْلَ الْحَدِيثِ وَالْأَثَرِ، فَلَا أَدْرِي مَنْ هُمْ .

''اگر وہ (طائفہ منصورہ) اہل حدیث نہیں ہیں، تو میں نہیں جانتا کہ کون ہیں؟''

(مسألة الاحتجاج بالشافعيّ للخطيب، ص 33، وسندهٗ صحيحٌ)

⑤ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ (۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

يَعْنِي أَهْلَ الْحَدِيثِ .

''اس سے مراد اہل حدیث ہیں۔''

(مسألة الاحتجاج بالشافعيّ، ص 33، وسندهٗ صحيحٌ)

⑥ امام حاکم رحمہ اللہ (۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

فِي مِثْلِ هٰذَا قِيلَ: مَنْ أَمَّرَ السُّنَّةَ عَلٰى نَفْسِهٖ قَوْلًا وَّفِعْلًا نَطَقَ بِالْحَقِّ، فَلَقَدْ أَحْسَنَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فِي تَفْسِيرِ هٰذَا الْخَبَرِ أَنَّ الطَّائِفَةَ الْمَنْصُورَةَ الَّتِي يُرْفَعُ الْخِذْلَانُ عَنْهُمْ إِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ؛ هُمْ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ، وَمَنْ أَحَقُّ بِهٰذَا التَّأْوِيلِ مِنْ

قَوْمٍ سَلَكُوا مَحَجَّةَ الصَّالِحِينَ، وَاتَّبَعُوا آثَارَ السَّلَفِ مِنَ الْمَاضِينَ، وَدَحَضُوا أَهْلَ الْبِدَعِ وَالْمُخَالِفِينَ سُنَنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى آلِهِ أَجْمَعِينَ.

”ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنے نفس پر قولاً وفعلاً سنت کو لاگو کر لیتا ہے، وہ حق کے مطابق ہی بولتا ہے۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس حدیث کی بہت اچھی تفسیر کی ہے کہ طائفہ منصورہ، جن سے قیامت تک ذلت ورسوائی دور کر دی گئی ہے، وہ اہل حدیث ہی ہیں۔اس تفسیر کا ان لوگوں سے بڑھ کر مصداق ہو بھی کون سکتا ہے، جو نیک لوگوں کے منہج پر گامزن ہوئے، سلف کے آثار کی پیروی کی، نیز اہل بدعت اور مخالفین سنت کو لا جواب کیا؟“

(معرفة علوم الحديث، ص 2)

❁ **نیز فرماتے ہیں:**

عَلٰى هٰذَا عَهِدْنَا فِي أَسْفَارِنَا وَأَوْطَانِنَا كُلَّ مَنْ يُّنْسَبُ إِلٰى نَوْعٍ مِّنَ الْإِلْحَادِ وَالْبِدَعِ؛ لَا يَنْظُرُ إِلَى الطَّائِفَةِ الْمَنْصُورَةِ إِلَّا بِعَيْنِ الْحَقَارَةِ، وَيُسَمِّيهَا الْحَشَوِيَّةَ ---.

”ہم نے اپنے سفر وحضر میں اسی طرح دیکھا ہے کہ جس شخص میں کوئی گمراہی اور بدعت ہوتی ہے، وہ طائفہ منصورہ کو حقارت ہی کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کو حشویہ (گمراہ فرقہ) کا نام دیتا ہے۔“

(معرفة علوم الحديث، ص 4)

⑦ **امام قوام السنہ اسماعیل بن محمد اصفہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:**

ذِكْرُ أَهْلِ الْحَدِيثِ، وَإِنَّهُمُ الْفِرْقَةُ الظَّاهِرَةُ عَلَى الْحَقِّ إِلٰى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةِ.

”اہل حدیث کا بیان، وہی قیامت تک حق پر غالب رہنے والا گروہ ہے۔“

(الحجّة في بيان المحجّة :262/1)

⑧ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ جَعَلَ رَبُّ الْعَالَمِينَ الطَّائِفَةَ الْمَنْصُورَةَ حُرَّاسَ الدِّينِ، وَصَرَفَ عَنْهُمْ كَيْدَ الْمُعَانِدِينَ، لِتَمَسُّكِهِمْ بِالشَّرْعِ الْمَتِينِ، وَاقْتِفَائِهِمْ آثَارَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، فَشَأْنُهُمْ حِفْظُ الْآثَارِ وَقَطْعُ الْمَفَاوِزِ وَالْقِفَارِ، وَرُكُوبُ الْبَرَارِيِّ وَالْبِحَارِ، فِي اقْتِبَاسِ مَا شَرَعَ الرَّسُولُ الْمُصْطَفٰى، لَا يُعَرِّجُونَ عَنْهُ إِلٰى رَأْيٍ وَّلَا هَوًى، قَبِلُوا شَرِيعَتَهٗ قَوْلًا وَّفِعْلًا، وَحَرَسُوا سُنَّتَهٗ حِفْظًا وَّنَقَلًا، حَتّٰى ثَبَّتُوا بِذٰلِكَ أَصْلَهَا، وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا، وَكَمْ مِّنْ مُّلْحِدٍ يَّرُومُ أَنْ يَّخْلِطَ بِالشَّرِيعَةِ مَا لَيْسَ مِنْهَا، وَاللّٰهُ تَعَالٰى يَذُبُّ بِأَصْحَابِ الْحَدِيثِ عَنْهَا، فَهُمُ الْحُفَّاظُ لِأَرْكَانِهَا، وَالْقَوَّامُونَ بِأَمْرِهَا وَشَأْنِهَا، إِذَا صَدَفَ عَنِ الدِّفَاعِ عَنْهَا، فَهُمْ دُونَهَا يُنَاضِلُونَ ﴿أُولٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾(المجادلة : ٢٢).

”اللہ رب العالمین نے طائفہ منصورہ کو دین کا محافظ بنایا اور ان کو مخالفین کی

سازشوں سے محفوظ کیا، کیونکہ انہوں نے شریعتِ مطہرہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ہے اور صحابہ وتابعین کے آثار کی پیروی کی ہے۔وہ ہر وقت آثار کو یاد کرتے، (حدیث کے لیے) صحراؤں و بیابانوں کا سفر کرتے اور پیغمبر مصطفٰی ﷺ کی دی ہوئی شریعت کو سمجھنے کے لیے بحر و بر میں گھستے نظر آتے ہیں۔ وہ حدیث کو چھوڑ کر کسی رائے یا خواہش کی پیروی نہیں کرتے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی شریعت کو قولاً وفعلاً قبول کیا ہے اور آپ ﷺ کی سنت کی حفظ ونقل کے اعتبار سے حفاظت کر کے اس کی جڑ مضبوط کر دی ہے۔ یہی لوگ اس کام کے لائق اور اہل تھے۔ کتنے ہی ملحدین شریعت میں وہ چیزیں ملا دینا چاہتے ہیں، جو اس میں شامل نہیں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اہل حدیث کے ذریعے شریعت کا دفاع کرتا ہے۔ اہل حدیث ہی شریعت کے ارکان کے محافظ اور اس کی ساکھ کو مضبوط کرنے والے ہیں۔ جب شریعت کے دفاع کی راہ میں رکاوٹیں حائل کی جائیں تو وہ اس کی خاطر لڑائی بھی کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے، خبردار! اللہ کا گروہ ہی دائمی کامیابی پانے والا ہے۔‘‘

(شَرَف أصحاب الحديث، ص 39)

اہلِ حدیث کا عقیدہ ومنہج:

اہل حدیث کا وہی عقیدہ ومنہج ہے، جو محدثین کرام کا تھا۔ ہم سرِمو بھی اس سے منحرف نہیں ہیں۔ اس لیے کہ ہمارے نزدیک محدثین کرام سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔ اہل حدیث، قرآن وحدیث، اجماعِ امت اور اجتہادِ شرعی کو حق مانتے ہیں۔ ہمارے نزدیک قرآن وسنت کا وہی فہم معتبر ہے، جو محدثین کا اتفاقی فہم ہے۔ دنیا میں محدثین سے ثابت

ایک بھی اجماع ایسا نہیں، جس کے اہل حدیث منکر ہوں۔ہم دینی مسائل میں اسلاف ِامت اور محدثین کرام کے اجتہادات کو مقدم رکھتے ہیں۔

❁ امام اوزاعی رحمہ اللہ (۱۵۷ھ) فرماتے ہیں:

عَلَيْكَ بِآثَارِ مَنْ سَلَفَ وَإِنْ رَّفَضَكَ النَّاسُ، وَإِيَّاكَ وَرَأْيَ الرِّجَالِ وَإِنْ زَخْرَفُوهُ بِالْقَوْلِ، فَإِنَّ الْأَمْرَ يَنْجَلِي وَأَنْتَ عَلٰى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ.

”سلف کے عقائد سے جڑے رہیں، پھر بھلے لوگ آپ کا بائیکاٹ کر دیں اور اہل بدعت کی آراء نظر بھاتی ہوں، تب بھی ان سے کنارہ کشی اختیار کریں، کیوں کہ حق واضح ہو چکا ہے اور آپ صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔“

(شَرَفُ أصحاب الحديث للخطيب : 6، الشّريعة للآجري : 127، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نیز ناصحانہ انداز میں فرماتے ہیں:

اِصْبِرْ نَفْسَكَ عَلَى السُّنَّةِ، وَقِفْ حَيْثُ وَقَفَ الْقَوْمُ، وَقُلْ بِمَا قَالُوا، وَكُفَّ عَمَّا كَفُّوا عَنْهُ، وَاسْلُكْ سَبِيلَ سَلَفِكَ الصَّالِحِ؛ فَإِنَّهٗ يَسَعُكَ مَا وَسِعَهُمْ.

”سلف صالحین کے عقیدے پر ڈٹ جائیے، جہاں سلف ٹھہرے، وہیں ٹھہر جائیے اور وہی کہیے، جو سلف نے کہا۔جس سے سلف رُکے رہے، اُس سے آپ بھی رُک جائیے اور ان کے منہج پر گامزن رہیے، آپ کو وہی کافی ہے، جو سلف کو کافی ہو گیا تھا۔“

(حِلية الأولياء لأبي نُعَيم الأصبهاني : 143/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوزرعہ (۲۶۴ھ) اور امام ابوحاتم رحمہما اللہ (۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

''ہم اہل سنت والجماعت کا اتباع کرتے ہیں، شذوذ، اختلاف اورتفرقہ بازی سے اجتناب کرتے ہیں۔۔۔''

(كتاب أصل السنّة واعتقاد الدين)

سوال یہ ہے کہ اگر محدثین کرام کا منہج وعقیدہ درست تھا اور وہ اہل حق تھے تو ان کے ہم عقیدہ وہم منہج اہل حق کیوں نہیں؟

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

بِهٰذَا يَتَبَيَّنُ أَنَّ أَحَقَّ النَّاسِ بِأَنْ تَكُونَ هِيَ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ أَهْلُ الْحَدِيثِ وَالسُّنَّةِ؛ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ مَتْبُوعٌ يَتَعَصَّبُونَ لَهٗ إِلَّا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ أَعْلَمُ النَّاسِ بِأَقْوَالِهٖ وَأَحْوَالِهٖ وَأَعْظَمُهُمْ تَمْيِيزًا بَيْنَ صَحِيحِهَا وَسَقِيمِهَا وَأَئِمَّتُهُمْ فُقَهَاءُ فِيهَا وَأَهْلُ مَعْرِفَةٍ بِمَعَانِيهَا وَاتِّبَاعًا لَهَا؛ تَصْدِيقًا وَّعَمَلًا وَّحُبًّا وَّمُوَالَاةً لِّمَنْ وَالَاهَا وَمُعَادَاةً لِّمَنْ عَادَاهَا الَّذِينَ يَرُوْونَ الْمَقَالَاتِ الْمُجْمَلَةَ إِلٰى مَا جَاءَ بِهٖ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ؛ فَلَا يُنَصِّبُونَ مَقَالَةً وَيَجْعَلُونَهَا مِنْ أُصُولِ دِينِهِمْ وَجُمَلِ كَلَامِهِمْ إِنْ لَمْ تَكُنْ ثَابِتَةً فِيمَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ بَلْ يَجْعَلُونَ مَا بُعِثَ بِهِ الرَّسُولُ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ هُوَ الْأَصْلُ الَّذِي يَعْتَقِدُونَهٗ وَيَعْتَمِدُونَهٗ.

''ان ساری باتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ سب لوگوں میں سے فرقہ ناجیہ

(نجات پانے والا فرقہ) ہونے کے زیادہ حق دار اہل حدیث وسنت ہیں، جن کا سوائے رسول اللہ ﷺ کے کوئی ایسا متبوع نہیں، جس کے لیے وہ مسلکی غیرت رکھتے ہوں۔ یہ اہل حدیث وسنت، رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اور حالات کو دوسرے لوگوں سے زیادہ جاننے والے ہیں، نیز احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے صحیح وضعیف کی زیادہ پہچان رکھنے والے ہیں۔ ان کے ائمہ فقہائے حدیث ہیں اور احادیث کے معانی کی معرفت رکھنے والے ہیں، نیز ان احادیث کی تصدیق و عمل اور محبت کے اعتبار سے پیروی کرنے والے ہیں، وہ احادیث سے محبت رکھنے والوں سے محبت رکھتے اور ان سے عداوت رکھنے والوں سے دشمنی کرتے ہیں۔ یہ لوگ (بزرگوں کے) مجمل مقالات کو کتاب وسنت پر پیش کرتے ہیں، اگر کوئی قول کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو، تو وہ اس قول کو اپنا نصب العین اور اپنا دینی اُصول نہیں بناتے، بلکہ وہ کتاب وسنت کو ہی اپنا عقیدہ بناتے ہیں اور اس پر اعتماد کرتے ہیں، جسے دے کر رسولِ کریم ﷺ مبعوث فرمائے گئے ہیں۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 3/347)

❁ نیز فرماتے ہیں:

فِي الْجُمْلَةِ مَنْ عَدَلَ عَنْ مَذَاهِبِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَتَفْسِيرِهِمْ إِلٰى مَا يُخَالِفُ ذٰلِكَ كَانَ مُخْطِئًا فِي ذٰلِكَ بَلْ مُبْتَدِعًا.

''خلاصہ بحث یہ ہے کہ جس نے صحابہ وتابعین کے (فقہی) مؤقف اور ان کی تفسیر کے مخالف طرف پھر گیا، وہ اس میں خطا کار ہے، بلکہ بدعتی ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 361/13)

۞ **امام آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:**

عَلَامَةُ مَنْ أَرَادَ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا، سُلُوكُ هٰذَا الطَّرِيقِ، كِتَابُ اللّٰهِ، وَسُنَنُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسُنَنُ أَصْحَابِهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ، وَمَا كَانَ عَلَيْهِ أَئِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ فِي كُلِّ بَلَدٍ إِلٰى آخِرِ مَا كَانَ مِنَ الْعُلَمَاءِ مِثْلَ الْأَوْزَاعِيِّ وَسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، وَالْقَاسِمِ بْنِ سَلَّامٍ، وَمَنْ كَانَ عَلٰى مِثْلِ طَرِيقَتِهِمْ، وَمُجَانَبَةُ كُلِّ مَذْهَبٍ يَذُمُّهُ هٰؤُلَاءِ الْعُلَمَاءُ.

''جن لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے، ان کی علامت اِس راستے پر چلنا ہے، وہ راستہ کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین رحمہم اللہ، نیز ہر علاقے کے ائمہ مسلمین اور اب تک کے علمائے کرام، مثلاً امام اوزاعی، امام سفیان ثوری، امام مالک بن انس، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام قاسم بن سلام رحمہم اللہ اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے علمائے کرام کا راستہ اختیار کرنا اور ہر اس مذہب سے بچنا، جس کی مذکورہ علمائے کرام نے مذمت کی ہے۔''

(الشّریعة، ص 14)

عقل صریح، نقل صحیح اور مقبول و منصور دین صرف اہل حدیث کے پاس ہے۔ ویسے تو ہر فرقہ اپنے آپ کو حق پرست کہتا ہے، لیکن معیارِ حق پر پورا صرف اہل حدیث اترتے ہیں۔

کوئی بجا طور پر پوچھ سکتا ہے کہ اہل حدیث ہی اہل حق ہیں، اس کی دلیل کیا ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے علامہ، ابو مظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ كُلَّ فَرِيقٍ مِّنَ الْمُبْتَدِعَةِ إِنَّمَا يَدَّعِي أَنَّ الَّذِي يَعْتَقِدهُ هُوَ مَا كَانَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِأَنَّهُمْ كُلَّهُمْ مُّدَّعُونَ شَرِيعَةَ الْإِسْلَامِ، مُلْتَزِمُونَ فِي الظَّاهِرِ شَعَائِرَهَا، يَرَوْنَ أَنَّ مَا جَاءَ بِهٖ مُحَمَّدٌ (هُوَ الْحَقُّ)، غَيْرَ أَنَّ الطُّرُقَ تَفَرَّقَتْ بِهِمْ بَعْدَ ذٰلِكَ، وَأَحْدَثُوا فِي الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ، فَزَعَمَ كُلُّ فَرِيقٍ أَنَّهٗ هُوَ الْمُتَمَسِّكُ بِشَرِيعَةِ الْإِسْلَامِ، وَأَنَّ الْحَقَّ الَّذِي قَامَ بِهٖ رَسُولُ اللّٰهِ هُوَ الَّذِي يَعْتَقِدهٗ وَيَنْتَحِلُهٗ، غَيْرَ أَنَّ اللّٰهَ أَبٰى أَنْ يَّكُونَ الْحَقَّ وَالْعَقِيدَةَ الصَّحِيحَةَ إِلَّا مَعَ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَالْآثَارِ، لِأَنَّهُمْ أَخَذُوا دِينَهُمْ وَعَقَائِدَهُمْ خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ، وَقَرْنًا عَنْ قَرْنٍ، إِلٰى أَنِ انْتَهَوْا إِلَى التَّابِعِينَ، وَأَخَذَهُ التَّابِعُونَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَخَذَهٗ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا طَرِيقَ إِلٰى مَعْرِفَةِ مَا دَعَا إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ مِنَ الدِّينِ الْمُسْتَقِيمِ، وَالصِّرَاطِ الْقَوِيمِ، إِلَّا هٰذَا الطَّرِيقَ الَّذِي سَلَكَهٗ أَصْحَابُ

الْحَدِيثِ، وَأَمَّا سَائِرُ الْفِرَقِ فَطَلَبُوا الدِّينَ لَا بِطَرِيقِهٖ لِأَنَّهُمْ رَجَعُوا إِلٰى مَعْقُولِهِمْ، وَخَوَاطِرِهِمْ، وَآرَائِهِمْ، فَطَلَبُوا الدِّينَ مِنْ قِبَلِهٖ، فَإِذَا سَمِعُوا شَيْئًا مِّنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ عَرَضُوهُ عَلٰى مِعْيَارِ عُقُولِهِمْ، فَإِنِ اسْتَقَامَ قَبِلُوهُ، وَإِنْ لَّمْ يَسْتَقِمْ فِي مِيزَانِ عُقُولِهِمْ رَدُّوهُ، فَإِنِ اضْطُرُّوا إِلٰى قُبُولِهٖ حَرَّفُوهُ بِالتَّأْوِيلَاتِ الْبَعِيدَةِ، وَالْمَعَانِي الْمُسْتَكْرَهَةِ، فَحَادُوا عَنِ الْحَقِّ وَزَاغُوا عَنْهُ، وَنَبَذُوا الدِّينَ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ، وَجَعَلُوا السُّنَّةَ تَحْتَ أَقْدَامِهِمْ، تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَصِفُونَ، وَأَمَّا أَهْلُ الْحَقِّ فَجَعَلُوا الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ إِمَامَهُمْ، وَطَلَبُوا الدِّينَ مِنْ قِبَلِهِمَا، وَمَا وَقَعَ لَهُمْ مِّنْ مَّعْقُولِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ، عَرَضُوهُ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، فَإِنْ وَّجَدُوهُ مُوَافِقًا لَّهُمَا قَبِلُوهُ، وَشَكَرُوا اللّٰهَ حَيْثُ أَرَاهُمْ ذٰلِكَ وَوَفَّقَهُمْ إِلَيْهِ، وَإِنْ وَّجَدُوهُ مُخَالِفًا لَّهُمْا تَرَكُوا مَا وَقَعَ لَهُمْ، وَأَقْبَلُوا عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَرَجَعُوا بِالتُّهْمَةِ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ، فَإِنَّ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ لَا يَهْدِيَانِ إِلَّا إِلَى الْحَقِّ، وَرَأْيُ الْإِنْسَانِ قَدْ يَرَى الْحَقَّ، وَقَدْ يَرَى الْبَاطِلَ .

”ہر گمراہ فرقہ یہی دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا عقیدہ وہ ہے ،جس پر رسول اللہ ﷺ کاربند تھے، کیونکہ تمام فرقے شریعتِ اسلام ہی کے دعویدار ہیں اور

ظاہری طور پر اسلام ہی کے شعائر پر عمل کرتے ہیں، نیز ان کا یہ عقیدہ ہے کہ محمد ﷺ کی تعلیمات ہی برحق ہیں۔لیکن اس کے باوجود ان کی راہیں (صراطِ مستقیم سے) جدا ہو گئیں اور انہوں نے دین میں وہ وہ چیزیں ایجاد کر لیں جن کی اللہ ورسول نے اجازت نہیں دی۔ ہر فریق نے یہ دعویٰ کیا کہ وہی شریعتِ اسلام پر کاربند ہے اور وہ حق جسے رسول اللہ ﷺ لے کر آئے، اسی کے پاس ہے۔البتہ اللہ تعالیٰ نے حق اور صحیح عقیدے کی دولت سے صرف اہل حدیث کو مالا مال کیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل حدیث اپنا دین اور اپنے عقائد طبقہ در طبقہ سلف صالحین سے لیتے رہے ہیں، یہاں تک کہ ان کا سلسلہ تابعین عظام تک پہنچ گیا۔تابعین نے دین وعقائد رسولِ اکرم ﷺ کے صحابہ کرام سے لیے اور صحابہ کرام نے رسولِ اکرم ﷺ سے یہ سب کچھ سیکھا۔آپ ﷺ نے جس مضبوط دین اور صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دی تھی، اس کی معرفت صرف اسی طریقے سے ممکن ہے، جسے اہل حدیث نے اپنایا ہے۔باقی تمام فرقوں نے دین کو اس اصل طریقے سے نہیں، بلکہ اپنی عقل وشعور اور رائے سے اخذ کیا ہے۔چنانچہ جب وہ کتاب وسنت کی کسی نص کو سنتے ہیں تو اسے اپنی عقلی کسوٹی پر پیش کرتے ہیں، اگر وہ اس معیار پر درست معلوم ہو تو اسے قبول کر لیتے ہیں، ورنہ ردّ کر دیتے ہیں۔اگر وہ کسی وجہ سے اسے قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں تو بعید از کار تاویلات اور غلط معانی کے ذریعے اس میں تحریف پر اُتر آتے ہیں۔یوں یہ باقی فرقے حق سے دُور چلے گئے ہیں، انہوں نے دین کو پس پشت ڈال دیا ہے اور سنتِ رسول کو بے وقعت کر دیا ہے۔ان کے برعکس

اہل حق نے کتاب وسنت کو اپنا پیشوا اور دین کا ماخذ بنایا ہے۔ان کی عقل اور رائے جو اختراع کرتی ہے، وہ اسے کتاب وسنت پر پیش کرتے ہیں، اگر اسے کتاب وسنت کے موافق پائیں تو اسے قبول کر کے اللہ کا شکر بجالاتے ہیں کہ اس نے انہیں درست رائے قائم کرنے کی توفیق بخشی اور اگر وہ اپنی رائے کو کتاب وسنت کے مخالف پائیں تو اسے چھوڑ کر کتاب وسنت کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اس سلسلے میں اپنے آپ کو قصوروار ٹھہراتے ہیں، کیونکہ کتاب و سنت تو حق ہی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، جبکہ عقلِ انسانی کبھی حق کو پاتی ہے اور کبھی باطل کو۔''

(الحُجّة في بَيان المَحَجّة لقِوَام السُّنة الأصبهاني : 2/237-238)

۞ نیز فرماتے ہیں:

مِمَّا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ أَهْلَ الْحَدِيثِ هُمْ عَلَى الْحَقِّ، أَنَّكَ لَوْ طَالَعْتَ جَمِيعَ كُتُبِهِمُ الْمُصَنَّفَةَ مِنْ أَوَّلِهِمْ إِلٰى آخِرِهِمْ، قَدِيمِهِمْ وَحَدِيثِهِمْ مَعَ اخْتِلَافِ بُلْدَانِهِمْ وَزَمَانِهِمْ، وَتَبَاعُدِ مَا بَيْنَهُمْ فِي الدِّيَارِ، وَسُكُونِ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُم قُطْرًا مِّنَ الْأَقْطَارِ، وَجَدتَّهُمْ فِي بَيَانِ الِاعْتِقَادِ عَلٰى وَتِيرَةٍ وَّاحِدَةٍ وَّنَمْطٍ وَاحِدٍ، يَجْرُونَ فِيهِ عَلٰى طَرِيقَةٍ لَّا يَحِيدُونَ عَنْهَا، وَلَا يَمِيلُونَ فِيهَا، قَوْلُهُمْ فِي ذٰلِكَ وَاحِدٌ وَّنَقْلُهُمْ وَاحِدٌ، لَا تَرٰى بَيْنَهُمُ اخْتِلَافًا وَّلَا تَفَرُّقًا فِي شَيْءٍ مَّا وَإِنْ قَلَّ، بَلْ لَّوْ جَمَعْتَ جَمِيعَ مَا

جَرٰى عَلٰى أَلْسِنَتِهِمْ، وَنَقَلُوهُ عَنْ سَلَفِهِمْ، وَجَدْتَّهٗ كَأَنَّهٗ جَاءَ مِنْ قَلْبٍ وَّاحِد، وَجَرٰى عَلٰى لِسَانٍ وَّاحِدٍ، وَهَلْ عَلَى الْحَقِّ دَلِيلٌ أَبْيَنُ مِنْ هٰذَا ؟

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾(النساء : ٨٢)، وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾(آل عمران : ١٠٣)، وَأَمَّا إِذَا نَظَرْتَ إِلٰى أَهْلِ الْأَهْوَاءِ وَالْبِدَعِ، رَأَيْتَهُمْ مُتَفَرِّقِينَ مُخْتَلِفِينَ أَوْ شِيَعًا وَّأَحْزَابًا، لَا تَكَادُ تَجِدُ اثْنَيْنِ مِنْهُمْ عَلٰى طَرِيقَةٍ وَّاحِدَةٍ فِي الِاعْتِقَادِ، يُبَدِّعُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، بَلْ يَرْتَقُونَ إِلَى التَّكْفِيرِ، يُكَفِّرُ الِابْنُ أَبَاهُ، وَالرَّجُلُ أَخَاهُ، وَالْجَارُ جَارَهٗ، تَرَاهُمْ أَبَدًا فِي تَنَازُعٍ وَّتَبَاغُضٍ وَّاخْتِلَافٍ، تَنْقَضِيْ أَعْمَارُهُمْ وَلَمَا تَتَّفِقُ كَلِمَاتُهُمْ، ﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتّٰى ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾(الحشر : ١٤)، أَوَ مَا سَمِعْتَ أَنَّ الْمُعْتَزِلَةَ مَعَ اجْتِمَاعِهِمْ فِي هٰذَا اللَّقَبِ يُكَفِّرُ الْبَغْدَادِيُّونَ مِنْهُمُ الْبَصْرِيِّينَ، وَالْبَصْرِيُّونَ مِنْهُمُ الْبَغْدَادِيِّينَ، وَيُكَفِّرُ أَصْحَابُ أَبِي عَلِيٍّ الْجَبَائِيِّ ابْنَهٗ أَبَا هَاشِمٍ، وَأَصْحَابُ أَبِي هَاشِمٍ يُكَفِّرُونَ أَبَاهُ أَبَا عَلِيٍّ، وَكَذٰلِكَ سَائِرُ رُؤُوسِهِمْ وَأَرْبَابُ

الْمَقَالَاتِ مِنْهُم، إِذَا تَدَبَّرْتَ أَقْوَالَهُمْ رَأَيْتَهُمْ مُّتَفَرِّقِينَ يُكَفِّرُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، وَيَتَبَرَّأُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ، كَذٰلِكَ الْخَوَارِجُ وَالرَّوَافِضُ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَسَائِرُ الْمُبْتَدِعَةُ بِمَثَابَتِهِمْ، وَهَلْ عَلَى الْبَاطِلِ دَلِيلٌ أَظْهَرُ مِنْ هٰذَا ؟ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ﴾(الأنعام : ١٥٩)، وَكَانَ السَّبَبُ فِي اتِّفَاقِ أَهْلِ الْحَدِيثِ أَنَّهُمْ أَخَذُوا الدِّينَ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَطَرِيقِ النَّقْلِ، فَأَوْرَثَهُمُ الاِتِّفَاقَ والاِئْتِلَافَ، وَأَهْلُ الْبِدْعَةِ أَخَذُوا الدِّينَ مِنَ الْمَعْقُولَاتِ وَالْآرَاءِ، فَأَوْرَثَهُمْ الاِفْتِرَاقَ وَالاِخْتِلَافَ، فَإِنَّ النَّقْلَ وَالرِّوَايَةَ مِنَ الثِّقَاتِ وَالْمُتْقِنِينَ قَلَّمَا يَخْتَلِفُ، وَإِنِ اخْتَلَفَ فِي لَفْظٍ أَوْ كَلِمَةٍ، فَذٰلِكَ اخْتِلَافٌ لَّا يَضُرُّ الدِّينَ، وَلَا يَقْدَحُ فِيهِ، وَأَمَّا دَلَائِلُ الْعَقْلِ فَقَلَّمَا تَتَّفِقُ، بَلْ عَقْلُ كُلِّ وَاحِدٍ؛ يَّرٰى صَاحِبُهٗ غَيْرَ مَا يَرَى الْآخَرُ، وَهٰذَا بَيِّنٌ .

”اہل حدیث کے اہل حق ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ اگر آپ ان کی اول وآخر اور قدیم وجدید تمام کتابوں کا مطالعہ کر لیں، تو باوجود ان کے علاقوں اور زمانوں کے مختلف ہونے اور ان کے باہمی فاصلوں اور دنیا کے مختلف کونوں میں رہائش پذیر ہونے کے، آپ ان کو ایک ہی طرز اور طریقے پر عقائد کا بیان کرتے پائیں گے، ان کا منہج ایک ہی ہوگا، جس سے وہ کبھی نہیں

ہٹیں گے۔عقائد میں ان کا قول اور دلیل ایک ہی ہوگی،ان کے مابین کوئی معمولی سا اختلاف وانتشار بھی آپ تلاش نہیں کرسکتے۔اس سے بھی بڑھ کر یہ بات کہ اگر آپ ان کی زبانوں سے نکلی ہوئی اوران کی اپنے سلف سے نقل کردہ تمام باتیں جمع کرلیں،تو آپ کو یوں محسوس ہوگا کہ وہ ایک ہی دل سے نکل کر ایک ہی زبان پر جاری ہوئی ہیں۔کیا کسی کے حق ہونے پراس سے بڑھ کر بھی کوئی دلیل ہوگی؟اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِغَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (النساء: 82)(کیا وہ قرآن پرغورنہیں کرتے،اگروہ غیراللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے)۔نیز فرمایا:﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾(آل عمران :103)(اللہ کی رسی کومضبوطی سے پکڑلو اورتفرقہ میں نہ پڑو)۔اس کے برعکس جب آپ اہل بدعت کو دیکھیں گے تو ان کوتفرقہ واختلاف میں مبتلا اورگروہوں میں بٹے ہوئے پائیں گے۔عقائد کے معاملے میں ان میں سے کسی دوکوبھی آپ کسی ایک منہج پرمتفق نہیں پائیں گے۔آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے ایک دوسرے کو بدعتی کہتا ہے، بلکہ وہ ایک دوسرے کی تکفیرتک پہنچ جاتے ہیں۔بیٹا اپنے باپ کو، بھائی اپنے بھائی کو اور پڑوسی اپنے پڑوسی کو کافرقرار دیتا نظرآتا ہے۔وہ ہمیشہ جھگڑے اوربغض و عناد میں مبتلا رہتے ہیں۔ان کی عمریں گزرجاتی ہیں،لیکن کسی ایک بات پرجمع نہیں ہوپاتے۔ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتّٰى ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾

(الحشر : 14) (آپ انہیں متفق سمجھتے ہیں، لیکن ان کے دل جدا جدا ہیں، اس لیے کہ یہ بے شعور قوم ہیں)۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ تمام معتزلہ لقب 'اعتزال' میں متحد تھے، اس کے باوجود بغداد کے معتزلہ بصرہ کے معتزلہ کو کافر کہتے ہیں اور بصرہ والے بغداد والوں کو، ابو علی جبائی کے اصحاب اس کے بیٹے ابو ہاشم کو کافر کہتے ہیں اور ابو ہاشم کے اصحاب اس کے باپ ابو علی کو کافر قرار دیتے ہیں۔ یہی حال ان کے باقی اکابر اور اہل قلم کا ہے۔ جب آپ گمراہ لوگوں کے اقوال پر غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ متفرق ہیں، ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اور ایک دوسرے سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ خوارج، روافض اور تمام اہل بدعت کی صورتِ حال ایسی ہی ہے۔ کیا ان کے باطل ہونے پر اس سے بھی بڑی کوئی دلیل ہوگی؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ﴾ (الأنعام : 159) (بلاشبہ جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہوں میں بٹ گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے سپرد ہے)۔ اہل حدیث کے متفق ہونے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اپنا دین کتاب وسنت سے نقل در نقل کے ذریعے اخذ کیا ہے۔ قرآن و سنت نے ان میں اتفاق و اتحاد پیدا کر دیا، جبکہ اہل بدعت نے اپنا دین عقل اور رائے سے اخذ کیا اور عقل و رائے نے ان میں تفرقہ و اختلاف پیدا کیا۔ کیونکہ ثقہ و با اعتماد راویوں کی نقل و روایت میں کم ہی اختلاف ہوتا ہے اور جو اختلاف ہوتا ہے، وہ بھی لفظی ہوتا ہے، جو کہ دین میں مضر اور قابل قدغن

نہیں ہوتا۔اس کے بالمقابل عقلی دلائل کم ہی متفق ہوتے ہیں، بلکہ ہر شخص کی عقل وہ سوچتی ہے جو دوسرے نہیں سوچتے۔ یہ بالکل واضح بات ہے۔''

(الحجّة في بيان المحجّة لأبي القاسم الأصبهاني : 2/239-241)

۞ امام ابن قتیبہ دینوری رحمہ اللہ (۲۷۶ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ أَرَدْنَا ـ رَحِمَكَ اللّٰهُ ـ أَنْ نَّنْتَقِلَ عَنْ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ وَنَرْغَبَ عَنْهُمْ، إِلٰى أَصْحَابِ الْكَلَامِ وَنَرْغَبَ فِيهِمْ، لَخَرَجْنَا مِنِ اجْتِمَاعٍ إِلٰى تَشَتُّتٍ، وَعَنْ نِّظَامٍ إِلٰى تَفَرُّقٍ، وَعَنْ أُنْسٍ إِلٰى وَحْشَةٍ، وَعَنِ اتِّفَاقٍ إِلَى اخْتِلَافٍ .

''اگر (بالفرض) ہم اہل حدیث کو چھوڑ کر اہل کلام (اہل رائے) میں شامل ہو جائیں تو یقیناً ہم اجتماعیت کو چھوڑ کر انتشار میں، نظم کو چھوڑ کر تفرقے میں، محبت کو چھوڑ کر نفرت میں اور اتفاق کو چھوڑ کر اختلاف میں داخل ہو جائیں گے۔''

(تأويل مختلف الحديث، ص 16)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

بِالْجُمْلَةِ فَالثُّبَاتُ وَالِاسْتِقْرَارُ فِي أَهْلِ الْحَدِيثِ وَالسُّنَّةِ أَضْعَافُ أَضْعَافِ أَضْعَافِ مَا هُوَ عِنْدَ أَهْلِ الْكَلَامِ وَالْفَلْسَفَةِ .

''الغرض اہل حدیث ثبات واستقامت میں اہل کلام وفلسفہ سے کئی گنا زیادہ پختہ ہوتے ہیں۔''

(مجموع الفتاوٰی : 4/50-51)

۞ نیز فرماتے ہیں:

لَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَّنْصِبَ لِلْأُمَّةِ شَخْصًا يَّدْعُو إِلٰى طَرِيقَتِهٖ وَيُوَالِي وَيُعَادِي عَلَيْهِ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يَنْصِبَ لَهُمْ كَلَامًا يُّوَالِي عَلَيْهِ وَيُعَادِي غَيْرَ كَلَامِ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَمَا اجْتَمَعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ، بَلْ هٰذَا مِنْ فِعْلِ أَهْلِ الْبِدَعِ الَّذِينَ يَنْصِبُونَ لَهُمْ شَخْصًا أَوْ كَلَامًا يُّفَرِّقُونَ بِهٖ بَيْنَ الْأُمَّةِ يُوَالُونَ بِهٖ عَلٰى ذٰلِكَ الْكَلَامِ أَوْ تِلْكَ النِّسْبَةِ وَيُعَادُونَ.

''کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ امت کے لیے نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی ایک شخص کو متعین کرے اور اسی کے راستے کی دعوت دے، نیز اسی کو محبت و نفرت کا معیار بنائے۔ نہ کسی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اللہ و رسول کے قول اور اجماعِ امت کے علاوہ کسی اور کلام کو متعین کر کے اسے محبت و عداوت کا معیار بنائے۔ ایسا کرنا تو ان بدعتی لوگوں کا شیوا ہے جو کسی (امتی کی) کلام اور نسبت کی بنا پر محبت و عداوت کا اظہار کرتے ہیں۔''

(مجموع الفتاوٰی: 164/20، درء تعارض العقل والنقل: 272/1-273)

سنت سے کیا مراد ہے؟:

❁ **علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:**

السُّنَّةُ: هِيَ الطَّرِيقَةُ الْمَسْلُوكَةُ، فَيَشْمَلُ ذٰلِكَ التَّمَسُّكَ بِمَا كَانَ عَلَيْهِ هُوَ وَخُلَفَاؤُهُ الرَّاشِدُونَ مِنَ الْاِعْتِقَادَاتِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَقْوَالِ، وَهٰذِهِ هِيَ السُّنَّةُ الْكَامِلَةُ، وَلِهٰذَا كَانَ السَّلَفُ

قَدِيمًا لَا يُطْلِقُونَ اسْمَ السُّنَّةِ إِلَّا عَلٰى مَا يَشْمَلُ ذٰلِكَ كُلَّهٗ.

”سنت طریقۂ مسلوکہ کو کہتے ہیں، یہ ان عقائد واعمال اور اقوال کا نام ہے، جس پر نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کاربند رہے۔ یہی سنتِ کاملہ ہے، اسی لیے سلف صالحین سنت کا اطلاق اسی پر کرتے تھے، جو ان سب چیزوں کو شامل ہو۔“

(جامع العُلوم والحِکَم، ص 286)

اہل سنت کون؟:

❁ علامہ سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ هُمُ الثَّابِتُونَ عَلَى اعْتِقَادِ مَا نَقَلَهٗ إِلَيْهِمُ السَّلَفُ الصَّالِحُ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَنْ أَصْحَابِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فِيمَا لَمْ يَثْبُتْ فِيهِ نَصٌّ فِي الْكِتَابِ وَلَا عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَئِمَّةٌ، وَقَدْ أُمِرْنَا بِاقْتِدَاءِ آثَارِهِمْ، وَاتِّبَاعِ سُنَّتِهِمْ وَهٰذَا أَظْهَرُ مِنْ أَنْ يُحْتَاجَ فِيهِ إِلٰى إِقَامَةِ بُرْهَانٍ، وَالْأَخْذُ بِالسُّنَّةِ وَاعْتِقَادُهَا مِمَّا لَا مِرْيَةَ فِي وُجُوبِهٖ.

”اہل سنت ان عقائد پر قائم ہیں، جو سلف صالحین رحمہم اللہ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیے ہیں یا جن عقائد کے بارے میں کتاب وسنت میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی، انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے، کیونکہ صحابہ کرام ائمہ تھے اور ہمیں ان کے منہج وسنت کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے، یہ بات بالکل واضح ہے،

اس کے لیے کوئی دلیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ سنت کو اختیار کرنا اور اس کے مطابق عقیدہ بنانا واجب ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔''

(الرّدّ علی من أنکر الحرف والصّوت، ص 144)

جو ائمہ اہل سنت کے عقائد پر نہیں، وہ حق سے منحرف ہے، کیونکہ حق عقائد اہل سنت میں منحصر ہے۔ ائمہ سلف پر بے اعتمادی اسلام پر بے اعتمادی ہے، کیونکہ اسلام کی حقیقی تعبیر محدثین عظام ہیں، اہل سنت کی بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے عقائد کی بنیاد وحی پر ڈالی ہے، دوسری بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کے عقائد میں گمراہی داخل نہیں ہوسکتی، نہ ہی ان میں کوئی گمراہ داخل ہوسکتا ہے۔

احناف کے عقائد میں سراسر گمراہی آ گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اہل سنت والجماعت سے عقیدہ اخذ نہیں کیا، بلکہ بڑے بڑے گمراہ لوگ ان میں شامل ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنی گمراہی ان میں داخل کر دی، مثلاً کوئی بڑا اشعری تھا، وہ فروع میں حنفی ہو گیا، تو اس نے اشعریت ان میں فروغ دی۔ اسی طرح کوئی بڑا معتزلی تھا، فروع میں حنفی ہو گیا، تو اعتزال کا فتنہ ان میں پھیل گیا، کوئی نامور ماتریدی ان میں داخل ہوا، تو اس نے اپنی گمراہیاں ان میں چھوڑ دیں، اسی طرح کوئی جہمی تھا، تو وہ حنفیت میں تجہم پھیلاتا رہا، کوئی غالی رافضی تھا، تو تقیہ کا لبادہ اوڑھ کر ان میں گمراہ کن عقائد داخل کرتا رہا۔

یوں یہ لوگ عقائد میں اشعری، ماتریدی، معتزلی، جہمی وغیرہ بن گئے۔ جبکہ اہل سنت میں یہ افتراق اور تشتت نہیں، ان کے عقائد متفقہ ہیں، کیونکہ انہوں نے یہ عقائد سلف صالحین سے لیے ہیں اور سلف نے یہ عقائد صحابہ کرام سے اور صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھے تھے۔

۞ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ قَالَ قَائِلٌ : قَدْ مُدِحَتِ السُّنَّةُ وَذُمِّمَتِ الْبِدْعَةُ فَمَا السُّنَّةُ وَمَا الْبِدْعَةُ، فَإِنَّا نَرٰى أَنَّ كُلَّ مُبْتَدِعٍ فِي زَعْمِنَا يَزْعَمُ أَنَّهٗ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ، فَالْجَوَابُ أَنَّ السُّنَّةَ فِي اللُّغَةِ الطَّرِيقُ وَلَا رَيْبَ فِي أَنَّ أَهْلَ النَّقْلِ وَالْأَثَرِ الْمُتَّبِعِينَ آثَارَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَآثَارَ أَصْحَابِهٖ هُمْ أَهْلُ السُّنَّةِ لِأَنَّهُمْ عَلٰى تِلْكَ الطَّرِيقِ الَّتِي لَمْ يُحْدِثْ فِيهَا حَادِثٌ وَإِنَّمَا وَقَعَتِ الْحَوَادِثُ وَالْبِدَعُ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهٖ .

''اگر کوئی سوال کرنے والا یہ سوال کرے کہ سنت ممدوح اور بدعت مذموم ہے، لیکن سنت اور بدعت ہے کیا؟ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر بدعتی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اہل سنت میں سے ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سنت لغوی طور پر راستے کو کہتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اہل نقل واثر جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار کی پیروی کرنے والے ہیں، وہی اہل سنت ہیں، کیونکہ وہ اس راستے پر ہیں، جس میں کوئی بدعت داخل نہیں ہوئی۔ بدعات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد رونما ہوئی ہیں۔''

(تلبیس إبلیس :135/1)

واضح رہے کہ اہل سنت کی اصطلاح کا اطلاق دو طرح ہوتا ہے، عام اور خاص۔ عام

اطلاق سے مراد جو بھی شیعہ کے مقابلہ میں ہوگا، وہ سنی کہلوائے گا، خواہ وہ بدعتی ہی کیوں نہ ہو۔

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَفْظُ أَهْلِ السُّنَّةِ يُرَادُ بِهٖ مَنْ أَثْبَتَ خِلَافَةَ الْخُلَفَاءِ الثَّلَاثَةِ، فَيَدْخُلُ فِي ذٰلِكَ جَمِيعُ الطَّوَائِفِ إِلَّا الرَّافِضَةَ .

”اہل سنت کے لفظ سے مراد، وہ لوگ ہیں، جو خلفائے ثلاثہ (سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم) کی خلافت کا اثبات کرتے ہیں، چنانچہ اس میں رافضیوں کے علاوہ باقی سارے گروہ داخل ہوں گے۔“

(مِنهاج السُّنّة : 221/2)

خاص اطلاق سے مراد ہر وہ شخص ہے، جو اہل بدعت، یعنی شیعہ، خوارج، جہمیہ، معتزلہ، مرجئہ اور اشاعرہ وغیرہ کے مقابلہ میں ہو۔

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ يُرَادُ بِهٖ أَهْلُ الْحَدِيثِ وَالسُّنَّةِ الْمَحْضَةِ، فَلَا يَدْخُلُ فِيهِ إِلَّا مَنْ يُثْبِتُ الصِّفَاتِ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَيَقُولُ : إِنَّ الْقُرْآنَ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، وَإِنَّ اللّٰهَ يُرٰى فِي الْآخِرَةِ، وَيُثْبِتُ الْقَدْرَ، وَغَيْرَ ذَلِكَ مِنَ الْأُصُولِ الْمَعْرُوفَةِ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَالسُّنَّةِ .

”بسا اوقات اہل سنت سے مراد خاص اہل الحدیث والسنہ مراد ہوتے ہیں، چنانچہ اس وقت اس میں صرف وہی لوگ داخل ہوں گے، جو (تمام) صفات باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم مخلوق نہیں، نیز آخرت میں (مؤمنوں کو) اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، اس کے علاوہ دیگر ان

اصولوں کو بھی تسلیم کرتے ہیں، جو اہل الحدیث والسنہ کے ہاں معروف ہیں۔‘‘

(مِنهاج السُّنّة: 221/2)

لہٰذا موجودہ دور کے بعض نام نہاد اہل سنت، جو صرف سات صفاتِ باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں، وہ اہل سنت نہیں ہیں۔ وہ سات صفات یہ ہیں؛ سمع، بصر، علم، کلام، قدرت، ارادہ اور حیات۔ باقی سب صفات میں تاویل کرتے ہیں۔ یہ عقائد میں، خصوصاً صفاتِ باری تعالیٰ کے حوالے سے اشاعرہ، معتزلہ، مرجئہ، جہمیہ، مفوضہ اور کلابیہ کے مذہب پر ہیں اور اہل سنت وسلف صالحین کے مذہب سے منحرف ہیں۔

❀ علامہ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی صاحب (۱۳۴۶ھ) لکھتے ہیں:

’’ہمارے متاخرین اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت وشرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تاکہ کم فہم سمجھ لیں، مثلاً یہ کہ ممکن ہے کہ استواء سے مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔‘‘

(المُهَنَّد على المُفَنّد ص 48)

❀ امام ابن الانباری رحمہ اللہ (۳۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ قَوْلًا يُّوَافِقُ هَوَاهُ، لَمْ يَأْخُذْهُ عَنْ أَئِمَّةِ السَّلَفِ، فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ، لِحُكْمِهِ عَلَى الْقُرْآنِ بِمَا لَا يُعْرَفُ أَصْلُهُ، وَلَا يَقِفُ عَلٰى مَذَاهِبِ أَهْلِ الْأَثَرِ وَالنَّقْلِ فِيهِ.

’’جس نے قرآنِ کریم کی تفسیر میں ایسی بات کہی، جو اس نے سلف سے لینے کی بجائے اپنی خواہشات کے تابع رہ کر کی، پھر یہ خیال کیا کہ وہ راہ صواب پر ہے، تو یہ اس کی خطا ہے، کیونکہ اس نے قرآنِ کریم پر ایسا حکم لگایا ہے، جس کی

دلیل موجود ہی نہیں اور نہ وہ اس بارے اہل اثر و نقل (سلف صالحین) کا مذہب جانتا ہے۔"

(الفقیہ والمُتَفَقِّہ للخطیب :223/1، وسندہٗ صحیحٌ)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ أَوْ الْحَدِيثَ وَتَأَوَّلَهُ عَلٰى غَيْرِ التَّفْسِيرِ الْمَعْرُوفِ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فَهُوَ مُفْتَرٍ عَلَى اللّٰهِ مُلْحِدٌ فِي آيَاتِ اللّٰهِ مُحَرِّفٌ لِلْكَلِمِ عَنْ مَوَاضِعِهٖ وَهٰذَا فَتْحٌ لِبَابِ الزَّنْدَقَةِ وَالْإِلْحَادِ وَهُوَ مَعْلُومُ الْبُطْلَانِ بِالْاضْطِرَارِ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ .

"جس نے قرآن یا حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے صحابہ وتابعین کی تفسیر کے خلاف کوئی تاویل کی، وہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والا، اللہ تعالیٰ کی آیات میں الحاد سے کام لینے والا اور اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تحریف کرنے والا ہے۔ ایسا کرنا بے دینی ہے اور الحاد کے دروازے کو کھولنے کے مترادف ہے اور ایسا کرنا دین میں واضح طور پر باطل ہے۔"

(مَجموع الفتاویٰ: 243/13)

ہمارے دور کے بدعتی اپنے تئیں اہل سنت کہتے نہیں تھکتے، جبکہ وہ عقائد واعمال میں سلف صالحین کے مخالف ہیں۔

۞ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

لِيَكُنِ اعْتِقَادُكَ أَنَّ الْحَقَّ مَعَ السَّوَادِ الْأَعْظَمِ مِنَ الْمُجْتَهِدِينَ لَا مِنَ الْمُقَلِّدِينَ .

’’آپ کا اعتقاد یہ ہونا چاہیے کہ حق مجتہدین کے سوادِ اعظم کے ساتھ ہے، مقلدین کے ساتھ نہیں۔‘‘

(المُوافقات : 173/4)

۞ نیز فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ دَلِيلًا عَلَيْهِ؛ لَمْ يَعْزُبْ عَنْ فَهْمِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ ثُمَّ يَفْهَمُهُ هٰؤُلَاءِ، فَعَمَلُ الْأَوَّلِينَ كَيْفَ كَانَ مُصَادِمٌ لِّمُقْتَضٰى هٰذَا الْمَفْهُومِ وَمُعَارِضٌ لَّهٗ، وَلَوْ كَانَ تَرْكَ الْعَمَلِ؛ فَمَا عَمِلَ بِهِ الْمُتَأَخِّرُونَ مِنْ هٰذَا الْقِسْمِ مُخَالِفٌ لِّإِجْمَاعِ الْأَوَّلِينَ، وَكُلُّ مَنْ خَالَفَ الْإِجْمَاعَ؛ فَهُوَ مُخْطِئٌ، وَأُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰى ضَلَالَةٍ، فَمَا كَانُوا عَلَيْهِ مِنْ فِعْلٍ أَوْ تَرْكٍ؛ فَهُوَ السُّنَّةُ وَالْأَمْرُ الْمُعْتَبَرُ، وَهُوَ الْهُدٰى، وَلَيْسَ ثَمَّ إِلَّا صَوَابٌ أَوْ خَطَأٌ؛ فَكُلُّ مَنْ خَالَفَ السَّلَفَ الْأَوَّلِينَ فَهُوَ عَلٰى خَطَأٍ، وَهٰذَا كَافٍ.

’’اگر اس پر کوئی دلیل ہوتی، تو ایسا نہیں کہ فہم صحابہ و تابعین سے غائب رہتی اور بعد میں یہ لوگ اسے سمجھ لیتے۔ یہ بھلا کیسے ممکن ہے کہ شرعی دلیل ایک مفہوم کا تقاضا کرتی ہو اور سلف کا عمل اس کے خلاف ہو؟ یہ بھی کیسے ممکن ہے کہ سلف نے کسی کام کی دلیل ہونے کے باوجود وہ نہ کیا ہو؟ اس طرح کے معاملات میں متاخرین نے جو عمل کیا ہے، وہ اجماع سلف کے خلاف ہے اور اجماع کی

مخالفت کرنے والا خود خطا کار ہوتا ہے، کیونکہ اُمتِ محمدیہ ﷺ کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، لہٰذا سلف جس کام کو کرنے یا چھوڑنے پر متفق ہوں، وہی سنت اور معتبر ہے اور وہی ہدایت ہے۔ کسی کام میں دو ہی احتمال ہوتے ہیں، درستی یا غلطی، جو سلف صالحین کی مخالفت کرے گا، وہ خطا پر ہوگا اور یہی اس کے خطا کار ہونے کے لیے کافی ہے۔''

(المُوافقات : 72/3)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لِهٰذَا كُلِّهِ يَجِبُ عَلٰى كُلِّ نَاظِرٍ فِي الدَّلِيلِ الشَّرْعِيِّ مُرَاعَاةُ مَا فَهِمَ مِنْهُ الْأَوَّلُونَ، وَمَا كَانُوا عَلَيْهِ فِي الْعَمَلِ بِهٖ؛ فَهُوَ أَحْرٰى بِالصَّوَابِ، وَأَقْوَمُ فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ.

''ان تمام امور کے پیش نظر شرعی دلیل میں غور کرنے والے ہر شخص کے لیے سلف کے فہم و عمل کا پاس رکھنا ضروری ہے، کیونکہ یہی درستی کے زیادہ قریب اور علم و عمل میں زیادہ پختہ ہے۔''(المُوافقات : 77/3)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ إِحْدَاثَ الْقَوْلِ فِي تَفْسِيرِ كِتَابِ اللّٰهِ الَّذِي كَانَ السَّلَفُ وَالْأَئِمَّةُ عَلٰى خِلَافِهٖ يَسْتَلْزِمُ أَحَدَ أَمْرَيْنِ : إِمَّا أَنْ يَكُونَ خَطَأً فِي نَفْسِهٖ، أَوْ تَكُونَ أَقْوَالُ السَّلَفِ الْمُخَالِفَةِ لَهٗ خَطَأً، وَلَا يَشُكُّ عَاقِلٌ أَنَّهٗ أَوْلٰى بِالْغَلَطِ وَالْخَطَأِ مِنْ قَوْلِ السَّلَفِ.

”قرآن کریم کی تفسیر میں سلف اور ائمہ دین کے مخالف قول بیان کرنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں، یا تو بیان کرنے والا خود غلط ہوگا یا پھر سلف غلط ہوں گے۔ اور کوئی عقلمند اس میں شک نہیں کرسکتا کہ سلف کے اقوال کی نسبت مخالف کا قول غلطی اور خطا کے زیادہ لائق ہے۔“

(مختصر الصّواعق المُرسَلة : 128/2)

ثابت ہوا سلف صالحین کے مخالف ہر قول و عمل کے خطا ہونے کو اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سلف کے خلاف ہے، قرآن وحدیث کے دلائل سلف کے مخالف نہیں ہوتے۔ اگر کہیں دیکھیں کہ قرآن وحدیث کے دلائل پیش کئے جارہے ہیں، لیکن ان کو سلف کی حمایت حاصل نہیں، تو سمجھ جائیں کہ یہ دلائل نہیں، بلکہ قرآن وحدیث کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی کوشش ہے، جو کامیاب نہیں ہوسکتی۔

یادر ہے کہ سلف صالحین وائمہ اہل سنت کے خلاف عقائد واعمال اگر رکھے جائیں، تو خود کو اہل سنت کہلانے کا حق آپ سے چھن جائے گا۔

❁ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَذَرَ الْحَذَرَ مِنْ مُخَالَفَةِ الْأَوَّلِيْنَ! فَلَوْ كَانَ ثَمَّ فَضْلٌ مَّا لَكَانَ الْأَوَّلُونَ أَحَقَّ بِهٖ .

”بچیں بچیں! سلف کی مخالفت سے بچیں، اگر اس کام (جسے سلف نے نہیں کیا) میں کوئی فضیلت ہوتی، تو متقدمین اس کے زیادہ مستحق تھے۔“

(المُوافقات : 56/3)

❁ امام معمر بن احمد ابو منصور اصبہانی رحمہ اللہ (۴۱۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَالْأَثَرِ، فَمَنْ فَارَقَ مَذْهَبَهُمْ فَارَقَ السُّنَّةَ، وَمَنِ اقْتَدٰى بِهِمْ وَافَقَ السُّنَّةَ، وَنَحْنُ بِحَمْدِ اللّٰهِ مِنَ الْمُقْتَدِينَ بِهِمْ، الْمُنْتَحِلِينَ لِمَذْهَبِهِمْ، الْقَائِلِينَ بِفَضْلِهِمْ، جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فِي الدَّارَيْنِ، فَالسُّنَّةُ طَرِيقَتُنَا، وَأَهْلُ الْأَثَرِ أَئِمَّتُنَا، فَأَحْيَانَا اللّٰهُ عَلَيْهَا وَأَمَاتَنَا بِرَحْمَتِهٖ إِنَّهٗ قَرِيبٌ مُّجِيبٌ.

”یہ (صفات باری تعالیٰ میں تعطیل و تاویل کی نفی) اہل سنت والجماعت اور اہل الاثر کا مذہب ہے۔ جو ان کے مذہب کو چھوڑتا ہے، وہ اسلامی عقائد کو چھوڑتا ہے اور جو ان کی پیروی کرتا ہے، وہ اسلامی عقائد کی موافقت کرتا ہے۔ ہم بحمداللہ ان (اہل سنت والجماعت) کے پیروکار ہیں اور ان کے مذہب کی طرف منسوب ہیں، ان کی فضیلت کے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے ساتھ دنیا وآخرت میں جمع کر دے۔ پس سنت ہمارا راستہ ہے اور محدثین ہمارے ائمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی پر زندہ رکھے اور اپنی رحمت سے اسی پر فوت کرے۔ وہ قریب و مجیب ہے۔“

(الحُجَّة في بَيان المَحَجَّة لقِوَام السُّنّة: 260/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ ابوالمظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّا أُمِرْنَا بِالْاِتِّبَاعِ وَنُدِبْنَا إِلَيْهِ، وَنُهِينَا عَنِ الْاِبْتِدَاعِ، وَزُجِرْنَا عَنْهُ، وَشِعَارُ أَهْلِ السُّنَّةِ اِتِّبَاعُهُمُ السَّلَفَ الصَّالِحَ، وَتَرْكُهُمْ كُلَّ مَا هُوَ مُبْتَدَعٌ مُحْدَثٌ.

''ہمیں اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور ہمیں اسی کی طرف ترغیب دی گئی ہے اور ہمیں بدعت سے منع کیا گیا ہے اور ہمیں اس سے ڈانٹا گیا ہے۔ اہل سنت کا شعار اپنے سلف صالحین کی پیروی اور ہر بدعت کو چھوڑنا ہے۔''

(الانتصار لأهل الحديث، ص 31، الحُجَّة في بَيان المَحَجَّة لِقِوَام السُّنّة :395/1)

❀ **قوام السنہ، امام اسماعیل بن محمد اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:**

لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ الرِّوَايَةِ، وَإِنَّمَا هُوَ الْإِتِّبَاعُ، وَالْاِسْتِعْمَالُ يَقْتَدِي بِالصَّحَابَةِ، وَالتَّابِعِينَ وَإِنْ كَانَ قَلِيلَ الْعِلْمِ، وَمَنْ خَالَفَ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ فَهُوَ ضَالٌّ، وَإِن كَانَ كَثِيرَ الْعِلْمِ .

''علم کثرت روایت کا نام نہیں، بلکہ علم تو اتباع واقتدا کا نام ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام کی پیروی کرے، اگرچہ علم تھوڑا ہی ہو اور جو شخص صحابہ و تابعین کی مخالفت کرے، وہ گمراہ ہے، اگرچہ زیادہ علم والا ہی ہو۔''

(الحُجَّة في بَيان المَحَجَّة : 469/2)

❀ **نیز فرماتے ہیں:**

ذٰلِكَ أَنَّهٗ تَبَيَّنَ لِلنَّاسِ أَمْرُ دِينِهِمْ فَعَلَيْنَا الْإِتِّبَاعُ لِأَنَّ الدِّينَ إِنَّمَا جَاءَ مِنْ قِبَلِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَمْ يُوضَعْ عَلٰى عُقُولِ الرِّجَالِ، وَآرَائِهِمْ قَدْ بَيَّنَ الرَّسُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّنَّةَ لِأُمَّتِهٖ، وَأَوْضَحَهَا لِأَصْحَابِهٖ، فَمَنْ خَالَفَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنَ الدِّينِ فَقَدْ ضَلَّ .

”لوگوں کے لیے دین کا معاملہ واضح ہو گیا ہے۔ ہم پر اتباع ضروری ہے، کیونکہ دین اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ دین کی بنیاد لوگوں کی عقلوں اور آراء پر نہیں رکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی سنت کو امت کے لیے واضح کر دیا ہے اور آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کے لیے اپنی سنت کی وضاحت کی ہے۔ تو جس شخص نے دین کے کسی مسئلہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی مخالفت کی، وہ گمراہ ہو گیا۔“

(الحُجَّة في بَيان المَحَجَّة : 472/2)

❀ **شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:**

مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَّإِيمَانًا؛ عَلِمَ أَنَّهٗ لَا يَكُونُ عِنْدَ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنَ التَّحْقِيقِ إِلَّا مَا هُوَ دُونَ تَحْقِيقِ السَّلَفِ لَا فِي الْعِلْمِ وَلَا فِي الْعَمَلِ.

”جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے علم اور ایمان دیا ہو، اسے معلوم ہو جائے گا کہ علم و عمل میں متاخرین کی تحقیق، سلف صالحین سے کم ہو گی۔“

(مَجموع الفتاوٰی : 436/7)

❀ **نیز فرماتے ہیں:**

قَدْ عَدَلَتِ الْمُرْجِئَةُ فِی هٰذَا الْأَصْلِ عَنْ بَيَانِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَأَقْوَالِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَاعْتَمَدُوا عَلٰى رَأْيِهِمْ وَعَلٰى مَا تَأَوَّلُوهُ بِفَهْمِهِمْ اللُّغَةَ، وَهٰذِهِ طَرِيقَةُ أَهْلِ الْبِدَعِ؛ وَلِهٰذَا كَانَ الْإِمَامُ أَحْمَد يَقُولُ : أَكْثَرُ مَا يُخْطِئُ النَّاسُ مِنْ جِهَةِ التَّأْوِيلِ وَالْقِيَاسِ، وَلِهٰذَا تَجِدُ الْمُعْتَزِلَةَ وَالْمُرْجِئَةَ

وَالرَّافِضَةَ وَغَيْرَهُمْ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ يُفَسِّرُونَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِمْ وَمَعْقُولِهِمْ وَمَا تَأَوَّلُوهُ مِنَ اللُّغَةِ؛ وَلِهٰذَا تَجِدُهُمْ لَا يَعْتَمِدُونَ عَلٰى أَحَادِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ؛ فَلَا يَعْتَمِدُونَ لَا عَلَى السُّنَّةِ وَلَا عَلٰى إِجْمَاعِ السَّلَفِ وَآثَارِهِمْ؛ وَإِنَّمَا يَعْتَمِدُونَ عَلَى الْعَقْلِ وَاللُّغَةِ وَتَجِدُهُمْ لَا يَعْتَمِدُونَ عَلٰى كُتُبِ التَّفْسِيرِ الْمَأْثُورَةِ وَالْحَدِيثِ؛ وَآثَارِ السَّلَفِ وَإِنَّمَا يَعْتَمِدُونَ عَلٰى كُتُبِ الْأَدَبِ وَكُتُبِ الْكَلَامِ الَّتِي وَضَعَتْهَا رُؤُوسُهُمْ وَهٰذِهِ طَرِيقَةُ الْمَلَاحِدَةِ أَيْضًا؛ إِنَّمَا يَأْخُذُونَ مَا فِي كُتُبِ الْفَلْسَفَةِ وَكُتُبِ الْأَدَبِ وَاللُّغَةِ وَأَمَّا كُتُبُ الْقُرْآنِ وَالْحَدِيثِ وَالْآثَارِ؛ فَلَا يَلْتَفِتُونَ إِلَيْهَا، هٰؤُلَاءِ يُعْرِضُونَ عَنْ نُصُوصِ الْأَنْبِيَاءِ إِذْ هِيَ عِنْدَهُمْ لَا تُفِيدُ الْعِلْمَ وَأُولٰئِكَ يَتَأَوَّلُونَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِمْ وَفَهْمِهِمْ بِلَا آثَارٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ وَقَدْ ذَكَرْنَا كَلَامَ أَحْمَد وَغَيْرِهِ فِي إِنْكَارِ هٰذَا وَجَعْلِهِ طَرِيقَةَ أَهْلِ الْبِدَعِ، وَإِذَا تَدَبَّرْتَ حُجَجَهُمْ وَجَدْتَ دَعَاوٰى لَا يَقُومُ عَلَيْهَا دَلِيلٌ .

”مرجئہ نے اس اصول (ایمان) میں کتاب وسنت کے بیان اور اقوال صحابہ و تابعین کو چھوڑ دیا ہے اور اپنی عقلوں اور فہم لغت پر مبنی تاویلات پر اعتماد کیا

ہے۔ یہ اہل بدعت کا طریقہ ہے۔ اسی لیے امام احمد رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:
اکثر لوگ غلطی تاویل اور قیاس میں کرتے ہیں۔ اسی لیے آپ معتزلہ، مرجئہ اور روافض وغیرہم کو دیکھتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی تفسیر اپنی آرا، عقل اور لغت پر مبنی تاویلات سے کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہ وتابعین وائمہ دین پر اعتماد نہیں کرتے، نہ وہ سنت پر اعتماد کرتے ہیں، نہ سلف کے اجماع پر اور نہ ان کے آثار پر۔ وہ صرف اپنی عقل اور لغت پر اعتماد کرتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ احادیث پر مشتمل تفاسیر اور اقوال سلف پر بھی اعتماد نہیں کرتے، بلکہ وہ کتب ادب اور ان کتب علم کلام پر اعتماد کرتے ہیں، جن کو ان کے بڑوں نے لکھا ہے۔ ملحد لوگوں کا بھی یہی طریقہ ہے۔ وہ صرف ان چیزوں کو لیتے ہیں، جو فلسفے اور لغت و ادب کی کتابوں میں ہیں۔ قرآن کریم اور حدیث و آثار پر مشتمل کتب کی طرف وہ التفات نہیں کرتے۔ یہ لوگ انبیائے کرام کے فرامین سے اعراض کرتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک وہ علم کا فائدہ نہیں دیتے۔ یہ لوگ قرآن کریم کی تفسیر حدیث نبوی اور اقوال صحابہ کو چھوڑ کر اپنے فہم اور اپنی عقلوں سے کرتے ہیں۔ ہم نے اس کے رد میں امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ کا کلام ذکر ہے اور انہوں نے اسے اہل بدعت کا طریقہ قرار دیا ہے، اگر آپ اہل بدعت کے دلائل میں غور کریں گے، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ محض دعوے ہیں، ان پر کوئی دلیل نہیں۔''

(مَجموع الفَتاویٰ: 119/7)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

جَزَمْتُ بِأَنَّ الْمُتَأَخِّرِينَ عَلٰى إِيَاسٍ مِنْ أَنْ يَلْحَقُوا الْمُتَقَدِّمِينَ فِي الْحِفْظِ وَالْمَعْرِفَةِ .

”میرا یقین ہے کہ متاخرین حفظ ومعرفت میں متقدمین کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔“

(تذكِرة الحُفّاظ : 969/3)

۞ **نیز فرماتے ہیں:**

كَانَ أَئِمَّةُ السَّلَفِ لَا يَرَوْنَ الدُّخُوْلَ فِي الكَلَامِ، وَلَا الْجِدَالَ، بَلْ يَسْتَفْرِغُونَ، وُسْعَهُم فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالتَّفَقُهِ فِيْهِمَا، وَيَتَّبِعُونَ، وَلَا يَتَنَطَّعُونَ .

”ائمہ سلف، علم کلام وجدال میں داخل ہونا جائز نہیں سمجھتے تھے، بلکہ وہ اپنی قوت وطاقت کو کتاب وسنت اوران دونوں کے فہم میں خرچ کرتے تھے۔ وہ اتباع کرتے تھے، تکلف نہیں کرتے تھے۔“

(سِيَر أعلام النُّبَلاء : 119/12)

۞ **نیز فرماتے ہیں:**

مَنْ سَكَتَ شَاكًّا مُزْرِيًا عَلَى السَّلَفِ، فَهٰذَا مُبْتَدِعٌ .

”جو سلف پر عیب لگاتے ہوئے شک میں خاموش بھی ہو جائے، وہ بدعتی ہے۔“

(سِيَر أعلام النُّبَلاء : 178/12)

۞ **علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:**

قَدْ ثَبَتَ وُجُوبُ اتِّبَاعِ السَّلَفِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِم بِالْكِتَابِ

وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ وَالْعِبْرَةُ دَلَّتْ عَلَيْهِ .

''سلف کے اتباع کا واجب ہونا کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ قیاس بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔''

(ذَمّ التّأويل، ص 35)

امام دارمی رحمہ اللہ (۲۸۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ عَلَى الْعَالِمِ بِاخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ، أَنْ يَجْتَهِدَ وَيَفْحَصَ عَنْ أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ، حَتّٰى يَعْقِلَهَا بِجَهْدِهِ ما أَطَاقَ، فَإِذَا أَعْيَاهُ أَنْ يَعْقِلَهَا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَرَأْيُ مَنْ قَبْلَهُ مِنْ عُلَمَاءِ السَّلَفِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ رَأْيِ نَفْسِهِ .

''اہل علم کے (فقہی) اختلاف سے واقف عالم کو چاہیے کہ اجتہاد کرے اور مسئلہ کی دلیل معلوم کرے اور کوشش سے اس کا فہم حاصل کر لے۔ اگر وہ کتاب وسنت سے مسئلہ سمجھنے سے عاجز آ جائے، تو علمائے سلف کی آرا اس کے لیے اس کی اپنی رائے سے بہتر ہیں۔''

(نقض الإمام عثمان بن سعيد الدّارمي على المَريسي، ص 665)

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ ابْتُلِينَا بِجَهَلَةٍ مِّنَ النَّاسِ يَعْتَقِدُونَ فِي بَعْضِ مَنْ تَوَسَّعَ فِي الْقَوْلِ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ أَنَّهُ أَعْلَمُ مِمَّنْ تَقَدَّمَ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّظُنُّ فِي شَخْصٍ أَنَّهُ أَعْلَمُ مِنْ كُلِّ مَنْ تَقَدَّمَ مِنَ الصَّحَابَةِ

وَمَنْ بَعْدَهُمْ لِكَثْرَةِ بَيَانِهِ وَمَقَالِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُولُ هُوَ أَعْلَمُ مِنَ الْفُقَهَاءِ الْمَشْهُورِينَ الْمَتْبُوعِينَ، وَهٰذَا يَلْزَمُ مِنْهُ مَا قَبْلَهٗ لِأَنَّ هٰؤُلَاءِ الْفُقَهَاءِ الْمَشْهُورِينَ الْمَتْبُوعِينَ أَكْثَرُ قَوْلًا مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَهُمْ، فَإِذَا كَانَ مَنْ بَعْدَهُمْ أَعْلَمُ مِنْهُمْ لِاتِّسَاعِ قَوْلِهِ: كَانَ أَعْلَمُ مِمَّنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُمْ قَوْلًا بِطَرِيقِ الْأَوْلٰى، كَالثَّوْرِيِّ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَاللَّيْثِ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَطَبَقَتِهِمْ، وَمِمَّنْ قَبْلَهُمْ مِنَ التَّابِعِينَ وَالصَّحَابَةِ أَيْضًا، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ كُلَّهُمْ أَقَلَّ كَلَامًا مِّمَّنْ جَاءَ بَعْدَهُمْ، وَهٰذَا تَنَقُّصٌ عَظِيمٌ بِالسَّلَفِ الصَّالِحِ وَإِسَاءَةُ ظَنٍّ بِهِمْ وَنِسْبَتُهٗ لَهُمْ إِلَى الْجَهْلِ وَقُصُورِ الْعِلْمِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، وَلَقَدْ صَدَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فِي قَوْلِهِ فِي الصَّحَابَةِ أَنَّهُمْ أَبَرُّ الْأُمَّةِ قُلُوبًا، وَأَعْمَقُهَا عُلُومًا، وَأَقَلُّهَا تَكَلُّفًا، وَرُوِيَ نَحْوَهٗ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَيْضًا، وَفِي هٰذَا إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّ مَنْ بَعْدَهُمْ أَقَلُّ عُلُومًا وَّأَكْثَرُ تَكَلُّفًا، وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَيْضًا: إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ كَثِيرٍ عُلَمَاؤُهٗ قَلِيلٍ خُطَبَاؤُهٗ وَسَيَأْتِي بَعْدَكُمْ زَمَانٌ قَلِيلٌ عُلَمَاؤُهٗ كَثِيرٌ خُطَبَاؤُهٗ، فَمَنْ كَثُرَ عِلْمُهٗ وَقَلَّ قَوْلُهٗ فَهُوَ الْمَمْدُوحُ، وَمَنْ كَانَ بِالْعَكْسِ فَهُوَ مَذْمُومٌ.

”ہمارا پالا ایسے جاہلوں سے پڑا ہے کہ جو بعض لمبی لمبی گفتگو کرنے والے

متاخرین کو متقدمین سے افضل گردانتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ متاخر کثرت کلام اور وضاحت کی بنا پر مطلقا متقدمین صحابہ اور تابعین سے بڑا عالم ہے، بعض اسے مشہور متبوع ائمہ سے بڑا عالم قرار دیتے ہیں۔ اس سے پہلی بات ہی لازم آتی ہے، کیوں کہ متبوع ائمہ کی گفتگو پہلوں سے نسبتاً طویل ہے۔ اس قول کا تقاضا یہ ہے کہ جب متاخرین ائمہ متبوعین سے اعلم ہیں، تو اپنے جیسے مختصر گفتگو کرنے والوں سے بطریق اولیٰ اعلم ٹھہریں گے، جیسے سفیان ثوری، اوزاعی، لیث بن سعد، عبد اللہ بن مبارک رحمہم اللہ اور ان کے طبقے کے دیگر محدثین۔ اسی طرح ان سے پہلے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین سے بھی۔ یہ سب ہستیاں متاخرین کی بہ نسبت مختصر کلام کرتی تھیں۔ اس بات سے سلف صالحین کی شان میں تنقیص، سوءظنی، جہالت اور کم علمی لازم آتی ہے۔ لاحول ولاقوۃ اِلا باللہ! سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا تھا: 'صحابہ امت میں سب سے زیادہ نیک دل، گہرا علم رکھنے والے اور بے تکلف ہیں۔' تقریباً اسی طرح کی بات سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اس اثر سے ثابت ہوتا ہے کہ متاخرین میں علم کم اور تکلف زیادہ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں: 'آپ ایسے زمانے میں ہیں کہ جس میں علماء زیادہ اور خطبا کم ہیں، آپ کے بعد ایسا زمانہ آنے والا ہے، جس میں علما کم اور خطبا زیادہ ہوں گے۔' لہٰذا جس کی گفتگو علمی اور مختصر ہوگی وہ تو قابل ستائش ہے اور جس کی ایسی نہ ہوئی، وہ مذموم ہے۔''

(بیان فضل علم السَّلَف علی الخَلَف، ص 4-5)

۞ نیز فرماتے ہیں:

لِيَكُنِ الْإِنْسَانُ عَلٰى حِذْرٍ مِمَّا حَدَثَ بَعْدَهُمْ فِإِنَّهٗ حَدَثَ بَعْدَهُمْ حَوَادِثُ كَثِيرَةٌ وَحَدَثَ مَنِ انْتَسَبَ إِلٰى مُتَابَعَةِ السُّنَّةِ وَالْحَدِيثِ مِنَ الظَّاهِرِيَّةِ وَنَحْوِهِمْ وَهُوَ أَشَدُّ مُخَالَفَةً لَّهَا لِشُذُوذِهٖ عَنِ الْأَئِمَّةِ وَانْفِرَادِهٖ عَنْهُمْ بِفَهْمٍ يَفْهَمُهٗ أَوْ يَأْخُذُ مَا لَمْ يَأْخُذْ بِهِ الْأَئِمَّةُ مِنْ قَبْلِهٖ .

”انسان کو سلف صالحین کے بعد والے لوگوں کی نکالی ہوئی نئی چیزوں سے بچنا چاہیے، کیونکہ سلف کے بعد بہت سے حوادث رونما ہوئے اور اہل ظاہر وغیرہ پیدا ہوئے، جو سنت وحدیث کی پیروی کا دم بھرتے تھے، لیکن وہ سنت کی سب سے زیادہ مخالفت کرتے تھے، کیونکہ وہ ائمہ کرام سے انفرادیت اختیار کرتے تھے اور ان سے جدا فہم لیتے تھے یا متقدمین نے جو استنباط نہیں کیا، وہ استنباط کرتے تھے۔“

(بيان فضل علم السَّلَف على الخَلَف، ص 69)

۞ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا الْأَئِمَّةُ وَفُقَهَاءُ أَهْلِ الْحَدِيثِ فَإِنَّهُمْ يَتَّبِعُونَ الْحَدِيثَ الصَّحِيحَ حَيْثُ كَانَ إِذَا كَانَ مَعْمُولًا بِهٖ عِنْدَ الصَّحَابَةِ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ، أَوْ عِنْدَ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ فَأَمَّا مَا اتَّفَقَ عَلٰى تَرْكِهٖ فَلَا يَجُوزُ الْعَمَلُ بِهٖ .

”محدثین میں سے فقہا اور ائمہ صحیح حدیث کا اتباع کرتے ہیں، وہ حدیث

جہاں بھی ملے، بشرطیکہ وہ تمام صحابہ وتابعین یا ان میں سے کسی گروہ کے ہاں معمول بہ ہو، لیکن جس کو چھوڑنے پر صحابہ وتابعین کا اتفاق ہو، اس پر عمل کرنا (ائمہ حدیث اور فقہائے حدیث) کے ہاں جائز نہیں۔''

(بیان فضل علم السَّلَف علی الخَلَف، ص 47)

❀ **ابو محمد عبداللہ بن ابی زید قیروانی رحمہ اللہ (۳۸۶ھ) فرماتے ہیں:**

تَسْلِيمُ السُّنَنِ وَأَنْ لَّا تَعَارُضَ بِرَأْيٍ وَلَا تُرْفَعُ بِقِيَاسٍ، وَمَا تَأَوَّلَهُ مِنْهَا السَّلَفُ الصَّالِحُ تَأَوَّلْنَاهُ، وَمَا عَمِلُوا بِهٖ عَمِلْنَاهُ، وَمَا تَرَكُوهُ تَرَكْنَاهُ، وَيَسَعُنَا أَنْ نُمْسِكَ عَمَّا أَمْسَكُوا، وَنَتْبَعُهُمْ فِيمَا بَيَّنُوا، وَنَقْتَدِي بِهِمْ فِيمَا اسْتَنْبَطُوهُ وَرَأَوْهُ فِي الْحَوَادِثِ، وَلَا نَخْرُجُ عَنْ جَمَاعَتِهِمْ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَفِي تَأْوِيلِهٖ، وَكُلُّ مَا قَدَّمْنَا ذِكْرَهٗ هُوَ قَوْلُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَأَئِمَّةِ النَّاسِ فِي الْفِقْهِ وَالْحَدِيثِ.

''سنتوں کو تسلیم کرنا ضروری ہے، عقل وقیاس سے ان کا معارضہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ قیاس کی وجہ سے انہیں چھوڑنا جائز ہے۔ سنن کی جو تفسیر سلف صالحین نے کی ہے، ہم وہی کریں گے اور جس پر انہوں نے عمل کیا، اسی پر ہم عمل کریں گے اور جس کو انہوں نے چھوڑا، اس کو ہم بھی چھوڑ دیں گے۔ ہمیں یہی کافی ہے کہ جس چیز سے وہ رک گئے، اس سے ہم بھی رک جائیں اور جس چیز کو انہوں نے بیان کیا، اس میں ہم ان کی پیروی کریں اور جو انہوں نے

استنباط واجتہاد کیا، اس میں ان کی اقتدا کریں، جس چیز یا معنی میں ان کا اختلاف ہے، اس میں ان کی جماعت سے نہ نکلیں (کوئی نیا مذہب نہ نکالیں، بلکہ اختلافی صورت میں ان میں سے ہی کسی کا مذہب قبول کریں۔) وہ تمام باتیں جو ہم نے ذکر کی ہیں، وہ اہل سنت اور ائمہ فقہا و محدثین کا قول ہے۔''

(الجامع : 117)

❀ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ ابن ابی زمنین رحمہ اللہ (۳۹۹ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ رَحِمَكَ اللّٰهُ أَنَّ السُّنَّةَ دَلِيلُ الْقُرْآنِ، وَأَنَّهَا لَا تُدْرَكُ بِالْقِيَاسِ وَلَا تُؤْخَذُ بِالْعُقُولِ، وَإِنَّمَا هِيَ فِي الِاتِّبَاعِ لِلْأَئِمَّةِ وَلِمَا مَشٰى عَلَيْهِ جُمْهُورُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ ....

''اللہ آپ پر رحم کرے، جان لیجئے کہ سنت قرآن کریم کی دلیل ہے۔ سنت کو قیاس اور عقل کے ذریعے نہیں لیا جا سکتا، بلکہ ائمہ کرام اور جمہور امت کے طریقے کے اتباع سے لیا جائے گا۔''

(كتاب أصول السُّنة :1)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ قَوْلٍ يَنْفَرِدُ بِهِ الْمُتَأَخِّرُ عَنِ الْمُتَقَدِّمِينَ وَلَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِنْهُمْ فَإِنَّهُ يَكُونُ خَطَأً .

''ہر وہ قول جس میں بعد والا، متقدمین سے منفرد ہو، اس سے پہلے وہ قول کسی نے نہ کہا ہو، وہ یقیناً غلط ہوگا۔''

(مَجموع الفتاوٰی :291/21)

اہلحدیث کا منہج یہ ہے کہ جس مسئلہ میں سلف نے کلام کی ہے، اس بارے میں خاموش رہنا گناہ ہے اور جس مسئلہ میں سلف خاموش رہے ہیں، اس بارے میں کلام کرنا بدعت ہے، کیونکہ ہر خیر و بھلائی سلف کے اتباع میں ہے اور ہر برائی بعد والوں کی اختراع ہے۔

جن جن عقائد پر ائمہ محدثین نے اجماع کیا ہے، ہم اہل حدیث ان متفقہ عقائد پر ہیں، اہل سنت کے کسی ایک اجماعی عقیدہ کے بھی مخالف نہیں ہیں۔ ہمارے مطابق ائمہ محدثین کے اجماعی عقائد کی مخالفت الحاد اور بے دینی ہے۔

❁ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُتَأَخِّرُ لَا يَبْلُغُ مِنَ الرُّسُوخِ فِي عِلْمٍ مَا يَبْلُغُهُ الْمُتَقَدِّمُ، وَحَسْبُكَ مِنْ ذٰلِكَ أَهْلُ كُلِّ عِلْمٍ عَمَلِيٍّ أَوْ نَظَرِيٍّ؛ فَأَعْمَالُ الْمُتَقَدِّمِينَ فِي إِصْلَاحِ دُنْيَاهُمْ وَدِينِهِمْ عَلٰى خِلَافِ أَعْمَالِ الْمُتَأَخِّرِينَ، وَعُلُومُهُمْ فِي التَّحْقِيقِ أَقْعَدُ، فَتَحَقُّقُ الصَّحَابَةِ بِعُلُومِ الشَّرِيعَةِ لَيْسَ كَتَحَقُّقِ التَّابِعِينَ، وَالتَّابِعُونَ لَيْسُوا كَتَابِعِيهِمْ، وَهٰكَذَا إِلَى الْآنِ، وَمَنْ طَالَعَ سِيَرَهُمْ، وَأَقْوَالَهُمْ، وَحِكَايَاتِهِمْ؛ أَبْصَرَ الْعَجَبَ فِي هٰذَا الْمَعْنٰى.

”بعد والا شخص علمی رسوخ میں پہلے والے شخص تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس سلسلہ میں ہر عملی و نظریاتی علم کا یہی حال ہے۔ متقدمین کے دنیا و دین کے اصلاح کے حوالے سے جو کام ہیں، وہ متاخرین کے کاموں سے بہت بڑھ کر ہیں۔ ان کے علوم، تحقیق میں گہرے تھے۔ صحابہ کرام کا شرعی علوم میں رسوخ

تابعین کے رسوخ جیسا نہیں تھا (بلکہ اس سے بڑھ کر تھا)، اسی طرح تابعین، تبع تابعین کی طرح نہیں تھے اور آج تک یہی صورت حال ہے۔ جو شخص متقدمین کے احوال، اقوال اور حکایات کا مطالعہ کرے گا، اس بارے میں عجیب باتیں دیکھے گا۔“

(المُوافقات :149/1)

مسلک محدثین ہی اسلم، اعلم اور احکم ہے:

اہل سنت یعنی سلف صالحین اور ائمہ محدثین کا عقیدہ و منہج اپنانے میں ہی عافیت ہے، کیونکہ سلف صالحین کا عقیدہ قرآن وسنت سے ماخوذ ہے۔

❀ حافظ بیہقی (۴۵۸ھ) اور حافظ ابن عساکر رحمہما اللہ (۵۷۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَمُعَوَّلُهُمْ فِيمَا يَعْتَقِدُونَ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ.

”اہل سنت والجماعت کے عقائد کی اساس اور بنیاد کتاب وسنت ہے۔“

(مَناقب الشّافعي للبَيهقي، ص 462، تَبيين كذب المُفتري لابن عَساكر، ص 345)

جبکہ متاخرین و متکلمین کا عقیدہ بشر مریسی اور جعد بن درہم جیسے گمراہوں سے ماخوذ ہے، جس کی لڑیاں یہود و نصاریٰ سے ملتی ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سلف کا عقیدہ اسلم اور خلف کا عقیدہ احکم واعلم ہے، یہ نظریہ ائمہ مسلمین کے اجماعی عقائد کے مخالف ہے۔ جس عقیدے کی بنیاد قرآن وحدیث اور فہم سلف پر نہ ہو، وہ احکم واعلم (ٹھوس اور مبنی بر علم) کیسے ہوسکتا ہے؟

متکلمین نے سلف صالحین کے عقیدہ و منہج کے خلاف عقیدہ ایجاد کیا اور بعض لوگوں نے اسے احکم واعلم قرار دے دیا۔ یہ عقیدۂ توحید کے خلاف سازش ہے، تاکہ اسلامی عقائد

کی شکل مسخ کر دی جائے، قرآن وحدیث پر مبنی عقیدے کا وجود ختم کر دیا جائے اور ائمہ محدثین کے اجماعی عقائد کے مقابلہ میں باطل عقائد کو درست اور صحیح ثابت کیا جائے۔

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ أَيْضًا أَنْ يَّكُونَ الْخَالِفُونَ أَعْلَمَ مِنَ السَّالِفِينَ، كَمَا يَقُولُهٗ بَعْضُ الْأَغْبِيَاءِ، مِمَّنْ لَّمْ يَقْدِرْ قَدَرَ السَّلَفِ، بَلْ وَلَا عَرَفَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَالْمُؤْمِنِينَ بِهٖ، حَقِيقَةَ الْمَعْرِفَةِ الْمَأْمُورِ بِهَا، مِنْ أَنَّ طَرِيقَةَ السَّلَفِ أَسْلَمُ وَطَرِيقَةَ الْخَلَفِ أَعْلَمُ وَأَحْكَمُ، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ الْمُبْتَدِعَةَ الَّذِينَ يُفَضِّلُونَ طَرِيقَةَ الْخَلَفِ عَلٰى طَرِيقَةِ السَّلَفِ، إِنَّمَا أَتَوْا مِنْ حَيْثُ ظَنُّوا أَنَّ طَرِيقَةَ السَّلَفِ هِيَ مُجَرَّدُ الْإِيمَانِ بِأَلْفَاظِ الْقُرْآنِ وَالْحَدِيثِ، مِنْ غَيْرِ فِقْهٍ لِّذٰلِكَ، بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّيِّينَ الَّذِينَ قَالَ فِيهِمْ : ﴿وَمِنْهُمْ أُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتَابَ اِلَّا أَمَانِيَّ﴾(البقرة : ٧٨)، وَأَنَّ طَرِيقَةَ الْخَلَفِ هِيَ اسْتِخْرَاجُ مَعَانِي النُّصُوصِ الْمَصْرُوفَةِ عَنْ حَقَائِقِهَا بِأَنْوَاعِ الْمَجَازَاتِ وَغَرَائِبِ اللُّغَاتِ، فَهٰذَا الظَّنُّ الْفَاسِدُ أَوْجَبَ تِلْكَ الْمَقَالَةَ، الَّتِي مَضْمُونُهَا نَبْذُ الْإِسْلَامِ وَرَاءَ الظَّهْرِ، وَقَدْ كَذَبُوا عَلٰى طَرِيقَةِ السَّلَفِ، وَضَلُّوا فِي تَصْوِيبِ طَرِيقَةِ الْخَلَفِ، فَجَمَعُوا بَيْنَ الْجَهْلِ بِطَرِيقَةِ السَّلَفِ فِي الْكِذْبِ

عَلَيْهِمْ، وَبَيْنَ الْجَهْلِ وَالضَّلَالِ بِتَصْوِيبِ طَرِيقَةِ الْخَلَف.

''یہ بھی ممکن نہیں کہ پہلے متقدمین اہل علم کے مقابلے میں متاخرین زیادہ علم والے ہوں۔ بعض غبی قسم کے لوگ جنہیں سلف صالحین کی قدر معلوم نہیں، بلکہ دراصل انہیں اللہ ورسول اور مؤمنوں کی حقیقی معرفت ہی نہیں، وہ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ سلف صالحین کا مسلک اسلم (زیادہ سلامتی والا) ہے، جبکہ خلف (بعد والوں) کا مسلک اعلم واحکم (زیادہ علم پر مبنی اور ٹھوس) ہے۔ یہ بدعتی اور گمراہ لوگ بعد والے زمانے کے فلسفیوں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے منہج کو سلف کے منہج پر فضیلت دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنے وہم وگمان کی بنا پر سمجھ لیا ہیکہ ''سلف کا مسلک قرآن وحدیث کو سمجھے بغیر محض ظاہری الفاظ پر ایمان لانا ہے، بالکل اُن اَن پڑھ لوگوں کی طرح، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمِنْهُمْ أُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتَابَ اِلَّا أَمَانِيَّ﴾ (البقرۃ: 78) ''بعض اہل کتاب اَن پڑھ ہیں، جو کتاب کو نہیں جانتے سوائے جھوٹی آرزؤں کے۔'' جبکہ متکلمین کا مسلک یہ ہے کہ وہ مجاز کی مختلف اقسام اور پیچیدہ قسم کی لغات کے ذریعے نصوص کے معانی نکالتے ہیں، جن میں حقیقی معنی مراد ہی نہیں ہوتا۔'' یہ غلط سوچ ہی اس بات کا موجب ہوئی ہے، جو اسلام کو پسِ پشت ڈالنے کے مترادف ہے۔ ان لوگوں نے مسلک سلف کے سلسلہ میں دروغ گوئی سے کام لیا اور خلف کے مسلک کو درست قرار دینے میں گمراہی کا شکار ہوگئے۔ وہ بیک وقت دو جہالتوں کا شکار ہوئے؛ ایک تو جہالت کے سبب انہوں نے مسلک سلف پر جھوٹ باندھا، دوسرا وہ متکلمین

کے مسلک کو درست قرار دے کر جہالت وضلالت میں مبتلا ہو گئے۔‘‘

(مَجموع الفتاوٰی : 8/5، الفتاوی الحِمویّة الکبرٰی : 185/5)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ شَيْخُنَا : وَالْكَلَامُ الَّذِي اتَّفَقَ سَلَفُ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتُهَا عَلٰى ذَمِّهٖ، وَذَمِّ أَصْحَابِهٖ، وَالنَّهْيِ عَنْهُ، وَتَجْهِيلِ أَرْبَابِهٖ، وَتَبْدِيعِهِمْ، وَتَضْلِيلِهِمْ، وَهُوَ هٰذِهِ الطُّرُقُ الْبَاطِلَةُ، الَّتِي بَنَوْا عَلَيْهَا نَفْيَ الصِّفَاتِ، وَالْعُلُوِّ، وَالِاسْتِوَاءِ عَلَى الْعَرْشِ، وَجَعَلُوا بِهَا الْقُرْآنَ مَخْلُوقًا، وَنَفَوْا بِهَا رُؤْيَةَ اللّٰهِ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ، وَتَكَلُّمَهٗ بِالْقُرْآنِ، وَتَكْلِيمَهٗ لِعِبَادِهٖ، وَنُزُولَهٗ كُلَّ لَيْلَةٍ إِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا، وَمَجِيئَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِفَصْلِ الْقَضَاءِ بَيْنَ عِبَادِهٖ، فَإِنَّهُمْ سَلَكُوا فِيهِ طُرُقًا غَيْرَ مُسْتَقِيمَةٍ، وَاسْتَدَلُّوا بِقَضَايَا مُتَضَمِّنَةً لِّلْكَذِبِ، فَلَزِمَهُمْ بِهَا مَسَائِلُ، خَالَفُوا بِهَا نُصُوصَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَصَرِيحَ الْمَعْقُولِ، وَكَانُوا جَاهِلِينَ، كَاذِبِينَ، ظَالِمِينَ، فِي كَثِيرٍ مِّنْ مَّسَائِلِهِمْ، وَرَسَائِلِهِمْ، وَأَحْكَامِهِمْ، وَدَلَائِلِهِمْ .

’’ہمارے شیخ (ابن تیمیہ رحمہ اللہ) نے فرمایا: سلف صالحین نے علم کلام اور متکلمین کی مذمت کی ہے۔ انہوں نے علم کلام میں پڑنے سے منع فرمایا ہے، نیز متکلمین کو جاہل، بدعتی اور گمراہ قرار دیا ہے۔ علم کلام سے مراد وہ باطل اسباب ہیں، جن کی بنا پر گمراہوں نے صفاتِ باری تعالیٰ، خصوصاً علوِ باری تعالیٰ اور

استوا علی العرش کی نفی کی ہے، قرآنِ کریم کو مخلوق قرار دیا ہے، آخرت میں دیدارِ الٰہی سے انکار کیا ہے، قرآنِ کریم کے کلامِ باری تعالیٰ ہونے کی نفی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں سے کلام کرنے سے انکاری ہوئے ہیں، ہر رات اللہ تعالیٰ کے آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرمانے اور قیامت کے دن اپنے بندوں کے مابین فیصلہ کرنے کے لیے آنے کا بھی انکار کیا ہے۔ یہ گمراہ لوگ اس سلسلہ میں غلط راستوں پر چل پڑے اور انہوں نے جھوٹ پر مبنی قصے کہانیوں سے استدلال کرنے کی کوشش کی ہے۔ یوں بہت سے ایسے مسائل ان کے گلے پڑ گئے، جن میں انہوں نے کتاب وسنت اور صریح عقلی اصولوں کی مخالفت کی اور اس طرح وہ اپنے بے شمار مسائل، رسائل، احکام اور دلائل میں جاہل، جھوٹے اور ظالم قرار پائے۔''

(الصّواعق المُرسَلة على الجَهميّة والمُعَطّلة : 4/1266-1267)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

ثُمَّ هٰؤُلَاءِ الْمُتَكَلِّمُونَ الْمُخَالِفُونَ لِلسَّلَفِ، إِذَا حَقَّقَ عَلَيْهِمُ الْأَمْرُ، لَمْ يُوجَدْ عِنْدَهُمْ مِّنْ حَقِيقَةِ الْعِلْمِ بِاللّٰهِ، وَخَالِصِ الْمَعْرِفَةِ بِهٖ خَبَرٌ، وَلَمْ يَقَعُوا مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى عَيْنٍ وَّلَا أَثَرٍ، كَيْفَ يَكُونُ هٰؤُلَاءِ الْمَحْجُوبُونَ، الْمُفْضَلُونَ، الْمَنْقُوصُونَ، الْمَسْبُوقُونَ، الْحَيَارٰى، الْمُتَهَوِّكُونَ، أَعْلَمَ بِاللّٰهِ، وَأَسْمَائِهٖ، وَصِفَاتِهٖ، وَأَحْكَمَ فِي بَابِ ذَاتِهٖ، وَاٰيَاتِهٖ، مِنَ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ،

مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، وَالْأَنْصَارِ، وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ، مِنْ وَرَثَةِ الْأَنْبِيَاءِ، وَخُلَفَاءِ الرُّسُلِ، وَأَعْلَامِ الْهُدٰى، وَمَصَابِيحِ الدُّجٰى، الَّذِينَ بِهِمْ قَامَ الْكِتَابُ، وَبِهٖ قَامُوا، وَبِهِمْ نَطَقَ الْكِتَابُ، وَبِهٖ نَطَقُوا، الَّذِينَ وَهَبَهُمُ اللّٰهُ مِنَ الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ مَا بَرَزُوا بِهٖ عَلٰى سَائِرِ أَتْبَاعِ الْأَنْبِيَاءِ، فَضْلًا عَنْ سَائِرِ الْأُمَمِ، الَّذِينَ لَا كِتَابَ لَهُمْ، وَأَحَاطُوا مِنْ حَقَائِقِ الْمَعَارِفِ، وَبَوَاطِنِ الْحَقَائِقِ، بِمَا لَوْ جُمِعَتْ حِكْمَةُ غَيْرِهِمْ إِلَيْهَا لَاسْتَحْيَا مَنْ يَّطْلُبُ الْمُقَابَلَةَ، ثُمَّ كَيْفَ يَكُونُ خَيْرُ قُرُونِ الْأُمَّةِ أَنْقَصَ فِي الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ، لَا سِيَّمَا الْعِلْمِ بِاللّٰهِ، وَأَحْكَامِ أَسْمَائِهٖ، وَاٰيَاتِهٖ، مِنْ هٰؤُلَاءِ الْأَصَاغِرِ، بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِمْ؟ أَمْ كَيْفَ يَكُونُ أَفْرَاخُ الْمُتَفَلْسِفَةِ، وَأَتْبَاعُ الْهِنْدِ وَالْيُونَانِ، وَوَرَثَةُ الْمَجُوسِ وَالْمُشْرِكِينَ، وَضُلَّالُ الْيَهُودِ، وَالنَّصَارٰى، وَالصَّابِئِينَ، وَأَشْكَالِهِمْ وَأَشْبَاهِهِمْ، أَعْلَمَ بِاللّٰهِ مِنْ وَرَثَةِ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَهْلِ الْقُرْآنِ وَالْإِيمَانِ.

’’سلف صالحین کے مخالف متکلمین پر جب کوئی معاملہ آن پڑتا ہے، تو ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے بارے میں صحیح علم اور حقیقی معرفت کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ وہ اس بارے میں کسی نص اور حقیقت سے واقف نہیں ہو پاتے۔ یہ بے عقل، بے فیض، حقیر، حیرت زدہ اور بھکے ہوئے لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے اسماء وصفات کے سلسلہ میں زیادہ عالم اور اس کی ذات وآیات کے بارے

میں ان سابقون اولون مہاجرین وانصار اوران کے حقیقی پیروکاروں سے زیادہ ٹھوس کیسے ہو سکتے ہیں؟ کہ جو انبیائے کرام کے وارث، رسولوں کے جانشین، ہدایت کے مینار اور اندھیری راتوں کے روشن چراغ ہیں۔ وہ لوگ، جن کے ذریعے کتاب اللہ محفوظ رہی اور جنہوں نے کتاب اللہ کی حفاظت کی، جن کے بارے میں کتاب اللہ نے بیان کیا اور جنہوں نے کتاب اللہ کی بات کی۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے وہ علم عنایت فرمایا تھا، جس کی بنا پر وہ تمام غیر اہل کتاب امتوں پر، بلکہ باقی تمام انبیائے کرام کے پیروکاروں پر بھی فضیلت پا گئے تھے۔ انہوں نے تمام ظاہری و باطنی حقائق کا احاطہ کیا۔ اگر ان کے سامنے باقی تمام لوگوں کی حکمت جمع کی جائے، تو ان میں تقابل کرنے والا شرم سے ڈوب مرے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام کے بہترین زمانوں کے لوگ اپنی نسبت ان حقیر لوگوں سے علم و حکمت میں ناقص کیسے ہو سکتے ہیں، خصوصاً ذات الٰہی اور اس کے اسماء اور آیات کے احکام کے حوالے سے؟ کیا فلسفیوں کی ذریت، ہندوستانی و یونانی تہذیبوں کے پیروکار، مجوسیوں اور مشرکین کے وارث، نیز یہود و نصاریٰ، صابی اور ان جیسے دیگر بے دین لوگوں کے ڈسے ہوئے لوگ، انبیائے کرام کے وارثوں اور اہل قرآن و ایمان سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہیں؟''

(مَجموع الفتاوٰی : 11/5)

✿ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

مِنَ الْمُحَالِ أَنْ يَّكُونَ تَلَامِيذُ الْمُعْتَزِلَةِ، وَوَرَثَةُ الصَّابِئِينَ، وَأَفْرَاخُ

الْيُونَانِ، الَّذِينَ شَهِدُوا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ بِالْحَيْرَةِ، وَالشَّكِّ، وَعَدَمِ الْعِلْمِ الَّذِي يَطْمَئِنُّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ، وَأَشْهَدُوا اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ عَلَيْهِمْ بِهٖ، وَشَهِدَ بِهٖ عَلَيْهِمُ الْأَشْهَادُ، مِنْ أَتْبَاعِ الرُّسُلِ، أَعْلَمَ بِاللّٰهِ، وَأَسْمَائِهٖ، وَصِفَاتِهٖ، وَأَعْرَفَ بِهٖ، مِمَّنْ شَهِدَ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ لَهُمْ بِالْعِلْمِ وَالْإِيمَانِ، وَفَضَّلَهُمْ عَلٰى مَنْ سَبَقَهُمْ، وَمَنْ يَّجِيءُ بَعْدَهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، مَا خَلَا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ، وَهَلْ يَقُولُ هٰذَا إِلَّا غَبِيٌّ جَاهِلٌ، لَمْ يَقْدِرْ قَدَرَ السَّلَفِ، وَلَا عَرَفَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ، وَمَا جَاءَ بِهٖ.

'معتزلہ کے شاگرد، بے دین لوگوں کے وارث اور اہل یونان کی ذریت، جو خود اپنے بارے میں پریشانی وشک میں مبتلا ہیں اور اس علم سے بے بہرہ ہونے کے معترف ہیں، جس سے دل کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی اس حالت پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بنایا ہوا ہے۔ نیز اس سلسلے میں پیغمبروں کے متبعین بھی گواہی دے چکے ہیں۔ سو یہ تو ممکن ہی نہیں کہ ایسے لوگ ان لوگوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے اسماء وصفات کی معرفت رکھتے ہوں، جن کے علم وایمان کی گواہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے دی ہے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کے علاوہ پہلے اور بعد میں آنے والے تمام انسانوں پر فضیلت دی ہو۔ ایسی بات تو کوئی کند ذہن اور جاہل شخص ہی کہہ سکتا ہے، جسے نہ سلف صالحین کی قدر وقیمت کا علم ہو، نہ اسے

اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کی تعلیمات کی معرفت حاصل ہو۔“

(الصّواعق المُرسَلة على الجَهميّة والمُعَطّلة :161/1)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) اشاعرہ کے ردّ میں فرماتے ہیں:

تَارَةً يَّجْعَلُونَ إِخْوَانَهُمُ الْمُتَأَخِّرِينَ أَحْذَقَ وَأَعْلَمَ مِنَ السَّلَفِ، وَيَقُولُونَ: طَرِيقَةُ السَّلَفِ أَسْلَمُ، وَطَرِيقَةُ هٰؤُلَاءِ أَعْلَمُ وَأَحْكَمُ، فَيَصِفُونَ إِخْوَانَهُمْ بِالْفَضِيلَةِ فِي الْعِلْمِ، وَالْبَيَانِ، وَالتَّحْقِيقِ، وَالْعِرْفَانِ، وَالسَّلَفَ بِالنَّقْصِ فِي ذٰلِكَ، وَالتَّقْصِيرِ فِيهِ، أَوِ الْخَطَإِ وَالْجَهْلِ، وَغَايَتُهُمْ عِنْدَهُمْ أَنْ يُّقِيمُوا أَعْذَارَهُمْ فِي التَّقْصِيرِ وَالتَّفْرِيطِ، وَلَا رَيْبَ أَنَّ هٰذَا شُعْبَةٌ مِّنَ الرَّفْضِ، فَإِنَّهٗ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ تَكْفِيرًا لِّلسَّلَفِ، كَمَا يَقُولُهٗ مَنْ يَّقُولُهٗ مِنَ الرَّافِضَةِ وَالْخَوَارِجِ، وَلَا تَفْسِيقًا لَّهُمْ، كَمَا يَقُولُهٗ مَنْ يَّقُولُهٗ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ وَالزَّيْدِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ، كَانَ تَجْهِيلًا لَّهُمْ، وَتَخْطِئَةً، وَتَضْلِيلًا، وَنِسْبَةً لَّهُمْ إِلَى الذُّنُوبِ وَالْمَعَاصِي، وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِسْقًا، فَزَعَمَا أَنَّ أَهْلَ الْقُرُونِ الْمَفْضُولَةِ فِي الشَّرِيعَةِ أَعْلَمُ وَأَفْضَلُ مِنْ أَهْلِ الْقُرُونِ الْفَاضِلَةِ، وَمِنَ الْمَعْلُومِ بِالضَّرُورَةِ لِمَنْ تَدَبَّرَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ، وَمَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، مِنْ جَمِيعِ الطَّوَائِفِ أَنَّ خَيْرَ قُرُونِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فِي الْأَعْمَالِ،

وَالْأَقْوَالِ، وَالِاعْتِقَادِ، وَغَيْرِهَا مِنْ كُلِّ فَضِيلَةٍ، أَنَّ خَيْرَهَا الْقَرْنُ الْأَوَّلُ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، كَمَا ثَبَتَ ذٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، وَأَنَّهُمْ أَفْضَلُ مِنَ الْخَلَفِ فِي كُلِّ فَضِيلَةٍ، مِنْ عِلْمٍ، وَعَمَلٍ، وَإِيمَانٍ، وَعَقْلٍ، وَدِينٍ، وَبَيَانٍ، وَعِبَادَةٍ، وَأَنَّهُمْ أَوْلٰى بِالْبَيَانِ لِكُلِّ مُشْكِلٍ، هٰذَا لَا يَدْفَعُهُ إِلَّا مَنْ كَابَرَ الْمَعْلُومَ بِالضَّرُورَةِ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ، وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ.

''یہ لوگ کبھی اپنے متاخرین ہمنواؤں کو سلف صالحین کے مقابلے میں زیادہ ذہین اور زیادہ علم والے قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں: ''سلف کا مسلک اسلم (زیادہ سلامتی والا) ہے، جبکہ ان لوگوں کا مسلک اعلم واحکم (زیادہ علم پر مبنی اور زیادہ ٹھوس) ہے۔'' یوں یہ لوگ اپنے ہمنواؤں کو علم، بیان، تحقیق اور معرفت میں سلف پر فضیلت دیتے ہیں، جبکہ سلف صالحین کو اس بارے میں ناقص، کوتاہ یا غلطی و جہالت کے مرتکب قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ زیادہ سے زیادہ (سلف کی عزت و تکریم) یہ کرتے ہیں کہ افراط و تفریط میں ان کے لیے عذر پیش کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ روش ایک قسم کی رافضیت ہے، کیونکہ اس سے اگر سلف کی تکفیر لازم نہیں آتی، جیسا کہ روافض اور خوارج کہتے ہیں، اور سلف کو فاسق و گناہ گار کہنا لازم نہیں بھی آتا، جیسا کہ معتزلہ اور زیدیہ وغیرہ کہتے ہیں، تو اس نظریے سے کم از کم سلف کی جہالت، گمراہی اور غلطی تو ضرور ثابت ہوتی ہے، نیز ان کی

گناہوں کی طرف نسبت ضرور ہو جاتی ہے۔ان دونوں گروہوں کے خیال کے مطابق شریعتِ اسلامیہ میں جن زمانوں والوں کو کم تر قرار دیا گیا ہے، وہ علم وفضل میں ان زمانوں والوں سے فائق ہیں، جن کو شریعتِ اسلامیہ میں بَرتَر قرار دیا گیا ہے۔ جو شخص کتاب و سنت اور اہل سنت والجماعت کے تمام گروہوں کے اجماعی نظریات پر غور کرتا ہے، اسے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے اعمال، اقوال، اعتقاد اور ہر قسم کی فضیلت میں صحابہ کرام کا زمانہ سب سے بہتر تھا، پھر تابعین اور پھر تبع تابعین کے زمانے کا نمبر آتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے کئی روایات میں ثابت ہے۔سلف صالحین ہر فضیلت، مثلاً علم، عمل، ایمان، عقل، دین، بیان اور عبادت میں خلف سے افضل ہیں۔ نیز ہر مشکل معاملے کو سلجھانے کے وہی زیادہ لائق ہیں۔اس بات کا انکار صرف وہی شخص کرسکتا ہے، جو ہٹ دھرمی کی بنا پر دین اسلام کے بنیادی عقائد سے منحرف ہو جائے اور جسے اللہ تعالیٰ نے علم رکھتے ہوئے بھی گمراہ کر دیا ہو۔“

(مَجموع الفتاوٰی : 4/157-158)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُوتِيَ فَوَاتِحَ الْكَلِمِ وَخَوَاتِمَهٗ وَجَوَامِعَهٗ، فَبُعِثَ بِالْعُلُومِ الْكُلِّيَّةِ، وَالْعُلُومِ الْأَوَّلِيَّةِ وَالْأُخْرَوِيَّةِ، عَلٰى أَتَمِّ الْوُجُوهِ، وَلٰكِنْ كُلَّمَا ابْتَدَعَ شَخْصٌ بِدْعَةً اتَّسَعُوا فِي جَوَابِهَا، فَلِذٰلِكَ صَارَ كَلَامُ الْمُتَأَخِّرِينَ كَثِيرًا، قَلِيلَ الْبَرَكَةِ،

بِخِلَافِ كَلَامِ الْمُتَقَدِّمِينَ، فَإِنَّهُ قَلِيلٌ، كَثِيرُ الْبَرَكَةِ، (لَا) كَمَا يَقُولُهُ ضُلَّالُ الْمُتَكَلِّمِينَ وَجَهَلَتُهُمْ: إِنَّ طَرِيقَةَ الْقَوْمِ أَسْلَمُ، وَإِنَّ طَرِيقَتَنَا أَحْكَمُ وَأَعْلَمُ! وَلَا كَمَا يَقُولُهُ مَنْ لَمْ يَقْدِرْهُمْ مِّنَ الْمُنْتَسِبِينَ إِلَى الْفِقْهِ: إِنَّهُمْ لَمْ يَتَفَرَّغُوا لِاسْتِنبَاطِ الْفِقْهِ، وَضَبْطِ قَوَاعِدِهِ، وَأَحْكَامِهِ، اشْتِغَالًا مِّنْهُمْ بِغَيْرِهِ، وَالْمُتَأَخِّرُونَ تَفَرَّغُوا لِذٰلِكَ، فَهُمْ أَفْقَهُ!

فَكُلُّ هٰؤُلَاءِ مَحْجُوبُونَ عَنْ مَّعْرِفَةِ مَقَادِيرِ السَّلَفِ، وَعُمْقِ عُلُومِهِمْ، وَقِلَّةِ تَكَلُّفِهِمْ، وَكَمَالِ بَصَائِرِهِمْ، وَتَاللّٰهِ مَا امْتَازَ عَنْهُمُ الْمُتَأَخِّرُونَ إِلَّا بِالتَّكَلُّفِ، وَالِاشْتِغَالِ بِالْأَطْرَافِ، الَّتِي كَانَتْ هِمَّةُ الْقَوْمِ مُرَاعَاةَ أُصُولِهَا، وَضَبْطَ قَوَاعِدِهَا، وَشَدَّ مَعَاقِدِهَا، وَهِمَمُهُمْ مُشَمَّرَةً إِلَى الْمَطَالِبِ الْعَالِيَةِ فِي كُلِّ شَيْءٍ، فَالْمُتَأَخِّرُونَ فِي شَأْنٍ، وَالْقَوْمُ فِي شَأْنٍ آخَرَ، وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا.

"نبی کریم ﷺ کو جامع، کامل واکمل اور واضح کلمات عطا کئے گئے اور آپ ﷺ کو کلی اور کامل ترین شکل میں عقلی ونقلی علوم دے کر مبعوث فرمایا گیا۔ متاخرین نے جب کسی شخص کو بدعت کا مرتکب دیکھا، تو اس پر لمبے لمبے رد شروع کر دیے۔ اس طرح متاخرین کا کلام مقدار میں بہت زیادہ اور برکت میں بہت کم ثابت ہوا۔ اس کے برعکس متقدمین کا کلام مقدار میں بہت کم اور برکت میں

بہت زیادہ ہے۔گمراہ اور جاہل متکلمین کی یہ بات یکسر غلط ہے کہ ''سلف صالحین کا مسلک ''اسلم'' (زیادہ سلامتی والا) ہے، جبکہ ان کا اپنا مسلک ''اعلم واحکم'' (زیادہ علم پر مبنی اور ٹھوس) ہے۔'' اسی طرح ان نام نہاد فقیہوں، جن کو سلف صالحین کی قدر معلوم نہیں ہوسکی، ان کی یہ بات بھی صحیح نہیں کہ ''سلف صالحین کو فقہی استنباطات کرنے اور فقہی قواعد واحکام کی تشکیل کرنے کی اتنی فرصت نہیں ملی، جتنا وہ اور کاموں میں مشغول رہے، جبکہ متاخرین نے ان کاموں کے لیے وقت نکالا، چنانچہ وہی زیادہ فقہ والے ہیں۔'' ایسی باتیں کرنے والے تمام لوگ سلف صالحین کی صحیح قدر و قیمت، ان کے علوم کی گہرائی، ان کے عدمِ تکلف اور ان کی کمال بصیرت سے لاعلم ہیں۔ اللہ کی قسم! متاخرین کو متقدمین سے اگر کسی چیز میں امتیاز حاصل ہے، تو وہ تکلف کرنے اور ان چیزوں کی فروعات میں مشغول ہونے میں حاصل ہے کہ سلف کا اہتمام جن کے اصول میں مصروف ہونے، ان کے قواعد کو مرتب کرنے اور ان کے ضوابط کو مقرر کرنے کا تھا۔ سلف صالحین ہر چیز کے بارے میں بلند مقاصد حاصل کرنے کے ارادے رکھتے تھے۔ یوں متقدمین اور متاخرین کی مصروفیات جُدا جُدا ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔''

(شرح العقيدة الطّحاويّة، ص 82-83)

❁ علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ (۱۳۹۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَذْهَبَ السَّلَفِ أَسْلَمُ، وَأَحْكَمُ، وَأَعْلَمُ، وَقَوْلُهُمْ: مَذْهَبُ السَّلَفِ أَسْلَمُ إِقْرَارٌ مِّنْهُمْ بِذٰلِكَ، لِأَنَّ لَفْظَ [أَسْلَمُ] صِيغَةُ

تَفْضِيلٍ مِّنَ السَّلَامَةِ، وَمَا كَانَ يَفْضُلُ غَيْرَهُ وَيَفُوقُهُ فِي السَّلَامَةِ، فَهُوَ أَحْكَمُ وَأَعْلَمُ، وَبِهِ يَظْهَرُ أَنَّ قَوْلَهُمْ : وَمَذْهَبُ الْخَلَفِ أَحْكَمُ وَأَعْلَمُ، لَيْسَ بِصَحِيحٍ، بَلْ الْأَحْكَمُ الْأَعْلَمُ هُوَ الْأَسْلَمُ، كَمَا لَا يَخْفٰى .

''سلف صالحین کا مذہب ہی اسلم، احکم اور اعلم ہے۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ سلف کا مذہب اسلم ہے، یہ ان کی طرف سے ہماری ذکر کردہ بات کا اقرار ہے، کیونکہ [اسلم] اسم تفضیل کا صیغہ ہے (یعنی زیادہ سلامتی والا)۔ جو چیز کسی دوسری چیز کے مقابلہ میں فضیلت والی اور سلامتی والی ہو، وہی احکم واعلم (ٹھوس اور علم پر مبنی) ہوگی۔ نیز ان کا یہ کہنا درست نہیں کہ خلف کا مذہب احکم واعلم (ٹھوس اور علم پر مبنی) ہے، بلکہ ظاہر ہے کہ جو چیز احکم واعلم (ٹھوس اور علم پر مبنی) ہو، وہی اسلم (زیادہ سلامتی والی) ہوتی ہے۔''

(آداب البَحث والمُناظَرة : 136/2)

❁ **علامہ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں:**

تَبَيَّنَ بِهٰذَا أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْمُحَرِّفِينَ عَلٰى ضَلَالٍ، وَأَنَّ مَنْ قَالَ : إِنَّ طَرِيقَتَهُمْ أَعْلَمُ وَأَحْكَمُ، فَقَدْ ضَلَّ، وَمِنَ الْمَشْهُورِ عِنْدَهُمْ قَوْلُهُمْ : طَرِيقَةُ السَّلَفِ أَسْلَمُ، وَطَرِيقَةُ الْخَلَفِ أَعْلَمُ وَأَحْكَمُ، وَهٰذَا الْقَوْلُ عَلٰى مَا فِيهِ مِنَ التَّنَاقُضِ، قَدْ يُوصِلُ إِلَى الْكُفْرِ، فَهُوَ؛ أَوَّلًا فِيهِ تَنَاقُضٌ، لِأَنَّهُمْ قَالُوا : طَرِيقَةُ السَّلَفِ أَسْلَمُ،

وَلَا يُعْقَلُ أَنْ تَكُونَ الطَّرِيقَةُ أَسْلَمُ، وَغَيْرُهَا أَعْلَمُ وَأَحْكَمُ، لِأَنَّ الْأَسْلَمَ يَسْتَلْزِمُ أَنْ يَّكُونَ أَعْلَمَ وَأَحْكَمَ، فَلَا سَلَامَةَ إِلَّا بِعِلْمٍ بِأَسْبَابِ السَّلَامَةِ، وَحِكْمَةٍ فِي سُلُوكِ هٰذِهِ الْأَسْبَابِ، ثَانِيًا : أَيْنَ الْعِلْمُ وَالْحِكْمَةُ مِنَ التَّحْرِيفِ وَالتَّعْطِيلِ؟ ثَالِثًا : يَلْزَمُ مِنْهُ أَنْ يَّكُونَ هٰؤُلَاءِ الْخَالِفُونَ أَعْلَمَ بِاللّٰهِ مِنْ رَّسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهٖ، لِأَنَّ طَرِيقَةَ السَّلَفِ هِيَ طَرِيقَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهٖ، رَابِعًا : أَنَّهَا قَدْ تَصِلُ إِلَى الْكُفْرِ، لِأَنَّهَا تَسْتَلْزِمُ تَجْهِيلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَسْفِيهَهٗ، فَتَجْهِيلُهٗ ضِدُّ الْعِلْمِ، وَتَسْفِيهُهٗ ضِدُّ الْحِكْمَةِ، وَهٰذَا خَطَرٌ عَظِيمٌ، فَهٰذِهِ الْعِبَارَةُ بَاطِلَةٌ، حَتّٰى وَإِنْ أَرَادُوا بِهَا مَعْنًى صَحِيحًا، لِأَنَّ هٰؤُلَاءِ بَحَثُوا، وَتَعَمَّقُوا، وَخَاضُوا فِي أَشْيَاءَ، كَانَ السَّلَفُ لَمْ يَتَكَلَّمُوا فِيهَا، فَإِنَّ خَوْضَهُمْ فِي هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ هُوَ الَّذِي ضَرَّهُمْ وَأَوْصَلَهُمْ إِلَى الْحَيْرَةِ وَالشَّكِّ، وَصَدَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَالَ : «هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ»(صحيح مسلم : 2670)، فَلَوْ أَنَّهُمْ بَقُوا عَلٰى مَا كَانَ عَلَيْهِ السَّلَفُ الصَّالِحُ، وَلَمْ يَتَنَطَّعُوا، لَمَا وَصَلُوا إِلٰى هٰذَا الشَّكِّ، وَالْحَيْرَةِ، وَالتَّحْرِيفِ.

’’ثابت ہوا کہ صفاتِ باری تعالیٰ میں تحریف کرنے والے لوگ گمراہی پر ہیں۔ جو شخص کہتا ہے کہ تحریف کرنے والوں کا طریقہ اعلم واحکم (علم پر مبنی اور ٹھوس) ہے، وہ بھی گمراہ ہے۔ ان کا یہ قول مشہور ہے کہ سلف صالحین کا منہج اسلم (سلامتی والا)، جبکہ متاخرین کا منہج اعلم واحکم (علم پر مبنی اور ٹھوس) ہے۔ یہ قول متناقض ہونے کے ساتھ ساتھ کفر تک بھی پہنچا دیتا ہے۔ وہ خود کہتے ہیں کہ سلف کا منہج اسلم (سلامتی والا) ہے۔ پھر یہ بات کیسے معقول ہوسکتی ہے کہ اسلم (سلامتی والا) منہج تو سلف کا ہو، لیکن اعلم واحکم (علم پر مبنی اور ٹھوس) وہ منہج ہو، جو ان کے خلاف ہو؟ اسلم (سلامتی والا) ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ وہی اعلم واحکم (علم پر مبنی اور ٹھوس) بھی ہو۔ سلامتی تو اسی وقت ہوگی، جب سلامتی کے اسباب کا علم ہوگا اور ان اسباب کو اپنانے میں حکمت بھی ہوگی۔ نیز صفاتِ باری تعالیٰ میں تحریف اور تعطیل کرنے میں کون سا علم اور کون سی حکمت پنہاں ہے؟ تیسرے یہ کہ اس نظریے سے متاخرین کا رسولِ اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے زیادہ معرفتِ الٰہی کے حامل ہونا لازم آتا ہے، کیونکہ سلف کا طریقہ تو وہی تھا، جو نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کا تھا۔ چوتھی بات یہ ہے کہ یہ نظریہ کفر میں دھکیل دیتا ہے، کیونکہ اس سے (معاذ اللہ!) نبی اکرم ﷺ پر جہالت وعدم حکمت کا فتویٰ لازم آتا ہے، کیونکہ علم نہ ہونا جہالت اور حکمت نہ ہونا عدم حکمت ہے (اگر نبی اکرم ﷺ کے پاس علم وحکمت تھی تو سلف صالحین اسی منہج پر چل کر اس سے محروم کیوں تھے؟)۔ لہٰذا یہ بہت خطرناک اور باطل عبارت ہے، اگرچہ وہ اس سے کوئی صحیح معنی مراد لیتے ہوں،

کیونکہ متاخرین نے ان چیزوں میں بحث اورغور وفکر شروع کیا ہے، جن کے بارے میں سلف صالحین نے کلام نہیں فرمایا۔ان چیزوں میں غور وفکر نے انہیں نقصان سے دوچار کیا اور حیرانی وشک میں مبتلا کر دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے سچ فرمایا: ''غلو کرنے والے ہلاک ہو گئے۔''(صحیح مسلم :2670)۔اگر یہ لوگ سلف صالحین کے منہج پر ہی قائم رہتے اور غلو سے کام نہ لیتے، تو وہ اس پریشانی و شک کی دلدل میں نہ گرتے۔''

(القَول المُفيد على كتاب التّوحيد، ص671-672)

❀ امام قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ لَمْ تَتَعَدَّ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ وَإِجْمَاعَ السَّلَفِ الصَّالِحِ، وَلَمْ تَتَّبِعِ الْمُتَشَابِهَ، وَتَأْوِيلَهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ، وَإِنَّمَا اتَّبَعُوا الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ، وَمَا أَجْمَعَ الْمُسلمُونَ عَلَيْهِ بَعْدَهُمْ قَوْلًا وَّفِعْلًا، فَأَمَّا مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِمَّا لَا أَصْلَ لَهٗ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَلَا أَجْمَعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ، فَهُوَ مُحْدَثٌ.

''اہل سنت والجماعت کتاب وسنت اور سلف صالحین کے اجماع سے تجاوز نہیں کرتے، نہ ہی فتنہ پروری کے لیے متشابہات اور ان کی تفسیر کے پیچھے پڑتے ہیں۔ وہ صرف صحابہ وتابعین اور اجماع کے پیروکار ہیں۔ متکلمین نے جن معاملات میں اختلاف کیا ہے اور کتاب وسنت میں ان کی کوئی دلیل نہیں، نہ اس پر امت کا اجماع ہوا، وہ بدعت ہیں۔''

(الحُجّة في بَيان المَحجّة: 410/2)

❀ زبیر بن عدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَتَيْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَلْقٰى مِنَ الْحَجَّاجِ، فَقَالَ: اِصْبِرُوا، فَإِنَّهٗ لَا يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ إِلَّا الَّذِي بَعْدَهٗ شَرٌّ مِّنْهُ، حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ، سَمِعْتُهٗ مِنْ نَّبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''ہم نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حجاج بن یوسف کے سخت گیر رویے کی شکایت کی، تو انہوں نے فرمایا: صبر کیجئے، اب آپ پر ہر آنے والا دور گزرے دور کی نسبت زیادہ برا ہوگا، یہاں تک کہ آپ اپنے رب سے جا ملیں گے، یہ بات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔'' (صحيح البخاري: 7068)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھایا ہے کہ جو شخص زمانہ نبوت کے جتنا قریب ہوگا، دین میں اتنا ہی بہتر ہوگا۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ بہتر ہوں گے، ان کا دینی علم وفہم بھی بہتر ہوگا، اسی لئے زمانہ نبوی اور بعد کے تین زمانوں کو خیر القرون کہا گیا ہے، خیر کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے دین کا جو معنی و مفہوم سمجھا، وہی حق اور سچ ہے۔

❀ امام مالک رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ حَقًّا عَلٰى مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ أَنْ يَّكُونَ لَهٗ وَقَارٌ وَّسَكِينَةٌ وَّخَشْيَةٌ، وَّأَنْ يَّكُونَ مُتَّبِعًا لِأَثَرِ مَنْ مَّضٰى قَبْلَهٗ.

''دین کے طالب علم میں وقار، سکینت اور خوف خدا کا ہونا لازم ہے، نیز یہ کہ وہ اسلاف کے فہم کا پیرو ہو۔''

(الجامع لأخلاق الرّاوي وآداب السّامع للخطيب: 156/1، وسندهٗ حسنٌ)

❀ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَذَرَ الْحَذَرَ مِنْ مُّخَالَفَةِ الْأَوَّلِينَ! فَلَوْ كَانَ ثَمَّ فَضْلٌ مَّا لَكَانَ الْأَوَّلُونَ أَحَقَّ بِهٖ، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ.

...... أَنْ لَّا يَثْبُتَ عَنِ الْأَوَّلِينَ أَنَّهُمْ عَمِلُوا بِهٖ عَلٰى حَالٍ؛ فَهُوَ أَشَدُّ مِمَّا قَبْلَهٗ، وَالْأَدِلَّةُ الْمُتَقَدِّمَةُ جَارِيَةٌ هُنَا بِالْأَوْلٰى، وَمَا تَوَهَّمَهُ الْمُتَأَخِّرُونَ مِنْ أَنَّهٗ دَلِيلٌ عَلٰى مَا زَعَمُوا لَيْسَ بِدَلِيلٍ عَلَيْهِ أَلْبَتَّةَ؛ إِذْ لَوْ كَانَ دَلِيلًا عَلَيْهِ؛ لَمْ يَعْزُبْ عَنْ فَهْمِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ ثُمَّ يَفْهَمُهٗ هٰؤُلَاءِ، فَعَمَلُ الْأَوَّلِينَ كَيْفَ كَانَ مُصَادِمٌ لِّمُقْتَضٰى هٰذَا الْمَفْهُومِ وَمُعَارِضٌ لَّهٗ، وَلَوْ كَانَ تَرْكَ الْعَمَلِ؛ فَمَا عَمِلَ بِهِ الْمُتَأَخِّرُونَ مِنْ هٰذَا الْقِسْمِ مُخَالِفٌ لِّإِجْمَاعِ الْأَوَّلِينَ، وَكُلُّ مَنْ خَالَفَ الْإِجْمَاعَ؛ فَهُوَ مُخْطِئٌ، وَأُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰى ضَلَالَةٍ، فَمَا كَانُوا عَلَيْهِ مِنْ فِعْلٍ أَوْ تَرْكٍ؛ فَهُوَ السُّنَّةُ وَالْأَمْرُ الْمُعْتَبَرُ، وَهُوَ الْهُدٰى، وَلَيْسَ ثَمَّ إِلَّا صَوَابٌ أَوْ خَطَأٌ؛ فَكُلُّ مَنْ خَالَفَ السَّلَفَ الْأَوَّلِينَ فَهُوَ عَلٰى خَطَأٍ، وَهٰذَا كَافٍ.

''اسلاف کی مخالفت سے بچ جائیے، اسلاف مخالف رائے میں اگر فضیلت ہوتی، تو ضرور وہ اس رائے کو اختیار کر لیتے۔

...... جو کام متقدمین سے کسی طور ثابت نہ ہو، اس کا نہ کرنا ہی اولیٰ ہے،

متاخرین، سلف سے ہٹ کر جس بات کو دلیل خیال کر لیتے ہیں، وہ سرے سے دلیل ہوتی ہی نہیں ہے، کیوں کہ وہ اگر دلیل ہوتی، تو صحابہ وتابعین کے فہم سے کبھی مخفی نہ رہتی۔ سلف کا عمل کسی نص کے اصل مدعا سے معارض بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟ سلف نے جو عمل نہ کیا ہو، متاخرین وہ عمل کریں گے تو اس سے اجماع کی مخالفت لازم آئے گی اور اجماع کا ہر مخالف خطا پر ہوتا ہے۔ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کبھی بھی گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی۔ اسلاف نے جس کام کو سر انجام دیا ہے یا جس سے رک گئے ہیں، وہی معتبر سنت اور راہ ہدایت ہے، ہر عمل میں درستی اور خطا کا احتمال ہوتا ہے، لیکن سلف کے مخالف عمل کے خطا ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں ہے۔''

(المُوافقات : 3/280-281)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَقْصُودُ أَنَّ مِثْلَ هٰؤُلَاءِ اعْتَقَدُوا رَأْيًا ثُمَّ حَمَلُوا أَلْفَاظَ الْقُرْآنِ عَلَيْهِ وَلَيْسَ لَهُمْ سَلَفٌ مِّنْ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَّلَا مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ لَا فِي رَأْيِهِمْ وَلَا فِي تَفْسِيرِهِمْ وَمَا مِنْ تَفْسِيرٍ مِّنْ تَفَاسِيرِهِمُ الْبَاطِلَةِ إِلَّا وَبُطْلَانُهٗ يَظْهَرُ مِنْ وُّجُوهٍ كَثِيرَةٍ.

''مقصود یہ ہے کہ اس طرح کے لوگ پہلے ایک رائے قائم کرتے ہیں، پھر اس پر قرآن کے الفاظ منطبق کر دیتے ہیں، حالاں کہ ان سے پہلے صحابہ، تابعین اور ائمہ مسلمین نے نہ یہ بات کہی ہوتی ہے اور نہ ایسی تفسیر کی ہوتی ہے، ان لوگوں کی تفاسیر کا بطلان کئی وجوہ سے ظاہر و باہر ہے۔''

(مَجموع الفتاوٰی : 358/13)

✿ علامہ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ (۷۴۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ إِحْدَاثُ تَأْوِيلٍ فِي آيَةٍ أَوْ سُنَّةٍ لَّمْ يَكُنْ عَلٰى عَهْدِ السَّلَفِ وَلَا عَرَفُوهُ وَلَا بَيَّنُوهُ لِلْأُمَّةِ، فَإِنَّ هٰذَا يَتَضَمَّنُ أَنَّهُمْ جَهِلُوا الْحَقَّ فِي هٰذَا وَضَلُّوا عَنْهُ، وَاهْتَدٰى إِلَيْهِ هٰذَا الْمُعْتَرِضُ الْمُسْتَأْخِرُ، فَكَيْفَ إِذَا كَانَ التَّأْوِيلُ يُخَالِفُ تَأْوِيلَهُمْ وَيُنَاقِضُهُ، وَبُطْلَانُ هٰذَا التَّأْوِيلِ أَظْهَرُ مِنْ أَنْ يُّطْنَبَ فِي رَدِّهٖ، وَإِنَّمَا نُنَبِّهُ عَلَيْهِ بَعْضَ التَّنْبِيهِ.

”جائز نہیں کہ کسی آیت کی تفسیر یا سنت کی تفہیم میں ایسی رائے کا انتخاب کیا جائے، جو رائے سلف کے زمانے میں نہ ملتی ہو، نہ انہوں نے امت کے لئے اسے بیان کیا ہو۔اس رائے کو درست ماننے کا مطلب ہے کہ سلف حق کو سمجھ نہیں پائے، وہ گمراہ رہ گئے اور بعد میں آنے والا معترض ہدایت پا گیا، سلف کی مخالف تفسیر کا بطلان واضح ہے، اسے قبول نہیں کیا جا سکتا، نہ اس کے تفصیلی رد کی ضرورت ہے، لیکن ہم یہاں تنبیہ کر دینا چاہتے ہیں۔“

(الصّارم المُنكِي في الرّد على السُّبْكي : 318)

جس نے اہل سنت کا اجماعی واتفاقی فہم نظر انداز کیا، وہ ذلیل اور گمراہ ہے، اس کی رائے بدعت اور گمراہی ہے، فہم ومنہج سلف صالحین کو ترک کرنا درحقیقت قرآن وحدیث سے دشمنی ہے، جس نے قرآن وحدیث کی من پسند تعبیر کی وہ راہ ہدایت سے بھٹک گیا، دنیا میں جتنے گمراہ فرقے پیدا ہوئے سب نے قرآن وحدیث کو نفسانی خواہشات کی بھینٹ

چڑھایا، محدثین کے دشمنوں نے قرآن وسنت پر عقلی اعتراضات وارد کئے ہیں، بھلا ایسا کوئی مسلمان کرسکتا ہے؟ جو اپنی نارسا عقل سے وحی کو جھٹلا دے، اگر اسلامی عقائد واعمال کی بنیاد عقل پر ہوتی، تو بعثت انبیائے کرام کا مقصد فوت ہو جاتا۔ صحابہ کرام اور ائمہ عظام کے بارے میں علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلرَّأْيُ إِذَا عَارَضَ السُّنَّةَ فَهُوَ بِدْعَةٌ وَّضَلَالَةٌ فَالْحَاصِلُ مِنْ مَّجْمُوعِ مَا تَقَدَّمَ أَنَّ الصَّحَابَةَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ لَمْ يُعَارِضُوا مَا جَاءَ فِي السُّنَنِ بِآرَائِهِمْ، عَلِمُوا مَعْنَاهُ أَوْ جَهِلُوهُ، جَرٰى لَهُمْ عَلٰى مَعْهُودِهِمْ أَوْ لَا، وَهُوَ الْمَطْلُوبُ مِنْ نَقْلِهٖ، وَلْيَعْتَبِرْ فِيهِ مَنْ قَدَّمَ النَّاقِصَ وَهُوَ الْعَقْلُ عَلَى الْكَامِلِ وَهُوَ الشَّرْعُ .

”رائے اور سنت کا تصادم ہو جائے، تو رائے بدعت اور گمراہی کہلائے گی۔ ہماری گزشتہ نگارشات کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ وتابعین، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معنی جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں، عقل میں آئے یا نہ آئے، حدیث سے عقلیں نہیں لڑاتے تھے۔ یہی مطلوب شریعت ہے۔ لہٰذا غور کیا جائے کہ ناقص کو کامل پر کون مقدم کرتا ہے؟ عقل ناقص ہے اور شریعت کامل ہے۔“

(الاعتصام: 850/2)

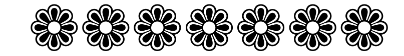
❁ نیز فرماتے ہیں:

مَنْ نَظَرَ إِلٰى طُرُقِ أَهْلِ الْبِدَعِ فِي الِاسْتِدْلَالِ؛ عَرَفَ أَنَّهَا لَا تَنْضَبِطُ؛ لِأَنَّهَا سَيَّالَةٌ لَا تَقِفُ عِنْدَ حَدٍّ، وَعَلٰى كُلِّ وَجْهٍ

يَصِحُّ لِكُلِّ زَائِغٍ وَكَافِرٍ أَنْ يَسْتَدِلَّ عَلٰى زَيْغِهٖ وَكُفْرِهٖ حَتّٰى يَنْسِبَ النِّحْلَةَ الَّتِي الْتَزَمَهَا إِلَى الشَّرِيعَةِ، فَقَدْ رَأَيْنَا وَسَمِعْنَا عَنْ بَعْضِ الْكُفَّارِ أَنَّهُ اسْتَدَلَّ عَلٰى كُفْرِهِ بِآيَاتِ الْقُرْآنِ، كَمَا اسْتَدَلَّ بَعْضُ النَّصَارٰى عَلٰى تَشْرِيكِ عِيسٰى بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿وَكَلِمَتُهٗ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ﴾(النّساء : ١٧١) وَاسْتَدَلَّ عَلٰى أَنَّ الْكَفَّارَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ بِإِطْلَاقِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارٰى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾(البقرة : ٦٢)، الْآيَةَ، وَاسْتَدَلَّ بَعْضُ الْيَهُودِ عَلٰى تَفْضِيلِهِمْ عَلَيْنَا بِقَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ : ﴿اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾(البقرة : ٤٢) وَبَعْضُ الْحُلُولِيَّةِ اسْتَدَلَّ عَلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي﴾(الحجر : ٢٩) وَالتَّنَاسُخِيُّ اسْتَدَلَّ بِقَوْلِهٖ : ﴿فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ﴾(الانفطار : ٨) وَكَذٰلِكَ كُلُّ مَنِ اتَّبَعَ الْمُتَشَابِهَاتِ، أَوْ حَرَّفَ الْمَنَاطَاتِ، أَوْ حَمَّلَ الْآيَاتِ مَا لَا تَحْمِلُهٗ عِنْدَ السَّلَفِ الصَّالِحِ، أَوْ تَمَسَّكَ بِالْأَحَادِيثِ الْوَاهِيَةِ، أَوْ أَخَذَ الْأَدِلَّةَ بِبَادِي الرَّأْيِ، لَهُ أَنْ يَسْتَدِلَّ عَلٰى كُلِّ فِعْلٍ أَوْ قَوْلٍ أَوِ اعْتِقَادٍ وَافَقَ غَرَضَهٗ بِآيَةٍ أَوْ حَدِيثٍ لَا يَفُوزُ بِذٰلِكَ أَصْلًا .

’’جو اہل بدعت کے طریقہ استدلال کو بغور دیکھے، وہ جان جائے گا کہ ان کا کوئی قانون ضابطہ نہیں ہے، کیونکہ یہ سیلاب کی طرح بہتے جاتے ہیں اور کسی کنارے پر رکنے کا نام نہیں لیتے۔ یوں ہر گمراہ اور کافر کے لیے بھی درست ہے کہ وہ اپنی گمراہی اور کفر پر استدلال کرے اور اپنی اختیار کردہ رائے کو شریعت کی طرف منسوب کر دے۔ ہم نے بعض کفار کو دیکھا اور سنا ہے، وہ اپنے کفر پر قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہیں، مثلاً بعض عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت میں شریک ہونے پر اس فرمان باری تعالیٰ سے استدلال کرتے ہیں: ﴿وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ﴾ (النّساء : ١٧١) ’’عیسیٰ اللہ کا کلمہ ہیں، جو اس نے مریم کی طرف القا کیا اور اس کی طرف سے روح ہیں۔‘‘ نیز یہ کہ کفار بھی جنت میں جائیں گے، اس پر اس فرمان باری تعالیٰ سے استدلال کیا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارٰى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ......﴾ (البقرة : ٦٢) ’’بے شک جو مومن ہوں، یہودی ہوں، عیسائی ہوں یا صابی ہوں، جو بھی اللہ اور روز آخرت پر ایمان لایا......‘‘ یہودی خود کو ہم امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے افضل سمجھتے ہیں، اس پر بطور دلیل یہ فرمان الٰہی پیش کرتے ہیں: ﴿اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ (البقرة : ٤٢) ’’میری اس نعمت کو یاد کرو، جو میں نے تم پر کی اور میں نے تم کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔‘‘ عقیدہ حلول کا عقیدہ رکھنے والے بعض اس آیت

سے استدلال کرتے ہیں: ﴿وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي﴾(الحجر : ٢٩) ''میں نے اس (آدم) میں اپنی روح پھونکی۔'' تناسخ ارواح کا عقیدہ رکھنے والا اس فرمان سے استدلال کرتا ہے: ﴿فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ﴾ (الانفطار : ٨) ''جس صورت میں اس نے چاہا، تجھے جوڑ دیا۔'' اسی طرح ہر وہ شخص، جو خواہشات کا اتباع کرتا ہے یا احکامات کی علتوں کو بدل دیتا ہے یا آیات پر وہ معانی ومطالب چڑھا دیتا ہے، جو معانی ومفاہیم سلف صالحین کے ہاں ان آیات سے مراد نہیں یا ضعیف احادیث سے دلیل پکڑتا ہے یا کمزور فہم سے دلائل اخذ کرتا ہے۔ ان میں سے ہر شخص اپنے من پسند فعل، قول یا عقیدے پر آیت یا حدیث سے استدلال کرتا ہے، ایسا کرنے سے وہ قطعاً سرخرو نہیں ہوگا۔''(الاعتصام :363/1)



تقلید کی شرعی حیثیت

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیا کو مبعوث فرمایا، انہیں وحی کا پابند بنایا۔ اس نے وحی کی پیروی کی بجائے، خواہشات نفس کی پیروی شروع کر دی۔ کم ہمتی کا مظاہرہ کیا۔ اپنی عقل کی کمی پر دلیل قائم کر دی۔ یوں چشمہ نبوت سے سیراب نہ ہو سکا۔ بلکہ تقلید جیسی بیماریوں میں مبتلا ہو گیا۔ تقلید کی کوکھ سے کئی برائیوں نے جنم لیا ہے، تعصب تقلید کا نتیجہ ہے۔ اسی سے بغاوت اور معصیت نے جنم لیا ہے، تقلید کی وجہ سے شریعت کے احکام ومسائل کو الجھا دیا گیا۔

تقلید دو طرح کی ہوتی ہے؛ تقلید ممدوح اور تقلید مذموم۔

تقلید لغوی ممدوح ہے، علما جو عامی کے لئے تقلید جائز قرار دیتے ہیں، وہ یہی ہے۔ اور اصطلاحی تقلید مذموم ہے۔ یہ کسی کے لئے جائز نہیں، عقائد ہوں یا فروع ہر دو میں تقلید ممنوع اور ناجائز ہے۔ ائمہ اسلام نے اس کی مذمت کی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عقائد میں تقلید نہیں، فروع میں تقلید ہے، یہ محض دعویٰ ہے، حقیقت اس کے برخلاف ہے۔

❀ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی أَنَّہٗ إِذَا عَرَفَ الْحَقَّ لَا یَجُوزُ لَہٗ تَقْلِیدُ أَحَدٍ فِي خِلَافِہٖ.

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ جب کوئی شخص حق کو جان لے، تو اس کے لیے کسی کی تقلید میں حق کی مخالفت جائز نہیں۔''

(مجموع الفتاوى : 71/7)

تقلید کیا ہے؟:

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (٤٥٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ التَّقْلِيدَ عَلَى الْحَقِيقَةِ إِنَّمَا هُوَ قُبُولُ مَا قَالَهٗ قَائِلٌ دُونَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَيْرِ بُرْهَانٍ فَهٰذَا هُوَ الَّذِي أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى تَسْمِيَتِهٖ تَقْلِيدًا .

''حقیقت میں تقلید یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اُمتی کی بات کو بغیر دلیل کے دین بنالینا، تقلید کی اس تعریف پر اُمت کا اجماع ہے۔''

(الإحكام في أصول الأحكام : 116/6)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (٤٦٣ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّقْلِيدُ أَنْ تَقُولَ بِقَوْلِهٖ، وَأَنْتَ لَا تَعْرِفُ وَجْهَ الْقَوْلِ، وَلَا مَعْنَاهُ، وَتَأْبٰى مَنْ سَوَاهُ، أَوْ أَنْ يَّتَبَيَّنَ لَكَ خَطَأُهٗ، فَتَتَّبِعَهٗ مَهَابَةَ خِلَافِهٖ، وَأَنْتَ قَدْ بَانَ لَكَ فَسَادُ قَوْلِهٖ، وَهٰذَا مُحَرَّمٌ الْقَوْلُ بِهٖ فِي دِينِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى .

''تقلید یہ ہے کہ آپ اس (معیّن شخص) کی بات کو تسلیم کرلیں، حالانکہ آپ کو نہ اس کی دلیل معلوم ہو، نہ اس کا معنی اور اس کے علاوہ آپ ہر بات کا انکار کریں یا یوں سمجھیں کہ آپ پر اس (معیّن شخص) کی غلطی واضح ہو جائے، تو پھر بھی اس کی مخالفت سے ڈرتے ہوئے اسی کی پیروی کرتے رہیں۔ ایسا کرنا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شریعت میں حرام ہے۔‘‘

(جامع بَيان العلم وفضله : 787/2)

۞ علامہ ابوعبداللہ، محمد بن احمد مصری مالکی رحمہ اللہ (۳۷۳ھ) فرماتے ہیں:

التَّقْلِيدُ مَعْنَاهُ فِي الشَّرْعِ الرُّجُوعُ إِلٰى قَوْلٍ لَّا حُجَّةَ لِقَائِلِهٖ عَلَيْهِ، وَهٰذَا مَمْنُوعٌ فِي الشَّرِيعَةِ .

’’تقلید کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ ایسے قول کی طرف رجوع کیا جائے، جس کی قائل کے پاس کوئی دلیل نہ ہو۔ شریعتِ اسلامیہ میں یہ کام ممنوع ہے۔‘‘

(جامع بَيان العلم وفضله لابن عبد البرّ : 992/2)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِعْرَاضِ عَنْ الْقُرْآنِ وَالسُّنَنِ وَآثَارِ الصَّحَابَةِ وَاتِّخَاذِ رَجُلٍ بِعَيْنِهٖ مِعْيَارًا عَلٰى ذٰلِكَ وَتَرْكِ النُّصُوصِ لِقَوْلِهٖ وَعَرْضِهَا عَلَيْهِ وَقَبُولِ كُلِّ مَا أَفْتٰى بِهٖ وَرَدِّ كُلِّ مَا خَالَفَهٗ .

’’قرآن وسنت اور آثار صحابہ سے اعراض اور کسی خاص شخصیت کو اس پر معیار بنا لینا، پھر اس کی وجہ سے نصوص کو چھوڑ دینا، نصوص کو اس کے قول پر پیش کرنا اور صرف وہ نصوص قبول کرنا، جن پر اس شخصیت خاص نے فتوی دیا ہو اور اس کے مخالف تمام روایات کو رد کر دینا، (تقلید کہلاتا ہے)۔‘‘

(إعلام المؤقعين : 177/2)

۞ نیز فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ النَّاسِ أَنَّ التَّقْلِيدَ لَيْسَ بِعِلْمٍ، وَأَنَّ الْمُقَلِّدَ لَا

يُطْلَقُ عَلَيْهِ اسْمُ عَالِمٍ .

''لوگوں کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ تقلید علم نہیں، نیز مقلد کو عالم نہیں کہا جا سکتا۔''

(إعلام المؤقعين : 86/2)

تقلید جہالت ہے:

❀ **حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:**

الْمُقَلِّدُ لَا عِلْمَ لَهٗ، وَلَمْ يَخْتَلِفُوا فِي ذٰلِكَ .

''اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مقلد جاہل مطلق ہوتا ہے۔''

(جامع بَيان العلم وفضله : 992/2)

❀ **علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:**

التَّقْلِيدُ لَيْسَ بِعِلْمٍ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ تقلید، علم نہیں (جہالت ہے)۔''

(إعلام الموقّعين : 169/2)

❀ **نیز فرماتے ہیں:**

إِنَّهٗ لَيْسَ عِلْمًا بِاتِّفَاقِ النَّاسِ .

''سب کا اتفاق ہے کہ تقلید علم نہیں (بلکہ جہالت ہے)۔''

(إعلام الموقّعين : 215/2)

❀ **علامہ ابن الوزیر رحمہ اللہ (۸۴۰ھ) فرماتے ہیں:**

قَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ قَدِيمًا وَّحَدِيثًا أَنَّ التَّقْلِيدَ لَيْسَ بِعِلْمٍ، وَالْمُقَلِّدُ لَيْسَ بِعَالِمٍ .

”پہلے اور بعد والے تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ تقلید علم نہیں اور مقلد عالم نہیں۔“

(العواصم والقواصم : 123/3)

تقلید اور قرآن:

قرآن کریم کا اسلوب نطق اور قرآن کی ہدایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ تقلید کسی طور بھی اپنانا جائز نہیں، بلکہ انسان کو فہم سلف کی روشنی کے ساتھ قرآن وسنت کا متبع ہونا چاہیے، تقلید کے رد میں قرآنی نصوص ملاحظہ ہوں۔

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا﴾(البقرة : ٢٤)

”اگر تم نہ کر سکو اور تم ہرگز نہیں کر سکو گے۔“

۞ علامہ الکیا الہراسی رحمہ اللہ (٥٠٤ھ) فرماتے ہیں:

عَلَى الْأَمْرِ بِاسْتِعْمَالِ حُجَجِ الْعُقُولِ وَإِبْطَالِ التَّقْلِيدِ .

”اس میں عقلی دلائل بروئے کار لانے کا حکم اور تقلید کا بطلان ہوتا ہے۔“

(أحكام القرآن : 81، أحكام القرآن لابن الفَرس : 41/1، تفسير القُرطبي : 321/1، الإكليل في استنباط التّنزيل للسّيوطي : 27)

②

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُونَ﴾

(البقرة : ١٧٠)

”جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی نازل کردہ وحی کی پیروی کرو، تو کہتے ہیں کہ

ہم تو اسی کی پیروی کریں گے، جس پر اپنے آبا کو عمل کرتے پایا ہے، یہ لوگ کچھ عقل نہیں رکھتے اور نہ ہدایت پا سکتے ہیں۔''

❁ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلٰى مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا أَوَ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُونَ﴾ (المائدة : ١٠٤)

''جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی وحی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ آؤ، تو کہتے ہیں، ہمیں وہی کافی ہے، جس پر ہمارے آبا تھے۔ کیا اگرچہ ان کے آبا واجداد نہ تو کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ ہدایت پر ہوں۔''

❁ علامہ ثعلبی رحمہ اللہ (۴۲۷ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ بَيَانُ أَنَّ الدِّينَ إِنَّمَا يَثْبُتُ بِالْحُجَّةِ وَبُطْلَانُ التَّقْلِيدِ فِيهِ.

''اس آیت میں بیان ہے کہ دین دلیل سے ثابت ہوتا ہے، نیز اس آیت سے تقلید کا بطلان ہوتا ہے۔''

(تفسير الثّعلبي : 166/7)

❁ علامہ سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

اِسْتَدَلَّ أَهْلُ الْعِلْمِ بِهٰذَا عَلٰى أَنَّ التَّقْلِيدَ لَا يَجُوزُ.

''اہل علم نے اس سے تقلید کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے۔''

(تفسير السّمعاني : 197/3، 89/5)

❁ علامہ ابن عطیہ رحمہ اللہ (۵۴۲ھ) فرماتے ہیں:

قُوَّةُ أَلْفَاظِ هٰذِهِ الْآيَةِ تُعْطِي إِبْطَالَ التَّقْلِيدِ، وَأَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى إِبْطَالِهِ فِي الْعَقَائِدِ.

''اس آیت کے الفاظ کی قوت سے تقلید باطل ہو کر رہ جاتی ہے۔ امت کا عقائد میں تقلید کے باطل ہونے پر اجماع ہے۔''

(تفسير ابن عطية: 238/1، تفسير الثّعالبي: 355/1، تفسير القرطبي: 211/2)

۞ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ إِبْطَالُ التَّقْلِيدِ.

''اس میں تقلید کا ابطال ہے۔''

(الإكليل في استنباط التّنزيل، ص 36)

۞ علامہ ابن حیان اندلسی رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) فرماتے ہیں:

يُحْتَجُّ بِذٰلِكَ فِي إِبْطَالِ التَّقْلِيدِ فِي أُصُولِ الدِّينِ.

''اس آیت کو عقائد میں تقلید کے بطلان پر دلیل بنایا جاتا ہے۔''

(البَحر المُحيط: 85/6)

③

﴿وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾

(يُونُس: ٣٦)

''ان میں سے اکثر محض ظن کی پیروی کرتے ہیں اور ظن حق سے کسی طور بھی کافی نہیں ہو سکتا۔''

۞ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

يُسْتَدَلُّ بِهَا عَلٰى مَنْعِ التَّقْلِيدِ فِي أُصُولِ الدِّينِ .

''اس سے عقائد میں تقلید کی ممانعت پر استدلال کیا جاتا ہے۔''

(الإكليل في استنباط التّنزيل، ص 148)

④

﴿قُلِ انْظُرُوا﴾(یونس : ۱۰۱)

''کہہ دیجئے کہ تحقیق کرو۔''

حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

فِيهَا وُجُوبُ النَّظْرِ وَالْإِجْتِهَادِ وَتَرْكُ التَّقْلِيدِ فِي الْإِعْتِقَادِ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ تحقیق اور اجتہاد واجب ہے اور عقائد میں تقلید منع ہے۔''

(الإكليل في استنباط التّنزيل، ص 149)

⑤

﴿وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ﴾(الصّافّات : ۳۰)

''تمہارے خلاف ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔''

حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ ابْنُ الْفَرَسِ : انْتَزَعَ بَعْضُهُمْ مِنْ هٰذَا إِبْطَالَ التَّقْلِيدِ فِي الْإِعْتِقَادِ، قَالَ : وَهُوَ انْتِزَاعٌ حَسَنٌ لِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا الشَّيْطَانَ .

''علامہ ابن فرس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بعض اہل علم نے اس سے عقائد میں تقلید کے باطل ہونے پر استدلال لیا ہے۔ یہ اچھا استدلال ہے، کیونکہ انہوں نے شیطان کی پیروی کی ہے۔''

(الإكليل في استنباط التّنزيل، ص 158، روح المعاني للألوسي : 198/7)

⑥

﴿بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلٰى أُمَّةٍ وَّإِنَّا عَلٰى آثَارِهِمْ مُهْتَدُونَ﴾

(الزُّخْرُف : ٢٢)

”بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آبا واجداد کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم ان کی پیروی میں ہدایت پاتے ہیں۔“

❁ **علامہ جصاص حنفی رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:**

فِيهِ الدَّلَالَةُ عَلٰى إِبْطَالِ التَّقْلِيدِ لِذَمِّهٖ إِيَّاهُمْ عَلٰى تَقْلِيدِ آبَائِهِمْ وَتَرْكِهِمُ النَّظَرَ فِيمَا دَعَاهُمْ إِلَيْهِ الرَّسُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”اس میں تقلید کا ابطال ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے، جو اپنے آبا کی تقلید کرتے ہیں اور جس طرف انہیں رسول اللہ ﷺ بلاتے ہیں، اس پر غور نہیں کرتے۔“

(أحكام القرآن : 514/3، أحكام القرآن للكيا الهراسي : 369/4، أحكام القرآن لابن الفَرس :130/1، 471/3، تفسير البغوي : 470/3، تفسير الخازن : 327/3، تفسير القرطبي : 75/16، الإكليل للسّيوطي، ص 232)

❁ **علامہ رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:**

كُلُّ ذٰلِكَ يَدُلُّ عَلٰى وُجُوبِ النَّظَرِ وَالِاسْتِدْلَالِ وَالتَّفَكُّرِ وَذَمِّ التَّقْلِيدِ فَمَنْ دَعَا إِلَى النَّظَرِ وَالِاسْتِدْلَالِ، كَانَ عَلٰى وَفْقِ الْقُرْآنِ وَدِينِ الْأَنْبِيَاءِ وَمَنْ دَعَا إِلَى التَّقْلِيدِ كَانَ عَلٰى خِلَافِ الْقُرْآنِ وَعَلٰى

وِفَاقِ دِينِ الْكُفَّارِ .

”یہ سب (نصوص) تحقیق، استدلال اور تفکر کے وجوب اور تقلید کی مذمت پر دلالت کرتی ہیں، لہٰذا جو شخص استدلال اور تحقیق کی دعوت دیتا ہے، وہ قرآن اور انبیا کے دین کے موافق ہے اور جو تقلید کی دعوت دیتا ہے، وہ قرآن کے خلاف ہے اور دینِ کفار کے موافق ہے۔“

(تفسير الرازي : 327/2)

❁ مزید فرماتے ہیں:

لَوْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ إِلَّا هٰذِهِ الْآيَاتُ لَكَفَتْ فِي إِبْطَالِ الْقَوْلِ بِالتَّقْلِيدِ وَذٰلِكَ لِأَنَّهٗ تَعَالٰى بَيَّنَ أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْكُفَّارَ لَمْ يَتَمَسَّكُوا فِي إِثْبَاتِ مَا ذَهَبُوا إِلَيْهِ لَا بِطَرِيقٍ عَقْلِيٍّ وَّلَا بِدَلِيلٍ نَقْلِيٍّ، ثُمَّ بَيَّنَ أَنَّهُمْ إِنَّمَا ذَهَبُوا إِلَيْهِ بِمُجَرَّدِ تَقْلِيدِ الْآبَاءِ وَالْأَسْلَافِ، وَإِنَّمَا ذَكَرَ تَعَالٰى هٰذِهِ الْمَعَانِيَ فِي مَعْرِضِ الذَّمِّ وَالتَّهْجِينِ، وَذٰلِكَ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْقَوْلَ بِالتَّقْلِيدِ بَاطِلٌ .

”اگر قرآن میں صرف یہی آیات ہوتیں، تو یہ تقلید کے ابطال کے لیے کافی تھیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ یہ کفار اپنے عقائد کے ثبوت پر کسی عقلی یا نقلی دلیل سے تمسک نہیں کرتے، نیز یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ ان کے نظریات کی بنیاد محض اپنے آبا اور اسلاف کی تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام باتیں بہ طور مذمت اور عیب کے ذکر کیں ہیں، اس سے تقلید کا بطلان ہوتا ہے۔“

(تفسير الرّازي : 27/627۔ 628)

⑦

﴿إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَ هُمْ ضَالِّينَ * فَهُمْ عَلٰى آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ﴾

(الصّافّات : ٦٩ـ٧٠)

''انہوں نے اپنے آبا کو گمراہ پایا اور وہ انہیں کے آثار کی طرف بھاگتے ہیں۔''

❀ علامہ رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ لَمْ يُوجَدْ فِي الْقُرْآنِ آيَةٌ غَيْرُ هٰذِهِ الْآيَةِ فِي ذَمِّ التَّقْلِيدِ لَكَفٰى .

''قرآن میں اس آیت کے سوا تقلید کی مذمت میں کوئی آیت نہ ہوتی، تو بھی یہ کافی تھی۔''

(تفسير الرّازي : 338/26)

❀ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ الْقَوْلَ بِالتَّقْلِيدِ بَاطِلٌ وَأَيْضًا فَاللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ مَلَأَ الْقُرْآنَ مِنْ ذَمِّ التَّقْلِيدِ فَكَيْفَ يَلِيقُ بِالرَّسُولِ الْمَعْصُومِ الدَّعْوَةُ إِلَى التَّقْلِيدِ؟ .

''تقلید باطل ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن تقلید کی مذمت سے بھر دیا ہے، تو ایک معصوم رسول تقلید کی دعوت کیسے دے سکتا ہے؟''

(تفسير الرّازي : 295/14)

⑧

﴿فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾(البقرة : ٣٨)

''تو میری طرف سے آپ کے پاس جو ہدایت آئی ہے، تو جو اس ہدایت کی

اتباع کرے گا، اس پر کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔''

۞ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

إِبْطَالُ التَّقْلِيدِ لِأَنَّ الْمُقَلِّدَ لَا يَكُونُ مُتَّبِعًا لِّلْهُدٰى .

''اس آیت میں تقلید کا ابطال ہے، کیونکہ مقلد ہدایت کا پیرو نہیں ہوتا۔''

(تفسير الرّازي : 473/3)

⑨

﴿إِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بِهٰذَا أَتَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾

(يونس : ٦٧)

''آپ کے پاس اس کی دلیل نہیں ہے، کیا تم اللہ کے متعلق وہ بات کہتے ہو، جس کا تمہیں علم ہی نہیں۔''

۞ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

إِبْطَالِ التَّقْلِيدِ فِي أُصُولِ الدِّيَانَاتِ .

''اس آیت میں یہ بیان ہوا ہے کہ عقائد میں تقلید باطل ہے۔''

(تفسير الرازي : 282/17)

⑩

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلٰى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ﴾(النّمل : ٤٥)

''ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا، کہتے تھے اللہ کی عبادت کرو، تو وہ دو فریق ہو کر باہم جھگڑا کرنے لگے۔''

۞ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَعْنٰى : إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا آمَنُوا لِأَنَّهُمْ نَظَرُوا فِي حُجَّتِهٖ فَعَرَفُوا صِحَّتَهَا، وَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَلَا بُدَّ وَأَنْ يَكُونَ خَصْمًا لِّمَنْ لَمْ يَقْبَلْهَا، وَإِذَا كَانَ هٰذَا الْاخْتِصَامُ فِي بَابِ الدِّينِ دَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى أَنَّ الْجِدَالَ فِي بَابِ الدِّينِ حَقٌّ وَفِيهِ إِبْطَالُ التَّقْلِيدِ .

''اس کا معنی یہ ہے کہ اہل ایمان کے ایمان لانے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اسلام کے دلائل پر غور کیا اور ان دلائل کی حقانیت کو جان لیا، تو جب ایسا ہے، تو لازم ہے کہ اسلامی تعلیمات قبول کرنے والا، اسلام کو قبول نہ کرنے والے کے مخالف ہو۔ اگر یہ اختلاف دین کے باب میں ہو، تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دین میں جدال حق ہے اور تقلید باطل ہے۔''

(تفسير الرازي : 560/24)

(١١)

﴿......إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ (الزّخرُف : ٨٦)

''......سوائے اس کے جس نے حق کی گواہی دی، حالانکہ وہ جانتے تھے۔''

۞ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (٩١١ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الشَّهَادَةَ بِالْحَقِّ غَيْرُ نَافِعَةٍ إِلَّا مَعَ الْعِلْمِ وَأَنَّ التَّقْلِيدَ لَا يُغْنِي مَعَ عَدَمِ الْعِلْمِ بِصِحَّةِ الْمَقَالَةِ .

''حق کی گواہی بھی تب سودمند ثابت ہوتی ہے، جب علم ہو، جبکہ تقلید میں بات

کے صحیح ہونے کا علم نہیں ہوتا، اس لیے یہ فائدہ نہیں دیتی۔‘‘

(أحكام القرآن للكياالهراسي : 369/4، الإكليل في استنباط التّنزيل، ص 233)

⑫

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهٗ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾(محمّد : ١٩)

’’جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں۔‘‘

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

اِسْتَدَلَّ بِهٖ مَنْ قَالَ بِوُجُوبِ النَّظْرِ وَإِبْطَالِ التَّقْلِيدِ فِي الْعَقَائِدِ .

’’اس سے ان علمانے استدلال کیا ہے، جو تحقیق کو واجب کہتے ہیں اور عقائد میں تقلید کو باطل کہتے ہیں۔‘‘

(الإكليل في استنباط التّنزيل، ص 238)

⑬

﴿وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾(النّجم : ٢٨)

’’ان کے پاس علم نہیں ہے، یہ گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض گمان حق سے کچھ کفایت نہیں کرتا۔‘‘

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

اُسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى إِبْطَالِ التَّقْلِيدِ فِي الْعَقَائِدِ .

’’اس سے عقائد میں تقلید کے باطل ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔‘‘

(الإكليل في استنباط التّنزيل، ص 250)

(۱۴)

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ﴾(الحجّ : ۷۱)

''یہ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، جس پر اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، ان کے پاس اس کا کچھ علم بھی نہیں ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔''

علامہ جصاص حنفی رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى بُطْلَانِ التَّقْلِيدِ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَكَمَ بِبُطْلَانِ قَوْلِهِمْ إِذْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ بُرْهَانٌ عَلَيْهِ، وَالسُّلْطَانُ هٰهُنَا هُوَ الْبُرْهَانُ .

''یہ آیت تقلید کے بطلان پر دلیل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے قول کو باطل ٹھہرایا ہے، اس لیے کہ ان کے پاس اس قول پر کوئی دلیل نہیں تھی، سلطان سے یہاں مراد برہان (دلیل) ہے۔''

(أحکام القرآن : 49/2)

علامہ ابن حیان اندلسی رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى إِبْطَالِ التَّقْلِيدِ، إِذْ لَا بُرْهَانَ مَعَ الْمُقَلِّدِ .

''یہ آیت ابطال تقلید پر دلیل ہے، کیونکہ مقلد کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی۔''

(البَحر المُحیط : 338/3)

(۱۵)

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ﴾(النّساء : ۸۲)

''کیا یہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے؟''

۞ علامہ رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

دَلَّتِ الْآيَةُ عَلٰى وُجُوبِ النَّظَرِ وَالِاسْتِدْلَالِ، وَعَلَى الْقَوْلِ بِفَسَادِ التَّقْلِيدِ.

''یہ آیت تحقیق ونظر کے وجوب اور تقلید کے بطلان پر دلالت کناں ہے۔''

(تفسير الرّازي : 152/10)

۞ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى الْأَمْرِ بِالنَّظَرِ وَالِاسْتِدْلَالِ وَإِبْطَالِ التَّقْلِيدِ.

''اس آیت میں تحقیق ونظر کا حکم دیا گیا ہے اور تقلید کا ابطال کیا گیا ہے۔''

(تفسير القرطبي : 290/5)

⑮

﴿وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنا عَلَيْها آبَاءَ نَا وَاللّٰهُ أَمَرَنَا بِهَا قُلْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ أَتَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾

(الأعراف : ٢٨)

''جب یہ برا کام کرتے ہیں، تو کہتے ہیں: ہم نے اس پر اپنے آبا کو پایا تھا اور ہمیں اس کا اللہ نے حکم دیا ہے، کہہ دیجئے: اللہ فحاشی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ کے متعلق وہ بات کہتے ہو، جس کا تمہیں علم نہیں۔''

۞ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

بَيَّنَ أَنَّهُمْ مُتَحَكِّمُونَ، وَلَا دَلِيلَ لَهُمْ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ أَمَرَهُمْ بِمَا ادَّعَوْا، وَقَدْ مَضٰى ذَمُّ التَّقْلِيدِ وَذَمُّ كَثِيرٍ مِّنْ جِهَالَاتِهِمْ، وَهٰذَا مِنْهَا.

''اس میں بیان ہوا ہے کہ وہ لوگ زبردستی حکم لگاتے ہیں، ان کے پاس اس دعوی پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ فحاشی کا حکم اللہ نے دیا ہے۔تقلید کی مذمت اوران کی بہت ساری جہالتوں کی مذمت گزرچکی ہے، یہ بھی انہیں میں سے ایک ہے۔''

(تفسير القرطبي : 187/7)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ مَا لَمْ يُتَبَيَّنْ وَلَمْ يُتَيَقَّنْ فَلَيْسَ بِعِلْمٍ، وَإِنَّمَا هُوَ ظَنٌّ، وَالظَّنُّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا .

''اس پر علما کا اجماع ہے کہ جو واضح اور یقینی نہ ہو، وہ علم نہیں ہوتا، وہ ظن ہوتا ہے اور ظن جو ہوتا ہے، حق سے کچھ فائدہ نہیں دیتا۔''

(إعلام المؤقعين : 138/2)

⑯

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ﴾

(التّوبة : ٣١)

''انہوں نے اپنے احبار ورھبان کو اللہ کے سوارب بنالیا ہے۔''

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

قَدْ ذَمَّ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى التَّقْلِيدَ فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ مِّنْ كِتَابِهٖ .

''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کئی مقامات پر تقلید کی مذمت کی ہے۔''

(جامع بَيان العلم وفضلهٖ : 975/2)

❀ ابوبختری طائی رحمہ اللہ (۸۳ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

أَمَا إِنَّهُمْ لَوْ أَمَرُوهُمْ أَنْ يَّعْبُدُوهُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ مَا أَطَاعُوهُمْ، وَلٰكِنَّهُمْ أَمَرُوهُمْ فَجَعَلُوا حَلَالَ اللّٰهِ حَرَامَهٗ وَحَرَامَهٗ حَلَالَهٗ، فَأَطَاعُوهُمْ، فَكَانَتْ تِلْكَ الرَّبُوبِيَّةَ .

’’یہ بات یقینی ہے کہ اگر ان کے علما ان کو غیر اللہ کی عبادت کا حکم دیتے، تو وہ ان کی بات نہ مانتے، لیکن ان کے حکم پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کاموں کو حلال اور حلال کردہ کاموں کو حرام قرار دے کر ان کی اطاعت کی۔ یہ ان کو ربّ بنانے کے مترادف تھا۔‘‘

(جامع بَيان العلم وفَضْلِهٖ لابن عبد البرّ : 1863، الإحكام في أصول الأحكام لابن حَزم : 189/6، وسندهٗ حسنٌ)

❀ **حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:**

بَابُ فَسَادِ التَّقْلِيدِ وَنَفْيِهٖ، وَالْفَرْقِ بَيْنَ التَّقْلِيدِ وَالِاتِّبَاعِ، قَدْ ذَمَّ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى التَّقْلِيدَ فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ مِّنْ كِتَابِهٖ، فَقَالَ : ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾

’’تقلید کی خرابی، اس کے بطلان اور تقلید و اتباع میں فرق کا بیان۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں کئی مقامات پر تقلید کی مذمت فرمائی ہے، چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبة : 33) ’’انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے احبار و رہبان کو ربّ بنا لیا تھا۔‘‘

(جامع بَيان العلم وفضله : 975/2)

❀ **علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:**

لَمَّا كَانَ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ أَحْبَارُهُمْ وَرُهْبَانُهُمْ وَيُحِلُّونَ مَا أَحَلُّوا، كَانَتْ هٰذِهٖ رَبُوبِيَّةً صَحِيحَةً وَّعِبَادَةً صَحِيحَةً قَدْ دَانُوا بِهَا، وَسَمَّى اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذَا الْعَمَلَ اتِّخَاذَ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ وَعِبَادَةً، وَهٰذَا هُوَ الشِّرْكُ بِلَا خِلَافٍ.

''جب یہود ونصاریٰ نے اپنے احبار ورہبان کی حرام کردہ چیزوں کو حرام اور حلال کردہ چیزوں کو حلال تسلیم کرلیا، تو اس طرح واقعی ان کو اپنا ربّ اور معبود بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کو ربّ بنانے اور عبادت کرنے کا نام دیا۔ یہ عمل بالاتفاق شرک ہے۔''

(الفِصل في المِلَل والأهواء والنّحل: 3/124-125)

❀ علامہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

مِنْهَا أَنَّهُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ تَعَالٰى، بِمَعْنٰى أَنَّهُمْ كَانُوا يَعْتَقِدُونَ أَنَّ مَا أَحَلَّهٗ هٰؤُلَاءِ حَلَالٌ لَّا بَأْسَ بِهٖ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ، وَأَنَّ مَا حَرَّمَهٗ هٰؤُلَاءِ حَرَامٌ يُّؤَاخَذُونَ بِهٖ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ.

''یہود ونصاریٰ کی ایک رَوش یہ تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے احبار ورہبان کو ربّ بنا لیا تھا۔ اس طرح کہ جس چیز کو یہ لوگ حلال قرار دیتے تھے، یہود ونصاریٰ اسے واقعی حلال سمجھ لیتے تھے اور اس کے استعمال میں کوئی جھجک نہیں کرتے تھے اور جسے یہ لوگ حرام قرار دیتے تھے، اس کو یہود ونصاریٰ واقعی

حرام سمجھ لیتے تھے اور اس کے استعمال کو قابل مؤاخذہ جرم سمجھ لیتے تھے۔''

(حجّة اللّٰه البالغة :121/1)

✿ علامہ محمد صدیق حسن خان، قنوجی رحمہ اللہ (۱۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ مَا يَزْجِرُ مَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ، وَهُوَ شَهِيدٌ، عَنِ التَّقْلِيدِ فِي دِينِ اللّٰهِ، وَتَأْثِيرِ مَا يَقُولُهُ الْأَسْلَافُ عَلٰى مَا فِي الْكِتَابِ الْعَزِيزِ وَالسُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ، فَإِنَّ طَاعَةَ الْمُتَمَذْهِبِ لِمَنْ يَّقْتَدِي بِقَوْلِهٖ وَيَسْتَنُّ بِسُنَّتِهٖ، مِنْ عُلَمَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، مَعَ مُخَالَفَتِهٖ لِمَا جَائَتْ بِهِ النُّصُوصُ، وَقَامَتْ بِهٖ حِجَجُ اللّٰهِ وَبَرَاهِينُهٗ، وَنَطَقَتْ بِهٖ كُتُبُهٗ وَأَنْبِيَاؤُهٗ، هُوَ كَاتِّخَاذِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى لِلْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ أَرْبَاباً مِّنْ دُونِ اللّٰهِ، لِلْقَطْعِ بِأَنَّهُمْ لَمْ يَعْبُدُوهُمْ، بَلْ أَطَاعُوهُمْ وَحَرَّمُوا مَا حَرَّمُوا وَحَلَّلُوا مَا حَلَّلُوا، وَهٰذَا هُوَ صَنِيعُ الْمُقَلِّدِينَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَهُوَ أَشْبَهُ بِهٖ مِنْ شِبْهِ الْبَيْضَةِ بِالْبَيْضَةِ، وَالتَّمْرَةِ بِالتَّمْرَةِ، وَالْمَاءِ بِالْمَاءِ.

''یہ آیتِ کریمہ قلبِ سلیم کے حامل، غور و فکر کرنے والے لوگوں کو اللہ کے دین میں کسی کی تقلید کرنے اور سلف کے کتاب و سنت کے خلاف اقوال کو اپنانے سے روکتی ہے۔ مقلدین کا نصوصِ شرعیہ کی مخالفت کرتے ہوئے کسی اہل علم امتی کی بات ماننا اور اس کے طریقے پر چلنا بالکل ایسے ہی ہے، جیسے یہود و نصاریٰ نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے احبار و رہبان کو ربّ بنا لیا تھا۔ اگر چہ حقیقت میں انہوں نے

ان کی عبادت نہیں کی تھی، لیکن حلت وحرمت میں ان کی اطاعت کی تھی۔ اس امت کے مقلدین کا یہی حال ہے۔ وہ اس سلسلے میں یہود و نصاریٰ سے اتنی مشابہت رکھتے ہیں کہ انڈہ انڈے کے ساتھ، کھجور کھجور کے ساتھ اور پانی پانی کے ساتھ اتنی مشابہت نہیں رکھتا۔''

(فتح البَيان في مَقاصد القرآن : 286/5)

⑰

﴿وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَ نَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا﴾

(الأحزاب : ٦٧)

''کہتے ہیں، ہمارے رب! ہم نے اپنے بڑوں اور سادات کی پیروی کی، تو انہوں نے ہم کو سیدھے رستے سے بھٹکا دیا۔''

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا نَصٌّ فِي بُطْلَانِ التَّقْلِيدِ، فَإِنْ قِيلَ : إِنَّمَا فِيهِ ذَمُّ مَّنْ قَلَّدَ مَنْ أَضَلَّهُ السَّبِيلَ، أَمَّا مَنْ هُدَاهُ السَّبِيلَ فَأَيْنَ ذَمَّ اللّٰهُ تَقْلِيدَهٗ؟ قِيلَ : جَوَابُ هٰذَا السُّؤَالِ فِي نَفْسِ السُّؤَالِ، فَإِنْ لَا يَكُونَ الْعَبْدُ مُهْتَدِيًا حَتّٰى يَتْبَعَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ؛ فَهٰذَا الْمُقَلِّدُ إِنْ كَانَ يَعْرِفُ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ فَهُوَ مُهْتَدٍ، وَلَيْسَ بِمُقَلِّدٍ، وَإِنْ كَانَ لَمْ يَعْرِفْ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ فَهُوَ جَاهِلٌ ضَالٌّ بِإِقْرَارِهٖ عَلٰى نَفْسِهٖ، فَمِنْ أَيْنَ يَعْرِفُ أَنَّهٗ عَلٰى هُدًى فِي تَقْلِيدِهٖ؟ وَهٰذَا جَوَابُ كُلِّ سُؤَالٍ يُورِدُونَهٗ فِي هٰذَا الْبَابِ .

”یہ آیت تقلید کے بطلان پر نص ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اس آیت میں گمراہوں کی تقلید کرنے کی مذمت آئی ہے، صراط مستقیم کی پیروی کرنے والے کی تقلید کی مذمت اللہ نے کہاں کی ہے؟ تو اسے کہا جائے گا کہ اس کا جواب اسی سوال میں ہے، کوئی انسان اس وقت تک ہدایت یافتہ ہو ہی نہیں سکتا، جب تک وہ اس وحی کا متبع نہ بن جائے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل کی ہے، اگر مقلد اس وحی کو جانتا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل کی ہے، تو وہ ہدایت یافتہ ہے، مقلد ہے ہی نہیں، اگر وہ وحی الٰہی کو ہی نہیں جانتا، تو وہ جاہل اور گمراہ ہے، جس کا اقرار وہ خود کر رہا ہے، تو پھر اس نے یہ کیسے جان لیا کہ وہ اپنے تقلید میں ہدایت پر ہے؟ اس سے ان تمام سوالات کا جواب ہو جاتا ہے، جو لوگ اس مسئلہ میں وارد کرتے ہیں۔“

(إعلام المؤقعين : 130/2)

⑱

﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾(النّحل : ٤٣)

”اگر تم نہیں جانتے، تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل علم سے سوال کرنے کا حکم فرمایا، اہل علم سے سوال کرنا ہی تقلید کا بطلان ہے۔ تقلید تو قرآن وحدیث کے خلاف امتی کی بات کو دین بنانے کا نام ہے۔

⑲

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾(بني إسرائيل : ٣٦)

”ان چیزوں کے پیچھے مت پڑو، جن کا آپ کو علم نہیں۔“

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّقْلِيدُ لَيْسَ بِعِلْمٍ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ .

”اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ تقلید علم نہیں ہے۔“

(إعلام المؤقعين : 130/2)

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُقَلِّدُ قَدْ قَفَا مَا لَيْسَ لَهٗ بِهٖ عِلْمٌ .

”مقلد ایسی چیزوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے، جس کا اسے علم نہیں ہوتا۔“

(قَطْرُ الوَلِيِّ علٰى حديث الولي، ص 305)

(۲۰)

﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (البقرة : ۱۱۱)

”کہہ دیجئے، اگر سچے ہو، تو اپنی دلیل لے کر آؤ۔“

جو بھی کسی چیز کی نفی یا اثبات کا دعوی کرے، تو اس سے دلیل طلب کی جائے گی۔ ورنہ اس کا دعوی باطل ٹھہرے گا۔ اس آیت کریمہ سے تقلید کا بطلان ہوتا ہے، تقلید دلیل نہیں۔

(۲۱)

﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوقِنُونَ﴾ (المائدة : ۵۰)

”کیا وہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں، یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ کے حکم سے زیادہ بہتر کون سا حکم ہو سکتا ہے؟“

اللہ کا حکم قرآن وحدیث ہے، قرآن وحدیث کے مخالف ہر بات جاہلیت قرار پائے گی، یہی تقلید ہے، کیونکہ اس کی بنیاد وحی پر نہیں ہے، لہٰذا باطل ہے۔

(۲۲)

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ﴾

(النّساء : ٥٩)

''اہل ایمان! اللہ اور رسول کی پیروی کرو اور اولوالامر کی پیروی کرو، اگر کسی بھی چیز میں اختلاف ہو جائے، تو پھر اسے اللہ ورسول کی طرف لوٹا دو۔''

اس آیت کریمہ میں قرآن وحدیث اور اجماع امت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، ہر اختلاف کو قرآن وسنت کی طرف لوٹانے کا کہا گیا ہے۔ اس سے تقلید کی نفی ہوتی ہے، کیونکہ تقلید قرآن وسنت کی خلاف ورزی کا نام ہے۔

(۲۶)

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهٖ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾

(النّساء : ٦٠)

''کیا آپ ان کی طرف نہیں دیکھتے، جو سمجھتے ہیں کہ وہ آپ پر نازل ہونے والی اور اس سے پہلے نازل ہونے والی وحی پر ایمان لاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ طاغوت سے فیصلہ کروالیا جائے، حالانکہ ان کو طاغوت کے ساتھ کفر کا حکم دیا

گیا ہے، شیطان چاہتا ہے کہ ان کو دور کی گمراہی میں بھٹکا دے۔“

قرآن وسنت کا مخالف طاغوت ہے، طاغوت دین کے اتباع سے روکتا ہے اور تقلید بھی دین کے اتباع سے روکتی ہے۔

(۲۴)

﴿اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾(الأعراف : ٣)

”اس کا اتباع کرو، جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے، اس کے علاوہ اولیا کی پیروی مت کرو، بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔“

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُقَلِّدُ لَا يدْرِي بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ حَتّٰى يَتَّبِعَهٗ، بَلْ تَبِعَ الرَّأْيَ وَهُوَ غَيْرُ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ، وَاتَّبَعَ مِنْ دُونِهٖ مَنْ قَلَّدَهٗ فَقَدِ اتَّبَعَ مِنْ دُونِهٖ أَوْلِيَاءَ، وَالْمُقَلِّدُ أَيْضًا لَّا عِلْمَ لَهٗ، فَإِذا أَخَذَ بِرَأْيِ مَنْ قَلَّدَهٗ كَانَ ذٰلِكَ مِنَ التَّقَوُّلِ عَلَى اللّٰهِ بِمَا لَمْ يَقُلْ وَمِنَ الرَّدِ إِلٰى غَيْرِ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ.

”مقلد جانتا تک نہیں ہوتا کہ اللہ نے کیا نازل کیا ہے، تو اس کی پیروی کیسے کرے گا۔ وہ تو رائے کی پیروی کرتا ہے اور رائے اللہ کی وحی نہیں ہے، بلکہ اللہ کے سوا اس کی پیروی کرتا ہے، جس کی وہ تقلید کرتا ہے۔ گویا وہ اللہ کے سوا اولیا کی پیروی کر رہا ہے۔ مقلد کے پاس علم بھی نہیں ہوتا، تو جب وہ اپنے امام کی

رائے کی پیروی کرتا ہے تو یہ گویا اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اور بات کو اللہ و رسول کے غیر کی طرف لوٹاتا ہے۔''

(قَطْرُ الوَلِيِّ علی حديث الولي، ص 305)

(۲۵)

﴿وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾(البقرة : ۷۸)

''ان میں سے بعض ان پڑھ ہیں، جو کتاب کو نہیں جانتے، محض اپنی خواہشات کو جانتے ہیں، اور محض گمان سے کام لیتے ہیں۔''

❁ علامہ ابو حفص عمر بن علی دمشقی رحمہ اللہ (۷۷۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلْآيَةُ تَدُلُّ عَلٰى بُطْلَانِ التَّقْلِيدِ .

''یہ آیت تقلید کے بطلان پر دلالت کناں ہے۔''

(اللُّباب في علوم الكتاب : 206/2، البَحر المُحيط لابن حَيان : 445/1)

علم نافع وحی کا نام ہے، تقلید علم نہیں، ظن وتخمین کی پیروی کا نام ہے۔

(۲۶)

﴿كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ﴾(البقرة : ۱۱۳)

''اس طرح ان جیسی بات وہ کرتے ہیں، جن کے پاس علم نہیں ہے۔''

تقلید جہالت ہے، علم نہیں۔

(۲۷)

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ، صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾

(الفاتحة : ٦_٧)

”(اللہ!) سیدھے رستے کی طرف ہماری رہنمائی کر، ان لوگوں کا رستہ، جن پر تیرا انعام ہے۔“

اس آیت کریمہ میں منعم علیہم کے راستے کو صراط مستقیم کہا گیا ہے، ان کی پیروی کی توفیق مانگی گئی ہے، یہ قرآن وسنت کا متفقہ فہم ہے، جسے اہل حق نے اختیار کر رکھا ہے۔ تقلید تو کافر قوموں کا شعار رہا ہے، اس میں کجی ہے، اس لیے تقلید راہِ حق نہیں۔ علمائے حق نے تقلید سے منع کیا ہے۔

(۲۸)

﴿قُلْ إِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَ هُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَ كَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ﴾

(البقرة : ۱۲۰)

”کہہ دیجئے، اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اگر آپ علم آجانے کے باوجود ان کی خواہشات کی پیروی کریں گے، تو آپ کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی مددگار اور دوست نہیں ہوگا۔“

❀ علامہ رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهَا دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ اتِّبَاعَ الْهَوٰى لَا يَكُونُ إِلَّا بَاطِلًا، فَمِنْ هٰذَا الْوَجْهِ يَدُلُّ عَلٰى بُطْلَانِ التَّقْلِيدِ.

”اس میں دلیل ہے کہ خواہشات کی پیروی باطل محض ہے، اسی وجہ سے یہ تقلید کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔“

(تفسير الرّازي : 29/4، اللُّباب في علوم الكتاب لأبي حفص الدّمشقي : 439/2، تفسير النّيسابوري :382/1)

ہدایت سے مراد وحی ہے، تقلید جہالت وضلالت اور خواہشات نفس کی پیروی ہے۔

(۲۹)

﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾(البقرة : ١٣٤)

”یہ امت گزر چکی ہے، ان کے لئے ان کا عمل، تمہارے لئے تمہارا عمل، تم سے ان کے اعمال کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔“

علامہ رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

الْآيَةُ دَالَّةٌ عَلٰى بُطْلَانِ التَّقْلِيدِ، لِأَنَّ قَوْلَهٗ : ﴿لَها مَا كَسَبَتْ﴾، يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ كَسْبَ كُلِّ أَحَدٍ يَّخْتَصُّ بِهٖ وَلَا يَنْتَفِعُ بِهٖ غَيْرُهٗ، وَلَوْ كَانَ التَّقْلِيدُ جَائِزًا لَّكَانَ كَسْبُ الْمَتْبُوعِ نَافِعًا لِّلتَّابِعِ .

”یہ آیت بطلان تقلید پر دلالت کرتی ہے، کیوں کہ قرآن کہتا ہے: ”ان کے لئے وہ ہے، جو انہوں نے کمایا۔“ تو ہر شخص کا کسب اس کے ساتھ خاص ہے۔ اس کے غیر کو اس سے کچھ نفع نہیں، اگر تقلید جائز ہوتی، تو امام اپنے مقلد کے لئے نافع ہوتا۔“

(تفسير الرازي : 68/4)

(۳۰)

﴿قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِأَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ آبَاءَ كُمْ قَالُوا

إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهٖ كَافِرُونَ﴾(الزّخرُف : ٢٤)

''کہا، کیا میں آپ کے پاس آپ کے آبا کے دین کی نسبت ہدایت والا دین نہیں لایا؟ تو کہنے لگے، ہم اس کا انکار کرتے ہیں، جو آپ پر نازل کیا گیا ہے۔''

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مِنْ أَعْظَمِ الْأَدِلَّةِ الدَّالَّةِ عَلٰى بُطْلَانِ التَّقْلِيدِ وَقُبْحِهٖ، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ الْمُقَلِّدَةِ فِي الْإِسْلَامِ إِنَّمَا يَعْمَلُونَ بِقَوْلِ أَسْلَافِهِمْ، وَيَتَّبِعُونَ آثَارَهُمْ، وَيَقْتَدُونَ بِهِمْ، فَإِذَا رَامَ الدَّاعِي إِلَى الْحَقِّ أَنْ يُخْرِجَهُمْ مِنْ ضَلَالَةٍ أَوْ يَدْفَعَهُمْ عَنْ بِدْعَةٍ قَدْ تَمَسَّكُوا بِهَا وَوَرِثُوهَا عَنْ أَسْلَافِهِمْ بِغَيْرِ دَلِيلٍ نَيِّرٍ وَّلَا حُجَّةٍ وَّاضِحَةٍ، بَلْ بِمُجَرَّدِ قَالَ .

''یہ تقلید کے بطلان اور برے پن کی سب سے بڑی دلیل ہے، کیونکہ مقلدین اپنے اسلاف کے اقوال پر عمل کرتے ہیں، ان کے آثار کی پیروی کرتے ہیں، ان کی اقتدا کرتے ہیں۔ تو جب حق کی طرف بلانے والا ان کو گمراہی سے نکالنے کی کوشش کرے یا بدعت سے ان کو دور کرے، جو انہوں نے اپنے سلف سے بلا دلیل وراثت میں لے لی ہے۔ اس پر نہ تو کوئی واضح حجت ہوتی ہے، بلکہ محض قول امام ہوتا ہے۔''

(فتح القدير : 632/4)

(۳۱)

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾(البقرة : ٧٩)

''ویل ہے، ان لوگوں کے لئے، جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں، یہ اللہ کی جانب سے ہے۔''

قرآن وسنت کی مخالفت کو تقلید کہتے ہیں، مقلد بے دلیل بات کو اللہ کا دین کہتا ہے، یہ اللہ پر جھوٹ ہے۔ جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا، وہ دین کیسے؟

(۳۲)

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾(النساء : ٦٤)

''ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے، اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم کے ساتھ اس کی اطاعت کی جائے۔''

اللہ تعالیٰ نے ہر امت کو اپنے رسول کی پیروی کا حکم دیا ہے، تقلید رسول کی مخالفت کا نام ہے، جیسا کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی تقلید کی تعریف سے ثابت ہوتا ہے۔

(۳۳)

﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾(الأنعام : ١٤٤)

''اس سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے، جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے، تاکہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کر سکے۔''

تقلید کی بنیاد قرآن وحدیث پر نہیں، بلکہ جہالت وضلالت پر ہے، اس جہالت کو دین کا نام دینا اللہ پر بہتان ہے۔

(۳۴)

﴿قُلْ هٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي﴾

(یوسُف : ۱۰۸)

''کہہ دیجئے، یہ میرا رستہ ہے، میں اور میرے پیروکار بصیرت پر ہیں۔''

بصیرت سے مراد وحی ہے، تقلید وحی کی مخالفت کو کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے متبعین علم نبوت کے پیرو ہیں، ان کا رستہ تقلید نہیں۔

(۳۵)

﴿أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾(الأعراف : ۷۱)

''کیا آپ مجھ سے ناموں کے متعلق جھگڑتے ہو، جو تم نے اور تمہارے آبا واجداد نے رکھے ہیں، اللہ نے ان پر کوئی دلیل نازل نہیں کی۔''

تقلید بھی قرآن وحدیث کے خلاف بے دلیل بات کا نام ہے۔ جس پر اللہ نے کوئی برہان نہیں اتاری۔

(۳۶)

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ﴾(هود : ۱۱۲)

''(اے نبی!) آپ ثابت قدم رہیں، جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کو حکم الٰہی پر کاربند رہنے کا حکم ہے، آپ کے پیروکاروں کو بھی یہی حکم ہے، تقلید حکم الٰہی نہیں، بلکہ اس کی مخالفت کا نام ہے۔

(۳۷)

﴿وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ﴾(لقمان : ۱۵)

''ان (مؤمنین) کا راستہ اپنائیں، جو میری طرف رجوع کرتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں مومنوں کے اتفاقی واجماعی عقائد واعمال کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے، اجماع امت کی بنیاد علم الٰہی پر ہے، جبکہ تقلید قرآن وسنت اور امت کے اجماع کے مخالف حکم کو اختیار کرنا ہے۔

(۳۸)

﴿وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾

(الملك : ۱۰)

''(روز قیامت) کفار کہیں گے: اگر ہم نے (دلائل شرعیہ) کو سنا ہوتا، یا انہیں سمجھا ہوتا، تو آج ہم جہنم میں نہ ہوتے۔''

اس آیت سے تقلید کی مذمت ہوتی ہے، وہ اس طرح کہ ان کفار نے دلائل شرعی کو سننا بھی گوارہ نہ کیا، تقلید بھی دلائل شرعیہ سے اعراض اور جہالت کا نام ہے، ان کفار کا دلائل شرعیہ کو نہ ماننے کا سبب بھی آبا کی تقلید ہی تھا، جیسا کہ دیگر آیات سے واضح ہوتا ہے۔ اگر یہ سماوی دلائل کے ساتھ ساتھ عقل سے کام لیتے، تو انہیں حقائق سمجھ آتے، انہیں یقین وعرفان حاصل ہوتا، جیسا کہ صدق وایمان والوں کو حاصل ہوتا ہے۔ تقلید علم نہیں، بغیر علم کے حقائق کو سمجھنا محال ہے۔

(۳۹)

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ﴾(الحجّ : ۸)

''بعض لوگ اللہ کے بارے میں علم، ہدایت اور روشن کتاب کے بغیر جھگڑتے ہیں۔''

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

لَمَّا ذَكَرَ تَعَالَى حَالَ الضُّلَّالِ الْجُهَّالِ الْمُقَلِّدِينَ فِي قَوْلِهِ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَرِيدٍ﴾، ذَكَرَ فِي هٰذِهِ حَالَ الدُّعَاةِ إِلَى الضَّلَالِ مِنْ رُؤُوسِ الْكُفْرِ وَالْبِدَعِ، فَقَالَ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ﴾ أَيْ بِلَا عَقْلٍ صَحِيحٍ، وَلَا نَقْلٍ صَحِيحٍ صَرِيحٍ، بَلْ بِمُجَرَّدِ الرَّأْيِ وَالْهَوٰى.

''اللہ تعالیٰ نے گمراہ اور جاہل مقلدین کا ذکر اس آیت میں کیا ہے: ''بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔'' جبکہ گمراہی کی دعوت دینے والے رؤسائے کفر اور بدعت کا ذکر اس آیت میں کیا ہے: ''بعض لوگ اللہ کے بارے میں علم، ہدایت اور روشن کتاب کے بغیر جھگڑتے ہیں۔'' یعنی عقل سلیم اور نقل صحیح وصریح کے بغیر صرف رائے اور خواہش نفسانی کے ساتھ۔''

(تفسیر ابن کثیر: 399/5، سلامة)

(۴۰)

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلٰى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾

(النّساء : ٨٣)

’’جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے، تو وہ اس کا چرچا کر دیتے ہیں، اگر وہ اسے رسول اور اپنے میں سے کسی صاحب امر کے سپرد کر دیتے، تو ان میں باتوں کی تہہ تک پہنچنے والے اس (حقیقت) کو ضرور جان لیتے۔‘‘

اس آیت میں کسی بھی بات کی حقیقت جاننے کے لیے اہل علم کی طرف رجوع کا حکم ہے۔ اس لیے کہ اجتہاد ہر کس و ناکس کا کام نہیں، عامی کو چاہیے کہ علما کی پیروی میں کتاب وسنت کا اتباع کرے، ائمہ مجتہدین سے پوچھ کر عمل کرنا تقلید نہیں۔ اس آیت سے تقلید کی نفی ہوتی ہے، کیونکہ تقلید علم نہیں اور نہ ہی یہ کتاب وسنت کا اتباع ہے۔

اس آیت کو اگر کسی عالم نے تقلید پر دلیل بنایا ہے، تو اس سے مراد لغوی تقلید ہے، جو کہ عامی کی ضرورت ہے، اس سے اصطلاحی تقلید مراد نہیں، کیونکہ تقلید اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کے مقابلہ میں امتی کی بات کو قبول کرنا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔

یاد رہے کہ ائمہ اہل سنت قرآن واحادیث کے دلائل سے بخوبی واقف تھے، ان کے معانی ومفاہیم کو سب سے بہتر جانتے تھے۔ وہ تمام آیات واحادیث، جو بعض احباب تقلید کے ثبوت پر پیش کرتے ہیں، ائمہ متقدمین کو ان کا بخوبی علم تھا، لیکن اس کے باوجود تقلید کی مذمت کرتے ہیں، اگر ان آیات واحادیث سے تقلید ثابت ہوتی، تو اسلاف امت ضرور ثابت کرتے۔ ان کا ثابت نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن وحدیث سے تقلید ثابت نہیں۔ اس کے باوجود اگر آج کوئی کتاب وسنت سے تقلید کا اثبات کرے، تو وہ تاویل یا تحریف ہے، حق نہیں۔ نیز وہ زبان حال سے یہ باور کروا رہا ہے کہ اسلاف امت ایسے علم سے ناواقف رہ گئے، جس پر یہ بعد والا مطلع ہو گیا۔

قرآن وحدیث علم الٰہی کا نام ہے، جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر اتارا، صحابہ کرام نے اسے نبی کریم ﷺ سے اخذ کیا، ان سے تابعین نے، ان سے تبع تابعین نے، ان سے ائمہ اہل سنت نے اخذ کیا۔ تقلید قرآن وحدیث کی مخالفت میں امتی کی بات کو دین بنانا ہے۔ معلوم ہوا کہ تقلید کی بنیاد علم الٰہی پر نہیں، بلکہ جہالت اور معصیت پر ہے۔ علما کا اتفاق ہے کہ تقلید جہالت ہے۔ کیا قرآن وحدیث نے جہالت کو رائج کرنے کا کہا ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم فرمایا:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

''سب مل کر اللہ کی رسی کو تھام لو، اس سے علیحدگی اختیار مت کرو۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا.

''(اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ) تم سب مل کر اللہ کی رسی کو تھام لو، اس سے علیحدگی اختیار مت کرو۔''

(صحیح مسلم: 1715)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾ (الحديد: ٦)

''وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں، جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی، پھر ان پر لمبی مدت گزر گئی، تو ان کے دل سخت ہو گئے، ان میں زیادہ لوگ فاسق ہیں۔''

❁ اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

نَهَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَّتَشَبَّهُوا بِالَّذِينِ حَمَلُوا الْكِتَابَ قَبْلَهُمْ مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى، لَمَّا تَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ بَدَّلُوا كِتَابَ اللّٰهِ الَّذِي بِأَيْدِيهِمْ، وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيلًا، وَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ، وَأَقْبَلُوا عَلَى الْآرَاءِ الْمُخْتَلِفَةِ وَالْأَقْوَالِ الْمُؤْتَفِكَةِ، وَقَلَّدُوا الرِّجَالَ فِي دِينِ اللّٰهِ، وَاتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ، فَلَا يَقْبَلُونَ مَوْعِظَةً، وَلَا تَلِينُ قُلُوبُهُمْ بِوَعْدٍ وَّلَا وَعِيدٍ.

”اللہ تعالیٰ نے (اس فرمان میں) مؤمنوں کو پہلے گزرے ہوئے اہل کتاب، یعنی یہود ونصاریٰ کی مشابہت سے منع فرمایا ہے۔ جب ان اہل کتاب پر لمبی مدت گزر گئی، تو انہوں نے اپنے پاس موجود اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بدل ڈالا، اسے تھوڑی قیمت میں بیچا، اسے پس پشت ڈال دیا، اختلافی آرا اور الٹ پلٹ اقوال کی طرف توجہ کی، اللہ کے دین کے سلسلے میں لوگوں کی تقلید کی اور اللہ کو چھوڑ کر اپنے احبار ورہبان کو ربّ بنا لیا۔ اس وقت ان کے دل سخت ہو گئے۔ نہ وہ نصیحت قبول کرتے تھے، نہ وعد وعید سے ان کے دل نرم ہوتے تھے۔“

(تفسیر ابن کثیر : 20/8)

احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام سے تقلید کا رد:

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهٗ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟

فَيَقُولُ : لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ ، فَيُقَالُ : لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً، فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ .

''منافق اور کافر سے پوچھا جائے گا، اس شخص کے متعلق تیرا کیا خیال تھا؟ کہے گا: معلوم نہیں، بس لوگوں سے سنتا تھا، جو کہتے تھے، کہہ دیتا تھا، کہا جائے گا: تو نے نہ تو سمجھا اور نہ پڑھا، اس کو لوہے کے ہتھوڑے کی ضرب ماری جائے گی، وہ چیخ مارے گا، جو اس کے اردگرد ہر چیز سنے گی، سوائے جن وانس کے۔''

(صحيح البخاري : 1374)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فِيهِ ذَمُّ التَّقْلِيدِ وَأَنَّ الْمُقَلِّدَ لَا يَسْتَحِقُّ اسْمَ الْعِلْمِ التَّامِ عَلَى الْحَقِيقَةِ .

''اس میں تقلید کی مذمت بیان ہوئی ہے۔ مقلد درحقیقت عالم کہلوانے کا حق نہیں رکھتا۔''

(شرح صحيح البخاري : 45/3، التّوضيح لابن المُلَقّن : 350/8)

❁ علامہ ابن رسلان رحمہ اللہ (۸۴۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى إِبْطَالِ التَّقْلِيدِ فِي أَمْرِ التَّوْحِيدِ وَمَا يَتْبَعُهٗ مِنَ الشَّرِيعَةِ لِلْآبَاءِ وَغَيْرِهِمْ مِنَ النَّاسِ وَتَرْكِ اتِّبَاعِ الرُّسُلِ فِيمَا جَاؤُوا بِهٖ كَصَنِيعِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ فِي تَقْلِيدِهِمْ كُبَرَاءَ هُمْ وَتَرْكِهِمُ اتِّبَاعَ الرُّسُلِ فِي الدِّينِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ عقیدہ توحید اور احکام شرعیہ میں اپنے آباء واجداد اور دیگر لوگوں کی تقلید کرنا اور رسولوں کی لائی ہوئی شریعت کو ترک کرنا باطل ہے، جیسا کہ اہل بدعت ہیں، وہ دین میں اپنے بڑوں کی تقلید کرتے ہیں اور رسولوں کا اتباع نہیں کرتے۔''

(شرح أبي داود : 356/18)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ ذَمُّ التَّقْلِيدِ فِي الْاِعْتِقَادَاتِ لِمُعَاقَبَةِ مَنْ قَالَ : كُنْتُ أَسْمَعُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا، فَقُلْتُهُ.

''اس روایت میں عقائد میں تقلید کی مذمت وارد ہوئی ہے، کیونکہ جو شخص کہے گا کہ لوگ جو بات کہتے تھے، وہی میں کہہ دیتا تھا، اسے عذاب دیا جائے گا۔''

(عمدة القاري : 206/8)

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوۃ سے قتال کا ارادہ کیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے علمی اختلاف کیا، بعد میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں رجوع کر لیا:

وَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

''اللہ کی قسم! اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر عطا کر دیا تھا، میں بھی جان گیا کہ یہی حق ہے۔''

(صحيح البخاري : 1400، صحيح مسلم : 20)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ ان کے لیے ایسا کرنا ہرگز ممکن

نہیں تھا، کیونکہ تقلید مذموم ہے اور بالا جماع جہالت وضلالت ہے۔

❀ **قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:**

يَعْنِي بِمَا ظَهَرَ لَهٗ مِنْ حُجَّتِهٖ عَلَيْهِ وَبَيَّنَهٗ لَهٗ مِنْ ذٰلِكَ، لَا أَنَّ عُمَرَ قَلَّدَهٗ وَاعْتَقَدَ عِصْمَتَهٗ كَمَا يَذْهَبُ إِلَيْهِ الرَّوَافِضُ مِنْ عِصْمَةِ الْإِمَامِ وَيَحْتَجُّ بِمِثْلِ هٰذَا .

''سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر دلیل اور حجت پیش کی اور اس مسئلہ کو واضح کیا، (تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر ہو گیا۔) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تقلید نہیں کی، نہ ان کے معصوم ہونے کا اعتقاد رکھا، جیسا کہ روافض اپنے ائمہ کو معصوم قرار دیتے ہیں اور اسی طرح کی احادیث سے دلیل پکڑتے ہیں۔''

(إكمال المُعلم بفوائد مسلم :244/1)

❀ **سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:**

بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً، وَّأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ، فَغَضِبَ عَلَيْهِمْ، وَقَالَ : أَلَيْسَ قَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُطِيعُونِي؟ قَالُوا : بَلٰى، قَالَ : قَدْ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ لَمَا جَمَعْتُمْ حَطَبًا، وَأَوْقَدْتُمْ نَارًا، ثُمَّ دَخَلْتُمْ فِيهَا فَجَمَعُوا حَطَبًا، فَأَوْقَدُوا نَارًا، فَلَمَّا هَمُّوا بِالدُّخُولِ، فَقَامَ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ، قَالَ بَعْضُهُمْ : إِنَّمَا تَبِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرَارًا مِّنَ النَّارِ أَفَنَدْخُلُهَا؟

فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ، إِذْ خَمَدَتِ النَّارُ، وَسَكَنَ غَضَبُهُ، فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا أَبَدًا، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ.

''رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ روانہ کیا، اس پر ایک انصاری شخص کو امیر مقرر کر دیا، سریہ والوں سے کہا کہ اپنے امیر کی اطاعت کیجئے گا۔ تو ہوا یوں کہ امیر ان پر غصہ ہو گیا، کہنے لگا: کیا رسول اللہ ﷺ نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا؟ کہا: کیوں نہیں، تو کہنے لگا: میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ لکڑیاں جمع کر کے آگ لگاؤ اور اس میں کود جاؤ، انہوں نے لکڑیاں جمع کیں، آگ لگائی، جب کودنے لگے، تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ تو بعض نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کا اتباع آگ سے بچنے کو تو کیا ہے، اب کیا آگ میں ہی داخل ہو جائیں؟ وہ یہی سوچ رہے تھے کہ آگ بجھ گئی، امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی گئی، تو فرمایا: اگر یہ لوگ آگ میں داخل ہو جاتے، تو اس سے کبھی نہ نکلتے، اطاعت صرف معروف میں ہے۔''

(صحيح البخاري: 7145، صحيح مسلم: 1840)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ نے شریعت کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اگر ایک امام ایک بات نہیں کہے گا تو وہی دوسرا امام کہہ دے گا۔ تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ امت نے اجماعی طور پر حق کو چھوڑ دیا اور وہ ہمیشہ باطل رہ جائے۔ تو لوگوں کے اعمال کی مصلحت اس میں نہیں ہے کہ وہ ایک ہی امام کے پیرو ہو کر رہیں اور اس کے قول سے انحراف

تک نہ کریں، اس سے تقلید کا فساد بھی واضح ہو جاتا ہے اور اسی لئے بادشاہوں اور اہل حل وعقد نے جب دیکھا کہ لوگ تقلید محض پر کاربند ہوتے جا رہے ہیں، اپنے امام کے سوا کسی کی سنتے تک نہیں، تفرقے کا شکار ہو گئے ہیں۔ تو بادشاہ حضرات ہر فرقے سے الگ الگ قاضی مقرر کرنے لگے۔ تاکہ ایک امام کے قول پر رکے رہنے سے کوئی حق ضائع نہ ہو جائے۔ تو ان باشاہوں کے مناسب یہ تھا کہ جب لوگوں کو فرقوں میں بٹتا دیکھتے تو ان کو منع کرتے، لیکن انہوں نے وہ کام کیا، جو الٹا فرقوں کے تعصب پر اصرار کا باعث بن گیا۔ یہ اسلام کے ابتدائی ایام میں نہیں ہوا، بلکہ تقریباً سو برس بعد ہوا، نیکی کرنے کی طاقت اور گناہ سے بچنے کی طاقت اللہ ہی کے لئے۔''

(التّنبيه على مُشكلات الهِداية : 924/5)

تقلید کے متعلق ائمہ دین کی آرا:

❀ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

فَرَضَ اللّٰهُ عَلَى النَّاسِ اتِّبَاعَ وَحْيِهٖ وَسُنَنَ رَسُولِهٖ .

''اللہ نے انسانیت پر اپنی وحی اور سنن رسول کی پیروی فرض کی ہے۔''

(الفقيه والمُتَفَقِّه للخطيب : 1258/1، وسندهٗ حسنٌ)

❀ نیز امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ نَهَى النَّاسَ عَنْ تَقْلِيدِهٖ وَتَقْلِيدِ غَيْرِهٖ .

''آپ رحمہ اللہ نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع فرمایا۔''

(الإحكام لابن حَزم : 123/6، وسندهٗ حسنٌ)

۞ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

نَحْنُ نَسْأَلُهُمْ أَنْ يُعْطُونَا فِي الْأَعْصَارِ الثَّلَاثَةِ الْمَحْمُودِيَّةِ عَصْرِ الصَّحَابَةِ وَعَصْرِ التَّابِعِينَ وَعَصْرِ تَابِعِي التَّابِعِينَ رَجُلًا وَّاحِدًا قَلَّدَ عَالِمًا كَانَ قَبْلَهٗ فَأَخَذَ بِقَوْلِهٖ كُلِّهٖ وَلَمْ يُخَالِفْهُ فِي شَيْءٍ فَإِنْ وَّجَدُوهُ وَلَنْ يَّجِدُوهُ وَاللّٰهِ أَبَدًا لِأَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ قَطُّ فِيهِمْ فَلَهُمْ مُّتَعَلِّقٌ عَلٰى سَبِيلِ الْمُسَامَحَةِ وَلَمْ يَجِدُوهُ فَلْيُوقِنُوا أَنَّهُمْ قَدْ أَحْدَثُوا بِدْعَةً فِي دِينِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَمْ يَسْبِقْهُمْ إِلَيْهَا أَحَدٌ وَّلْيَعْلَمُوا أَنَّ عِصَابَةً مِّنْ أَهْلِ الْعَصْرِ الرَّابِعِ ابْتَدَعُوا فِي الْإِسْلَامِ هٰذِهِ الْبِدْعَةَ الشَّنْعَاءَ إِلَّا مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْهُمْ وَالْبِدَعُ مُحَرَّمَةٌ وَّشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَلْيَعْلَمُوا أَنَّ طُلَّابَ سُنَنِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ كَانَتْ وَالْعَامِلِينَ بِهَا وَالْمُتَفَقِّهِينَ فِي الْقُرْآنِ الَّذِينَ لَا يُقَلِّدُونَ أَحَدًا هُمْ عَلٰى مِنْهَاجِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَالْأَعْصَارِ الْمَحْمُودَةِ وَأَنَّهُمْ أَهْلُ الْحَقِّ فِي كُلِّ عَصْرٍ وَّالْأَكْثَرُونَ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى بِلَا شَكٍّ وَّإِنْ قَلَّ عَدَدُهُمْ .

”ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ قرون ثلاثہ اولیٰ میں کوئی ایک شخص لائیے، جس نے اپنے سے پہلے کسی عالم کی تقلید اس طرح کی ہو کہ کسی بات میں اس کی مخالفت نہ کرتا ہو؟ اللہ کی قسم! یہ کبھی نہیں لاسکیں گے، کیوں کہ یہ ان میں تھی ہی نہیں، اگر ہم شرائط نرم کردیں پھر بھی ایسا انسان نہیں ملے گا، تو مان لیجئے کہ آپ

نے ایک بدعت ایجاد کر لی ہے، پہلی تین صدیوں میں اس کا وجود نا مسعود نہیں ملتا، چوتھی صدی کے اہل بدعت نے یہ برائی امت میں عام کی ہے، یاد رکھیے! کہ طالبان حدیث رسول ﷺ جہاں بھی ہوں کبھی تقلید نہیں کرتے، یہ لوگ عہد صحابہ وتابعین کے منہج پر ہیں، یہ اہل حق ہر زمانے میں رہے ہیں اور اللہ کے ہاں اکثریت رکھتے ہیں، اگرچہ ان کی تعداد کم کیوں نہ ہو۔''

(الإحكام في أصول الأحكام: 6/145-146)

❀ علامہ عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ (٦٦٠ھ) فرماتے ہیں:

مِنَ الْعَجَبِ الْعَجِيبِ أَنَّ الْفُقَهَاءَ الْمُقَلِّدِينَ يَقِفُ أَحَدُهُمْ عَلٰى ضَعْفِ مَأْخَذِ إِمَامِهٖ، بِحَيْثُ لَا يَجِدُ لِضَعْفِهٖ مَدْفَعًا، وَمَعَ هٰذَا يُقَلِّدُهٗ فِيهِ، وَيَتْرُكُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْأَقْيِسَةِ الصَّحِيحَةِ لِمَذْهَبِهٖ، جُمُودًا عَلٰى تَقْلِيدِ إِمَامِهٖ، بَلْ يَتَحَلَّلُ لِدَفْعِ ظَوَاهِرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَيَتَأَوَّلُهُمَا بِالتَّأْوِيلَاتِ الْبَعِيدَةِ الْبَاطِلَةِ، نِضَالًا عَنْ مُقَلَّدِهٖ، وَقَدْ رَأَيْنَاهُمْ يَجْتَمِعُونَ فِي الْمَجَالِسِ، فَإِذَا ذُكِرَ لِأَحَدِهِمْ فِي خِلَافِ مَا وَطَّنَ نَفْسَهٗ عَلَيْهِ تَعَجَّبَ مِنْهُ غَايَةَ التَّعَجُّبِ، مِنْ غَيْرِ اسْتِرْوَاحٍ إِلٰى دَلِيلٍ، بَلْ لِّمَا أَلِفَهٗ مِنْ تَقْلِيدِ إِمَامِهٖ، حَتّٰى ظَنَّ أَنَّ الْحَقَّ مُنْحَصِرٌ فِي مَذْهَبِ إِمَامِهٖ، وَلَوْ تَدَبَّرَهٗ لَكَانَ تَعَجُّبُهٗ مِنْ مَّذْهَبِ إِمَامِهٖ أَوْلٰى مِنْ تَعَجُّبِهٖ مِنْ مَذْهَبِ غَيْرِهٖ، فَالْبَحْثُ مَعَ هَؤُلَاءِ ضَائِعٌ، مُفْضٍ إِلَى التَّقَاطُعِ

وَالتَّدَابُرِ، مِنْ غَيْرِ فَائِدَةٍ يُّجْدِيهَا، وَمَا رَأَيْت أَحَدًا رَجَعَ عَنْ مَذْهَبِ إِمَامِهٖ، إِذَا ظَهَرَ لَهُ الْحَقُّ فِی غَيْرِهٖ، بَلْ يُصِرُّ عَلَيْهِ مَعَ عِلْمِهٖ بِضَعْفِهٖ وَبُعْدِهٖ، فَالْأَوْلٰى تَرْكُ الْبَحْثِ مَعَ هٰؤُلَاءِ، الَّذِينَ إِذَا عَجَزَ أَحَدُهُمْ عَنْ تَمْشِيَةِ مَذْهَبِ إِمَامِهٖ، قَالَ : لَعَلَّ إِمَامِي وَقَفَ عَلٰى دَلِيلٍ لَّمْ أَقِفْ عَلَيْهِ وَلَمْ أَهْتَدِ إِلَيْهِ، وَلَا يَعْلَمُ الْمِسْكِينُ أَنَّ هٰذَا مُقَابَلٌ بِّمِثْلِهٖ، وَيَفْضُلُ لِخَصْمِهٖ مَا ذَكَرَهٗ مِنَ الدَّلِيلِ الْوَاضِحِ وَالْبُرْهَانِ اللَّائِحِ، فَسُبْحَانَ اللّٰهِ، مَا أَكْثَرَ مَنْ أَعْمَى التَّقْلِيدُ بَصَرَهٗ، حَتّٰی حَمَلَهٗ عَلٰى مِثْلِ مَا ذُكِرَ ! وَفَّقَنَا اللّٰهُ لِاتِّبَاعِ الْحَقِّ، أَيْنَ مَا كَانَ وَعَلٰى لِسَانِ مَنْ ظَهَرَ، وَأَيْنَ هٰذَا مِنْ مُّنَاظَرَةِ السَّلَفِ وَمُشَاوَرَتِهِمْ فِي الْأَحْكَامِ، وَمُسَارَعَتِهِمْ إِلَى اتِّبَاعِ الْحَقِّ، إِذَا ظَهَرَ عَلَى لِسَانِ الْخَصْمِ.

”کتنی تعجب خیز بات ہے کہ ہر مقلد فقیہ اپنے امام کی کمزور بات پر ڈٹ جاتا ہے، حالانکہ وہ اس کمزوری کا کوئی توڑ بھی نہیں جانتا ہوتا۔ پھر بھی وہ اس مسئلے میں اسی امام کی تقلید کرتے ہوئے قرآن وسنت اور قیاسِ صحیح کے روز روشن کی طرح واضح دلائل کو ٹھکرا دیتا ہے۔ وہ یہ کام صرف اپنے امام کے مذہب پر جمود کی وجہ سے کرتا ہے۔ اسی پر بس نہیں، بلکہ وہ اپنے امام کا ناحق دفاع کرنے کی خاطر قرآن وحدیث کے اصل معانی کو بدلنے اور اس میں دوراز کار تاویلات کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہم نے مقلدین کو علمی مجالس میں جمع ہوتے ہوئے

بھی دیکھا ہے، جب ان میں سے کسی کے سامنے ایسی بات کر دی جائے جو اس کے مذہب کے خلاف ہو تو بغیر کوئی دلیل ذکر کیے اسے عجیب وغریب قرار دیتا ہے۔ دراصل وہ اپنے امام کی تقلید سے اتنا مانوس ہو چکا ہوتا ہے کہ وہ اپنے امام کے مذہب کے علاوہ کسی مذہب کو حق نہیں سمجھتا۔ ایسے لوگوں کے ساتھ بحث فضول ہے، بلکہ اس سے بجائے فائدے کے قطع رحمی اور بغض وکینہ حاصل ہوتا ہے۔ میں نے ان لوگوں میں سے کسی کو اپنے امام کے مذہب سے رجوع کرتے ہوئے نہیں دیکھا، حالانکہ ان کے سامنے یہ بات واضح ہو چکی ہوتی ہے کہ اس مسئلے میں کوئی دوسرا مذہب حق پر ہے۔ وہ اپنے امام کے مذہب کو کمزور اور دوراز کار جاننے کے باوجود بھی اسی کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ بحث ومباحثہ نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ جب ان میں سے کوئی اپنے امام کے مذہب کو دلائل سے ثابت کرنے سے عاجز آجاتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ شاید میرے امام کے پاس وہ دلیل ہو جو مجھے معلوم نہیں ہو سکی۔ اس بیچارے کو اتنا شعور بھی نہیں ہوتا کہ اسے بھی کوئی مخالف یہی بات کہہ سکتا ہے، بلکہ اس کی طرف سے یہ بیان اس کے مخالف کے لیے زیادہ واضح اور ٹھوس دلیل بن جائے گا۔ سبحان اللہ! لوگوں کو تقلید نے کتنا اندھا کر دیا ہے کہ وہ اس طرح کی باتیں کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کا اتباع کرنے کی توفیق دے، وہ کہیں بھی ہو اور کسی کی زبان پر جاری ہو۔ کہاں یہ روَش اور کہاں سلف صالحین کا آپس میں معنی خیز بحث ومباحثہ، مسائل میں ان کی باہمی مشاورت اور مخالف کی زبانی حق کو سن کر اس کی پیروی میں جلدی!۔‘‘

(قواعد الأحكام: 135/2)

۞ **علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) تقلید کی قباحتیں ذکر کرتے ہیں:**

أَمَّا الْمُتَعَصِّبُونَ فَإِنَّهُمْ عَكَسُوا الْقَضِيَّةَ، وَنَظَرُوا فِي السُّنَّةِ، فَمَا وَافَقَ أَقْوَالَهُمْ مِّنْهَا قَبِلُوهُ، وَمَا خَالَفَهَا تَحَيَّلُوا فِي رَدِّهٖ أَوْ رَدِّ دَلَالَتِهٖ، وَإِذَا جَاءَ نَظِيرُ ذٰلِكَ أَوْ أَضْعَفُ مِنْهُ سَنَدًا وَدَلَالَةً، وَكَانَ يُوَافِقُ قَوْلَهُمْ قَبِلُوهُ، وَلَمْ يَسْتَجِيزُوا رَدَّهٗ، وَاعْتَرَضُوا بِهٖ عَلٰى مُنَازِعِيهِمْ، وَأَشَاحُوا وَقَرَّرُوا الِاحْتِجَاجَ بِذٰلِكَ السَّنَدِ وَدَلَالَتِهٖ، فَإِذَا جَاءَ ذٰلِكَ السَّنَدُ بِعَيْنِهٖ أَوْ أَقْوٰى مِنْهُ، وَدَلَالَتُهٗ كَدَلَالَةِ ذٰلِكَ أَوْ أَقْوٰى مِنْهُ فِي خِلَافِ قَوْلِهِمْ، دَفَعُوهُ وَلَمْ يَقْبَلُوهُ، وَسَنَذْكُرُ مِنْ هٰذَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ طَرَفًا، عِنْدَ ذِكْرِ غَائِلَةِ التَّقْلِيدِ وَفَسَادِهٖ، وَالْفَرْقِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْاِتِّبَاعِ.

”متعصب لوگوں نے معاملے کو برعکس کر دیا اور جو حدیث اپنے ائمہ کے اقوال کے مطابق ملی، اسے لے لیا اور جو ان کے خلاف معلوم ہوئی، کسی نہ کسی حیلے سے اسے ردّ کر دیا، اس کا معنی ومفہوم بدلنے کی کوشش کی، اس سے بہت کمزور سند والی اور کمزور دلالت والی حدیث اگر ان کے مذہب کے موافق معلوم ہوئی تو اسے قبول کر لیا، اس کو ردّ کرنے والوں کے سر ہو گئے اور اپنے مخالف کے سامنے اس پر ڈٹ گئے، اس کے لیے تمام جتن کر ڈالے، حالانکہ خود اپنے امام کے خلاف پا کر اس سے بہت واضح دلالت والی حدیث کو درخور اعتناء نہ سمجھتے

ہوئے پورے زور سے اسے ٹھکرا دیا تھا۔ہم اس طرح کی مثالیں تقلید کی قباحت وشناعت کے بیان میں ذکر کریں گے۔ان شاءاللہ، وہیں پر اس تقلید کی خرابیاں، بُرائیاں اور بیہودگیاں بھی معلوم ہوں گی اور وہیں پر ہم اتباع اور تقلید کا فرق بھی بیان کریں گے۔‘‘

(إعلام الموقّعين :60/1)

❁ مزید فرماتے ہیں:

اَلْمُصَنِّفُونَ فِي السُّنَّةِ جَمَعُوا بَيْنَ فَسَادِ التَّقْلِيدِ وَإِبْطَالِهٖ وَبَيَانِ زَلَّةِ الْعَالِمِ، لِيُبَيِّنُوا بِذٰلِكَ فَسَادَ التَّقْلِيدِ، وَأَنَّ الْعَالِمَ قَدْ يَزِلُّ وَلَا بُدَّ؛ إِذْ لَيْسَ بِمَعْصُومٍ، فَلَا يَجُوزُ قَبُولُ كُلِّ مَا يَقُولُهٗ، وَيُنَزَّلُ قَوْلُهٗ مَنْزِلَةَ قَوْلِ الْمَعْصُومِ؛ فَهٰذَا الَّذِي ذَمَّهٗ كُلُّ عَالِمٍ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ، وَحَرَّمُوهُ، وَذَمُّوا أَهْلَهٗ، وَهُوَ أَصْلُ بَلَاءِ الْمُقَلِّدِينَ وَفِتْنَتِهِمْ، فَإِنَّهُمْ يُقَلِّدُونَ الْعَالِمَ فِيمَا زَلَّ فِيهِ وَفِيمَا لَمْ يَزِلَّ فِيهِ، وَلَيْسَ لَهُمْ تَمْيِيزٌ بَيْنَ ذٰلِكَ، فَيَأْخُذُونَ الدِّينَ بِالْخَطَإِ وَلَا بُدَّ، فَيُحِلُّونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَيُحَرِّمُونَ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ، وَيُشَرِّعُونَ مَا لَمْ يُشَرِّعْ، وَلَا بُدَّ لَهُمْ مِنْ ذٰلِكَ، إِذْ كَانَتِ الْعِصْمَةُ مُنْتَفِيَةً عَمَّنْ قَلَّدُوهُ، وَالْخَطَأُ وَاقِعٌ مِّنْهُ وَلَا بُدَّ.

’’محدثین کرام نے تقلید کا ردّ کرنے کے لیے اس کی خرابیاں بیان کر کے اس کا ابطال بھی کیا ہے اور ایک عالم سے غلطی ہونے کا امکان بھی ذکر کیا ہے۔ایک

عالم سے یقینی طور پر غلطی ہوسکتی ہے، کیونکہ وہ معصوم نہیں۔اس کے ہر قول کو اپنانا اوراس کی بات کو پیغمبر ﷺ کی بات کا درجہ دینا جائز نہیں۔روئے زمین پر موجود ہر عالم نے اس رَوَش کا ردّ کرتے ہوئے اسے حرام قرار دیا اور ایسا کرنے والوں کی مذمت کی۔یہی رَوَش مقلدین کا اصل مسئلہ اوران کی بنیادی مصیبت ہے۔وہ ہر غلط اور صحیح بات میں کسی معین عالم کی تقلید کرتے ہیں۔اس پر طرہ یہ کہ وہ صحیح اور غلط میں تمیز بھی نہیں کر پاتے۔وہ یقینی طور پر غلطی پر مبنی دین کی پیروی کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور حرام کردہ چیزوں کو حلال کر لیتے ہیں۔وہ یقیناً ایسی شریعت پر عمل پیرا ہوتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ نہیں ہوتی، کیونکہ جس کی وہ تقلید کر رہے ہوتے ہیں، وہ معصوم تو ہوتا نہیں اوراس کے غلطی کا صدور بھی یقینی ہوتا ہے۔''

(إعلام الموقّعين : 173/2)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''آدمی امام ابوحنیفہ، مالک، احمد بن حنبل یا شافعی کا مقلد ہو، پھر وہ بعض مسائل میں اپنے امام کے علاوہ کسی دوسرے کے مذہب کو زیادہ قوی پائے اور اپنے امام کے مذہب کو چھوڑ دے، تو یہ بہت بہتر ہوگا، اس کے دین وعدالت میں کوئی قدح نہیں کی جائے گی۔اس میں کوئی اختلاف نہیں، بلکہ یہ حق کے زیادہ قریب ہے اور اللہ ورسول کے نزدیک بہت پسندیدہ ہے، بہ نسبت اس شخص کے جو رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر کسی معین امام کے لئے تعصب دکھاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کے امام کا قول ہی حق ہے، باقی ائمہ کا حق نہیں، ایسا شخص گمراہ

ہے، گمراہ گر ہے۔ بلکہ بسا اوقات تو نوبت اس کے کفر تک پہنچ جاتی ہے، تب اس سے توبہ کروائی جائے، اگر کر لے تو ٹھیک وگرنہ قتل کر دیا جائے، کیونکہ جب وہ کسی شخص معین کے متعلق یہ عقیدہ بنا لیتا ہے کہ صرف اسی کا اتباع واجب ہے، دیگر ائمہ کی نہیں، تو وہ گویا اپنے امام کو رسول جیسا بنا دیتا ہے اور یہ کفر ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عامی پر کسی امام کی تقلید واجب ہے، بغیر یہ معین کئے کہ وہ زید ہے یا عمر ہے۔ تو جو شخص ائمہ سے محبت کرنے والا ہوتا ہے، ان کا دوست ہوتا ہے، وہ سب ائمہ کی بات سنتا ہے۔ تو جس کی بات موافق سنت ہو، قبول کر لیتا ہے۔ تو صحابہ اور ان کے بعد کے ائمہ متفقہ عقائد پر ہیں، اگرچہ ان کے درمیان بعض فروعات میں اختلاف ہوا ہے۔ لیکن ان کا اجماع قطعی حجت ہے۔ اللہ سب پر رحمت کرے۔ تو جو شخص کسی ایک امام کے لئے تعصب دکھاتا ہے، باقیوں کو چھوڑ دیتا ہے، اس کی مثال ان جیسی ہے، جو ایک صحابی کے لئے تعصب دکھاتے ہیں، باقیوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسے نواصب، روافض اور خوارج کرتے ہیں۔''

(التّنبيه على مُشكلات الهِداية : 2/542-542، الإتباع، ص 80)

❁ مزید فرماتے ہیں:

''اختلافی مسائل کو اللہ و رسول کی طرف لوٹانا واجب ہے، اللہ فرماتے ہیں:

''اگر تم کسی بھی مسئلہ میں اختلاف کا شکار ہو جاؤ، تو اسے اللہ و رسول کی طرف لوٹاؤ۔'' اللہ کی طرف لوٹانے کا مطلب اس کی کتاب کی طرف لوٹانا ہے۔ رسول کی طرف لوٹانے سے مراد آپ کی زندگی میں آپ کی ذات کے پاس جانا

تھا اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی سنت کو دیکھا جائے گا۔ مقلدین ایسا مگر نہیں کرتے، بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ کسی امام نے کوئی بات کہہ دی ہے، بس اسی پر جمے رہتے ہیں، نہیں دیکھتے کہ اس کے مخالف بھی کوئی قول موجود ہے یا نہیں، بلکہ امام کی نص تو گویا ان کے نزدیک شریعت کی نص ہے، حالانکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان کے مذہب کی کتابوں میں اصحاب فتاویٰ کے اقوال ہوتے ہیں اور امام سے اس سلسلہ میں کچھ منقول ہی نہیں ہوتا۔"

(الإتباع، ص31)

❁ علامہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ بَلَغَنَا حَدِيثٌ مِّنَ الرَّسُولِ الْمَعْصُومِ، الَّذِي فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْنَا طَاعَتَهٗ، بِسَنَدٍ صَالِحٍ يَّدُلُّ عَلٰى خِلَافِ مَذْهَبِهٖ، وَتَرَكْنَا حَدِيثَهٗ، وَاتَّبَعْنَا ذٰلِكِ التَّخْمِينَ، فَمَنْ أَظْلَمُ مِنَّا، وَمَا عُذْرُنَا يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ؟

"اگر ہمارے پاس اس رسولِ معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قابل حجت سند کے ساتھ پہنچ جائے، جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کی ہے اور وہ حدیث ہمارے امام کے مذہب کے خلاف جاتی ہو اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو چھوڑ کر اس ظن کی پیروی میں لگ جائیں، تو ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا اور جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے، اس دن ہمارا کیا عذر ہوگا؟"

(حُجّة اللّٰه البالغة :1/156)

❁ علامہ اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب (۱۹۴۳ء) کہتے ہیں:

”مفاسد کا ترتب یہ کہ اکثر مقلدین عوام، بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ قولِ مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے، ان کے قلب میں انشراح و انبساط نہیں رہتا، بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے، پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے، خواہ کتنی ہی بعید ہو اور خواہ دوسری دلیل قوی اس کے معارض ہو، بلکہ مجتہد کی دلیل اُس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو، بلکہ خود اپنے دل میں اس تاویل کی وقعت نہ ہو، مگر نصرتِ مذہب کے لیے تاویل ضروری سمجھتے ہیں، دل یہ نہیں مانتا کہ قولِ مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح و صریح پر عمل کر لیں۔“

(تذکرۃ الرشید: 1/131)

تقلید کی خرابیوں پر چند امثلہ:

تقلید کا خمیر ہی اس بات پر اٹھایا جاتا ہے کہ کسی فرد کو بت بنا کر پوجنا شروع کر دیا جاتا ہے، پھر اس شخص کی ہر غلط بات کو صحیح ثابت کرنا اور اس کی ہر خطا کو وحی ثابت کرنا وظیفہ بن جاتا ہے۔ یہ کیفیت کسی پر کبھی بھی طاری ہو سکتی ہے، جب کسی کا امام، ولی، پیر، یا استاذ اس کے نظروں میں دلیل سے بڑا ہو جاتا ہے، وہ شخص ظاہراً اسے بڑا نہیں کہہ رہا ہوتا، لیکن ہر دلیل کو اس کے مطابق کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے، قرآن و سنت کے دلائل کے متعلق مقلدین کی یہ روش بارہا سامنے آتی رہتی ہے، ذیل میں اسی قبیل کی چند مثالیں بیان کی جا رہی ہیں، تاکہ تقلید کی قباحت اور تقلید کی پوری نفسیات کھل کر سامنے آجائیں۔

بارش والے دن ”الا صلوا فی الرحال“ کہنا:

بارش والے دن مؤذن «حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ» اور «حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ» کے

کلمات نہیں کہے گا، ان کی جگہ «أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ» یا «أَلَا صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ» یا «اَلصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ» کہے گا۔

❁ **سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:**

''انہوں نے بارش کے دن اپنے موذن سے کہا، جب آپ اشہد ان محمدا رسول اللہ کہیں تو حی علی الصلاۃ نہ کہیں، بل کہ صلوا فی بیوتکم کہیں، لوگوں کو یہ نئی بات معلوم ہوئی تو فرمایا کہ یہ کام تو جو مجھ سے بہتر تھے، انہوں نے کیا ہے، درست کہ جمعہ واجب ہے، لیکن میں آپ کو مشقت اور حرج میں ڈالنا ناپسند کرتا ہوں، کہ آپ کیچڑ اور پھسلن میں چل کر جائیں۔''

(صحيح البخاري: 901، صحيح مسلم: 699)

یہ سنت رسول ہے، جب کہ مقلدین احناف اس کی صریح مخالفت کرتے ہیں۔

❁ **علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) کہتے ہیں:**

«أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ» خَارِجَ الْأَذَانِ، وَأَمَّا فِي الْأَذَانِ، فَظَاهِرُ كَلَامِ أَصْحَابِنَا الْمَنْعُ مِنْهُ، لٰكِنْ قَدْ ثَبَتَ ذٰلِكَ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهٖ، مِنْهُمُ ابْنُ عَبَّاسٍ، كَمَا رَوَاهُ أَبُو دَاوٗدَ وَالْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُمَا، وَقَدْ خَلَطَ مَنِ اسْتَنْبَطَ مِنْهُ جَوَازَ الْكَلَامِ فِي الْأَذَانِ لِأَنَّ هٰذِهِ الزِّيَادَةَ قَدْ ثَبَتَتْ فِي الْأَذَانِ فِي مَحَلِّهَا، فَصَارَتْ كَأَنَّهَا مِنَ الْأَذَانِ كَزِيَادَةِ الصَّلَاةِ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ.

’’«أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ» کے الفاظ اذان سے خارج ہیں، ہمارے حنفی اصحاب کے مطابق تو اذان میں یہ کلمات ممنوع ہیں، لیکن یہ رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ سے ثابت ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بخاری، ابوداود وغیرہ میں ہے۔ اس سے اذان میں کلام کے جواز کا استنباط کرنے والے خطا پر ہیں، کیوں کہ اذان میں یہ زیادت اپنے مقام میں ثابت ہے، گویا اس کی صورت الصلاۃ خیر من النوم کی زیادت والی ہے۔‘‘

(التعليق المُمَجّد :555/1)

رفع الیدین میں انگوٹھے کانوں سے مَس کرنا:

شروع نماز میں رفع الیدین کرتے وقت انگوٹھے کے ساتھ کانوں کی لَو کو مس کرنا (چھونا) نبی کریم ﷺ صحابہ، تابعین، تبع تابعین یا کسی ثقہ امام سے ثابت نہیں، بلکہ بہت بعد کی ایجاد ہے۔ جبکہ اس کے مقابلہ میں:

❁ فقہ حنفی میں لکھا ہے:

يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذَاءَ أَذُنَيْهِ وَيَمَسُّ طَرَفَ إِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ وَأَصَابِعُهُ فَوْقَ أُذُنَيْهِ .

’’ہاتھ کانوں تک اٹھائے گا، انگوٹھے کانوں کی لَو کو چھوئیں گے اور انگلیاں کانوں کے اوپر تک جائیں گی۔‘‘

(فتاوٰی قاضي خان :41/1)

❁ دوسری کتاب میں ہے:

مَاسًّا بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .

”انگوٹھے کانوں کی لو چھوئیں گے۔“

(الدّرالمختار :74/1)

❁ تکبیرات عیدین کے بارے میں علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَاسًّا بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .

”ہاتھ اس طور اٹھائے گا کہ انگوٹھے کانوں کی لَو کو چھو رہے ہوں۔“

(فتاویٰ شامی :617/1)

❁ ایک کتاب میں ہے:

مَاسًّا بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .

”انگوٹھوں سے کانوں کی لو چھوئے گا۔“

(شرح الوِقاية :143/1)

❁ مزید ملاحظہ فرمائیں:

ذَكَرَ صَاحِبُ هِدَايَةَ أَيْضًا فِي مُخْتَارَاتِ النَّوَازِلِ الْمَسَّ، وَقَالَ الْقُهُسْتَانِيُّ فِي جَامِعِ الرُّمُوزِ: ذُكِرَ فِي النَّظْمِ أَنَّ مُحَاذَاةَ الِابْهَامِ الشَّحْمَةَ مَسْنُونَةٌ، وَفِي ظَاهِرِ الْأُصُولِ مُحَاذَاةٌ إِلَيْهِ الْأُذُنُ وَيُكْرَهُ التَّجَاوُزُ عَنْهَا وَالْمَسُّ لَمْ يُذْكَرْ فِي الْمُتَدَاوِلَاتِ إِلَّا فِي فَتَاوٰى قَاضِي خَانْ وَالظَّهِيرِيَّةِ وَالْقَوْلُ بِأَنَّهٗ لِتَحْقِيقِ الْمُحَاذَاتِ لَيْسَ بِشَيْءٍ .

”صاحب ہدایہ نے بھی ”مختارات النوازل“ میں ذکر کیا ہے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کو چھوئیں، کوہستانی نے ”جامع الرموز“ میں ”نظم“ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ انگوٹھوں کو کانوں کی لو کے برابر کرنا مسنون ہے، ”ظاہر الاصول“ میں لکھا

ہے کہ کانوں کے برابر ہونے چاہیے، کانوں کی لو سے تجاوز کرنا مکروہ ہے، سوائے فتاوی قاضی خان اور ظہیریہ کے کسی متداول کتاب میں کانوں کی لو کو چھونے کا ذکر نہیں ہے اور یہ کہنا کہ کانوں کی لو کو چھونے سے انگوٹھوں کا کانوں سے برابر ہونا ثابت ہو جاتا ہے، فضول بات ہے۔“

(السِّعاية لعبد الحي اللكنوي الحنفي : 152/2)

اس عمل کا رد:

❁ علامہ عبدالحئ لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ لَيْسَ بِسُنَّةٍ مُّسْتَقِلَّةٍ فَإِنَّهٗ لَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ فِي رَوَايَةٍ .

”یہ مستقل سنت نہیں ہے، کیوں کہ حدیث میں اس پر دلیل نہیں۔“

(عُمدة الرِّعاية :143/1)

❁ علامہ عبدالشکور لکھنوی دیوبندی (۱۳۸۱ھ) لکھتے ہیں:

”ہمارے فقہاء نے جو لکھا کہ انگوٹھے کو کانوں سے مل جانا چاہئے، چنانچہ ہم بھی اوپر لکھ چکے ہیں، وہ صرف اس خیال سے لکھا ہے کہ جس میں ہاتھوں کا کانوں کے برابر اٹھنا یقین ہو جائے، سنت سمجھ کر نہیں لکھا ہے، نہ اس کو سنت سمجھنا چاہئے، اس لئے کسی حدیث سے یہ مضمون ثابت نہیں ہوتا، واللہ اعلم!“

(علم الفقہ، حصہ دوم، ص214-215)

مطلب یہ کہ رفع الیدین میں بدعت داخل کر دی گئی ہے۔ اور اس پر ضعیف روایات سے استدلال کیا جاتا ہے۔

روایات پر حکم:

اس سلسلہ میں پیش کی جانی والی روایات ذیل میں بیان کی جارہی ہیں اوران کا حکم بھی واضح کیا جارہاہے۔

❀ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ إِبْهَامَيْهِ فِي الصَّلَاةِ إِلٰى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ .

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انگوٹھے کانوں کی لوتک اٹھاتے دیکھا۔''

(سنن أبي داوٗد : 724، 737، سنن النّسائي : 883)

اس کی سند''ضعیف''ہے،عبدالجبار بن وائل کا اپنے والد سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے سماع ولقا نہیں۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُدْرِكْهُ بِاتِّفَاقِهِمْ .

''محدثین کا اتفاق ہے کہ عبدالجبار کا اپنے باپ سے سماع نہیں۔''

(خلاصة الأحكام :422/1)

جب شحمة اذنیہ''کانوں کی لو''والی روایت ہی''منقطع''ہے،تو اس پر قائم ہونے والا عمل کیسے متصل ہوسکتا ہے؟لہٰذا کانوں کی لو کو چھونے کا مسئلہ ختم ہوا۔

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ تَبَيَّنَ لَهٗ مِنَ الْعِلْمِ مَا كَانَ خَافِيًا عَلَيْهِ فَاتَّبَعَهٗ فَقَدْ أَصَابَ وَاهْتَدٰى، زَادَهُ اللّٰهُ هُدًى .

''جس پر علم کا کوئی مخفی گوشہ ظاہر ہوا اور اس نے اسے اپنا لیا وہ راہ ہدایت پہ

ہے، اللہ اسے مزید ہدایت عطا کرے۔''

(التّنبيه على مُشكلات الهِداية : 543/2)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فَحَاذٰى بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ .

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے انگوٹھے کانوں تک اٹھائے۔''

(سنن الدّارقطني :345/1، المستدرك للحاكم :266/1، الكبري للبيهقي : 99/2)

سند ''ضعیف'' ہے۔

① علاء بن اسماعیل عطار ''مجہول'' ہے،

❁ حافظ ابن حجر نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(التّلخيص الحبير :271/1)

② حفص بن غیاث کا عنعنہ ہے۔

❁ اس حدیث کو امام ابوحاتم نے ''منکر'' کہا ہے۔

(عِلَل الحديث :188/1)

سیدنا براء رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی ضعیف ہے، یزید بن ابی زیاد ''ضعیف و مدلس'' ہے۔

فائدہ:

کئی احادیث میں ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے، جیسا کہ سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ وغیرہ بیان کرتے ہیں۔

❁ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

مَا رَوَاهُ يُحْمَلُ عَلٰى حَالَةِ الْعُذْرِ .

”کندھوں کے برابر جتنی روایات ہیں، سب حالت عذر پر محمول ہیں۔“

(الہِداية :99/1)

❁ اس تاویل کے رد میں علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

لَا حَاجَةَ إِلٰى هٰذِهِ التَّكَلُّفَاتِ .

”ان احادیث کے جواب میں ایسے تکلفات کی کوئی ضرورت نہیں۔“

(البِناية شرح الهداية : 172/2)

❁ شارح ہدایہ، ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

لٰكِنَّ الْحَقَّ أَنْ لَا مُعَارَضَةَ كَمَا أَسْمَعْتُكَ فَلَا حَاجَةَ إِلٰى هٰذَا الْحَمْلِ لِيَدْفَعَ التَّعَارُضَ .

”حق یہ ہے کہ ان احادیث سے معارضہ نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ میں نے بیان کر دیا ہے، لہٰذا تعارض دور کرنے کے لیے ایسی تاویلیں کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔“ (فتح القدير :282/1)

عربی کے علاوہ کسی زبان میں اذان کہنا:

❁ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْأَذَانِ يُعْتَبَرُ التَّعَارُفُ .

”اذان میں صرف تعارف کا اعتبار رہے۔ (بھلے وہ کسی زبان میں ہو)“

(الهداية :150/1)

مطلب یہ کہ اذان کے معروف الفاظ جو صحیح حدیث میں منقول و ماثور ہیں، ان سے ہٹ کر کسی بھی زبان میں نماز کی طرف بلائے۔ لوگ یہ سمجھیں کہ نماز کی طرف بلایا جا رہا

ہے، تو یہ درست ہوگا، جب کہ یہ انتہائی غلط روش ہے۔

تاویلات:

بعض حضرات نے اس معاملے میں عجیب طرح کی تاویلات کی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

❀ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا تَرْجَيْحَ فِيهِ، وَهُوَ أَنْ يَّرْجِعَ فَيَرْفَعَ صَوْتَهٗ بِالشَّهَادَتَيْنِ بَعْدَ مَا خَفَضَ بِهِمَا .

''اذان میں ترجیع نہیں ہے، ترجیع، شہادتین کو ایک دفعہ قدرے پست آواز کے ساتھ ادا کر کے پھر بلند آواز سے ادا کرنے کو کہتے ہیں۔''

(الهداية :1/85)

❀ سیدنا ابو محذور رضی اللہ عنہ کو سکھائی گئی اذان جو صحیح مسلم (۳۹۷) وغیرہ میں ثابت ہے، کے بارے میں موصوف فرماتے ہیں:

كَانَ مَا رَوَاهُ تَعْلِيمًا فَظَنَّهٗ تَرْجِيعًا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو تعلیم کی غرض سے الفاظ دہرائے تھے، مگر انہوں نے ترجیع سمجھ لی۔''

(الهداية :1/85)

❀ حدیث ابی محذور رضی اللہ عنہ کے متعلق حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ حُجَّةٌ بَيِّنَةٌ وَّدَلَالَةٌ وَّاضِحَةٌ لِّمَذْهَبِ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَجُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ أَنَّ التَّرْجِيعَ فِي الْأَذَانِ ثَابِتٌ مَّشْرُوعٌ .

"اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اور جمہور علما کے مذہب پر واضح دلیل موجود ہے کہ دوہری اذان ثابت اور مشروع ہے۔"

(شرح مسلم : 81/4)

❁ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : (ثُمَّ قَالَ لِي ارْجِعْ فَمُدَّ صَوْتَكَ) هٰذَا صَرِيحٌ فِي أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهٗ بِالتَّرْجِيعِ فَسَقَطَ مَا تُوُهِّمَ أَنَّهٗ كَرَّرَهٗ لَهٗ تَعْلِيمًا فَظَنَّهٗ تَرْجِيعًا فِي أَذَانٍ بِلَالٍ يَّعْرِفُهٗ مَنْ لَّهٗ مَعْرِفَةٌ بِّهٰذَا الْعِلْمِ بِلَا رَيْبٍ فَالْوَجْهُ الْقَوْلُ بِجَوَازِ الْوَجْهَيْنِ .

"سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا کہنا : "پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : الفاظ دہرائیے اور آواز کچھ بلند کیجئے۔" صراحت کر رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترجیع کا حکم دیا تھا۔ علم حدیث کی معرفت رکھنے والے جانتے ہیں کہ ائمہ احناف کا یہ خیال کہ سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کے لئے سکھائے گئے الفاظ کو ترجیع سمجھ لیا تھا، درست نہیں۔ راجح قول کے مطابق دونوں صورتیں جائز ہیں۔"

(حاشية السّندهي على سنن ابن ماجه :242/1)

❁ علامہ انور شاہ کاشمیری دیوبندی صاحب (۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں:

لَا شَكَّ أَنَّ الْأَذَانَ بِمَكَّةَ كَانَ بِالتَّرْجِيعِ حَتّٰى تَسَلْسَلَ إِلٰى زَمَانِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ، فَاخْتَارَهٗ لِهٰذَا، فَلَا يُمْكِنُ إِنْكَارُهٗ، وَلَا يُسْتَحْسَنُ تَأْوِيلُهٗ، كَيْفَ، وَقَدْ كَانَ يُنَادٰى بِهٖ عَلٰى رُؤُوسِ

الْمَنَائِرِ وَالْمَنَابِرِ، فَلَا خِلَافَ فِيهِ عِنْدَ التَّحْقِيقِ إِلَّا فِي الْأَفْضَلِيَّةِ .

''اس میں شک نہیں کہ مکہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے دور تک اذان ترجیع کے ساتھ ہی جاری رہی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی ترجیع والی اذان اسی لیے اختیار کی۔ اس کا انکار ممکن ہے، نہ اس کی تاویل درست ہے کہ اذان تو منبر و مینار پر دی جاتی ہے۔ تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ ترجیع والی اذان میں صرف افضلیت وعدم افضلیت کا اختلاف ہے۔''

(فیض الباري : 204/2)

صاحب ہدایہ ترجیع کا انکار اس بنیاد پر کرتے ہیں کہ اکہری اذان آسمان سے فرشتہ لے کر نازل ہوا تھا، ہم جواب میں کہتے ہیں کہ دوہری اذان بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھائی ہوئی ہے، جو آپ کی وفات کے بعد سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ دوسری بات یہ فرشتہ کی سکھائی ہوئی اذان کے کلمات عربی میں تھے یا فارسی وغیرہ میں؟ وہ تو یقیناً عربی میں تھے، فِي الْأَذَانِ يُعْتَبَرُ التَّعَارُفُ ''اذان میں صرف تعارف کا اعتبار ہے۔ (بھلے وہ کسی زبان میں ہو)'' کا کیا معنی؟ دراصل انصاف اور تقوی کو ان سے شکایت ہے کہ یہ ان کا ساتھ نہیں دیتے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تو کہتے ہیں کہ فارسی میں اذان کہنا درست ہے، وہ فرشتہ کی سکھائی ہوئی اذان کو ختم کرنے کے کیوں درپے ہوئے؟ نقل کفر، کفر نہ باشد، وہ تو قرآن اور نماز ہی فارسی میں جائز سمجھتے تھے۔

❀ صاحب ہدایہ کے رد میں علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

فِي اعْتِبَارِ التَّعَارُفِ فِي الْأَذَانِ نَظَرٌ؛ فَإِنَّ الْأَصْحَابَ قَدْ أَنْكَرُوا التَّرْجِيعَ فِي الْأَذَانِ مُرَاعَاةً لِاتِّبَاعِ الْمَنْقُولِ وَأَنْكَرُوا عَلَى الشِّيعَةِ

قَوْلَهُمْ حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ وَإِنْ كَانَتْ بِمَعْنٰى حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ فَكَيْفَ إِذَا عُدِلَ إِلٰى لُغَةٍ أُخْرٰى غَيْرَ الَّتِي وَرَدَ بِهَا النَّقْلُ .

''اذان میں تعارف کو معتبر قرار دینا محل نظر ہے، اصحاب حنفیہ نے (بزعم خود) تو دوہری اذان صرف اس لئے قبول نہیں کی کہ یہ معمول بہ اذان کے خلاف تھی، پھر شیعہ سے شکوہ ہے کہ انہوں نے حی علی خیر العمل کے الفاظ گھڑ لئے ہیں حالاں کہ وہ الفاظ حی علی الصلاۃ کے ہم معنی ہی ہیں، تو ایک دوسری زبان میں اذان کیوں کر جائز ہوئی۔''

(التّنبيه على مُشكلات الهداية : 531/2)

❁ علامہ شامی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَا يَصِحُّ بِالفَارِسِيَّةِ وَإِنْ عُلِمَ أَنَّهٗ أَذَانٌ فِي الْأَصَحِّ .

''درست بات یہ ہے کہ فارسی میں اذان کہنا درست نہیں، اگر چہ معلوم ہو جائے کہ یہ الفاظ بطور اذان کہے جا رہے ہیں۔''

(فتاویٰ شامی :292/1)

❁ علامہ عبد الشکور لکھنوی دیوبندی (۱۳۸۱ھ) لکھتے ہیں:

''اذان اور اقامت عربی زبان میں خاص انہیں الفاظ سے ہو جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں، اگر کسی اور زبان میں یا کسی اور الفاظ سے اذان یا اقامت کہی جائے تو صحیح نہ ہوگی، اگر چہ لوگ اس کو سن کر اذان سمجھ لیں اور اذان کا مقصود اس سے حاصل ہو جائے۔'' (علم الفقہ :۲/۱۵۴)

علامہ ابن عابدین حنفی اور علامہ عبد الشکور لکھنوی صاحب نے بالکل درست اور حق

بات کہی ہے، اگرچہ ان کے امام کے مذہب کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وحدیث کی پیروی علی منہج السلف الصالحین کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

سواری پر وِتر کی ادائیگی:

رسول اللہ ﷺ سے سواری پر وتر ادا کرنا ثابت ہے۔

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ، حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ، يُوْمِي إِيمَاءً، صَلَاةَ اللَّيْلِ، إِلَّا الْفَرَائِضَ، وَيُوتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ .

”سواری کا رخ جس طرف بھی ہوتا، نبی ﷺ اشارے سے اس پر نماز پڑھ لیتے۔ وتر بھی سواری پر ادا فرماتے۔“

(صحيح البخاري : 1000، صحيح مسلم : 700)

② سعید بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ، فَقَالَ سَعِيدٌ : فَلَمَّا خَشِيتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ، فَأَوْتَرْتُ، ثُمَّ لَحِقْتُهٗ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ : أَيْنَ كُنْتَ؟، فَقُلْتُ : خَشِيتُ الصُّبْحَ، فَنَزَلْتُ، فَأَوْتَرْتُ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ؟ فَقُلْتُ : بَلٰى، وَاللّٰهِ! قَالَ : فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ عَلَى البَعِيرِ .

’’میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا۔ مجھے خدشہ ہوا کہ صبح صادق طلوع ہونے والی ہے، میں سواری سے اترا اور وتر ادا کر لئے، پھر میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جا ملا۔ انہوں نے پوچھا: کہاں رَہ گئے تھے؟ عرض کیا: صبح صادق طلوع ہونے کا خدشہ ہوا، تو میں نے سواری سے اُتر کر وِتر ادا کر لئے، فرمایا: کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اسوہ حسنہ نہیں؟ عرض کیا: اللہ کی قسم! کیوں نہیں۔ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر وِتر ادا کر لیتے تھے۔‘‘

(صحيح البخاري : 999، صحيح مسلم : 36/700)

③ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عُمَرَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي عَلٰى رَاحِلَتِهٖ، وَيُوتِرُ عَلَيْهَا، وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهٗ .

’’سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی سواری پر نفل پڑھ لیتے اور وتر بھی اسی پر ادا کرتے اور کہتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کیا کرتے تھے۔‘‘

(صحيح البخاري : 1095، صحيح مسلم : 700)

④ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ .

’’نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر وتر ادا کر لیتے تھے۔‘‘

(السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 6/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سواری پر وِتر اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

❀ جریر بن حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِنَافِعٍ : أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوتِرُ عَلَى الرَّاحِلَةِ؟ قَالَ : وَهَلْ لِلْوِتْرِ فَضِيلَةٌ عَلٰى سَائِرِ التَّطَوُّعِ؟ إِيْ، وَاللّٰهِ! لَقَدْ كَانَ يُوتِرُ عَلَيْهَا .

”نافع رحمہ اللہ سے میں نے پوچھا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سواری پر وتر ادا کرتے تھے؟ کہا: کیا وِتر کو باقی نوافل پر کوئی فضیلت ہے؟ اللہ کی قسم! وہ سواری پر وِتر ادا کرتے تھے۔“

(السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 6/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **امام عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:**

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سواری پر وِتر ادا کرتے تھے۔“

(السّنن الكبرٰى للنّسائي :456/1، تهذيب الآثار للطبري :542/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **سالم رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:**

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ كَانَ يُصَلِّي فِي اللَّيْلِ، وَيُوتِرُ رَاكِبًا عَلٰى بَعِيرِهٖ، لَا يُبَالِي حَيْثُ وَجَّهَهٗ .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو نماز ادا فرماتے، تو سواری پر ہی وتر ادا کر لیا کرتے تھے، اس کا رُخ جس طرف بھی ہوتا۔“

(مسند الإمام أحمد : 105/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سواری پر نماز وتر کی ادائیگی اور فقہائے امت:

❁ امام حسن بصری رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ الْحَسَنُ لَا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يُّوتِرَ الرَّجُلُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ .

”حسن بصری رحمہ اللہ سواری پر وتر ادا کرنا معیوب نہیں سمجھتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/304، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَدْ رَأَيْتُ أَنَا سَالِمًا يَّصْنَعُ ذٰلِكَ .

”میں نے سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ کو سواری پر وِتر ادا کرتے دیکھا۔“

(مسند الإمام أحمد : 2/105، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع مولیٰ ابن عمر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يُوتِرُ عَلَى الْبَعِيرِ .

”آپ رحمہ اللہ اونٹ پر وِتر ادا کر لیتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/304، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَعْجَبُ إِلَيَّ أَنْ يُّوتِرَ عَلَى الْأَرْضِ، وَأَيُّ ذٰلِكَ فَعَلَ، أَجْزَأَهٗ .

”مجھے زمین پر وتر پڑھنا زیادہ پسند ہے، مگر جیسے بھی پڑھ لیے جائیں، جائز ہیں۔“

(تهذيب الآثار [مسند ابن عباس] للطّبري : 1/545، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ سواری پر وتر جائز سمجھتے تھے۔

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ إِلٰى هٰذَا، وَرَأَوْا أَنْ يُّوتِرَ الرَّجُلُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ، وَبِهٖ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

''اس حدیث پر بعض صحابہ اور دیگر اہل علم کا عمل ہے۔ وہ سواری پر وتر ادا کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔'' (سنن التّرمذي، تحت الحديث: 472)

❁ **صالح بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

سَأَلْتُ أَبِي: يُوتِرُ الرَّجُلُ عَلٰى بَعِيرِهٖ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَدْ أَوْتَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى بَعِيرِهٖ.

''والد گرامی سے میں نے پوچھا کہ اونٹ پر وتر ادا کیے جا سکتے ہیں؟ فرمایا: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے اونٹ پر وتر ادا کیے ہیں۔''

(مسائل الإمام أحمد برواية ابنه أبي الفضل صالح: 257/2، الرقم: 859)

❁ **امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

السُّنَّةُ الْوِتْرُ عَلَى الرَّاحِلَةِ فِي السَّفَرِ.

''سفر میں سواری پر وتر ادا کرنا سنت ہے۔''

(مسائل الإمام أحمد وإسحاق بن راهويه للكوسج: 650/2، الرقم: 297)

❁ **امام دارمی رحمہ اللہ نے سواری پر وتر والی حدیث بیان کی، تو اُن سے پوچھا گیا:**

تَأْخُذُ بِهٖ؟ **''آپ کا فتوی اس حدیث کے مطابق ہے؟ فرمایا: جی ہاں!۔''** (سنن الدّارمي: 991/2)

سواری پر وتر اور علمائے اُمت:

۞ امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ فِي الْوِتْرِ رَاكِبًا، قَوْلُ مَنْ أَجَازَهٗ، لِمَعَانٍ: أَحَدُهَا صِحَّةُ الْخَبَرِ الْوَارِدِ عَنْ رَّسُولِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَنَّهٗ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ، وَهُوَ الْإِمَامُ الْمُقْتَدٰى بِهٖ.

''سواری پر وتر کے مسئلہ میں درست موقف انہیں کا ہے، جو اسے جائز کہتے ہیں، اس کی کئی وجوہات ہیں۔ سواری پر وِتر کے بارے میں صحیح احادیث موجود ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اقتدا کی جانی چاہیے۔''

(تهذيب الآثار للطّبري: 545/5)

۞ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) حدیث ابن عمر پر تبویب فرماتے ہیں:

بَابُ إِبَاحَةِ الْوِتْرِ عَلَى الرَّاحِلَةِ.

''سواری پر وتر جائز ہیں۔'' (صحيح ابن خزيمة: 249/2)

۞ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

ذِكْرُ الْوِتْرِ عَلَى الرَّاحِلَةِ، ثَبَتَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ عَلَى الرَّاحِلَةِ.

''سواری پر وتر ادا کرنے کا بیان۔ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر وتر ادا کرتے تھے۔''

(الأوسط في السّنن والإجماع والاختلاف: 201/5)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) نے باب قائم کیا ہے:

بَابُ جَوَازِ الْوِتْرِ جَالِسًا، وَعَلَى الرَّاحِلَةِ فِي السَّفَرِ.

''بیٹھ کر اور سواری پر وتر ادا کرنا جائز ہے۔''

(خُلاصة الأحكام: 562/1)

احناف کا موقف:

❁ فقہ حنفی میں ہے:

لَا يَجُوزُ أَنْ يُّوتِرَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ. ''سواری پر وتر ادا کرنا جائز نہیں۔''

(فتاویٰ عالمگیری: 111/1، البِناية للعيني: 477/2، البحر الرّائق لابن نجيم: 41/2)

بعض تاویلات کا جواب:

قارئین نے ملاحظہ کیا کہ سواری پر وتر ادا کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنت سمجھ کر اس پر عمل پیرا تھے۔ ائمہ دین اور فقہائے امت نے اسے سنت رسول ہی بتایا ہے۔ بعض تاویلات کا جواب ملاحظہ ہو۔

تاویل نمبر ①:

علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (١٣٥٢ھ) کہتے ہیں:

أَمَّا ابْنُ عُمَرَ، فَالْجَوَابُ عِنْدِي أَنَّهٗ مِمَّنْ لَّمْ يَكُنْ يُّفَرِّقُ بَيْنَ الْوِتْرِ وَصَلَاةِ اللَّيْلِ، وَكَانَ يُطْلِقُ الْوِتْرَ عَلَى الْمَجْمُوعِ، فَيُمْكِنُ أَنْ يَّكُونَ مَا ذَكَرَهٗ مِنْ وِّتْرِهٖ عَلَى الدَّابَّةِ، هِيَ صَلَاةُ اللَّيْلِ.

''رہے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، تو جواب یہ ہے کہ وہ تو تہجد اور وتر میں فرق ہی

نہیں کرتے تھے۔ وہ قیام اللیل کے لئے وتر کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ ممکن ہے انہوں نے سواری پر وتر کا جو ذکر کیا ہے، اس سے تہجد مراد ہو۔''

(فيض الباري : 194/3)

فہم صحابی پر بدگمانی دیکھ کر افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اس مسئلے میں شاہ صاحب علمی معیار سے بہت نیچے آ گئے ہیں۔ یہ احادیث بول بول کر بتا رہی ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہاں وتر اور تہجد کو نہ خود ایک سمجھا، نہ اپنے شاگرد سعید بن یسار رحمہ اللہ کے سامنے ایک شمار کیا، بلکہ ان کی مراد سراسر اصطلاحی وتر تھی۔ یہ بات ادنی غور و فکر سے سمجھ آ سکتی ہے۔ سعید بن یسار رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے استفسار پر بتایا تھا:

خَشِيتُ الصُّبْحَ، فَنَزَلْتُ، فَأَوْتَرْتُ .

''طلوع فجر کا خدشہ ہوا، تو میں نے سواری سے اُتر کر وتر ادا کر لیے۔''

اتنا تھوڑا وقت ہے کہ صبح صادق کے طلوع ہونے کا خدشہ ہے، ایسے عالم میں تہجد ادا کی جا سکتی ہے؟

❀ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کیا ہے:

إِنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، وَهُوَ يَخْطُبُ، فَقَالَ : كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ؟ فَقَالَ : مَثْنٰى مَثْنٰى، فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ .

''دوران خطبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا، کہا: تہجد کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا: دو دو رکعت، صبح کا خدشہ ہو، تو ایک وتر پڑھ لیں۔''

(صحيح البخاري : 473، صحيح مسلم : 749)

ثابت ہوا کہ صبح صادق طلوع ہونے کے قریب ہو، تو اصطلاحی وتر ہی ادا کیے جاتے ہیں۔ خود رسولِ اکرم ﷺ نے ایک وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے، لیکن بعض لوگ اسے بھی تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، بھلا وہ کیسے سعید بن یسار کے اصطلاحی وتر کو تہجد سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتے تھے؟ فہم کی ایسی غلطی میں تو کوئی ادنیٰ شعور رکھنے والا عام آدمی بھی مبتلا نہیں ہوسکتا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم ﷺ کی نماز تہجد اور وتر دونوں کو الگ الگ ذکر کیا ہے، گویا آپ نے صراحت فرما دی، کیا اب بھی یہ بہانہ تسلیم کرلیا جائے گا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تہجد اور وتر، دونوں کو وتر کہتے تھے۔

تیسرے یہ کہ ہماری ذکر کردہ تیسری روایت میں نافع رحمہ اللہ نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کیا ہے کہ وہ وتر سواری پر ادا کرتے تھے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ نافع رحمہ اللہ بھی تہجد کو وتر کہتے تھے؟

چوتھی بات یہ کہ احناف کے متقدمین علما کو اقرار ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سواری پر اصطلاحی وِتر ہی ادا کیے تھے۔ آئندہ اعتراض کے ضمن میں امام طحاوی رحمہ اللہ کا یہ اعتراف آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ آپ ﷺ کے سواری پر وِتر سے مراد تہجد لینا کشمیری صاحب کی خطا ہے۔ ہمارے علم کے مطابق ان سے پہلے کسی نے ایسا نہیں کہا۔

پانچویں بات یہ کہ سعید بن یسار رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث سن کر کوئی معارضہ نہیں کیا اور یہ نہیں کہا کہ میں نے تو وتر ادا کیا ہے، جبکہ آپ کی بیان کردہ حدیث کے مطابق تو رسولِ اکرم ﷺ سواری پر وتر نہیں، بلکہ تہجد کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ ائمہ دین اور فقہائے امت کا فہم اس پر مستزاد ہے۔

امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، امام ابن خزیمہ وغیرہم رحمہم اللہ کے علاوہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سواری پر وتر کو «بَابُ الْوِتْرِ عَلَى الدَّابَّةِ» (سواری پر وتر پڑھنے کا بیان) کی تبویب کر کے اصطلاحی وتر ہی سمجھا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے اجتہاد اور ان کی فقاہت کا اعتراف کرتے ہوئے خود علامہ انور شاہ کشمیری صاحب نے لکھا ہے:

إِنَّهٗ لَيْسَ بِمُقَلِّدٍ لِّلْأَحْنَافِ وَالشَّافِعِيَّةِ .

"امام بخاری رحمہ اللہ حنفی یا شافعی مقلد نہیں تھے۔"

(العَرف الشّذي :106/1)

ان احادیث میں وتر سے اصطلاحی وتر ہی مراد ہے، مجتہدین امت کا یہی فیصلہ ہے، ایسا نہیں کہ ہم احناف کی مخالفت میں یہ کہہ رہے ہیں۔ جن محدثین نے احادیث پر فقہی تبویب کی ہے، سب نے اس حدیث سے اصطلاحی وِتر ہی مراد لیا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سعید بن یسار سے فرمایا تھا:

أَمَا لَكَ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ .

"کیا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے اسوہ حسنہ نہیں؟"

تاویل نمبر ②:

امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

يَجُوزُ أَنْ يَّكُونَ مَا رَوَى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ وِّتْرِهٖ عَلَى الرَّاحِلَةِ كَانَ ذٰلِكَ

مِنْهُ قَبْلَ تَأْكِيدِهِ إِيَّاهُ، ثُمَّ أَكَّدَهٗ مِنْ بَعْدِ نَسْخِ ذٰلِكَ.

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سواری پر وِتر بیان کیا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ وِتر کی تاکید سے پہلے کا واقعہ ہو، نسخ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وِتر کی تاکید کردی ہو۔'' (شرح مَعاني الآثار: 430/1)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ امام طحاوی رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

لٰكِنَّهٗ يُكْثِرُ مِنِ ادِّعَاءِ النَّسْخِ بِالِاحْتِمَالِ.

''محض احتمال کی بنا پر وہ اکثر نسخ کا دعوی کر جاتے ہیں۔''

(فتح الباري: 487/9)

احادیث کی دوراز کار تاویل کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ نماز وتر کو واجب قرار دینا بے حقیقت ہے۔ دلائل شرعیہ یہی بتاتے ہیں کہ نماز وتر نفل ہی ہے۔ دوسرے یہ کہ وتر کی تاکید کب ہوئی؟ جب تک ٹھوس قرائن وشواہد سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ کون سا معاملہ پہلے کا اور کون سا بعد کا ہے، اس وقت تک نسخ کا دعویٰ ہی درست نہیں۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ دَعْوَى النَّسْخِ فِيمَا رُوِّينَا فِي ذٰلِكَ، بِمَا رُوِيَ فِي تَأْكِيدِ الْوِتْرِ، مِنْ غَيْرِ تَارِيخٍ، وَلَا سَبَبٍ، يَدُلُّ عَلَى النَّسْخِ.

''یہ جائز نہیں کہ آپ تاکید وتر والی حدیث دیکھ کر سواری پر وتر والی حدیث کو منسوخ کہہ دیں۔ اس دعوی پر وقت کا علم، تاریخ یا سبب موجود نہیں۔''

(معرفة السّنن والآثار: 448/3)

❀ نیز فرماتے ہیں:

مَا رُوِيَ فِي تَأْكِيدِ الْوِتْرِ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهٗ أَوَّلُ مَا شَرَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوِتْرَ، وَإِنَّمَا صَلَّاهَا عَلَى الرَّاحِلَةِ، بَعْدَ مَا شَرَعَهَا، وَأَخْبَرَ أُمَّتَهٗ بِأَمْرِهِمْ بِهَا، إِنْ ثَبَتَ الْحَدِيثُ عَنْهُ، فَكَيْفَ يَكُونُ ذٰلِكَ نَاسِخًا لِّمَا صَنَعَ فِيهَا بَعْدَهٗ؟

''وِتر کی تاکید کے بارے میں مروی احادیث اگر صحیح ہیں، تو ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بالکل آغاز کی بات ہے، سواری پر وِتر نبی اکرم ﷺ نے اس کی مشروعیت اور تاکید کے بعد پڑھے ہیں۔ پھر یہ تاکید آپ ﷺ کے بعد والے عمل (سواری پر وِتر) کو کیسے منسوخ کر سکتی ہے؟۔''

(مَعرفة السّنن والآثار : 3/447)

اہل عقل ونظر انصاف کریں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو نبی اکرم ﷺ کا سواری پر وِتر ادا کرنا امت کو بیان کرتے ہیں، وہ خود آپ ﷺ کی وفات کے بعد سواری پر وتر ادا کرتے تھے اور اسے اسوہ حسنہ قرار دے کر دوسروں کو اس کی تاکید بھی کرتے تھے۔ اگر سواری پر وتر ادا کرنا منسوخ تھا، تو انہیں علم کیوں نہ ہوا؟ امام طحاوی رحمہ اللہ سے پہلے، سوا تین سو سال تک، کسی امام وفقیہ نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ سواری پر وتر ادا کرنا منسوخ ہے۔ اس پر مستزاد کہ بیہقی رحمہ اللہ جیسے محدثِ شہیر نے اس کا سختی سے علمی ردّ بھی کر دیا ہے۔

❀ علامہ عبدالحئ لکھنوی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) نے لکھا ہے:

فِيهِ نَظَرٌ لَّا يَخْفٰى، إِذْ لَا سَبِيلَ إِلٰى إِثْبَاتِ النَّسْخِ بِالْاِحْتِمَالِ مَا لَمْ يُعْلَمْ ذٰلِكَ بِنَصٍّ وَّارِدٍ فِي ذٰلِكَ .

''یہ بات دلیل کی محتاج ہے، نسخ کبھی بھی احتمال سے ثابت نہیں ہوتا، جب تک

اس بارے میں قرآن وسنت کی واضح تعلیمات معلوم نہ ہو جائیں۔''

(التعليق الممجّد : 133)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ كَانَ يُصَلِّي عَلٰى رَاحِلَتِهٖ، وَيُوتِرُ بِالْأَرْضِ، وَيَزْعَمُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ وَ سَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ .

''وہ سواری پر نماز پڑھتے، پھر وتر زمین پر پڑھتے اور بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے۔''

(شرح معاني الآثار للطّحاوي :429/1، وسندهٗ صحيحٌ)

ایسا کرنا جائز ہے۔سواری پر وِتر ادا کیے جائیں یا زمین پر، دونوں صورتیں بالکل درست ہیں۔ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس عمل کو سواری پر وِتر کے خلاف پیش کرنا دھوکہ دہی کے سوا کچھ نہیں، ہم اس سلسلے میں بہت سی روایات پیش کر چکے ہیں۔ پھر بھی اگر کوئی شبہ ہو تو یہ روایت پڑھ لیں۔

❀ نافع رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ رُبَّمَا أَوْتَرَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ، وَرُبَّمَا نَزَلَ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کبھی سواری پر وتر ادا فرماتے اور کبھی اُتر کر۔''

(تهذيب الآثار للطّبري :541/1، سنن الدّارقطني : 339/2، وسندهٗ صحيحٌ)

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا سواری سے اُتر کر وِتر ادا کرنا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ وہ سواری پر وتر کو ناجائز سمجھتے تھے،خود ان سے سواری پر وِتر ادا کرنا بھی ثابت ہے، وہ حدیث رسول کی روشنی میں دونوں صورتوں کو جائز سمجھتے تھے۔

۞ **امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:**

أَمَّا نُزُولُ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَّاحِلَتِهٖ حَتّٰى أَوْتَرَ بِالْأَرْضِ، فَمِنَ الْمُبَاحِ، إِنْ شَاءَ الَّذِي يُصَلِّي الْوِتْرَ صَلّٰى عَلَى الرَّاحِلَةِ، وَإِنْ شَاءَ صَلّٰى عَلَى الْأَرْضِ، أَيَّ ذٰلِكَ فَعَلَ يُجْزِيهِ، وَقَدْ فَعَلَ ابْنُ عُمَرَ الْفِعْلَيْنِ جَمِيعًا، رُوِّينَا عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهٗ كَانَ رُبَّمَا أَوْتَرَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ، وَرُبَّمَا نَزَلَ، وَالْوِتْرُ عَلَى الرَّاحِلَةِ جَائِزٌ، لِلثَّابِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ أَوْتَرَ عَلَى الرَّاحِلَةِ، وَيَدُلُّ ذٰلِكَ عَلٰى أَنَّ الْوِتْرَ تَطَوُّعٌ، خِلَافَ قَوْلِ مَنْ شَذَّ عَنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَخَالَفَ السُّنَّةَ، فَزَعَمَ أَنَّ الْوِتْرَ فَرْضٌ.

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا سواری سے اُتر کر وِتر ادا کرنا جواز کی دلیل ہے۔ وِتر پڑھنے والا چاہے، تو سواری پر پڑھ لے اور چاہے تو اُتر کر۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دونوں طرح سے وِتر پڑھے ہیں۔ ہمیں یہ روایت ملی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کبھی سواری پر وِتر ادا فرماتے اور کبھی اُتر کر۔ سواری پر وتر ادا کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی بنا پر جائز ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ وتر نفل ہے، جن لوگوں نے اہل علم اور سنت کی مخالفت میں وتر کو فرض سمجھا ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔''

(الأوسط في السّنن والإجماع والاختلاف : 247/5)

۞ **امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:**

أَمَّا مَا رُوِيَ فِي ذٰلِكَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ بِاللَّيْلِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُّوتِرَ نَزَلَ، فَأَوْتَرَ عَلَى الْأَرْضِ، فَإِنَّهٗ لَا حُجَّةَ فِيهِ لِمُحْتَجٍّ بِأَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى جَائِزًا لِّلْمَرْءِ أَنْ يُّوتِرَ رَاكِبًا، وَأَنَّهٗ كَانَ يَرٰى أَنَّ الْوِتْرَ فَرْضٌ كَسَائِرِ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ، وَذٰلِكَ أَنَّهٗ جَائِزٌ أَنْ يَّكُونَ نُزُولُهٗ لِلْوِتْرِ إِلَى الْأَرْضِ كَانَ اخْتِيَارًا مِّنْهُ ذٰلِكَ لِنَفْسِهٖ، وَطَلَبًا لِّلْفَضْلِ لَا عَلٰى أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ عِنْدَهُ الْوَاجِبُ عَلَيْهِ الَّذِي لَا يَجُوزُ غَيْرُهٗ، هٰذَا لَوْ لَمْ يَكُنْ وَّرَدَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِخِلَافِ ذٰلِكَ خَبَرٌ، فَكَيْفَ وَالْأَخْبَارُ عَنْهُ بِخِلَافِ ذٰلِكَ مِنَ الْفِعْلِ مُتَظَاهِرَةٌ؟

''سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو روایت ہے کہ وہ رات کو نفل سواری پر ادا فرماتے اور وِتر کا ارادہ فرماتے، تو زمین پر ادا کرتے، اس میں کسی کے لیے یہ دلیل نہیں کہ وہ سواری پر وِتر کو ناجائز سمجھتے ہوئے ایسا کرتے تھے یا وہ وِتر کو فرض سمجھتے تھے، بلکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے زمین پر اُتر کر زیادہ ثواب کے لیے ایسا کرتے تھے، اس لیے نہیں کہ وہ اسے ضروری سمجھتے تھے۔ اگر اُن سے اس کے خلاف کوئی بات ثابت نہ ہو، تو بھی اس روایت سے یہی ثابت ہوگا، جبکہ ان کی بہت سی روایات اس کے خلاف جا رہی ہیں۔''

(تہذیب الآثار: 541/1)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ذَكَرْنَا وِتْرَ عَلِيٍّ وَّابْنِ عُمَرَ عَلَى الرَّاحِلَةِ، بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنُزُولُ ابْنِ عُمَرَ لِوِتْرِهٖ لَا يَرْفَعُ جَوَازَهٗ عَلَى الرَّاحِلَةِ.

''ہم ذکر کر چکے کہ سیدنا علی اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سواری پر وِتر ادا کرتے تھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا سواری سے اُتر کر وِتر ادا کرنا سواری پر وِتر ادا کرنے کے منافی نہیں۔''

(معرفة السّنن والآثار: 448/3)

❁ امام طحاوی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

وِتْرُهٗ عَلَى الْأَرْضِ فِيمَا لَا يَنْفِي أَنْ يَّكُونَ قَدْ كَانَ يُوتِرُ عَلَى الرَّاحِلَةِ أَيْضًا، ثُمَّ جَاءَ سَالِمٌ وَّنَافِعٌ وَّأَبُو الْحُبَابِ، فَأَخْبَرُوا عَنْهُ أَنَّهٗ كَانَ يُوتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ.

''ابن عمر رضی اللہ عنہما کا زمین پر وِتر ادا کرنا اس بات کی نفی نہیں کرتا کہ وہ سواری پر بھی وِتر پڑھتے تھے۔ پھر سالم، نافع اور ابو الحباب نے بیان کر دیا ہے کہ وہ سواری پر وِتر ادا کرتے تھے۔''(شرح مَعاني الآثار: 430/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''امام طحاوی رحمہ اللہ نے اہل کوفہ سے ذکر کیا ہے کہ سواری پر وِتر نہ پڑھے جائیں۔ یہ بات سنت نبوی کے خلاف ہے۔ بعض لوگوں نے امام مجاہد کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا

کہ انھوں نے سواری سے اتر کر زمین پر وِتر ادا کیے۔ لیکن یہ سواری پر وِتر کے خلاف نہیں، کیونکہ زمین پر وِتر ادا کرنا بالاتفاق افضل ہے۔''

(فتح الباري : 488/2)

تاویل نمبر ③ :

مفتی تقی عثمانی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ وِتر کو قدرت علی القیام کی صورت میں قاعداً (بیٹھ کر) پڑھنا جائز نہیں، جس کا تقاضا ہے کہ وتر علی الراحلہ (سواری پر) بطریق اولیٰ ناجائز ہو، کیونکہ راحلہ (سواری) پر نماز نہ صرف قیام سے، بلکہ استقبالِ قبلہ اور قعود (بیٹھنے) کی ہیئت مسنونہ سے بھی خالی ہوتی ہے۔'' (تقریر ترمذی:244/1)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر نماز وتر ادا کی ہے، تو پھر اس قسم کے اعتراضات کی کوئی علمی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

تاویل نمبر ④ :

علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّهٗ وَاقِعَةُ حَالٍ، لَا عُمُومَ لَهَا، فَيَجُوزُ كَوْنُ ذٰلِكَ لِعُذْرٍ، وَالِاتِّفَاقُ عَلٰى أَنَّ الْفَرْضَ يُصَلّٰى عَلَى الدَّابَّةِ لِعُذْرِ الطِّينِ وَالْمَطَرِ وَنَحْوِهٖ.

''یہ خاص واقعہ ہے، اس میں عموم نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عذر کی بنا پر سواری پر وِتر ادا کیا ہو اور اس بات پر اتفاق ہے کہ کیچڑ اور بارش کی مجبوری میں فرائض سواری پر ادا کیے جاسکتے ہیں۔''

(فتح القدير :371/1)

راوی حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سواری پر وتر کو اسوہ حسنہ قرار دے رہے ہیں، یہ واقعہ بھی وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا ہے۔ ابن ہمام اسے ایک خاص واقعہ کہہ کر سواری پر وِتر کو ناجائز قرار دے رہے ہیں، ائمہ محدثین کا فہم اسے سنت رسول بتاتا ہے، یہ تاویل کس طرح درست ہو سکتی ہے، جسے صحابہ و تابعین نے بیان نہ کیا ہو۔

یہ ہے تقلید کا انجام کہ اپنا مذہب بچانے کے لیے کتنی تاویلات کرنی پڑتی ہیں!

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سنتِ رسول پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

جانور کے پیٹ کا بچہ:

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ .

''جانور کے ذبح ہونے سے اس کے پیٹ میں موجود بچہ بھی ذبح ہو جاتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 39/3، سنن الدّارقُطني : 274/4، السّنن الكبرٰى للبَيْهقي : 335/9، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۹۰۰) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۸۸۹) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(مُختصر السّنن : 120/4)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(المَجموع : 562/2)

❁ نیز ''حسن'' بھی کہا ہے۔

(تهذيب الأسماء واللّغات : 111/3)

❁ علامہ غزالی اور امام الحرمین جوینی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(التّلخيص الحبير لابن حَجر : 157/4)

❁ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے بھی اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(التّلخيص الحبير لابن حَجر : 157/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَقُّ أَنَّ فِيهَا مَا تَنْتَهِضُ بِهِ الْحُجَّةُ .

''حق بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حجت پکڑنا جائز ہے۔''

(التّلخيص الحَبير : 157/4)

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا نُحِرَتِ النَّاقَةُ فَذَكَاةُ مَا فِي بَطْنِهَا فِي ذَكَاتِهَا، إِذَا كَانَ قَدْ تَمَّ خَلْقُهُ، نَبَتَ شَعَرُهُ .

''جب اونٹنی کو ذبح کیا جائے، تو اس کے پیٹ کا بچہ بھی ذبح ہو جاتا ہے، اگر اس کی تخلیق مکمل ہو گئی ہو اور جسم پر بال اُگ آئے ہوں۔''

(مؤطأ الإمام مالك : 490/2، وسندهٗ صحيحٌ)

اس صحیح حدیث اور اثر سے ثابت ہوا کہ اگر بکری، گائے، اونٹنی وغیرہ کو ذبح کیا جائے تو اس کے پیٹ میں جو بچہ ہوگا، وہ بھی ذبح ہو جائے گا اور اس کا کھانا حلال ہوگا۔ یہ اہل حق کا اجماعی مسئلہ ہے۔

اس کے برعکس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے مقلدین کے نزدیک ایسے بچے کا کھانا حرام ہے، ان کے نزدیک جانور کے ذبح ہونے سے پیٹ کا بچہ ذبح نہیں ہوگا، اسے کھانا ناجائز ہے۔

(المَبسوط للسّرخسي : 6/12، الهداية للمَرغيناني : 351/4، بدائع الصّنائع للكاساني : 421/5، النَتف في الفتاوى للسّعدي : 228/1، البحر الرّائق لابن نُجَيم : 195/8، مَجمع الأنهر لشيخي زاده : 512/2، ردّ المحتار على الدّر المختار : 304/6)

یہ موقف صحیح احادیث، اجماعِ امت اور فہم محدثین کے خلاف ہے۔ یہ بے اصل اور بے دلیل بات ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يُرْوَ عَنْ أَحَدٍ مِّنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَسَائِرِ الْعُلَمَاءِ أَنَّ الْجَنِينَ لَا يُؤْكَلُ، إِلَّا بِاسْتِئْنَافِ الذَّكَاةِ فِيهِ، إِلَّا مَا رُوِيَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، وَلَا أَحْسِبُ أَصْحَابَهُ وَافَقُوهُ عَلَيْهِ.

''صحابہ وتابعین اور باقی اہل علم میں سے کسی سے بھی یہ بات مروی نہیں کہ (حلال جانور کے) پیٹ کے بچے کو الگ ذبح کیے بغیر نہیں کھایا جاسکتا۔ صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یہ روایت کیا گیا ہے۔ میرا نہیں خیال کہ اس مسئلے میں ان کے شاگردوں نے بھی ان کی موافقت کی ہو۔''

(نَصب الرّاية للزّيلعي الحَنفي : 192/4)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَزُفَرَ، فَلَيْسَ لَهُ فِي حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا فِي قَوْلِ أَصْحَابِهِ، وَلَا فِي قَوْلِ الْجُمْهُورِ أَصْلٌ.

”امام ابوحنیفہ اور زُفر رحمہما اللہ کے قول کی کوئی دلیل نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں موجود ہے، نہ صحابہ کرام کے اقوال میں، نہ جمہور اہل علم کے مذہب میں۔“

(الاستذکار : 265/5)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

رَدُّ السُّنَّةِ الصَّحِيحَةِ الصَّرِيحَةِ الْمُحْكَمَةِ بِأَنَّ ذَكَاةَ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ، بِأَنَّهَا خِلَافُ الْأُصُولِ، وَهُوَ تَحْرِيمُ الْمَيْتَةِ، فَيُقَالُ : الَّذِي جَاءَ عَلٰى لِسَانِهِ تَحْرِيمُ الْمَيْتَةِ هُوَ الَّذِي أَبَاحَ الْأَجِنَّةَ الْمَذْكُورَةَ، فَلَوْ قُدِّرَ أَنَّهَا مَيْتَةٌ لَكَانَ اسْتِثْنَاؤُهَا بِمَنْزِلَةِ اسْتِثْنَاءِ السَّمَكِ وَالْجَرَادِ مِنَ الْمَيْتَةِ، فَكَيْفَ وَلَيْسَتْ بِمَيْتَةٍ؟ فَإِنَّهَا جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَاءِ الْأُمِّ وَالذَّكَاةُ قَدْ أَتَتْ عَلٰى جَمِيعِ أَجْزَائِهَا، فَلَا يَحْتَاجُ أَنْ يُّفْرَدَ كُلُّ جُزْءٍ مِّنْهَا بِذَكَاةٍ، وَالْجَنِينُ تَابِعٌ لِلْأُمِّ، جُزْءٌ مِّنْهَا، فَهٰذَا هُوَ مُقْتَضَى الْأُصُولِ الصَّحِيحَةِ، وَلَوْ لَمْ تَرِدِ السُّنَّةُ بِالْإِبَاحَةِ، فَكَيْفَ وَقَدْ وَرَدَتْ بِالْإِبَاحَةِ الْمُوَافِقَةِ لِلْقِيَاسِ وَالْأُصُولِ؟

”ماں کے ذبح ہونے سے پیٹ کا بچہ بھی ذبح ہو جاتا ہے، اس بارے میں ثابت صریح اور محکم سنت نبویہ کو یہ کہہ کر ردّ کیا گیا کہ یہ اصول کے خلاف ہے، اصول یہ ہے کہ مُردار حرام ہے۔ ایسی باتیں کرنے والوں سے کہا جائے کہ جس ہستی (رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان پر مردار کی حرمت نازل ہوئی، اسی نے

مذکورہ پیٹ کے بچوں کو حلال قرار دیا ہے۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ (ذبح شدہ حلال جانور کے پیٹ سے نکلنے والا بچہ) مُردہ ہے تو بھی یہ حرمت سے مستثنیٰ ہو گا، جیسے مردار کی حرمت سے مچھلی اور جراد (ٹڈی) مستثنیٰ ہے، چہ جائیکہ یہ مُردہ ہے ہی نہیں۔ پیٹ کا بچہ ماں کے اجزاء میں سے ایک جزء ہوتا ہے۔ ذبح کرنے سے جانور کے تمام اجزاء ذبح ہو جاتے ہیں، ہر ہر جزوِ جسم کو الگ الگ ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پیٹ کا بچہ بھی ماں کا جزوِ جسم ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ ذبح ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں اگر ہمیں سنتِ نبوی نہ بھی ملتی تو صحیح اصولوں کا تقاضا یہی تھا۔ اب جبکہ اس بارے میں قیاس و اصول کے موافق سنتِ نبوی بھی مل گئی ہے، تو اسے ردّ کرنا کیسے جائز ہوا؟۔''

(إعلام الموقعين : 334/2)

❁ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (٦٢٠ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، فَلَا يُعَوَّلُ عَلٰى مَا خَالَفَهُ، وَلِأَنَّ الْجَنِينَ مُتَّصِلٌ بِهَا اتِّصَالَ خِلْقَةٍ، يَتَغَذّٰى بِغِذَائِهَا، فَتَكُونُ ذَكَاتُهُ ذَكَاتَهَا، كَأَعْضَائِهَا، وَلِأَنَّ الذَّكَاةَ فِي الْحَيَوَانِ تَخْتَلِفُ عَلٰى حَسَبِ الْإِمْكَانِ فِيهِ وَالْقُدْرَةِ، بِدَلِيلِ الصَّيْدِ الْمُمْتَنِعِ وَالْمَقْدُورِ عَلَيْهِ وَالْمُتَرَدِّيَةِ، وَالْجَنِينُ لَا يُتَوَصَّلُ إِلٰى ذَبْحِهٖ بِأَكْثَرَ مِنْ ذَبْحِ أُمِّهٖ، فَيَكُونُ ذَكَاةً لَهٗ.

''صحابہ کرام اور بعد والے اہل علم کا اجماع ہے (کہ ماں کے ذبح ہونے سے اس کے پیٹ کا بچہ بھی ذبح ہو جاتا ہے)، لہٰذا اس کے خلاف کسی بات پر اعتماد

نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ پیٹ کا بچہ اپنی ماں کے ساتھ تخلیقی حوالے سے متصل ہوتا ہے، اسی کی غذا سے وہ غذا پاتا ہے۔ یوں ماں کے ذبح ہونے سے اس کے دوسرے اعضاء کی طرح وہ بھی ذبح ہو جاتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جانوروں میں ذبح کا طریقہ امکان و قدرت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جس شکار کو زندہ پکڑنے پر انسان قادر نہ ہو اور جس کو زندہ پکڑ لینے پر قادر ہو اور کنویں وغیرہ میں گر گیا ہو، ان کو ذبح کا طریقہ الگ الگ ہے۔ اسی طرح پیٹ کے بچے کو صرف اسی طرح ذبح کیا جا سکتا ہے کہ اس کی ماں کو ذبح کر دیا جائے۔ یوں اس کی ماں کو ذبح کرنے سے وہ بھی ذبح ہو جائے گا۔''

(المُغني : 401/9)

❁ نیز امام ابن منذر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

كَانَ النَّاسُ عَلٰى إِبَاحَتِهٖ، لَا نَعْلَمُ أَحَدًا مِّنْهُمْ خَالَفَ مَا قَالُوا إِلٰى أَنْ جَاءَ النُّعْمَانُ، فَقَالَ : لَا يَحِلُّ، لِأَنَّ ذَكَاةَ نَفْسٍ لَّا تَكُونُ ذَكَاةَ نَفْسَيْنِ .

''لوگ (صحابہ و تابعین اور اہل علم) اس (جانور کے پیٹ کے بچے) کو حلال ہی سمجھتے تھے۔ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے صحابہ و تابعین اور اہل علم کی اس بات میں مخالفت کی ہو، حتی کہ نعمان (امام ابوحنیفہ) آئے اور کہا کہ یہ حلال نہیں، (اور یہ عقلی دلیل دی) کہ ایک جان کو ذبح کرنے سے دو جانیں ذبح نہیں ہوتیں۔'' (المُغني : 401/9)

۞ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

بِالْجُمْلَةِ فَقَوْلُ مَنْ قَالَ بِمُوَافَقَةِ الْحَدِيثِ أَقْوٰى .

”الحاصل جس کا قول حدیث کے موافق ہے، وہی زیادہ قوی ہے۔“

(التّعليق المُمجّد : 287)

بعض احناف نے اس صحیح حدیث کو اپنے مذہب کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے اور کہہ دیا ہے کہ اس حدیث میں ذَکَاۃُ أُمِّہٖ کو ذَکَاۃَ أُمِّہٖ یعنی زبر کے ساتھ پڑھا جائے گا، یوں اس کا معنی یہ ہوگا کہ بچے کو بھی اس کی ماں کی طرح ذبح کیا جائے۔ یہ ایسی غلط تاویل ہے، جو صحابہ و تابعین اور محدثین کرام کے متفقہ فہم کے خلاف ہے۔

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

الرِّوَايَةُ الْمَشْهُورَةُ : ذَكَاةُ أُمِّهٖ، بِرَفْعِ ذَكَاةٍ، وَبَعْضُ النَّاسِ يَنْصِبُهَا، وَيَجْعَلُهَا بِالنَّصْبِ دَلِيلًا لِّأَصْحَابِ أَبِي حَنِيفَةَ، رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فِي أَنَّهٗ لَا يَحِلُّ إِلَّا بِذَكَاةٍ، وَيَقُولُونَ : تَقْدِيرُهٗ [كَذَكَاةِ أُمِّهٖ]، حُذِفَتِ الْكَافُ، فَانْتَصَبَ، وَهٰذَا لَيْسَ بِشَيْءٍ، لِأَنَّ الرِّوَايَةَ الْمَعْرُوفَةَ بِالرَّفْعِ، وَكَذَا نَقَلَهُ الْإِمَامُ أَبُو سُلَيْمَانَ الْخَطَّابِيُّ وَغَيْرُهٗ، وَتَقْدِيرُهٗ عَلَى الرَّفْعِ يَحْتَمِلُ أَوْجُهًا، أَحْسَنُهَا أَنَّ [ذَكَاةُ الْجَنِينِ] خَبَرٌ مُّقَدَّمٌ، وَ[ذَكَاةُ أُمِّهٖ] مُبْتَدَأٌ، وَالتَّقْدِيرُ : ذَكَاةُ أُمِّ الْجَنِينِ ذَكَاةٌ لَّهٗ، كَقَوْلِ الشَّاعِرِ : بَنُونَا بَنُو أَبْنَائِنَا، وَنَظَائِرِهٖ، وَذٰلِكَ لِأَنَّ الْخَبَرَ مَا حَصَلَتْ بِهِ الْفَائِدَةُ، وَلَا تَحْصُلُ إِلَّا بِمَا ذَكَرْنَاهُ،

وَأَمَّا رِوَايَةُ النَّصْبِ عَلٰى تَقْدِيرِ صِحَّتِهَا، فَتَقْدِيرُهَا [ذَكَاةُ الْجَنِينِ حَاصِلَةٌ وَقْتَ ذَكَاةِ أُمِّهٖ]، وَأَمَّا قَوْلُهُمْ : تَقْدِيرُهٗ [كَذَكَاةِ أُمِّهٖ]، فَلَا يَصِحُّ عِنْدَ النَّحْوِيِّينَ بَلْ هُوَ لَحْنٌ، وَإِنَّمَا جَاءَ النَّصْبُ بِإِسْقَاطِ الْحَرْفِ فِي مَوَاضِعَ مَعْرُوفَةٍ عِنْدَ الْكُوفِيِّينَ بِشَرْطٍ لَيْسَ مَوْجُودًا هٰهُنَا .

’’مشہور روایت ذَكَاةُ أُمِّهٖ یعنی رفع کے ساتھ ہی ہے۔البتہ بعض لوگ اس پر زبر پڑھتے ہیں اور اسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کی دلیل بناتے ہیں کہ پیٹ کا بچہ ذبح کرنے ہی سے ذبح ہوگا۔ان کا کہنا ہے کہ اصل عبارت كَذَكَاةِ أُمِّهٖ ہے،یعنی پیٹ کا بچہ اپنی ماں کی طرح ذبح ہوگا۔کاف کو حذف کر دیا گیا،تو یہ منصوب ہو گیا،لیکن یہ بات بالکل فضول ہے۔امام ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے اسی طرح (رفع کے ساتھ) ہی نقل کیا ہے۔رفع کی صورت میں عبارت کی اصل کئی طرح سے ہوسکتی ہے۔سب سے بہتر یہ ہے کہ ذَكَاةُ الْجَنِينِ کو خبر مقدم بنایا جائے اور ذَكَاةُ أُمِّهٖ مبتدا ہو۔اصل عبارت یوں ہوگی: ذَكَاةُ أُمِّ الْجَنِينِ ذَكَاةٌ لَّهٗ (ماں کا ذبح پیٹ کے بچے کے لیے بھی ذبح ہے)،جیسا کہ شاعر نے کہا ہے: بَنُونَا بَنُو أَبْنَائِنَا (ہمارے بیٹوں کے بیٹے بھی ہمارے بیٹے ہیں)،وغیرہ۔اس لیے کہ خبر وہ ہوتی ہے،جس سے کوئی فائدہ حاصل ہو اور فائدہ تب حاصل ہوگا،جب ہماری مذکورہ صورت مراد لی

جائے۔رہی نصب والی صورت تو اگر اسے صحیح مان بھی لیا جائے تو اصل عبارت یہ ہوگی: «ذَكَاةُ الْجَنِينِ حَاصِلَةٌ وَقْتَ ذَكَاةِ أُمِّهٖ» کہ پیٹ کا بچہ اسی وقت ذبح ہو جاتا ہے جب اس کی ماں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ اصل عبارت كَذَكَاةِ أُمِّهٖ ہے، یہ نحویوں کے ہاں درست نہیں، بلکہ غلط ہے، کیونکہ صرف کوفیوں کے ہاں کسی حرف کے حذف ہونے سے نصب آتی ہے اور وہ خاص ہے بعض معروف مقامات کے ساتھ اور وہ بھی ایک شرط کے پورا ہونے پر، جو یہاں پائی ہی نہیں جارہی۔''

(تهذيب الأسماء واللّغات : 112/3)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۶۲ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْمُنْذِرِيُّ فِي مُخْتَصَرِهٖ : وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ بَعْضُهُمْ لِغَرَضٍ لَّهٗ : [ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةَ أُمِّهٖ]، بِنَصْبِ [ذَكَاة] الثَّانِيَةِ، لِتُوجِبَ ابْتِدَاءَ الذَّكَاةِ فِيهِ إِذَا خَرَجَ، وَلَا يُكْتَفٰى بِذَكَاةِ أُمِّهٖ، وَلَيْسَ بِشَيْءٍ، وَإِنَّمَا هُوَ بِالرَّفْعِ، كَمَا هُوَ الْمَحْفُوظُ عَنْ أَئِمَّةِ هٰذَا الشَّأْنِ، وَأَبْطَلَهٗ بَعْضُهُمْ بِقَوْلِهٖ : «فَإِنَّ ذَكَاتَهٗ ذَكَاةُ أُمِّهٖ»، لِأَنَّهٗ تَعْلِيلٌ لِّإِبَاحَتِهٖ، مِنْ غَيْرِ إِحْدَاثِ ذَكَاةٍ.

''علامہ منذری رحمہ اللہ نے ''مختصر السنن'' میں فرمایا ہے کہ بعض لوگوں نے اپنے خاص مقصد کے تحت اس حدیث کو دوسرے لفظ ذَكَاةَ کے نصب کے ساتھ [ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةَ أُمِّهٖ] نقل کیا ہے، تاکہ اس حدیث سے بچے کے

پیٹ سے نکلنے کے بعد اسے دوبارہ ذبح کرنا ضروری قرار دیا جائے اور اس کی ماں کے ذبح ہونے کو اس کے لیے کافی نہ سمجھا جا سکے۔ لیکن یہ فضول حرکت ہے۔ یہ حدیث لفظِ ذَکَاۃ کے رفع کے ساتھ ہی ہے، جیسا کہ ائمہ حدیث سے ثابت ہے۔ بعض محدثین کرام نے اس بات کا ردّ حدیث میں موجود ان الفاظ سے کیا ہے: «فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهٖ»، کیونکہ یہ الفاظ تو بغیر ذبح کیے جانے والے بچے کے حلال ہونے کی علت کے طور پر بیان ہوئے ہیں۔''

(نصب الرّاية : 4/191-192)

❀ علامہ عبدالحئی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ نَظَرٌ، فَإِنَّ الْمَحْفُوظَ عَنْ أَئِمَّةِ الشَّأْنِ الرَّفْعُ، صَرَّحَ بِهِ الْمُنْذِرِيُّ .

''یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ ائمہ حدیث سے رفع ہی منقول ہے۔ علامہ منذری رحمہ اللہ نے اس بات کی صراحت کی ہے۔''

(التّعليق المُمجّد ص 287)

تنبیہ:

❀ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے منقول ہے:

لَا يَكُونُ ذَكَاةُ نَفْسٍ ذَكَاةَ نَفْسَيْنِ، يَعْنِي أَنَّ الْجَنِينَ إِذَا ذُبِحَتْ أُمُّهُ لَمْ يُؤْكَلْ حَتّٰى يُدْرَكَ ذَكَاتُهُ .

''ایک جان کا ذبح دو جانوں کے ذبح کا کام نہیں دے سکتا، یعنی جب ماں کو ذبح کیا جائے، تو اس کے پیٹ کا بچہ ذبح نہیں ہوگا، ہاں، اگر خود اس بچے کو بھی ذبح کرنے کا موقع مل جائے، تو وہ حلال ہوگا۔''

(كتاب الآثار للشّيباني، ص 186)

قول ثابت نہیں:

① صاحب کتاب محمد بن حسن شیبانی محدثین کے ہاں ''متروک وکذاب'' ہے۔

② ان کے استاذ بھی باتفاقِ محدثین غیر معتبر اور غیر ثقہ ہیں۔

③ حماد بن ابی سلیمان ''مختلط'' ہیں، ان سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قبل از اختلاط روایت لینا ثابت نہیں۔

ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تک تمام صحابہ و تابعین اور اہل علم کے نزدیک صحیح حدیث کی روشنی میں پیٹ کا بچہ ماں کے ذبح ہونے کے ساتھ ہی ذبح ہو جاتا ہے۔

قرعہ اندازی:

قرعہ اندازی کی مشروعیت وجواز پر قرآن وحدیث کے دلائل موجود ہیں۔ اہل سنت کے ائمہ بھی اس کی مشروعیت کے قائل ہیں، احناف اس کی مشروعیت کے قائل نہیں، وہ اس بارے میں مروی صحیح وصریح احادیث کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔

آیئے فہم سلف کی روشنی میں قرعہ اندازی کے ثبوت پر دلائل ملاحظہ فرمائیں:

❀ اللہ تعالیٰ فرمان ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝﴾ (آل عمران: ٤٤)

''(اے نبی!) آپ ان کے پاس نہیں تھے، جب وہ (قرعہ اندازی کے لیے) اپنی قلمیں ڈال رہے تھے کہ سیدہ مریم (علیہا السلام) کی کفالت کون کرے گا اور آپ اس وقت بھی ان کے پاس نہیں تھے، جب وہ باہم تکرار کر رہے تھے۔''

سیدہ مریم علیہاالسلام کی کفالت کے حوالے سے قرعہ ڈالا گیا اور وہ سیدنا زکریا علیہ السلام کے نام نکلا تھا۔ یوں قرعہ اندازی کی بنا پر وہ سیدہ مریم علیہاالسلام کے کفیل و نگہبان بنے تھے۔

❀ سیدنا یونس علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۞ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ، فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ۞﴾ (الصافّات : ۱۳۹۔۱۴۱)

''بلاشبہ یونس (علیہ السلام) پیغمبروں میں سے تھے۔ (اس وقت کو یاد کرو) جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے۔ انہوں نے قرعہ اندازی کی تو قرعہ انہی کے نام پر نکلا۔''

❀ قتادہ رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قَارَعَ نَبِيُّ اللّٰهِ يُونُسُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقُرِعَ، قَالَ : احْتَبَسَتِ السَّفِينَةُ، فَعَلِمَ الْقَوْمُ، إِنَّمَا احْتَبَسَتْ مِنْ حَدَثٍ أَحْدَثَهٗ بَعْضُهُمْ، فَتَسَاهَمُوا، فَقُرِعَ يُونُسُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَمٰى بِنَفْسِهٖ .

''اللہ کے نبی سیدنا یونس علیہ السلام نے قرعہ اندازی میں حصہ لیا تو قرعہ انہی کے نام نکلا۔ جب کشتی بھنور میں پھنس رہی تھی تو لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ کسی سوار کے عمل کی بنا پر ہے، جب انہوں نے قرعہ ڈالا تو یونس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام قرعہ نکلا۔ انہوں نے خود سمندر میں چھلانگ لگا دی۔''

(السّنن الكبرٰی للبیهقي : 287/10، وسندهٗ صحیحٌ)

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ سِتَّةَ مَمْلُوكِينَ لَهٗ عِنْدَ مَوْتِهٖ، لَمْ يَكُنْ لَّهٗ مَالٌ غَيْرَهُمْ،

فَدَعَا بِهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَزَّأَهُمْ أَثْلَاثًا، ثُمَّ أَقْرَعَ بَيْنَهُمْ، فَأَعْتَقَ اثْنَيْنِ، وَأَرَقَّ أَرْبَعَةً، وَقَالَ لَهٗ قَوْلًا شَدِيدًا .

''ایک شخص نے موت کے وقت اپنے چھے غلاموں کو آزاد کر دیا۔اس کے پاس ان غلاموں کے علاوہ کوئی مال بھی نہیں تھا۔اللہ کے رسول ﷺ نے غلاموں کو بلا کر تین ٹولیوں میں تقسیم کر دیا اور ان کے درمیان قرعہ ڈالا۔(جس ٹولی کے نام قرعہ نکلا،ان)دوکو رہا کر دیا اور باقی چار کو غلامی میں برقرار رکھا۔ان کے مالک کے بارے میں بھی سخت بات فرمائی۔''

(صحیح مسلم : 1668)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ نَصٌّ فِي شَرْعِيَّةِ الْقُرْعَةِ فِي مِثْلِ هٰذَا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''یہ حدیث قرعہ کے مشروع ہونے پر واضح دلیل ہے۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 332/18)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، يَرَوْنَ اسْتِعْمَالَ الْقُرْعَةِ فِي هٰذَا وَفِي غَيْرِهٖ، وَأَمَّا بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ الكُوفَةِ، وَغَيْرِهِمْ، فَلَمْ يَرَوْا القُرْعَةَ .

''نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام اور دیگر اہل علم میں سے بعض کا اسی حدیث پر عمل ہے۔امام مالک،امام شافعی،امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا

یہی مذہب ہے۔ یہ سب اہل علم اس جیسے مواقع پر قرعہ اندازی کو جائز سمجھتے تھے۔ البتہ اہل کوفہ وغیرہ میں سے بعض اہل علم قرعہ کو جائز نہیں سمجھتے۔‘‘

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 1364)

❀ بویطی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا:

نَاظَرْتُ الْمَرِيسِيَّ فِي الْقُرْعَةِ، فَذَكَرْتُ لَهٗ حَدِيثَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُرْعَةِ، فَقَالَ : يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ! هٰذَا قِمَارٌ، فَأَتَيْتُ أَبَا الْبَخْتَرِيِّ، فَقُلْتُ لَهٗ : سَمِعْتُ الْمَرِيسِيَّ يَقُولُ : الْقُرْعَةُ قِمَارٌ، قَالَ : يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ ! شَاهِدٌ آخَرَ وَاقْتُلْهُ .

’’میں نے (بشر) مریسی سے قرعہ اندازی پر مناظرہ کیا۔ میں نے سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی قرعہ کے بارے میں وہ حدیث ذکر کی جو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ مریسی کہنے لگا: ابو عبداللہ! قرعہ اندازی تو جُوا ہے۔ میں ابو بختری کے پاس گیا اور ان سے کہا: میں نے مریسی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ قرعہ اندازی جُوا ہے۔ وہ کہنے لگے: ایک اور شخص کو گواہ بنا کر اسے قتل کر دو۔‘‘

(تاريخ بغداد للخطيب : 60/7، تاريخ ابن عساكر :380/51، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهٖ، فَأَيُّهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا، فَخَرَجَ فِيهَا سَهْمِي، فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے۔ جس کے نام قرعہ نکلتا، اسے اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔ ایک غزوے میں (جانے کے لیے) آپ ﷺ نے قرعہ اندازی فرمائی تو میرے نام قرعہ نکلا۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئی۔''

(صحيح البخاري : 4141، صحيح مسلم : 2770)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّم إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَصَابَ عَائِشَةَ الْقُرْعَةُ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ.

''رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر میں نکلنے کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔ غزوۂ بنو مصطلق میں (جانے کے لیے) قرعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام نکلا۔''

(مسند البزّار : 8011، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(الدرّ المنثور : 75/5)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ

يَّسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي العَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا .

''لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان اور صف اوّل میں کتنا اجر ہے،تو انہیں (سبقت لے جانے کے لیے) اگر قرعہ اندازی بھی کرنا پڑے تو وہ کر لیں۔اگر وہ جان لیں کہ تکبیر تحریمہ میں کتنا اجر ہے،تو وہ ضرور اس کی طرف جلدی کریں اور اگر انہیں عشاء اور صبح کی نماز کے اجر و ثواب کا علم ہو جائے،تو گھٹنوں کے بَل بھی آنا پڑے تو آئیں۔''

(صحیح البخاري : 2689، صحیح مسلم : 437)

❁ خارجہ بن زید انصاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ ـ امْرَأَةً مِنْ نِّسَائِهِمْ ـ قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُونٍ طَارَ لَهٗ سَهْمُهٗ فِي السُّكْنٰى، حِينَ أَقْرَعَتِ الْأَنْصَارُ سُكْنَى الْمُهَاجِرِينَ، قَالَتْ أُمُّ العَلَاءِ : فَسَكَنَ عِنْدَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ .

''سیدہ ام علاء انصاریہ رضی اللہ عنہا، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف حاصل تھا، نے انہیں بتایا کہ جب انصار صحابہ کرام نے مہاجرین صحابہ کرام کی رہائش کے سلسلے میں قرعہ اندازی کی،تو سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے نام کا قرعہ نکلا۔وہ ہمارے ہاں رہائش پذیر ہوئے۔''

(صحیح البخاري : 2687)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلٰى قَوْمٍ الْيَمِينَ، فَأَسْرَعُوا، فَأَمَرَ أَنْ يُّسْهَمَ بَيْنَهُمْ فِي الْيَمِينِ، أَيُّهُمْ يَحْلِفُ.

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر قسم کی پیش کش کی،تو وہ قسم اٹھانے میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کا حکم فرمایا کہ کون قسم اٹھائے گا؟''

(صحيح البخاري : 2674)

❀ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ الْقَائِمِ عَلٰى حُدُودِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا عَلٰى سَفِينَةٍ، فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ، مَرُّوا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوا : لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَإِنْ يَّتْرُكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا، هَلَكُوا جَمِيعًا، وَإِنْ أَخَذُوا عَلٰى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا، وَنَجَوْا جَمِيعًا.

''حدود اللہ کی پابندی کرنے والے اور ان کی پامالی کرنے والوں کی باہمی مثال ان لوگوں کی طرح ہے، جنہوں نے ایک کشتی میں قرعہ اندازی کی۔ان میں سے بعض کو اوپر والا حصہ ملا اور بعض کو نیچے والا۔نیچے والوں کو جب پانی کی طلب ہوتی تو ان کو اوپر والوں کے پاس جانا پڑتا۔انہوں نے کہا: اگر ہم اپنے ہی حصے میں سوراخ کرلیں اور اوپر والوں کو تنگ نہ کریں تو کیا ہی اچھا ہو۔اگر

اوپر والے نیچے والوں کو ان کے ارادے پر چھوڑ دیں تو سب ہلاک ہو جائیں گے، لیکن اگر وہ ان کا ہاتھ پکڑ لیں تو وہ خود بھی بچ جائیں گے اور باقی سب لوگ بھی۔‘‘

(صحيح البخاري : 2493)

ان تمام قرآنی اور حدیثی دلائل اور اقوالِ ائمہ مسلمین سے ثابت ہوا کہ قرعہ اندازی مشروع ومستحب ہے۔اس کا نسخ ثابت نہیں۔

منسوخیت کا دعویٰ:

احناف قرعہ اندازی کو منسوخ کہتے ہیں۔

❁ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

حَدِيثُ عِمْرَانَ مَنْسُوخٌ، لِأَنَّ الْقُرْعَةَ كَانَتْ فِي بَدْءِ الْإِسْلَامِ .

’’سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث منسوخ ہے، کیونکہ قرعہ آغازِ اسلام میں مشروع تھا۔‘‘

(شرح مَعاني الآثار : 381/4)

❁ صاحبِ ہدایہ، علی بن ابی بکر، مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

حَدِيثُ الْقُرْعَةِ كَانَ فِي ابْتِدَاءِ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ نُسِخَ .

’’قرعہ والی حدیث ابتدائے اسلام کی ہے، اس کے بعد یہ منسوخ ہو گیا تھا۔‘‘

(الهداية شرح في البداية : 225/3)

امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ اور صاحبِ ہدایہ نے دعوئ منسوخیت پر کوئی دلیل قائم نہیں کی، لہٰذا ان کا قول قبول نہیں۔

کسی شرعی حکم کو منسوخ کہنے کے لیے ایسے ناسخ حکم کا ہونا ضروری، جو پایۂ صحت کو

پہنچنے کے ساتھ ساتھ اپنے مفہوم میں صریح بھی ہو؟ وہ ناسخ کہاں ہے؟

۞ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ كَذَبُوا، مَا نُسِخَ ذٰلِكَ قَطُّ .

''انہوں نے غلط کہا ہے۔قرعہ کبھی بھی منسوخ نہیں ہوا۔''

(المحلّٰی بالآثار : 345/9، الرقم : 1767)

کنوارے زانی کی حد:

غیر شادی شدہ زانی کی شرعی حد یہ ہے کہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے۔ جلاوطنی کنوارے زانی کی شرعی سزا کا جزو ہے۔ صحیح احادیث اور ائمہ مسلمین کا اجماع اس پر دلیل ہے۔ اس کے برعکس احناف ایک سال کی جلاوطنی کو حکم شرعی نہیں مانتے۔

اجماعِ اُمت:

کنوارے زانی کے لیے سو کوڑوں کے ساتھ ساتھ جلاوطنی کے شرعی حد ہونے پر امت مسلمہ کا اجماع واتفاق ہے، سوائے احناف کے کوئی اس کا مخالف نہیں۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

نَقَلَ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ فِي كِتَابِ «الْإِجْمَاعِ» الْاِتِّفَاقَ عَلٰى نَفْيِ الزَّانِي إِلَّا عَنِ الْكُوفِيِّينَ .

''امام محمد بن نصر نے کتاب الاجماع میں زانی کو جلاوطن کرنے پر تمام اہل علم کا اتفاق نقل کیا ہے، سوائے کوفیوں کے۔''

(فتح الباري : 157/12)

احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام:

❁ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کنوارے زانی کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا:

جَلْدُ مِأَةٍ وَّتَغْرِيبُ عَامٍ .

''اس کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔''

(صحيح البخاري :6831)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِيمَنْ زَنٰى وَلَمْ يُحْصِنْ، بِنَفْيِ عَامٍ بِإِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَيْهِ .

''بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنوارے زانی کے لیے سو کوڑے مارنے کے ساتھ ساتھ ایک سال جلاوطنی کا فیصلہ فرمایا۔''

(صحيح البخاري : 6833)

❁ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي، قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيلًا، الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَّنَفْيُ سَنَةٍ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَّالرَّجْمُ .

''مجھ سے احکامِ شریعت سیکھ لیں، مجھ سے احکامِ شریعت سیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے زانی عورتوں کے لیے فیصلہ فرما دیا ہے۔ اگر کنواری عورت کنوارے مرد سے زنا کرے، تو دونوں کو سو سو کوڑے مارنے کے ساتھ ایک ایک سال جلاوطن

کیا جائے اور اگر شادی شدہ عورت شادی شدہ مرد سے زنا کرے، تو دونوں کو سوسو کوڑے مارنے کے ساتھ رجم کر دیا جائے۔“

(صحیح مسلم : 1690)

❁ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ : أَنْشُدُكَ اللّٰهَ! إِلَّا قَضَيْتَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَقَامَ خَصْمُهُ، وَكَانَ أَفْقَهَ مِنْهُ، فَقَالَ : اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَأْذَنْ لِي؟ قَالَ : قُلْ، قَالَ : إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلٰى هٰذَا، فَزَنٰى بِامْرَأَتِهٖ، فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَّخَادِمٍ، ثُمَّ سَأَلْتُ رِجَالًا مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ وَّتَغْرِيبَ عَامٍ، وَعَلَى امْرَأَتِهِ الرَّجْمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ! لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهٗ، الْمِائَةُ شَاةٍ وَّالْخَادِمُ رَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيبُ عَامٍ، وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا .

”ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا: اللہ کے رسول! آپ کو اللہ کا واسطہ، ہمارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیے۔ اس کا مدمقابل کھڑا ہوا، وہ اس سے زیادہ سمجھ دار بھی تھا۔ اس نے کہا: ہمارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیے اور مجھے

بات کرنے کی اجازت دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بولیے۔ اس نے کہا: میرا بیٹا اس کے ہاں مزدوری کرتا تھا، اس نے اس شخص کی بیوی کے ساتھ زنا کر لیا۔ میں نے ایک سو بکری اور ایک غلام اس کے فدیے کے طور پر دیا۔ پھر میں نے اہل علم لوگوں سے سوال کیا، تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ملے گی، جبکہ اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں آپ کے درمیان اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ سو بکریاں اور غلام آپ کو لوٹا دیے جائیں گے۔ آپ کے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال جلاوطنی کی سزا ہوگی۔ اے اُنَیس! اِن کی بیوی کے پاس جائیے، اگر وہ اعترافِ جرم کرے، تو اسے رجم کر دیں۔''

(صحيح البخاري: 6827، صحيح مسلم: 1697)

❁ **امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

قَدْ صَحَّ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّفْيُ، رَوَاهُ أَبُو هُرَيْرَةَ، وَزَيْدُ بْنُ خَالِدٍ، وَعُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ، وَغَيْرُهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعَلِيٌّ، وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْعُودٍ، وَأَبُو ذَرٍّ، وَغَيْرُهُمْ، وَكَذٰلِكَ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ فُقَهَاءِ

التَّابِعِينَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ .

''نبی اکرم ﷺ سے (کنوارے زانی کو) جلاوطن کرنا ثابت ہے۔آپ ﷺ سے اس عمل کو سیدنا ابوہریرہ، سیدنا زید بن خالد، سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم وغیرہم نے روایت کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام، جن میں سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدنا علی، سیدنا ابی بن کعب، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا ابوذر وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں، کا اسی حدیث کے مطابق عمل ہے۔ بہت سے تابعین فقہائے کرام سے یہی بات مروی ہے۔امام سفیان ثوری، امام مالک بن انس، امام عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا یہی فتویٰ ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 1438)

❁ عامر شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا جَلَدَ وَنَفٰى مِنَ الْبَصرَةِ إِلَى الْكُوفَةِ، أَوْ قَالَ : مِنَ الْكُوفَةِ إِلَى الْبَصَرَةِ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے (کنوارے زانی کو سو) کوڑے لگائے اور بصرہ سے کوفہ کی طرف یا کوفہ سے بصرہ کی طرف جلاوطن کیا۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : 223/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْبِكْرُ يُجْلَدُ مِأَةً وَيُنْفٰى سَنَةً .

”کنوارے زانی کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال جلاوطن کر دیا جائے۔“

(مصنّف عبد الرزّاق : 309/7، ح : 13306، وسندهٗ صحيحٌ)

ان تمام دلائلِ شرعیہ کے خلاف احناف کا مذہب یہ ہے کہ جلاوطنی شرعی حکم نہیں۔

دعویٔ نسخ:

احناف ان دلائل کا ایک جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ احادیث منسوخ ہیں۔

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 139/3، الهداية للمُرغيناني : 504/2)

یہ دعویٔ نسخ بے دلیل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اِحْتَجَّ بَعْضُهُمْ بِأَنَّ حَدِيثَ عُبَادَةَ الَّذِي فِيهِ النَّفْيُ مَنْسُوخٌ بِآيَةِ النُّورِ، لِأَنَّ فِيهَا الْجَلْدَ بِغَيْرِ نَفْيٍ، وَّتُعُقِّبَ بِأَنَّهٗ يُحْتَاجُ إِلٰى ثُبُوتِ التَّارِيخِ، وَبِأَنَّ الْعَكْسَ أَقْرَبُ، فَإِنَّ آيَةَ الْجَلْدِ مُطْلَقَةٌ فِي حَقِّ كُلِّ زَانٍ .

”بعض احناف نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سورت نور کی آیت سے منسوخ ہے، کیونکہ اس آیت میں جلاوطنی کے بغیر کوڑوں کا ذکر ہے۔اس دعویٰ کا ردّ یہ ہے کہ نسخ تاریخ کے ثبوت کا محتاج ہے اور یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ آیت پہلے نازل ہوئی ہو اور حدیث بعد کی ہو، کیونکہ یہ کوڑوں والی آیت کریمہ ہر زانی کے بارے میں عام ہے۔“

(فتح الباري : 159/12)

نیز فرماتے ہیں:

فِي دَعْوَى النَّسْخِ فِيْ ذٰلِكَ نَظْرٌ .

''دعویٔ نسخ محل نظر ہے۔''

(الدِّارية مع الهداية : 504/2)

✿ علامہ عبدالحئ لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ أَمْرٌ لَّا سَبِيلَ إِلٰى إِثْبَاتِهٖ بَعْدَ ثُبُوتِ عَمَلِ الْخُلَفَاءِ بِهٖ، مَعَ أَنَّ النَّسْخَ لَا يَثْبُتُ بِالِاحْتِمَالِ .

''یہ ایسا دعویٰ ہے، جسے ثابت کرنا ممکن ہی نہیں، کیونکہ خلفائے راشدین نے اس پر عمل کیا ہے۔ نیز نسخ محض احتمال سے ثابت نہیں ہوسکتا۔''

(التّعليق الممجّد : 90/3)

کیا جلا وطنی سیاسی حکم تھا؟:

کنوارے زانی کے لیے جلا وطنی کی شرعی سزا ردّ کرنے کے لیے دوسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ سزا شرعی نہیں، بلکہ سیاسی اور تعزیری تھی۔

کیا یہ فیصلہ مقلدین کریں گے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات میں سے شرعی کون سے ہیں اور سیاسی و تعزیری کون سے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ کنوارے زانی کو جس طرح سو کوڑوں کی سزا دیتے تھے، اسی طرح جلا وطنی کی بھی سزا دیتے تھے۔ صحابہ کرام شرعی احکامات کو بخوبی سمجھنے والے تھے، ان میں سے کسی نے جلا وطنی کو سیاسی یا تعزیری سزا قرار نہیں دیا۔

معارض دلائل کا جائزہ:

✿ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مروی ہے:

غَرَّبَ عُمَرُ ابْنَ أُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ فِي الشَّرَابِ إِلٰى خَيْبَرَ، فَلَحِقَ بِهِرَقْلَ، فَتَنَصَّرَ، قَالَ عُمَرُ: لَا أُغَرِّبُ بَعْدَهُ مُسْلِمًا أَبَدًا.

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ربیعہ بن امیہ بن خلف کو شراب پینے کی بنا پر خیبر کی طرف جلاوطن کیا۔ وہ ہرقل کے پاس جا کر نصرانی ہو گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آج کے بعد کسی مسلمان کو جلاوطن نہیں کروں گا۔''

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① مصنف عبد الرزاق کی ایک سند میں عبد الرزاق اور ابن جریج ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں۔

② دوسری سند میں بھی عبد الرزاق اور زہری کا عنعنہ ہے۔

لہٰذا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے جلاوطنی کو شرعی حد نہ ماننا ثابت نہیں۔

❀ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ، فِي الْبِكْرِ يَزْنِي بِالْبِكْرِ: يُجْلَدَانِ مِائَةً، وَيُنْفَيَانِ سَنَةً، قَالَ إِبْرَاهِيمُ: لَا يُنْفَيَانِ إِلٰى قَرْيَةٍ وَّاحِدَةٍ، يُنْفٰى كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا إِلٰى قَرْيَةٍ، وَقَالَ عَلِيٌّ: حَسْبُهُمَا مِنَ الْفِتْنَةِ أَنْ يُّنْفَيَا.

''سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کنوارے مرد کے کنواری عورت کے ساتھ زنا کی صورت میں فرمایا کہ دونوں کو سو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے ان کو جلاوطن کر دیا جائے۔ (ابراہیم نخعی کہتے ہیں:) دونوں کو ایک ہی بستی

کی طرف جلاوطن نہ کیا جائے، بلکہ دونوں کو الگ الگ بستیوں میں بھیجا جائے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دونوں کو جلاوطن کرنا بہت بڑے فتنہ کا باعث ہے۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 311/7، ح : 13313، كتاب الآثار للشّيباني نقلًا عن الدِّراية مع الهداية لابن حَجَر : 504/2)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

❁ عبدالرزاق رحمہ اللہ کی بیان کردہ سند میں چار علتیں ہیں:

① عبدالرزاق بن ہمام ''مدلس'' ہیں اور سماع کی تصریح نہیں کی۔

② ابوحنیفہ رحمہ اللہ باتفاقِ محدثین روایت حدیث میں معتبر نہیں۔کسی ثقہ محدث سے ان کا ثقہ ہونا ثابت نہیں۔

③ حماد بن ابی سلیمان ''مختلط'' ہیں اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ان سے قبل از اختلاط روایت لینا ثابت نہیں۔

④ ابراہیم نخعی نے کسی صحابی سے سماع نہیں کیا۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات نہیں۔

کتاب الآثار جھوٹی کتاب ہے۔اس کا مصنف محمد بن حسن شیبانی محدثین کے ہاں ''کذاب'' ہے۔اس کی بیان کردہ کوئی روایت معتبر نہیں۔

معلوم ہوا کہ کنوارے زانی کی شرعی حد سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔ جلاوطنی کے شرعی سزا ہونے کا انکار سنتِ رسول کی مخالفت اور حدودِ اسلام کی پامالی ہے۔

باب ثانی

عقائد اہل سنت

اس باب میں چند اہم عقائد اہل سنت کی نشاندہی کی گئی ہے، جیسے حوض کوثر، معراج نبوی، حوروں کا وجود، قیامت، ذات خداوندی سے تعلق رکھنے والے عقائد وغیرہ بالتفصیل، دلائل وبراہین کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

حوض کوثر

اہل سنت والجماعت اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا حوض حق ہے، صحیح اور متواتر احادیث میں اس کا ثبوت موجود ہے، خارجی اور بعض معتزلہ اس کے منکر ہیں، جہاں لوگ حساب وکتاب کے لیے کھڑے ہوں، وہیں ساقی کوثر ﷺ کا حوض ہوگا، یہ آپ کا خاصہ ہے، کسی اور نبی کا حوض نہیں ہوگا، اس کے متعلق مروی روایت ضعیف ہے، دراصل یہ جنت کا پانی ہوگا، جس سے مومنوں کی میزبانی ہوگی، اس کی مسافت ایک مہینے کی ہوگی، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، اس کی بُو کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگی، اس کے آب خورے سونے اور چاندی کے ہوں گے، جن کی گنتی آسمان کے ستاروں کے مانند ہوگی، جو اُس سے پی لے گا، اُسے کبھی پیاس نہیں لگے گی، اللہ تعالیٰ جنت میں بھی نبی کریم کو حوض عطا فرمائیں گے، جس کا نام ''الکوثر'' ہوگا، اس کے اوصاف بھی یہی ہوں گے، حوض سے صرف مومنین پئیں گے، جبکہ بدعتی اور ظالم اس کی طرف لپکیں گے تو انہیں روک دیا جائے گا، جو بھی اس کا منکر ہوگا، وہ اس سے محروم ہوگا، ان شاء اللہ!

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ (الکوثر: ۱)

''(اے نبی!) ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حَوْضِي مَسِيرَةُ شَهْرٍ، مَاؤُهُ أَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ، وَرِيحُهُ أَطْيَبُ

مِنَ الْمِسْكِ، وَكِيزَانُهٗ كَنُجُومِ السَّمَاءِ، مَنْ شَرِبَ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ أَبَدًا .

''میرے حوض کی لمبائی ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے، اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ عمدہ ہے، اس کے برتن (تعداد اور چمک میں) آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں۔ جو حوض سے پی لے گا، اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔''

(صحيح البخاري : 6579، صحيح مسلم : 2292)

❀ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

مِمَّا يَجِبُ عَلٰى كُلِّ مُكَلَّفٍ أَنْ يَعْلَمَهٗ وَيُصَدِّقَ بِهٖ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ خَصَّ نَبِيَّهٗ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْكَوْثَرِ الَّذِي هُوَ الْحَوْضُ الْمُصَرَّحُ بِاسْمِهٖ وَصِفَتِهٖ وَشَرَابِهٖ وَآنِيَتِهٖ فِي الْأَحَادِيثِ الْكَثِيرَةِ الصَّحِيحَةِ الشَّهِيرَةِ الَّتِي يَحْصُلُ بِمَجْمُوعِهَا الْعِلْمُ الْقَطْعِيُّ وَالْيَقِينُ التَّوَاتُرِيُّ إِذْ قَدْ رَوٰى ذٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّحَابَةِ نَيِّفٌ عَلَى الثَّلَاثِينَ مِنْهُمْ فِي الصَّحِيحَيْنِ مِنْهُمْ نَيِّفٌ عَلَى الْعِشْرِينَ وَبَاقِيهِمْ فِي غَيْرِهِمَا مِمَّا صَحَّ نَقْلُهٗ وَاشْتَهَرَتْ رِوَايَتُهٗ ثُمَّ قَدْ رَوَاهَا عَنِ الصَّحَابَةِ مِنَ التَّابِعِينَ أَمْثَالُهُمْ ...... وَأَجْمَعَ عَلَيْهِ السَّلَفُ وَأَهْلُ السُّنَّةِ مِنَ الْخَلَفِ وَقَدْ أَنْكَرَتْهُ طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُبْتَدِعَةِ

وَأَحَالُوهُ عَنْ ظَاهِرِهٖ وَغَلَوْا فِي تَأْوِيلِهٖ مِنْ غَيْرِ إِحَالَةٍ عَقْلِيَّةٍ وَّلَا عَادِيَّةٍ تَلْزَمُ مِنْ إِقْرَارِهٖ عَلٰى ظَاهِرِهٖ وَحَقِيقَتِهٖ وَلَا مُنَازَعَةٍ سَمْعِيَّةٍ، وَلَا نَقْلِيَّةٍ تَدْعُو إِلٰى تَأْوِيلِهٖ ...... خَرَقَ بِهٖ إِجْمَاعَ السَّلَفِ وَفَارَقَ بِهٖ مَذْهَبَ أَئِمَّةِ الْخَلَفِ.

”ہر مکلّف پر اس بات کا جان لینا اور اس کی تصدیق کرنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خصوصی حوض عطا فرمایا ہے، صحیح احادیث میں اس کا نام، اس کی صفات، اس کے پانی اور برتنوں کا ذکر موجود ہے، یہ احادیث اتنی زیادہ اور مشہور ہیں کہ ان سے علم قطعی اور یقینی تواتر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ احادیث تقریباً تیس صحابہ نے بیان کی ہیں، تقریباً بیس ان میں سے بخاری ومسلم میں بھی ہیں اور باقی دوسری کتابوں میں، جن کی سندیں صحیح اور متواتر ہیں، پھر اس کے بعد اتنے ہی تابعین نے بیان کیا......اس بات پر سلف اور بعد والے اہل سنت کا اجماع ہے، بعد میں پھر اہل بدعت نے اس کا انکار کیا، اسے ظاہر سے پھیر دیا، اس کی تاویل میں غلو کیا اور اس کی ایسی تاویلات کیں کہ جو بنتی ہی نہ تھیں، غیر عقلی تاویلات، ان کی تاویلات کا ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔......انہوں نے سلف کے اجماع کی مخالفت کی اور ائمہ خلف کے مذہب سے جدا ہو گئے۔“

(المُفهم : 90/6)

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

ذِكْرُ مَا وَرَدَ فِي الْحَوْضِ الْمُحَمَّدِيِّ سَقَانَا اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمَشْهُورَةِ الْمُتَعَدَّدَةِ مِنَ الطُّرُقِ الْمَأْثُورَةِ الْكَثِيرَةِ الْمُتَضَافِرَةِ وَإِنْ رَغِمَتْ أُنُوفُ كَثِيرٍ مِّنَ الْمُبْتَدِعَةِ الْمُكَابِرَةِ الْقَائِلِينَ بِجُحُودِهِ الْمُنْكِرِينَ لِوُجُودِهِ وَأَخْلِقْ بِهِمْ أَنْ يُحَالَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ وُرُودِهِ كَمَا قَالَ بَعْضُ السَّلَفِ: مَنْ كَذَّبَ بِكَرَامَةٍ لَّمْ يَنَلْهَا، وَلَوِ اطَّلَعَ الْمُنْكِرُ لِلْحَوْضِ عَلٰى مَا سَنُورِدُهٗ مِنَ الْأَحَادِيثِ قَبْلَ مَقَالَتِهٖ لَمْ يَقُلْهَا.

''حوض محمدی کے متعلق وارد ہونے والی احادیث کا ذکر، یہ مشہور احادیث ہیں اور ان کے طرق متعدد ہیں، بہت زیادہ ہیں۔ اگر چہ اہل بدعت کے ناک خاک آلود ہو جائیں، جو لوگ حوض کا انکار کرتے ہیں، ان کے لائق تو یہی ہے کہ ان کو حوض سے دور کر دیا جائے، جیسا کہ بعض سلف فرما گئے ہیں: جو کرامت کی تکذیب کرتا ہے، وہ اس کرامت کا حق دار نہیں بن سکتا، اگر منکرین حوض ان احادیث سے واقف ہو جائیں، جو ہم عن قریب سامنے لا رہے ہیں، تو وہ ایسی بات کبھی نہ کہیں۔''

(النّهاية في الفتن والملاحم :374/1)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

مِمَّا يَجِبُ عَلٰى كُلِّ مُكَلَّفٍ أَنْ يَعْلَمَهٗ وَيُصَدِّقَ بِهٖ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى قَدْ خَصَّ نَبِيَّهٗ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَوْضِ الْمُصَرَّحِ بِاسْمِهٖ وَصِفَتِهٖ وَشَرَابِهٖ فِي الْأَحَادِيثِ

الصَّحِيحَةِ الشَّهِيرَةِ الَّتِي يَحْصُلُ بِمَجْمُوعِهَا الْعِلْمُ الْقَطْعِيُّ إِذْ رَوٰى ذٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّحَابَةِ نَيِّفٌ عَلَى الثَّلَاثِينَ مِنْهُمْ فِي الصَّحِيحَيْنِ مَا يُنِيفُ عَلَى الْعِشْرِينَ وَفِي غَيْرِهِمَا بَقِيَّةُ ذٰلِكَ مِمَّا صَحَّ نَقْلُهٗ وَاشْتُهِرَتْ رُوَاتُهٗ ثُمَّ رَوَاهُ عَنِ الصَّحَابَةِ الْمَذْكُورِينَ مِنَ التَّابِعِينَ أَمْثَالُهُمْ وَمَنْ بَعْدَهُمْ أَضْعَافُ أَضْعَافِهِمْ وَهَلُمَّ جَرًّا وَأَجْمَعَ عَلٰى إِثْبَاتِهِ السَّلَفُ وَأَهْلُ السُّنَّةِ مِنَ الْخَلَفِ وَأَنْكَرَتْ ذٰلِكَ طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُبْتَدِعَةِ وَأَحَالُوهُ عَلٰى ظَاهِرِهٖ وَغَلَوْا فِي تَأْوِيلِهٖ مِنْ غَيْرِ اسْتِحَالَةٍ عَقْلِيَّةٍ وَّلَا عَادِيَّةٍ تَلْزَمُ مِنْ حَمْلِهٖ عَلٰى ظَاهِرِهٖ وَحَقِيقَتِهٖ وَلَا حَاجَةَ تَدْعُو إِلٰى تَأْوِيلِهٖ فَخَرَقَ مَنْ حَرَّفَهٗ إِجْمَاعَ السَّلَفِ وَفَارَقَ مَذْهَبَ أَئِمَّةِ الْخَلَفِ قُلْتُ أَنْكَرَهُ الْخَوَارِجُ وَبَعْضُ الْمُعْتَزِلَةِ .

”ہر مکلّف پر اس بات کا جان لینا اور اس کی تصدیق کرنا واجب ہے کہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کو خصوصی حوض عطا فرمایا ہے، صحیح احادیث میں اس کا نام، اس کی صفات اور اس کے پانی کا ذکر موجود ہے، یہ احادیث اتنی مشہور ہیں کہ ان سے علم قطعی کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ احادیث تقریباً تیس صحابہ نے بیان کی ہیں، بیس ان میں سے بخاری و مسلم میں بھی ہیں اور باقی دوسری کتابوں میں، جن کی سندیں صحیح ہیں، پھر اس کے بعد اتنے ہی تابعین نے بیان کیا، پھر اس سے زیادہ بلکہ دوگنے راویوں نے بیان کیں، اسی طرح بات آگے چلتی چلی

گئی۔اس بات پر سلف اور اہل سنت کا اجماع ہے، بعد میں پھر اہل بدعت نے اس کا انکار کیا اور اس کی ایسی تاویلات کیں کہ جو بنتی ہی نہ تھیں، غیر عقلی تاویلات، ان کی تاویلات کا ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔اس کا انکار بعض خوارج اور معتزلہ نے کیا ہے۔''

(فتح الباري: 467/11)

❁ **حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:**

اَلْأَحَادِيثُ فِي حَوْضِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاتِرَةٌ صَحِيحَةٌ ثَابِتَةٌ كَثِيرَةٌ وَالْإِيمَانُ بِالْحَوْضِ عِنْدَ جَمَاعَةِ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَاجِبٌ وَالْاِقْرَارُ بِهٖ عِنْدَ الْجَمَاعَةِ لَازِمٌ وَّقَدْ نَفَاهُ أَهْلُ الْبِدَعِ مِنَ الْخَوَارِجِ وَالْمُعْتَزِلَةِ وَأَهْلِ الْحَقِّ عَلَى التَّصْدِيقِ بِمَا جَاءَ عَنْهُ فِي ذٰلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''حوض کے متعلق وارد ہونے والی احادیث علما کے نزدیک متواتر ہیں، ان کا اقرار کرنا لازم ہے، اہل بدعت از قسم خوارج اور معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے اور اہل حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی تصدیق کرتے ہیں۔''

(التمهيد لما في المؤطإ من المعاني والأسانيد: 291/2)

❁ **قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:**

حَدِيثُ الْحَوْضِ صَحِيحٌ، وَالْإِيمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ، وَالتَّصْدِيقُ بِهٖ مِنَ الْإِيمَانِ، وَهُوَ عَلٰى وَجْهِهٖ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، لَا

يُتَأَوَّلُ وَلَا يُحَالُ عَنْ ظَاهِرِهٖ، خِلَافًا لِّمَنْ لَّمْ يَقُلْ مِنَ الْمُبْتَدِعَةِ الْبَاقِينَ لَهٗ، وَالْمُحَرِّفِينَ لَهٗ بِالتَّأْوِيلِ عَنْ ظَاهِرِهٖ، وَهُوَ حَدِيثٌ ثَابِتٌ مُّتَوَاتِرُ النَّقْلِ، رَوَاهُ جَمَاعَةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ.

''حوض کی حدیث صحیح ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، اس کی تصدیق کرنا ایمان کا حصہ ہے، اہل سنت کے ہاں یہ احادیث اپنے ظاہر پر ہیں، ان کی تاویل نہیں کی جا سکتی اور نہ ان کو اپنے ظاہر سے ہٹایا جا سکتا ہے، اس کے برعکس اہل بدعت اس کی تحریف کرتے ہوئے تاویل کرتے ہیں، یہ حدیث ثابت ہے اور نقل کے اعتبار سے متواتر ہے، اس کو صحابہ کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے۔''

(إكمال المُعلم بفوائد مسلم: 260/7)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَحَادِيثُ الْوَارِدَةُ فِي ذِكْرِ الْحَوْضِ تَبْلُغُ حَدَّ التَّوَاتُرِ، رَوَاهَا مِنَ الصَّحَابَةِ بِضْعٌ وَّثَلَاثُونَ صَحَابِيًّا.

''حوض کے ذکر پر مشتمل احادیث متواتر ہیں، ان کو تیس سے زیادہ صحابہ نے بیان کیا ہے۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 227)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ إِثْبَاتُ حَوْضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهٗ حَوْضٌ حَقِيقِيٌّ عَلٰى ظَاهِرِهٖ مَخْلُوقٌ مَوْجُودٌ الْيَوْمَ وَهُوَ كَذٰلِكَ عِنْدَ

أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ لَا يَتَأَوَّلُونَهٗ وَيَجْعَلُونَ الْإِيمَانَ بِهٖ فَرْضًا وَّأَحَادِيثُهٗ قَدْ بَلَغَتِ التَّوَاتُرَ .

''اس میں رسول اللہ ﷺ کے حوض کا اثبات ہے، یہ ایک حقیقی حوض ہے، اس کو ظاہر پر رکھا جائے گا، آج کے دن یہ ایک مخلوق ہے اور موجود ہے، اہل سنت کے ہاں اس کی یہی صفت ہے، وہ اس کی تاویل نہیں کرتے بلکہ اس پر ایمان کو فرض قرار دیتے ہیں، حوض کی احادیث تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں۔''

(طرح التّثريب في شرح التقريب : 296/3)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مِمَّا كَادَ أَنْ يَّبْلُغَ مَبْلَغَ الْقَطْعِ وَالتَّوَاتُرِ عَلٰى رَأْيِ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْعُلَمَاءِ يَجِبُ الْإِيمَانُ بِهٖ فِيمَا حَكَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ .

''یہ حدیث علما کی ایک جماعت کی رائے کے مطابق قطعی اور متواتر ہے، جس پر ایمان واجب ہے۔ یہ بات کئی لوگوں نے بیان کی ہے۔''

(عمدة القاري : 210/12، 3/20، 135/23)

حوض کوثر کے متعلق احادیث مندرجہ ذیل صحابہ سے مروی ہیں؛

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 1196، صحيح مسلم :1391)

② سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3163)

③ سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3792، صحيح مسلم : 1845)

④ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 4042، صحيح مسلم : 2296)

⑤ سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم مدنی رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 4330، صحيح مسلم :1061)

⑥ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 6576، صحيح مسلم : 2297)

⑦ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 6577، صحيح مسلم : 2299)

⑧ سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 6583، صحيح مسلم : 229)

⑨ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت۔

(صحيح البخاري : 6586)

⑩ سیدنا حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري :6591، صحيح مسلم : 2298)

⑪ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما

(صحيح البخاري : 6593، صحيح مسلم : 2294)

⑫ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما

(صحيح البخاري : 6579، صحيح مسلم : 2292)

⑬ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 1822)

⑭ سیدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 2289)

⑮ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

(صحيح مسلم : 2294)

⑯ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

(صحيح مسلم : 2295)

⑰ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 2300)

⑱ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم :2301)

⑲ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 248)

⑳ سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 2298)

㉑ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

(المعجم الكبير للطبراني : 125/11، وسندهٗ حسنٌ)

㉒ سیدنا عتبہ بن عبید سلمی رضی اللہ عنہ

(المعجم الكبير للطبراني : 125/17، وسندهٗ حسنٌ)

㉓ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ

(مسند الإمام أحمد : 4/371-372، وسندهٗ حسنٌ)

(۲۴) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

(مسند الإمام أحمد : 384/3، وسندهٔ صحيحٌ)

(۲۵) سیدنا بریدہ بن خصیب اسلمی رضی اللہ عنہ

(النّهاية لابن كثير :308/1، نقلًا عن مسند أبي يعلىٰ، وسندهٔ حسنٌ)

(۲۶) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(مسند الإمام أحمد : 4/1-5، صحيح ابن حبان : 6476، صحيح أبي عوانة : 443، كتاب التّوحيد لابن خزيمة : 736/2، وسندهٔ حسنٌ)

۲۷۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

(تفسير ابن كثير : 485/5، نقلًا عن مسند أبي يعلىٰ، وسندهٔ حسنٌ)

۲۸۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

(صحيح ابن حبان : 6594، وسندهٔ حسنٌ)

۲۹۔ سیدنا صنابح احمسی رضی اللہ عنہ

(مسند الإمام أحمد : 351/4، وسندهٔ صحيحٌ)

۳۰۔ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ

(مسند الإمام أحمد : 243/4، وسندهٔ صحيحٌ)

نوٹ:

اس مضمون کی دیگر روایات بھی موجود ہیں، مذکورہ بالا تقریبا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی روایات کئی کئی سندوں سے موجود ہیں۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کوثر کے بارے میں احادیث کو متواتر کہا ہے۔

(تفسير ابن كثير : 502/8)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حوض سے متعلق احادیث کو متواتر قرار دیا ہے۔

(النُّكت على صحيح البخاري: 215/2)

❀ عبدالسلام بن ابی حازم ابوطالوت رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

شَهِدْتُ أَبَا بَرْزَةَ دَخَلَ عَلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ، فَحَدَّثَنِي فُلَانٌ سَمَّاهُ مُسْلِمٌ وَكَانَ فِي السِّمَاطِ فَلَمَّا رَآهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ: إِنَّ مُحَمَّدِيَّكُمْ هٰذَا الدَّحْدَاحُ، فَفَهِمَهَا الشَّيْخُ، فَقَالَ: مَا كُنْتُ أَحْسَبُ أَنِّي أَبْقٰى فِي قَوْمٍ يُعَيِّرُونِي بِصُحْبَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهٗ عُبَيْدُ اللّٰهِ: إِنَّ صُحْبَةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ زَيْنٌ غَيْرُ شَيْنٍ، قَالَ: إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِأَسْأَلَكَ عَنِ الْحَوْضِ، سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ فِيهِ شَيْئًا؟ فَقَالَ لَهٗ أَبُو بَرْزَةَ: نَعَمْ لَا مَرَّةً، وَّلَا ثِنْتَيْنِ، وَلَا ثَلَاثًا، وَلَا أَرْبَعًا، وَّلَا خَمْسًا، فَمَنْ كَذَّبَ بِهٖ فَلَا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْهُ، ثُمَّ خَرَجَ مُغْضَبًا.

”میں نے سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس گئے، مجھے فلاں نے بیان کیا، یعنی مسلم نے، جو کہ مسلم ایک صف میں کھڑے تھے۔ سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ کو جب عبید اللہ نے دیکھا، تو کہنے لگا: یہ تمہارا چھوٹے قد کا محمدی ہے۔ تو شیخ اس کی بات سمجھ گئے، تو فرمانے لگے: مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں ایک ایسی قوم میں موجود ہوں گا، جو مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پر عار دلائیں

گے۔تو عبیداللہ ان سے کہنے لگا: محمد ﷺ کی صحبت آپ کے لئے زینت ہے، کوئی عیب نہیں۔ میں نے آپ کی طرف اس لئے ان کو بھیجا تھا کہ یہ آپ سے حوض کے متعلق پوچھ لیں۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں کچھ فرمایا؟ فرمایا: ہاں اور یہ ایک دو تین یا چار پانچ دفعہ نہیں فرمایا، بلکہ اس سے بھی زیادہ دفعہ فرمایا: جو اس کی تکذیب کرتا ہے، اللہ اس کو حوض سے پانی نہ پلائے، یہ کہا اور غصے سے باہر نکل گئے۔''

(مسند الإمام أحمد : 421/4، سنن أبي داود : 4749، وسندهٌ حسنٌ)

اس روایت کے بہت سے شواہد بھی ہیں۔

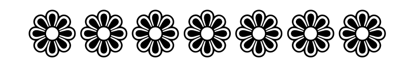
❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

اَلْكَوْثَرُ الْخَيْرُ الْكَثِيرُ الَّذِي أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ قَالَ أَبُو بِشْرٍ : قُلْتُ لِسَعِيدٍ : إِنَّ أُنَاسًا يَزْعُمُونَ أَنَّهٗ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ؟ فَقَالَ سَعِيدٌ : النَّهَرُ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِي أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ.

کوثر وہ خیر کثیر ہے، جو اللہ نے آپ ﷺ کو دے دی ہے، ابو بشر کہتے ہیں: میں نے سعید سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے، سعید فرمانے لگے: جنت کی نہر ہی تو وہ خیر ہے، جو اللہ نے آپ کو دے دی ہے۔''

(صحيح البخاري : 6578)

اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ کے مبارک ہاتھ سے حوض کا جام پلائے، آمین!



﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾

بعض گمراہ اور ملحد صوفیوں کا کہنا ہے کہ جب انسان مقام یقین کو عبور کر لے، تو اس سے عبادات ساقط ہو جاتی ہیں اور وہ احکام شرعیہ کا پابند نہیں رہتا۔ وہ ''یقین'' کی تاویل معرفت الٰہیہ سے کرتے ہیں۔ یہ نظریہ ملحد اور زندیق صوفیا کا ہے۔ اپنے آپ کو عبادت سے بے نیاز سمجھنا شیطانی اور دجالی وسوسہ ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر: ٩٩)

''تادم واپسیں اپنے رب کی عبادت بجالایئے۔''

تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں ''یقین'' سے مراد موت ہے۔

(مِرقاة المَفاتيح للملا علي القاري: 61/1)

❀ اللہ تعالیٰ جہنمیوں کا حال بیان کرتے ہیں:

﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ❀ حَتّٰى أَتَانَا الْيَقِينُ﴾ (المُدّثر: ٤٦_٤٧)

''(اہل جہنم کہیں گے) ہم روز قیامت کو جھٹلاتے رہے، یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی۔'' یہاں یقین موت کے معنی میں ہے۔

❀ نبی کریم ﷺ نے سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فرمایا:

أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ ....

''انہیں تو موت نے آن لیا ہے......۔''

(صحيح البخاري : 1243)

❁ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا:

﴿وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾(مريم : ٣١)

''اللہ تعالیٰ نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں، نماز اور زکوۃ کا پابند رہوں۔''

ان تینوں آیات میں آخری دم تک شریعت کی پابندی کا ثبوت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز کے احوال بھی کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ جب آپ تہجد ادا کرتے، تو آپ کے پاؤں میں ورم آجاتا، تو آپ فرماتے:

أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا .

''میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

(صحيح البخاري : 1130، صحيح مسلم : 2819)

❁ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَيْ قَوْمِ، الْمُدَاوَمَةَ الْمُدَاوَمَةَ؛ فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ لِعَمَلِ الْمُؤْمِنِ أَجَلًا دُونَ الْمَوْتِ .

''اے لوگو! دوام کے ساتھ نیکی کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کے (نیک) عمل کی انتہا موت رکھی ہے۔''

(الزّهد لعبد اللّٰه بن المبارك : 18، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

دَخَلَ فِي ذٰلِكَ طَائِفَةٌ مِّنْ ضَلَالِ الْمُتَصَوِّفَةِ ظَنُّوا أَنَّ غَايَةَ الْعِبَادَاتِ هُوَ حُصُولُ الْمَعْرِفَةِ فَإِذَا حَصَلَتْ سَقَطَتِ الْعِبَادَاتُ وَقَدْ يَحْتَجُّ بَعْضُهُمْ بِقَوْلِهِ : ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر : 99)، وَيَزْعُمُونَ أَنَّ الْيَقِينَ هُوَ الْمَعْرِفَةُ وَهٰذَا خَطَأٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ أَهْلِ التَّفْسِيرِ وَغَيْرِهِمْ فَإِنَّ الْمُسْلِمِينَ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ وُجُوبَ الْعِبَادَاتِ كَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَنَحْوِهَا وَتَحْرِيمِ الْمُحَرَّمَاتِ، كَالْفَوَاحِشِ وَالْمَظَالِمِ لَا يَزَالُ وَاجِبًا عَلٰى كُلِّ أَحَدٍ مَّا دَامَ عَقْلُهٗ حَاضِرًا، وَّلَوْ بَلَغَ، وَأَنَّ الصَّلَوَاتِ لَا تَسْقُطُ عَنْ أَحَدٍ قَطُّ إِلَّا عَنِ الْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ أَوْ مَنْ زَالَ عَقْلُهٗ ...... فَالْمَقْصُودُ مِنْ هٰذَا أَنَّ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ لَا تَسْقُطُ عَنْ أَحَدٍ لَّهٗ عَقْلٌ، سَوَاءً كَانَ كَبِيرًا أَوْ صَالِحًا أَوْ عَالِمًا، وَمَا يَظُنُّهٗ طَوَائِفُ مِنْ جُهَّالِ الْعِبَادِ وَأَتْبَاعِهِمْ، وَجُهَّالِ النُّظَّارِ وَأَتْبَاعِهِمْ وَجُهَّالِ الْإِسْمَاعِيلِيَّةِ وَالنُّصَيْرِيَّةِ وَإِنْ كَانُوا كُلُّهُمْ جُهَّالًا مِّنْ سُقُوطِهَا عَنِ الْعَارِفِينَ أَوِ الْوَاصِلِينَ أَوْ أَهْلِ الْحَضَرَةِ أَوْ عَمَّنْ خَرِقَتْ لَهُمُ الْعَادَاتُ، أَوْ عَنِ الْأَئِمَّةِ الْإِسْمَاعِيلِيَّةِ أَوْ بَعْضِ أَتْبَاعِهِمْ أَوْ عَمَّنْ عَرَفَ الْعُلُومَ الْعَقْلِيَّةَ أَوْ عَنِ الْمُتَكَلِّمِ الْمَاهِرِ فِي النَّظْرِ أَوِ الْفَيْلَسُوفِ الْكَامِلِ فِي الْفَلْسَفَةِ فَكُلُّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ بِاتِّفَاقِ

الْمُسْلِمِينَ وَبِمَا عُلِمَ بِالِاضْطِرَارِ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ.

''گمراہ صوفیا کا ایک گروہ یہ سمجھتا ہے کہ عبادات کی غایت معرفت کا حصول محض ہے۔تو جب معرفت حاصل ہو جائے،عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔بعض نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو دلیل بنایا ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾(الحجر : 99) ''اللہ کی عبادت کریں، یہاں تک کہ یقین حاصل ہو جائے۔'' صوفیا کہتے ہیں کہ یقین سے مراد معرفت ہے،لیکن یہ خطا ہے۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔اہل تفسیر وغیرہ بھی اس کو خطا کہتے۔مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جب تک بندے کی عقل سلامت ہو،اس وقت تک احکام پر عمل کرنا جیسا کہ پانچ نمازیں اور منہیات جیسا کہ ظلم اور فحش وغیرہ سے رکے رہنا واجب ہے۔نماز کسی سے ساقط نہیں ہوتی،سوائے حیض اور نفاس والی خاتون کے یا اس شخص کے،جس کی عقل ہی زائل ہو چکی ہو۔......تو اس سے مقصود یہ ہے کہ پانچ نمازیں کسی سے ساقط نہیں ہوں گی،چاہے وہ صالح نیک،عالم اور بڑا ہی کیوں نہ ہو۔یہ جو جاہل اسماعیلیوں،صوفیوں،نصیریوں اور ان کے متبعین نے سمجھ رکھا ہے کہ عارفین سے نماز ساقط ہو جاتی ہے،یا ان سے جو ایک خاص مقام کو پہنچ جائیں،یا ائمہ اسماعیلیہ اور ان کے بعض متبعین سے نماز ساقط ہو جاتی ہے۔اسی طرح علوم عقلیہ کے ماہر سے بھی ساقط ہو جاتی ہے۔یا پھر علم کلام کے ماہر سے اور کامل فلسفی سے نماز ساقط ہو جاتی ہے،تو یہ سب باطل باتیں ہیں،اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

(دَرء تعارض العقل والنّقل : 3/270-271)

۞ **علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:**

اَلْيَقِينُ هَاهُنَا هُوَ الْمَوْتُ بِإِجْمَاعِ أَهْلِ التَّفْسِيرِ ...... فَلَا يَنْفَكُّ الْعَبْدُ مِنَ الْعُبُودِيَّةِ مَا دَامَ فِي دَارِ التَّكْلِيفِ، بَلْ عَلَيْهِ فِي الْبَرْزَخِ عُبُودِيَّةٌ أُخْرٰى لَمَّا يَسْأَلُهُ الْمَلَكَانِ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ؟ وَمَا يَقُولُ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَيَلْتَمِسَانِ مِنْهُ الْجَوَابَ، وَعَلَيْهِ عُبُودِيَّةٌ أُخْرٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَوْمَ يَدْعُو اللّٰهُ الْخَلْقَ كُلَّهُمْ إِلَى السُّجُودِ، فَيَسْجُدُ الْمُؤْمِنُونَ، وَيَبْقَى الْكُفَّارُ وَالْمُنَافِقُونَ لَا يَسْتَطِيعُونَ السُّجُودَ، فَإِذَا دَخَلُوا دَارَ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ انْقَطَعَ التَّكْلِيفُ هُنَاكَ، وَصَارَتْ عُبُودِيَّةُ أَهْلِ الثَّوَابِ تَسْبِيحًا مَقْرُونًا بِأَنْفَاسِهِمْ لَا يَجِدُونَ لَهٗ تَعَبًا وَّلَا نَصْبًا، وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهٗ يَصِلُ إِلٰى مَقَامٍ يَسْقُطُ عَنْهُ فِيهِ التَّعَبُّدُ، فَهُوَ زِنْدِيقٌ كَافِرٌ بِاللّٰهِ وَبِرَسُولِهٖ، وَإِنَّمَا وَصَلَ إِلٰى مَقَامِ الْكُفْرِ بِاللّٰهِ، وَالِانْسِلَاخِ مِنْ دِينِهٖ.

”یہاں یقین سے مراد موت ہے اور اس پر مفسرین کا اجماع ہے۔ تو بندہ جب تک دارالتکلیف میں رہتا ہے، اس وقت عبادت سے چھٹی نہیں ملتی، بلکہ برزخ میں بھی اس پر ایک دوسری نوعیت کی عبادت فرض ہے، فرشتے اس سے سوال کریں گے کہ آپ کس کی عبادت کیا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ وہ اس سے جواب چاہیں گے۔ اسی طرح قیامت

میں ایک نوعیت کی عبادت ہوگی۔ اللہ اپنی تمام مخلوق کو سجدے کا کہے گا، سب مسلمان مومن سجدہ کریں گے لیکن کفار اور منافقین سجدہ نہیں کر پائیں گے۔ تو جب وہ دار ثواب اور عقاب میں داخل ہو جائیں گے، پھر مکلّف نہیں رہیں گے۔ تو جنت والوں کی عبادت تسبیح ہوگی، جو ان کی سانسوں سے نکلتی رہے گی، اس سے وہ مشکل کا شکار نہیں ہوں گے۔ جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ وہ ایسے مقام و مرتبے کو پہنچ گیا ہے، جس میں اس سے عبادت ساقط ہوگئی ہے تو وہ زندیق ہے، اللہ و رسول کے ساتھ کفر کرتا ہے۔ وہ اللہ کے ساتھ کفر کے مقام پر پہنچ گیا ہے اور دین سے نکل گیا ہے۔''

(مَدارج السّالکین :117/1)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

يُسْتَدَلُّ مِنْ هٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ وَهِيَ قَوْلُهٗ : ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ عَلٰى أَنَّ الْعِبَادَةَ كَالصَّلَاةِ وَنَحْوِهَا وَاجِبَةٌ عَلَى الْإِنْسَانِ مَا دَامَ عَقْلُهٗ ثَابِتًا فَيُصَلِّي بِحَسَبِ حَالِهٖ، ...... وَيُسْتَدَلُّ بِهَا عَلٰى تَخْطِئَةِ مَنْ ذَهَبَ مِنَ الْمَلَاحِدَةِ إِلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِالْيَقِينِ الْمَعْرِفَةُ، فَمَتٰى وَصَلَ أَحَدُهُمْ إِلَى الْمَعْرِفَةِ سَقَطَ عَنْهُ التَّكْلِيفُ عِنْدَهُمْ، وَهٰذَا كُفْرٌ وَّضَلَالٌ وَجَهْلٌ، فَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ، عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، كَانُوا هُمْ وَأَصْحَابُهُمْ أَعْلَمَ النَّاسِ بِاللّٰهِ وَأَعْرَفَهُمْ بِحُقُوقِهٖ وَصِفَاتِهٖ، وَمَا يَسْتَحِقُّ مِنَ التَّعْظِيمِ، وَكَانُوا

مَعَ هٰذَا أَعْبَدَ النَّاسِ وَأَكْثَرَ النَّاسِ عِبَادَةً وَّمُوَاظَبَةً عَلٰى فِعْلِ الْخَيْرَاتِ إِلٰى حِينِ الْوَفَاةِ، وَإِنَّمَا الْمُرَادُ بِالْيَقِينِ هَاهُنَا الْمَوْتُ .

''اللہ کا فرمان ہے کہ ''اپنے رب کی عبادت کرتے رہو، یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آجائے۔'' تو اس سے یہ استدلال لیا جاتا ہے کہ جب تک انسان کی عقل سلامت ہو، اس وقت تک وہ عبادات نماز وغیرہ کا مکلّف ہوتا ہے اور اپنے حالات کے مطابق ادا کرتا رہتا ہے۔ اس آیت سے ملحدین کے مذہب کے خطا ہونے پر بھی استدلال کیا جاتا ہے،۔ ملحدین کہتے ہیں، یقین سے مراد معرفت ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ جب بندہ معرفت کے مقام پر پہنچ جائے تو اس سے احکام شرعیہ کی پابندی ساقط ہو جاتی ہے۔ یہ کفر ضلالت اور جہالت ہے۔ کیوں کہ انبیاء اور ان کے ساتھی اللہ کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور اس کی سب سے زیادہ معرفت رکھتے تھے، اس کے حقوق عبادات اور تعظیم میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ لیکن اس کے باجود وہ سب سے بڑے عابد تھے اور نیکی کے کاموں میں سب لوگوں سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے۔ یقین سے یہاں مراد موت ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 554/4، سلامة)

❁ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

مِنْ جِنْسِ ذٰلِكَ مَا يَدَّعِيهِ بَعْضُ مَنْ يَدَّعِي التَّصَوُّفَ أَنَّهٗ بَلَغَ حَالَةً بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى أَسْقَطَتْ عَنْهُ الصَّلَاةَ وَحَلَّ لَهٗ شُرْبُ الْمُسْكِرِ وَالْمَعَاصِي وَأَكْلُ مَالِ السُّلْطَانِ، فَهٰذَا مِمَّا لَا

أَشُكُّ فِي وُجُوبِ قَتْلِهِ إِذْ ضَرَرُهُ فِي الدِّينِ أَعْظَمُ؛ وَيَنْفَتِحُ بِهِ بَابٌ مِّنْ الْإِبَاحَةِ لَا يَنْسَدُّ؛ وَضَرَرُ هٰذَا فَوْقَ ضَرَرِ مَنْ يَقُولُ بِالْإِبَاحَةِ مُطْلَقًا؛ فَإِنَّهُ يُمْتَنَعُ عَنْ الْإِصْغَاءِ إِلَيْهِ لِظُهُورِ كُفْرِهِ.

''بعض صوفیا دعوی کرتے ہیں کہ وہ اپنے اور اللہ کے درمیان اس حالت کو پہنچ گئے ہیں، جہاں ان سے نماز ساقط ہوگئی ہے۔نشہ حلال ہوگیا ہے، گناہ اور سلطان کا مال کھانا حلال ہوگیا ہے۔تو میں ان لوگوں کے قتل کے وجوب میں کوئی شک نہیں کرتا، کیونکہ دین میں اس کا ضرر بہت بڑا ہے۔اس سے اباحیت کا وہ باب کھل جاتا ہے جو بند ہی نہیں ہوسکتا،اس کا ضرر اس شخص کے ضرر سے کہیں بڑا ہے، جو مطلق اباحت کا قول اختیار کرتا ہے، کیونکہ اس کا کفر ظاہر ہوتا ہے،تو لوگ اس کی طرف نہیں جاتے۔''

(فتاوى الشّامي : 243/4)

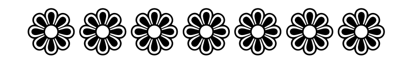
❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

يَزْعُمُونَ أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا بَلَغَ فِي الْحُبِّ غَايَةَ الْمَحَبَّةِ يَسْقُطُ عَنْهُ التَّكْلِيفُ وَيَكُونُ عِبَادَتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّفَكُّرَ وَهٰؤُلَاءِ شَرُّ الطَّوَائِفِ وَكَأَنَّهُمُ اسْتَنَدُوا فِي مُعْتَقَدِهِمْ إِلٰى قَوْلِهِ تَعَالٰى : ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِالْيَقِينِ الْمَوْتُ هُنَا.

''(غالی) صوفیا کا کہنا ہے کہ بندہ جب محبت الٰہیہ کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے،تو وہ

شرعی احکام کا پابند نہیں رہتا، اس کے بعد اس کی عبادت محض تفکر (غور وخوض) ہو جاتی ہے۔ یہ گروہ سب سے برا ہے۔ انہوں نے اپنے اس عقیدے کی بنیاد اس فرمان باری تعالیٰ پر ڈالی ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر: 99) ''اللہ کی عبادت کریں، یہاں تک کہ موت آ جائے۔'' مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں ''یقین'' سے مراد موت ہے۔''

(شرح الشّفا: 513/2)



کیا اللہ تعالیٰ کو ''امرد'' کہا گیا؟

بعض لوگ یہ باور کراتے ہیں کہ نعوذ باللہ اہل سنت کی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی گستاخیاں کی گئی ہیں۔اس بات سے قطع نظر کہ خود ان کی اپنی کتابیں اللہ تعالیٰ، فرشتوں، انبیائے کرام اور صحابہ عظام کی گستاخیوں سے بھری پڑی ہیں۔مگر ہم یہاں ان کے بیان کردہ اعتراض پر بات کریں گے۔

ان کا کہنا ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کو ''امرد'' یعنی بے ریش نوجوان کہا گیا ہے، جس پر ''جرد مرد'' کا لفظ بھی بولا جاتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کی کتب میں ایسی روایات اگرچہ موجود ہیں، مگر محدثین نے ان روایات کو قابل حجت قرار نہیں دیا اور نہ اس کے مطابق عقیدہ بنایا۔اس کی دلیل ایک تو ائمہ اہل سنت کا ان روایات پر نقد وجرح کرنا ہے، دوسرا یہ کہ اہل سنت نے عقیدہ پر جتنی کتابیں لکھی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ذکر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ ''امرد'' ہے۔اس لیے اہل سنت کے متعلق یہ باور کرانا جہالت اور ظلم ہے کہ وہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے گستاخ ہیں۔اہل سنت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا ادب کرنے والا کوئی نہیں۔

لیجئے، ملاحظہ کیجئے وہ روایات اور ان پر محدثین کا کلام؛

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَأَيْتُ رَبِّي جَعْدًا أَمْرَدَ.

''میں نے اپنے رب کو دیکھا، اس کے بال گنگریالے تھے اور وہ بے ریش تھا۔''

(الأسماء والصّفات للبيهقي : 938، الكامل لابن عَدي : 677/2، كتاب السنّة للطّبراني، كما في اللآلي المَصنوعة للسيوطي : 1/29-31، تاريخ بغداد للخطيب : 55/13، العِلَل المُتناهية لابن الجَوزي :22/1)

اس کی سند ضعیف و منکر ہے۔

① قتادہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حُجَّةٌ بِالْإِجْمَاعِ إِذَا بَيَّنَ السَّمَاعَ، فَإِنَّهٗ مُدَلِّسٌ مَّعْرُوفٌ بِذٰلِكَ .

''قتادہ سماع کی صراحت کریں، تو بالاجماع حجت ہیں۔ وہ معروف مدلس ہیں۔''

(سِيَر أعلام النّبلاء : 270/5)

② یہ حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کی منکر روایت ہے۔

❀ امام ابوبکر بن ابی داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مِنْ أَنْكَرِ مَا أَتٰى بِهٖ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ .

''یہ حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کی منکر ترین روایت ہے۔''

(اللآلي المَصنوعة للسّيوطي :29/1)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا يَثْبُتُ . ''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(العِلَل المُتناهية في الأحاديث الواهية :23/1)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''منکر'' کہا ہے۔

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 113/10)

اس حدیث کی تصحیح کے متعلق امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ کا قول (اللآلی المصنوعہ للسیوطی :

۱/۲۹) ثابت نہیں۔اس کی سند میں ابوبکر بن صدقہ ''مجہول'' ہے۔

❁ یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوف بھی مروی ہے۔

(اللآلي المصنوعة للسّيوطي، ص 30)

اس کی سند ضعیف ہے۔

① ابن جریج کا عنعنہ ہے۔

② ضحاک بن مزاحم کا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❁ یہی روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی موقوف مروی ہے۔

(اللآلي المصنوعة للسّيوطي، ص 30)

سند ضعیف ہے۔

① ابن جریج کا عنعنہ ہے۔

② صفوان بن سلیم کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔

❁ سیدہ ام طفیل رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهٗ رَأَى رَبَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْمَنَامِ فِي صُورَةِ شَابٍّ مُوَفَّرٍ .

''انہوں نے اپنے رب کو خواب میں دیکھا، گویا لمبے بالوں والا نوجوان ہو۔''

(السنّة لابن أبي عاصم : 471، المعجم الكبير للطّبراني : 143/25، الأسماء والصِّفات للبيهقي : 942، تاريخ بغداد للخطيب : 419/15)

سند سخت ضعیف ہے۔

① مروان بن عثمان انصاری کو امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 272/8)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''متروک'' قرار دیا ہے۔

(الإصابة في تمييز الصحابة : 424/8)

② **عمارہ بن عامر ''مجہول'' ہے، نیز اس کا ام طفیل رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔**

❁ **امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

لَا يُعْرَفُ عُمَارَةُ وَلَا سَمَاعُهٗ مِنْ أُمِّ الطُّفَيْلِ .

''عمارہ غیر معروف ہے، نیز اس کا سیدہ ام طفیل رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔''

(التّاريخ الأوسط : 1419)

❁ **امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''منکر'' کہا ہے۔**

(العِلَل المتناهية لابن الجوزي : 15/1، المنتخب لابن قدامة من علل الخلال : 183)

❁ **امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

...... حَدِيثًا مُنْكَرًا لَمْ يَسْمَعْ عُمَارَةُ مِنْ أُمِّ الطُّفَيْلِ، وَإِنَّمَا ذَكَرْتُهٗ لِكَي لَا يَغْتَرَّ النَّاظِرُ فِيهِ فَيَحْتَجَّ بِهٖ .

''یہ حدیث منکر ہے۔ عمارہ نے ام طفیل رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں کیا، میں نے اس راوی کو یہاں اس لیے ذکر کیا، کہ اس کے متعلق تحقیق کرنے والا دھوکہ کھا کر اس سے حجت نہ پکڑ لے۔''

(الثّقات : 4682)

❁ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هُوَ مَتْنٌ مُنْكَرٌ . **''یہ منکر متن ہے۔''**

(تهذيب التهذيب : 95/10)

❁ **سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي مَنَامِي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ كَالشَّابِّ الْمُوَفَّرِ .

’’میں نے خواب میں اپنے رب عزوجل کو حسین ترین صورت میں دیکھا، گویا لمبے بالوں والا جوان ہو۔‘‘

(رؤية اللّٰه للدارقطني : 285)

سند جھوٹی ہے۔

① خالد بن نجیح مصری ’’کذاب ووضاع‘‘ ہے۔

② عبدالرحمٰن بن خالد بن نجیح بھی ’’متروک الحدیث‘‘ ہے۔

③ اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ ’’متروک‘‘ ہے۔

❁ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ’’مضطرب‘‘ قرار دیا ہے۔

(بيان تلبيس الجهميّة لابن تيميّة : 215/7، 217)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهَا صَحِيحٌ، وَكُلُّهَا مُضْطَرِبَةٌ .

’’اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں، ساری کی ساری مضطرب ہیں۔‘‘

(العِلَل : 57/5)

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (کتاب التوحید : ۱/۱۹۱) اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ (تلخیص المتشابہ : ۱/۳۰۲) نے غیر ثابت قرار دیا ہے۔

❁ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ يَثْبُتُ إِسْنَادُهُ عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِالْحَدِيثِ .

’’محدثین کرام کے نزدیک اس کی سند ثابت نہیں۔‘‘

(قیام اللّیل، ص 43)

✿ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي ثُبُوتِ هٰذَا الْحَدِيثِ نَظَرٌ .

''اس حدیث کا ثابت ہونا محلِ نظر ہے۔''

(کتاب الأسماء والصّفات، ص 380)

کسی صحیح حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ثابت نہیں۔

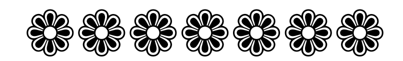
تنبیہ:

✿ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

حَدِيثُ : رَأَيْتُ رَبِّي بِمِنًى يَوْمَ النَّفْرِ عَلٰى جَمَلٍ أَوْرَقَ عَلَيْهِ جُبَّةُ صُوفٍ أَمَامَ النَّاسِ، مَوْضُوعٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

''حدیث: ''میں نے اپنے رب کو یوم نفر (۱۳ ذوالحجہ) کو منی میں دیکھا، وہ ایک سفید سیاہی مائل اونٹ پر سوار تھا، اس نے اون کا جبہ پہن رکھا تھا۔ وہ لوگوں کے آگے تھا۔'' من گھڑت اور بے اصل ہے۔''

(المَصنوع في معرفة الحديث الموضوع : 137)



جنت اور جہنم موجود ہیں

اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جنت اور جہنم دونوں وجود میں آ چکی ہیں۔ جنت نیکوکاروں کے لیے اور جہنم گناہ گاروں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ یہ ہمیشہ باقی رہیں گی، کبھی فنا نہ ہوں گی۔ اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور کفار ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔اس پر قرآن، احادیث متواتر اور اجماع سلف دلیل ہیں۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

الْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَوْجُودَتَانِ الْآنَ، فَالْجَنَّةُ مُعَدَّةٌ لِلْمُتَّقِينَ، وَالنَّارُ مُعَدَّةٌ لِلْكَافِرِينَ، كَمَا نَطَقَ بِذٰلِكَ الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ، وَتَوَاتَرَتْ بِذٰلِكَ الْأَخْبَارُ عَنْ رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَهٰذَا اعْتِقَادُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، رَحِمَهُمُ اللّٰهُ أَجْمَعِينَ، الْمُتَمَسِّكِينَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى، وَهِيَ السُّنَّةُ إِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ، خِلَافًا لِمَنْ زَعَمَ أَنَّهُمَا لَمْ يُخْلَقَا بَعْدُ وَإِنَّمَا يُخْلَقَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَهٰذَا الْقَوْلُ قَالَهُ مَنْ لَمْ يَطَّلِعْ عَلَى الْأَحَادِيثِ الْمُتَّفَقِ عَلٰى صِحَّتِهَا، وَإِخْرَاجُهَا فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا مِنْ كُتُبِ الْإِسْلَامِ الْمُعْتَمَدَةِ الْمَشْهُورَةِ بِالْأَسَانِيدِ الصَّحِيحَةِ وَالْحَسَنَةِ، مِمَّا لَا يُمْكِنُ دَفْعُهُ وَلَا رَدُّهُ، لِتَوَاتُرِهِ وَاشْتِهَارِهِ .

''جنت اور جہنم اس وقت موجود ہیں۔ جنت پرہیزگاروں اور جہنم کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے، جیسا کہ قرآن عظیم اور رسول اللہ ﷺ کی متواتر احادیث میں ثابت ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت کا (متفقہ) عقیدہ ہے، یہی جماعت عروہ وثقی کو تھامے ہوئے ہے اور قیامت تک قائم رہے گی۔ ان کے برخلاف بعض کا نظریہ ہے کہ جنت وجہنم ابھی پیدا نہیں ہوئیں، بلکہ قیامت کے دن پیدا کی جائیں گی۔ جس نے بھی یہ نظریہ پیش کیا ہے، اس نے اتفاقی واجماعی صحیح احادیث کا مطالعہ نہیں کیا۔ ان احادیث کا صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر مشہور معتمد اسلامی کتب میں صحیح یا حسن سند کے ساتھ آنا ایسی دلیل ہے کہ جسے کا رد نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ احادیث متواتر اور مشہور ہیں۔''

(البِداية والنّهاية : 421/20)

اجماعِ اُمت:

❁ امام ابو رجاء قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ (۲۴۰ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الْمَأْخُوذِ فِي الْإِسْلَامِ وَالسُّنَّةِ : ...... وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَخْلُوقَتَانِ وَلَا يَفْنَيَانِ .

''یہ ائمہ اسلام اور اہل سنت کا اتفاقی واجماعی عقیدہ ہے کہ...... جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں اور یہ فنا نہیں ہوں گی۔''

(شِعار أصحاب الحديث للحاكم الكبير، ص 30، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابو حاتم (۲۷۷ھ) اور امام ابو زرعہ (۲۶۴ھ) رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

أَدْرَكْنَا الْعُلَمَاءَ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ، حِجَازًا، وَّعِرَاقًا، وَّمِصْرًا،

وَّشَامًا، وَّيَمَنًا، فَكَانَ مِنْ مَذْهَبِهِمْ : ...... أَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّالنَّارَ حَقٌّ، وَهُمَا مَخْلُوقَانِ لَا يَفْنِيَانِ أَبَدًا وَالْجَنَّةُ ثَوَابٌ لِّأَوْلِيَائِهٖ وَالنَّارُ عِقَابٌ لِّأَهْلِ مَعْصِيَتِهٖ إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ .

''ہم نے حجاز وعراق، مصر وشام اور یمن تمام علاقوں کے علما کو دیکھا ہے، سب کا عقیدہ تھا کہ...... جنت اور جہنم حق ہیں، دونوں پیدا ہو چکی ہیں اور کبھی فنا نہیں ہوں گی۔ جنت اللہ تعالیٰ کے اولیا کے لیے بطور ثواب ہو گی اور جہنم گناہ گاروں کے لیے بطور عقاب ہو گی، مگر جس پر اللہ عزوجل رحم فرما دے۔''

(عقيدة أبي حاتم الرازي وأبي زرعة الرازي للحدّاد، ص201)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتْ فِرَقُ الْأُمَّةِ كُلُّهَا عَلٰى أَنَّهٗ لَا فَنَاءَ لِلْجَنَّةِ وَلَا لِنَعِيمِهَا وَلَا لِلنَّارِ وَلَا لِعَذَابِهَا .

''امت کے تمام فرقوں کا اجماع ہے کہ نہ جنت کو فنا ہے اور اس کی نعمتوں کو، اسی طرح نہ جہنم کو فنا ہے اور نہ اس کے عذاب کو۔''

(الفَصْل في المِلَل : 69/4)

❁ مفسر ابن عطیہ رحمہ اللہ (۵۴۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِجْمَاعُ عَلَى التَّخْلِيدِ الْأَبَدِيِّ فِي الْكُفَّارِ .

''اس پر اجماع ہے کہ کفار جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

(تفسير ابن عطية : 346/2)

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

”یہ صحیح احادیث نص ہیں کہ جہنمی لوگ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اس کی نہ کوئی مدت ہے، نہ کوئی انتہا۔ یہ دوام اور تسلسل کے ساتھ جہنم میں رہیں گے، نہ موت ہوگی، نہ حیات، نہ راحت اور نہ نجات۔ ...... جو یہ نظریہ رکھے کہ جہنمی لوگوں کو جہنم سے نکال لیا جائے گا، جہنم خالی رہ جائے گی، اپنی چھتوں کے بَل گِر جائے گی، فنا اور زائل ہو جائے گی، تو وہ شخص عقل کے تقاضوں سے خارج ہے، رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا مخالف ہے اور اہل سنت وائمہ عدول کے اجماعی واتفاقی عقیدہ سے منحرف ہے۔“

(التّذكرة بأحوال المَوتى والآخرة، ص 926)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ أَنَّهُمْ يَخْرُجُونَ مِنْهَا وَأَنَّهَا تَبْقٰى خَالِيَةً أَوْ أَنَّهَا تَفْنٰى وَتَزُولُ فَهُوَ خَارِجٌ عَنْ مُقْتَضٰى مَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ وَأَجْمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ.

”جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ جہنمیوں کو جہنم سے نکال لیا جائے گا اور وہ خالی رَہ جائے گی یا فنا اور زائل ہو جائے گی، تو وہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اور اہل سنت کے اجماع سے خارج ہے۔“

(فتح الباري: 421/11)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

”جنت اور جہنم کی تخلیق ہو چکی ہے اور اس وقت موجود ہیں۔ یہی اہل سنت اور اکثر مسلمانوں کا مذہب ہے۔ معتزلہ میں سے جبائی اور ابوالحسین بصری بھی

اسی کے قائل ہیں۔اس عقیدہ پر بے شمار قرآنی آیات اور کئی احادیث صحیحہ دلیل ہیں۔قرون اُولیٰ کے مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے،اس کا رد یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ظاہر ہونے سے پہلے ہی اجماع ہو چکا ہے،لہٰذا (بعد والوں کے) اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں۔''

(قُوت المُغتذي على جامع التّرمذي : 751/2)

❁ علامہ سفارینی رحمہ اللہ (۱۱۸۸ھ) فرماتے ہیں:

ثَبَتَ بِمَا ذَكَرْنَا مِنَ الْآيَاتِ الصَّرِيحَةِ وَالْأَخْبَارِ الصَّحِيحَةِ خُلُودُ أَهْلِ الدَّارَيْنِ خُلُودًا مُؤَبَّدًا كُلٌّ بِمَا هُوَ فِيهِ مِنْ نَعِيمٍ وَعَذَابٍ أَلِيمٍ، وَعَلَى هٰذَا إِجْمَاعُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَأَجْمَعُوا أَنَّ عَذَابَ الْكُفَّارِ لَا يَنْقَطِعُ، كَمَا أَنَّ نَعِيمَ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَا يَنْقَطِعُ، وَدَلِيلُ ذٰلِكَ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةِ، وَزَعَمَتِ الْجَهْمِيَّةُ أَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ يَفْنَيَانِ.

''ہم نے جو صریح آیات اور صحیح احادیث نقل کی ہیں،ان سے ثابت ہوا کہ جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں ہمیشہ اور ابدالاباد تک رہیں گے۔ان میں جو بھی ہو گا،اسے نعمتیں یا دردناک عذاب ہمیشہ ہمیشہ دیا جائے گا۔اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔نیز اس پر بھی اجماع ہے کہ کفار کا عذاب منقطع نہیں ہوگا،جیسا کہ جنتیوں کی نعمتیں منقطع نہیں ہوں گی۔اس پر کتاب وسنت دلالت کناں ہیں۔جبکہ جہمیہ کا نظریہ ہے کہ جنت اور جہنم فنا ہو جائیں گی۔''

(لَوامِع الأنوار البَهِيّة : 234/2)

آیات قرآنیہ:

جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں۔ اس پر متعدد آیات بینات دلیل ہیں۔

① فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ (النّجم : ۱۸)

”تحقیق نبی (ﷺ) نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔“

ان نشانیوں سے مراد جنت و جہنم وغیرہ کو دیکھنا ہے۔

② جنت کے بارے میں فرمایا:

﴿أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (آل عمران : ۱۳۳)

”جنت پرہیز گاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

③ فرمان الٰہی ہے:

﴿أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (التّوبة : ۸۹)

”نیکو کاروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“

④ فرمان خداوندی ہے:

﴿أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ﴾ (الحديد : ۲۱)

”جنت ان کے لیے تیار ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔“

⑤ جہنم کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾(آل عمران : ۱۳۱)

’’جہنم سے بچ جاؤ، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔‘‘

⑥ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا، لِلطَّاغِينَ مَآبًا﴾(النّبأ : ۲۱۔۲۲)

’’بلاشبہ جہنم گھات لگائے ہوئے ہے، جو سرکشوں کا ٹھکانہ ہے۔‘‘

⑦ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾(المؤمن : ٤٦)

’’آل فرعون پر آگ صبح وشام پیش کی جاتی ہے۔‘‘

متواتر احادیث:

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (الاستذکار : 419/2) **اور حافظ ابن کثیر** رحمہ اللہ (تفسیر ابن کثیر : 202/1) نے جنت وجہنم کے وجود میں آجانے کے متعلق احادیث کو متواتر قرار دیا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) نے اس موضوع پر ’’حادی الارواح الی بلاد الافراح‘‘ کے نام سے بہترین تصنیف کی ہے۔

❀ **علامہ عینی حنفی** رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ كَوْنُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ مَخْلُوقَتَيْنِ الْيَوْمَ، وَهُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَيَدُلُّ عَلَيْهِ الْآيَاتُ وَالْأَخْبَارُ الْمُتَوَاتِرَةُ .

’’اس حدیث میں دلیل ہے کہ جنت اور جہنم اس وقت پیدا ہو چکی ہیں، یہ اہل

سنت کا مذہب ہے، اس پر متعدد آیات اور متواتر احادیث دلالت کرتی ہیں۔‘‘

(عُمدة القاري : 98/2)

۞ علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ (۹۲۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ أَنَّ النَّارَ مَخْلُوقَةٌ مَوْجُودَةٌ الْآنَ وَهُوَ أَمْرٌ قَطْعِيٌّ لِلتَّوَاتُرِ الْمَعْنَوِيِّ خِلَافًا لِّمَنْ قَالَ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ أَنَّهَا إِنَّمَا تُخْلَقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

’’اس حدیث میں دلیل ہے کہ جہنم پیدا ہو چکی ہے اور اس وقت موجود ہے۔ تواتر معنوی کی وجہ سے یہ قطعی الثبوت مسئلہ ہے۔ اس کے برعکس معتزلہ کا کہنا ہے کہ جہنم قیامت کو پیدا ہوگی۔‘‘

(إرشاد السّاري :488/1)

۞ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنِفًا، فِي عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ، وَأَنَا أُصَلِّي، فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ .

’’اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابھی ابھی نماز کے دوران میرے سامنے اس دیوار کی طرف جنت اور جہنم پیش کی گئی۔ میں نے آج سے پہلے خیر اور شر کا ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا۔‘‘

(صحيح البخاري : 7294، صحيح مسلم : 2359)

۞ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا، وَلَمَلَأَتْهُ رِيحًا، وَلَنَصِيفُهَا عَلٰى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ

الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا .

''اگر جنت کی ایک عورت زمین کی طرف جھانک دے، تو زمین وآسمان کے مابین سب کچھ روشن ہو جائے اور سب کچھ معطر ہو جائے۔ اس کا دوپٹا دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔''

(صحيح البخاري : 2796، صحيح مسلم :1881)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ، فَإِنَّهٗ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، فَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ .

''جب کوئی فوت ہو جاتا ہے، تو اس پر صبح وشام اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہو، تو جنت کا ٹھکانہ اور اگر جہنمی ہو، تو جہنم کا ٹھکانہ۔''

(صحيح البخاري : 3240، صحيح مسلم : 2866)

❁ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا فِيهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ، وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ .

''پھر (معراج کے موقع پر) مجھے جنت میں داخل کیا گیا، اس میں موتی کے قبے تھے، اس کی مٹی کستوری تھی۔''

(صحيح البخاري : 3342، صحيح مسلم : 163)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دَخَلْتُ الْجَنَّةَ أَوْ أَتَيْتُ الْجَنَّةَ، فَأَبْصَرْتُ قَصْرًا، فَقُلْتُ : لِمَنْ

هٰذَا؟ قَالُوا : لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ، فَلَمْ يَمْنَعْنِي إِلَّا عِلْمِي بِغَيْرَتِكَ، قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَوَعَلَيْكَ أَغَارُ .

''(عالم رؤیت میں) میں جنت میں داخل ہوا، تو میں نے وہاں ایک محل دیکھا، میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ فرشتوں نے کہا: عمر بن خطاب کا۔ میں نے اس میں داخل ہونا چاہا، مگر (اے عمر!) مجھے تیری غیرت نے روک دیا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پکار اُٹھے: میرے ماں باپ آپ پر قربان!! اللہ کے نبی! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا!؟''

(صحيح البخاري : 5226، صحيح مسلم : 2394)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ حُجَّةٌ لِمَذْهَبِ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ الْجَنَّةَ مَخْلُوقَةٌ مَوْجُودَةٌ خِلَافًا لِمَنْ أَنْكَرَ ذٰلِكَ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ، وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ الَّتِي تَبْلُغُ حَدَّ التَّوَاتُرِ مُتَظَاهِرَةٌ مُتَضَافِرَةٌ عَلٰى ذٰلِكَ وَعَلٰى إِبْطَالِ مَا زَعَمُوهُ .

''یہ حدیث مذہب اہل سنت کی دلیل ہے کہ جنت تخلیق ہو چکی ہے اور موجود ہے، اس کے برعکس معتزلہ وغیرہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ صحیح احادیث، جو حد تواتر تک پہنچتی ہیں، اس بارے میں بالکل ظاہر اور واضح ہیں، نیز ان میں معتزلہ کے نظریات کا بطلان بھی ہے۔''

(طَرح التّثريب : 60/2)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ …… .

”جنت اور جہنم کا مباحثہ ہوا……۔“

(صحيح البخاري : 4850، صحيح مسلم : 2846)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْجَنَّةِ : أَنْتِ رَحْمَتِي، وَقَالَ لِلنَّارِ : أَنْتِ عَذَابِي .

”اللہ تعالیٰ نے جنت سے کہا: تو میری رحمت ہے اور جہنم سے کہا: تو میرا عذاب ہے۔“

(صحيح البخاري : 7449، صحيح مسلم : 2846)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِشْتَكَتِ النَّارُ إِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ : رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا، فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ؛ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ، فَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ، وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهَرِيرِ .

”جہنم نے رب سے شکایت کی: میرے رب! میرا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہے، مجھے دو سانس لینے کی اجازت عطا فرما! ایک سانس سردیوں میں اور دوسرا گرمیوں میں۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) لہٰذا گرمی یا سردی کی جتنی شدت آپ محسوس کرتے ہیں، (وہ جہنم کے سانس لینے سے ہے)۔“

(صحيح البخاري : 3260، صحيح مسلم : 617)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ، فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُودًا، وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ

مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا، وَرَأَيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ، وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ .

”(نماز کے دوران) میں نے جنت کو دیکھا، اس میں پھلوں کے گچھے دیکھے، اگر میں ایک گچھا پکڑ لیتا، تو آپ اسے دنیا کی بقا تک کھاتے رہتے (اور وہ ختم نہ ہوتا) جہنم کو بھی دیکھا، ایسا خوفناک منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا، اس میں اکثریت عورتوں کی تھی۔“

(صحيح البخاري : 1052، صحيح مسلم : 907)

❀ **سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ أَرْسَلَ جِبْرِيلَ إِلَى الْجَنَّةِ فَقَالَ : انْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ : فَجَاءَ هَا وَنَظَرَ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعَدَّ اللّٰهُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ : فَرَجَعَ إِلَيْهِ، قَالَ : فَوَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَقَالَ : ارْجِعْ إِلَيْهَا فَانْظُرْ إِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ : فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خِفْتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ، قَالَ : اذْهَبْ إِلَى النَّارِ فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، فَقَالَ

: ارْجِعْ إِلَيْهَا، فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَنْجُوَ مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا .

''جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کی تخلیق کی، تو جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا: جنت کا نظارہ کیجئے کہ میں نے اس میں اہل جنت کے لیے کیا کیا تیار کیا ہے۔ تو جبریل علیہ السلام گئے اور جنت کے نظارے کیے اور اس میں تیار نعمتوں کو دیکھا، واپس آئے اور عرض کیا: (اے رب!) تیری عزت کی قسم! جو بھی اس جنت کے بارے میں سن لے گا، وہ اس میں ضرور داخل ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جنت کو مشقتوں کی باڑ لگا دی جائے۔ پھر (جبریل سے) فرمایا: اب جائیے اور جنت کی نعمتوں کا مشاہدہ کیجئے۔ تو جبریل علیہ السلام جنت کی طرف لوٹے، دیکھا کہ وہ مشقتوں میں گھری ہوئی ہے، واپس آئے اور عرض کیا: (رب!) تیری عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب جہنم کی طرف جائیے اور اس کے مناظر دیکھئے۔ (وہ اتنی ہولناک تھی کہ) اس کا ایک حصہ دوسرے پر چڑھا ہوا تھا۔ جبریل علیہ السلام واپس آئے اور عرض گزار ہوئے: (میرے رب!) تیری عزت کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا کہ جو اس کے بارے میں سن لے، وہ اس میں داخل ہو جائے۔ تو اللہ کے حکم سے جہنم کو شہوتوں کی باڑ لگا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب جا کر دیکھئے، جبریل گئے (اور دیکھا) پھر عرض کیا: (میرے رب!) تیری عزت کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ اس سے کوئی بھی نہیں بچ پائے گا۔''

(سنن أبي داود : 4744، سنن النّسائي : 3763، سنن التّرمذي : 2560، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۷۳۹۴) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۷۱) نے امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اہل علم کی تصریحات:

❁ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (۲۳۳ھ) سے جنت وجہنم کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا:

مَخْلُوقَتَانِ لَا تَبِيدَانِ .

''جنت وجہنم دونوں تخلیق ہو چکی ہیں اور دونوں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گی۔''

(التّمهيد لابن عبد البرّ : 112/19، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

اعْلَمُوا رَحِمَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ أَنَّ الْقُرْآنَ شَاهِدٌ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَخَلَقَ لِلْجَنَّةِ أَهْلًا، وَلِلنَّارِ أَهْلًا، قَبْلَ أَنْ يُخْرِجَهُمْ إِلَى الدُّنْيَا، لَا يَخْتَلِفُ فِي هٰذَا مَنْ شَمِلَهُ الْإِسْلَامُ، وَذَاقَ حَلَاوَةَ طَعْمِ الْإِيمَانِ، دَلَّ عَلٰى ذٰلِكَ الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ، فَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِهٰذَا .

''اللہ ہم سب پر رحم کرے! جان لیں کہ قرآن کی واضح گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ہی پیدا کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے ہی جنت اور جہنم کے لیے لوگ مختص کر دیے۔

اس عقیدہ میں ایسا کوئی شخص اختلاف نہیں کرتا، جو دین اسلام کے دائرہ میں داخل ہے اور جس نے ایمان کی حلاوت پالی ہے۔ اس پر قرآن وسنت دلالت کناں ہیں۔ اسے جھٹلانے والوں سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔''

(کتاب الشّریعة، ص 387)

امام اسماعیل بن عبدالرحمٰن صابونی رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

يَشْهَدُ أَهْلُ السُّنَّةِ أَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مَخْلُوقَتَانِ، وَأَنَّهُمَا بِاقِيَتَانِ لَا تَفْنِيَانِ أَبَدًا، وَأَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا أَبَدًا، وَكَذٰلِكَ أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا خُلِقُوا لَهَا، لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا أَبَدًا .

''اہل سنت گواہی دیتے ہیں کہ جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں، یہ باقی رہنے والی ہیں، کبھی فنا نہ ہوں گی۔ جنتی لوگ جنت سے کبھی نہیں نکالے جائیں گے، اسی طرح وہ جہنمی لوگ، جو پیدا ہی جہنم کے لیے ہوئے ہیں، ان کو بھی کبھی جہنم سے نہیں نکالا جائے گا۔''

(عقیدة السّلف أصحابِ الحدیث، ص 364)

امام قوام السنہ، اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَخْلُوقَتَانِ، لَا تَفْنِيَانِ لِأَنَّهُمَا خُلِقَتَا لِلْأَبَدِ لَا لِلْفَنَاءِ .

''جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں، یہ کبھی فنا نہ ہوں گی، انہیں ہمیشہ رہنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے، نہ کہ فنا ہونے کے لیے۔''

(الحُجّة في بَيان المَحَجَّة : 280/2)

۞ علامہ ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مَخْلُوقَتَانِ عَلَى الْحَقِيقَةِ، وَذَهَبَ كَثِيرٌ مِّنَ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَالنَّجَاوِمِيَّةِ إِلٰى أَنَّهُمَا لَمْ يُخْلَقَا بَعْدُ، وَأَنَّهُمَا سَيُخْلَقَانِ .

''اہل سنت کا مذہب ہے کہ جنت اور جہنم حقیقت میں پیدا ہو چکی ہیں۔معتزلہ، جہمیہ اور نجاومیہ میں سے اکثر کا مذہب ہے کہ جنت اور جہنم ابھی تک پیدا نہیں ہوئیں، بلکہ عنقریب (روز قیامت) پیدا ہوں گی۔''

(البحر المُحيط :176/1)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''اہل سنت کا اتفاق ہے کہ جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں اور اس وقت موجود ہیں، اہل سنت ہمیشہ سے اسی عقیدہ پر قائم رہے ہیں۔ یہاں تک کہ معتزلہ اور قدریہ کا ایک فرقہ نمودار ہوا، اس نے اس کا انکار کر دیا، کہنے لگے: (جنت اور جہنم ابھی پیدا نہیں ہوئیں) بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن پیدا کرے گا۔ انہوں نے یہ بات اپنی اس فاسد دلیل کی بنیاد پر کہی کہ جس دلیل کی بنیاد پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے افعال کے لیے اپنی شریعت وضع کر دی۔ کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا کرنا چاہیے اور اللہ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے افعال پر قیاس کیا، یوں وہ افعال میں مشبہہ قرار پائے۔ ان میں جہمیت داخل ہوئی، تو مشبہہ کے ساتھ ساتھ وہ معطلہ بھی بن گئے۔ انہوں نے کہا: استعمال سے پہلے جنت کو پیدا کرنا عبث ہے، کیونکہ اس سے جنت لمبے عرصے تک خالی

رہے گی، یوں انہوں نے ایسی بہت سے نصوص کوٹھکرا دیا، جو ان کی اللہ تعالیٰ کے لیے وضع کردہ شریعت کے مخالف ہوں، بہت سے نصوص کے معانی ومطالب کو بدل دیا اور جس نے ان کی وضع کردہ شریعت کی مخالفت کی، انہیں گمراہ اور بدعتی قرار دیا۔'' (شرح العقيدة الطّحاوية، ص 420)

❁ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْجَنَّةُ وَالنَّارُ لَا يَفْنَيَانِ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ .

''اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جنت اور جہنم کو فنا نہیں۔''

(البحر الرّائق : 206/8)

آدم علیہ السلام کا جنت میں داخلہ:

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

تَوَاتَرَ الْأَخْبَارُ فِي قِصَّةِ آدَمَ، عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، عَنِ الْجَنَّةِ وَدُخُولِهِ إِيَّاهَا وَخُرُوجِهِ مِنْهَا، وَوَعْدِهِ الرَّدَّ إِلَيْهَا، كُلُّ ذَلِكَ ثَابِتٌ بِالْقَطْعِ .

''متواتر احادیث میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل کیا گیا، پھر اس سے نکالا گیا اور ان سے وعدہ کیا گیا کہ انہیں دوبارہ اس میں داخل کیا جائے گا۔ یہ سب قطعی دلائل سے ثابت ہے۔''

(عُمدة القاري : 98/2)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقُلْنَا يَاآدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا

حَيْثُ شِئْتُمَا﴾(البقرة : ٣٥)

''ہم نے کہا: آدم! آپ اور آپ کی زوجہ جنت میں رہیں، جو جی چاہے، بلا روک ٹوک کھائیں۔''

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَآ آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾(الأعراف : ١٩)

''اے آدم! آپ اور آپ کی زوجہ جنت میں بسیرا کیجئے۔''

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

الْجَنَّةُ الَّتِي أَسْكَنَهَا آدَمَ وَزَوْجَتَهٗ عِنْدَ سَلَفِ الْأُمَّةِ وَأَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ؛ هِيَ جَنَّةُ الْخُلْدِ وَمَنْ قَالَ : إِنَّهَا جَنَّةٌ فِي الْأَرْضِ بِأَرْضِ الْهِنْدِ أَوْ بِأَرْضِ جُدَّةَ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ فَهُوَ مِنَ الْمُتَفَلْسِفَةِ وَالْمُلْحِدِينَ أَوْ مِنْ إِخْوَانِهِمْ الْمُتَكَلِّمِينَ الْمُبْتَدِعِينَ فَإِنَّ هٰذَا يَقُولُهٗ مَنْ يَّقُولُهٗ مِنَ الْمُتَفَلْسِفَةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ، وَالْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ يَرُدَّانِ هٰذَا الْقَوْلَ وَسَلَفُ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتُهَا مُتَّفِقُونَ عَلٰى بُطْلَانِ هٰذَا الْقَوْلِ .

''اسلاف امت اور اہل سنت کے نزدیک جس جنت میں آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ کو ٹھہرایا، وہ جنت خلد ہے۔ جو کہتا ہے کہ یہ ارضی جنت تھی، جو سرزمین ہند یا جُدہ وغیرہ میں تھی، وہ فلاسفہ، ملحدین یا بدعتی متکلمین میں سے ہے۔ جو یہ بات کرتا ہے، وہ فلسفی اور معتزلی ہے۔ کتاب وسنت اس قول کا رد کرتے ہیں۔ اسلاف امت اور ائمہ اس قول کے بطلان پر متفق ہیں۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 4/347)

جنت باقی رہے گی:

❁ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے متعلق فرمایا:

﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولٰى وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ﴾(الدُّخان : ٥٦)

”اہل جنت کو جنت میں موت نہیں آئے گی، مگر جو موت پہلے آ چکی ہے، انہیں اللہ تعالیٰ جہنم کے عذاب سے بچا لے گا۔“

❁ نیز فرمایا:

﴿لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ﴾(الحِجر : ٤٨)

❁ نیز فرمایا:

﴿خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾(النّساء : ٥٧)

”اہل جنت کو جنت میں نہ کوئی تھکاوٹ ہو گی اور نہ ہی وہ جنت سے نکالے جائیں گے۔“

جہنم کو فنا نہیں:

❁ اللہ تعالیٰ نے اہل دوزخ کے بارے میں فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ﴾(البقرة : ١٦١۔١٦٢)

”جنہوں نے کفر کیا اور انہیں کفر پر ہی موت آئے، ان پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ یہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، ان سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں ڈھیل ملے گی۔“

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ لَا يَنْقُصُ عَمَّا هُمْ فِيهِ ﴿وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ﴾ أَيْ لَا يُغَيَّرُ عَنْهُمْ سَاعَةً وَاحِدَةً، وَلَا يُفَتَّرُ، بَلْ هُوَ مُتَوَاصِلٌ دَائِمٌ.

”مطلب یہ ہے کہ ان کے عذاب میں کمی واقع نہیں ہوگی۔ لمحہ بھر کے لیے بھی ان سے عذاب دور نہیں ہوگا، بلکہ وہ مسلسل اور ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔“

(تفسیر ابن کثیر :1/473)

علامہ ابو سعود رحمہ اللہ (۹۸۲ھ) ”خلدین“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قَدِ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ الدَّوَامُ.

”اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ ”خالدین“ سے مراد دوام اور ہمیشگی ہے۔“

(تفسیر أبي السّعود :1/94)

۞ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ﴾(الزُّخرُف : ٧٤)

”مجرم ہمیشہ عذاب جہنم میں مبتلا رہیں گے۔“

۞ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا﴾

(فاطر : ٣٦)

''انہیں نہ موت آئے گی اور نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ﴾(المائدة : ٣٧)

''وہ جہنم سے نکلنا چاہیں گے، لیکن کبھی نکل نہیں پائیں گے، بلکہ ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔''

❁ مزید فرمایا:

﴿خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾(النّساء : ١٦٨، الأحزاب : ٦٥، الجنّ : ٢٣)

''وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾(الفرقان : ٦٥)

''جہنم کا عذاب دائمی ہوگا۔''

❁ اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کے متعلق فرمایا:

﴿لَابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا﴾(النّبأ : ٢٣)

''وہ جہنم میں بے انتہا عرصہ پڑے رہیں گے۔''

یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ کفار جہنم میں ہمیشہ سے ہمیشہ رہیں گے۔ یہ مدت لا متناہی ہوگی۔ جیسے آخرت کی مدتیں ختم نہیں ہوں گی، اسی طرح ان کا عذاب بھی ختم نہیں ہوگا، انہیں کبھی بھی جہنم سے نہیں نکالا جائے گا۔ ایک عذاب منقطع ہوگا، تو دوسرے میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یوں ابد الاباد تک جہنم میں رہیں گے۔

❁ اہل جہنم کے متعلق ہی فرمایا:

﴿خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ﴾

(هود : ۱۰۷)

''وہ دائمی جہنم میں رہیں گے، مگر جو تیرا رب چاہے۔''

اس آیت کی کئی تفاسیر کی گئی ہیں۔

① ''مادامت السماوات والارض'' سے مراد آخرت کے زمین وآسمان ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ﴾(إبراهيم : ٤٨)

''جس دن زمین وآسمان کو بدل دیا جائے گا۔''

آخرت کے زمین وآسمان کو دوام ہے، اسی طرح کفار کے عذاب کو بھی دوام ہے۔

② ''مادامت السماوات والارض'' محاورہ ہے، جو دوام کے لیے بولا جاتا ہے۔

﴿إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ﴾ ''مگر جو تیرا رب چاہے۔'' میں اہل توحید کی استثنا ہوئی ہے، مطلب کہ گناہ گار اہل توحید کو اللہ تعالیٰ ایک وقت تک جہنم میں رکھے گا، پھر جب چاہے گا انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دے گا، یوں وہ ابدی سعادت مندی پا لیں گے۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ امام طبری رحمہ اللہ اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس قول کو درست قرار دیا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلنَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾(الأنعام : ١٣٨)

''جہنم تمہارا ٹھکانہ ہے، تم ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو گے، مگر جتنی مدت اللہ چاہے گا۔''

اس مدت سے مراد قبروں سے اٹھ کھڑا ہونے سے لے کر جہنم رسید ہونے تک کا عرصہ ہے۔امام طبری رحمہ اللہ کی یہ تفسیر ہے۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا، فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ.

''جو جہنمی ہوں گے، وہ جہنم میں نہ مریں گے، نہ جئیں گے۔''

(صحيح مسلم : 185)

❁ اس کی شرح میں حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

''حدیث کا ظاہری معنی یہ ہے کہ کفار دوزخ میں جلیں گے، وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے مستحق ہیں، انہیں موت نہیں آئے گی، نہ وہ پرسکون زندگی جئیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا﴾(فاطر : ٣٦) ''انہیں موت آئے گی، نہ عذاب میں تخفیف ہوگی۔'' اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيٰى﴾(الأعلىٰ : ١٣) ''جہنم میں نہ اسے موت آئے گی اور نہ ہی وہ پرسکون زندگی جی سکے گا۔'' اہل حق کا یہ مذہب ہے کہ بہشت کی نعمتیں دائمی ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے کفار کا عذاب بھی دائمی ہے۔''

(شرح مسلم : 38/3)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ، ثُمَّ يَقُومُ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ : يَا أَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ، خُلُودٌ.

”اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے، پھر منادی ہوگی: اہل دوزخ اور اہل جنت! اب موت نہیں، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان میں رہو گے۔“

(صحيح البخاري : 6544، صحيح مسلم : 2850)

❁ سیدنا ابوسعید اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوتُوا أَبَدًا .

”(اہل جنت!) تمہارے لیے ہمیشہ کی زندگی ہے، کبھی موت نہیں آئے گی۔“

(صحيح مسلم : 2837)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم رحمہما اللہ اور فنائے نار:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور شیخ الاسلام ثانی ابن قیم رحمہما اللہ فنائے نار کے قائل نہیں۔ جنت وجہنم کے متعلق آپ دونوں کا وہی عقیدہ ہے، جو اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے۔ شیخین کی عبارات ملاحظہ ہوں؛

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُمَا لَا تَزَالَانِ بَاقِيَتَيْنِ، وَكَذٰلِكَ أَهْلُ الْجَنَّةِ لَا يَزَالُونَ فِي الْجَنَّةِ يَتَنَعَّمُونَ، وَأَهْلُ النَّارِ فِي النَّارِ يُعَذَّبُونَ، لَيْسَ لِذٰلِكَ آخِرٌ .

”بلاشبہ جنت اور جہنم ہمیشہ باقی رہیں گی، جنتی ہمیشہ جنت میں نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے اور دوزخی جہنم میں ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے، اس (نعمت اور عذاب) کی کوئی انتہا نہیں ہوگی۔“

(دَرء تَعارض العَقْل والنَّقل : 358/2)

۞ **نیز فرماتے ہیں:**

قَدِ اتَّفَقَ سَلَفُ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتُهَا وَسَائِرُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلٰى أَنَّ مِنْ الْمَخْلُوقَاتِ مَا لَا يَعْدَمُ وَلَا يَفْنٰى بِالْكُلِّيَّةِ كَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَالْعَرْشِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ .

''اسلاف اُمت، ائمہ اور تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ بعض مخلوقات ایسی ہیں، جو کلی طور پر فنا نہیں ہوں گی، جیسے جنت، جہنم اور عرش وغیرہ۔''

(مَجموع الفتاوی : 307/18)

۞ **علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:**

دَوْرُهُمْ ثَلَاثَةٌ؛ دَارُ الطَّيِّبِ الْمَحْضِ، وَدَارُ الْخَبِيثِ الْمَحْضِ، وَهَاتَانِ الدَّارَانِ لَا تَفْنَيَانِ، وَدَارٌ لِمَنْ مَعَهٗ خَبَثٌ وَطَيِّبٌ وَهِيَ الدَّارُ الَّتِي تَفْنٰى وَهِيَ دَارُ الْعُصَاةِ، فَإِنَّهٗ لَا يَبْقٰى فِي جَهَنَّمَ مِنْ عُصَاةِ الْمُوَحِّدِينَ أَحْدٌ، فَإِنَّهٗ إِذَا عُذِّبُوا بِقَدَرِ جَزَائِهِمْ أُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ فَأُدْخِلُوا الْجَنَّةَ، وَلَا يَبْقٰى إِلَّا دَارُ الطَّيِّبِ الْمَحْضِ، وَدَارُ الْخَبَثِ الْمَحْضِ .

''(روز قیامت) لوگ تین گھروں میں تقسیم ہوں گے: ① خالص پاکیزہ لوگوں کا گھر (جنت) ② خالص خبیث لوگوں کا گھر (جہنم)۔ یہ دونوں گھر فنا نہیں ہوں گے۔ ③ وہ گھر، جس میں اچھائی و برائی والے لوگ ہوں گے، یہ گھر ایک وقت فنا ہو جائے گا، اسے ''دار العصاۃ'' (گناہ گار مؤحدین کا گھر)

کہتے ہیں، کیونکہ جہنم میں گناہ گار موحدین میں سے کوئی بھی (ہمیشہ) باقی نہیں رہے گا، بلکہ ایسے لوگوں کو جب ان کی بداعمالیوں کے مطابق عذاب دے دیا جائے گا، تو انہیں جہنم سے سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد صرف ''دارالطیب المحض'' (خالص پاکیزہ لوگوں کا گھر یعنی جنت) اور ''دارالخبث المحض'' (خالص خبیث لوگوں کا گھر یعنی جہنم) باقی رہ جائیں گے۔''

(الوابل الصیّب، ص 20)

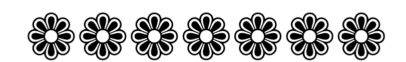
کتب:

جہنم کو کبھی فنا نہیں، اس موضوع پر اہل علم نے قلم اٹھایا ہے، اس کے ثبوت پر قرآن وسنت کی نصوص پیش کی ہیں اور فنائے نار کے موقف کا سقم واضح کیا ہے۔ کتب ملاحظہ ہوں!

۱۔ اَلْاِعْتِبَارُ بِبَقَاءِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ لِأَبِي الْحَسَنِ السُّبْكِيِّ

۲۔ رَفْعُ الْأَسْتَارِ لِإِبْطَالِ أَدِلَّةِ الْقَائِلِينَ بِفَنَاءِ النَّارِ لِلصَّنْعَانِيِّ

۳۔ كَشْفُ الْأَسْتَارِ فِي إِبْطَالِ قَوْلِ مَنْ قَالَ بِفَنَاءِ النَّارِ لِلشَّوْكَانِيِّ



دیدارِ الٰہی

اللہ تعالیٰ روزِ آخرت اپنے مومن بندوں کو اپنا دیدار دیں گے۔ یہ بہت بڑی غایت اور نہایت شان دار عنایت ہے۔ اس پر قرآن وحدیث کی نصوص اور مومنوں کا اجماع دلیل ہے۔ معطلہ، جہمیہ، معتزلہ، خوارج اور امامیہ شیعہ اس کے منکر ہیں۔

اجماعِ امت:

❁ محدثِ ہراۃ، امام ابوسعید، دارمی رحمہ اللہ (۲۸۰ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ صَحَّتِ الْآثَارُ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَنْ بَّعْدَهٗ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَكِتَابُ اللّٰهِ النَّاطِقُ بِهٖ، فَإِذَا اجْتَمَعَ الْكِتَابُ وَقَوْلُ الرَّسُولِ وَإِجْمَاعُ الْأُمَّةِ لَمْ يَبْقَ لِمُتَأَوِّلٍ عِنْدَهَا تَأَوُّلٌ، إِلَّا لِمُكَابِرٍ أَوْ جَاحِدٍ.

”(رؤیت باری تعالیٰ) قرآن مجید، صحیح احادیث نبویہ اور آثار سلف سے ثابت ہے، جب کتاب اللہ، قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماعِ امت متفق ہو جائیں تو تاویل کی گنجائش ہی نہیں رہتی، البتہ متکبر یا منکر کے لئے کوئی ضابطہ نہیں۔“

(الردّ علی الجہمیۃ، ص121)

❁ امام ابوبکر بن ابی عاصم رحمہ اللہ (۲۸۷ھ) مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِثْبَاتُ رُؤْيَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَرَاهُ أَوْلِيَاؤُهُ فِي الْآخِرَةِ نَظَرَ عِيَانٍ كَمَا جَاءَتِ الْأَخْبَارُ.

''رؤیت باری تعالیٰ ثابت ہے، روز آخرت اللہ تعالیٰ کے اولیا آنکھوں سے اللہ کا دیدار کریں گے، جیسا کہ (متواتر) احادیث میں ذکر ہے۔''

(السنّة : 645/2)

❁ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ فِي رُؤْيَةِ الْمُؤْمِنِينَ رَبَّهُمْ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَهُوَ دِينُنَا الَّذِي نَدِينُ اللّٰهَ بِهٖ، وَأَدْرَكْنَا عَلَيْهِ أَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَهُوَ : أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَرَوْنَهُ عَلٰى مَا صَحَّتْ بِهِ الْأَخْبَارُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''درست یہی ہے کہ مومن روز قیامت باری تعالیٰ کا دیدار کریں گے، اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ ہمارا دین ہے۔ ہم نے اسی پر اہل سنت والجماعت کو پایا کہ جنتی باری تعالیٰ کا دیدار کریں گے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح احادیث میں ثابت ہے۔''

(صريح السّنة، ص 20)

❁ امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَعْلَمْتُ قَبْلُ أَنَّ الْعُلَمَاءَ لَمْ يَخْتَلِفُوا أَنَّ جَمِيعَ الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَ خَالِقَهُمْ فِي الْآخِرَةِ لَا فِي الدُّنْيَا، وَمَنْ أَنْكَرَ رُؤْيَةَ الْمُؤْمِنِينَ خَالِقَهُمْ

يَوْمَ الْمَعَادِ، فَلَيْسُوا بِمُؤْمِنِينَ، عِنْدَ الْمُؤْمِنِينَ، بَلْ هُمْ أَسْوَأُ حَالًا فِي الدُّنْيَا عِنْدَ الْعُلَمَاءِ مِنَ الْيَهُودِ، وَالنَّصَارٰى، وَالْمَجُوسِ.

''پہلے آگاہ کر چکا ہوں کہ کسی اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں (یعنی اجماعی عقیدہ ہے) کہ مومنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے، نہ کہ دنیا میں۔ جو بھی روز قیامت مومنین کے دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونے کے منکر ہوں، وہ اہل ایمان کے ہاں مومن نہیں ہو سکتے، بل کہ علمائے کرام کی نظر میں یہ لوگ دنیا میں یہود و نصاریٰ اور مجوس سے بھی برے ہیں۔''

(كتاب التوحيد: 585/2)

❀ امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (۳۲۴ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَعْيُنِ وُجُوهِهِمْ.

''اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ مؤمن روز قیامت اللہ عزوجل کو اپنی حقیقی آنکھوں سے دیکھیں گے۔''

(رِسالة إلى أهل الثّغر، ص 134)

❀ حافظ عبدالغنی مقدسی رحمہ اللہ (۶۰۰) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْحَقِّ وَاتَّفَقَ أَهْلُ التَّوْحِيدِ وَالصِّدْقِ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُرٰى فِي الْآخِرَةِ، كَمَا جَاءَ فِي كِتَابِهٖ، وَصَحَّ عَنْ رَّسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''اہل حق، اہل توحید وصدق کا اتفاق ہے کہ روزِ آخرت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا،

جیسا کہ قرآن مجید اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔''

(الاقتصاد في الاعتقاد، ص 125)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّةِ بِأَجْمَعِهِمْ أَنَّ رُؤْيَةَ اللّٰهِ تَعَالٰى مُمْكِنَةٌ غَيْرُ مُسْتَحِيلَةٍ عَقْلًا وَأَجْمَعُوا أَيْضًا عَلٰى وُقُوعِهَا فِي الْآخِرَةِ وَأَنَّ الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى دُونَ الْكَافِرِينَ وَزَعَمَتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ الْمُعْتَزِلَةُ وَالْخَوَارِجُ وَبَعْضُ الْمُرْجِئَةِ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَرَاهُ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِهِ وَأَنَّ رُؤْيَتَهُ مُسْتَحِيلَةٌ عَقْلًا وَهٰذَا الَّذِي قَالُوهُ خَطَأٌ صَرِيحٌ وَجَهْلٌ قَبِيحٌ وَقَدْ تَظَاهَرَتْ أَدِلَّةُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ سَلَفِ الْأُمَّةِ عَلٰى إِثْبَاتِ رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي الْآخِرَةِ لِلْمُؤْمِنِيْنِ، وَرَوَاهَا نَحْوٌ مِّنْ عِشْرِينَ صَحَابِيًّا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآيَاتُ الْقُرْآنِ فِيهَا مَشْهُورَةٌ.

''جان لیجئے! تمام اہل سنت کا مذہب ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ ممکن ہے، عقلی طور پر محال نہیں۔ نیز اس پر بھی اجماع ہے کہ یہ دیدار روز آخرت ہو گا اور صرف مؤمن اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے، کافر نہیں۔ اہل بدعت میں سے معتزلہ، خوارج اور بعض مرجئہ کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا اور اس کا دیدار عقلاً محال ہے، ان کی یہ بات غلط محض اور قبیح جہالت ہے۔ بلاشبہ

کتاب وسنت، صحابہ کرام اور بعد والوں کا اجماع ہے کہ روز آخرت مؤمنوں کو دیدار الٰہی نصیب ہو گا۔ اسے رسول اللہ ﷺ سے قریباً بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نقل کیا ہے اور اس بارے میں قرآنی آیات مشہور ہیں۔''

(شرح مسلم : 15/3)

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ وَأَئِمَّةُ الْإِسْلَامِ الْمَعْرُوفُونَ بِالْإِمَامَةِ فِي الدِّينِ، كَمَالِكٍ وَّالثَّوْرِيِّ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَأَمْثَالِ هٰؤُلَاءِ، وَسَائِرِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْحَدِيثِ وَالطَّوَائِفِ الْمُنْتَسِبِينَ إِلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ كَالْكُلَّابِيَّةِ وَالْأَشْعَرِيَّةِ وَالسَّالِمِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ، فَهٰؤُلَاءِ كُلُّهُمْ مُّتَّفِقُونَ عَلٰى إِثْبَاتِ الرُّؤْيَةِ لِلّٰهِ تَعَالٰى، وَالْأَحَادِيثُ بِهَا مُتَوَاتِرَةٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِحَدِيثِهٖ، وَكَذٰلِكَ الْآثَارُ بِهَا مُتَوَاتِرَةٌ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِّإِحْسَانٍ، وَقَدْ ذَكَرَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَغَيْرُهٗ مِنَ الْأَئِمَّةِ الْعَالِمِينَ بِأَقْوَالِ السَّلَفِ أَنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِّإِحْسَانٍ مُّتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ يُرٰى فِي الْآخِرَةِ بِالْأَبْصَارِ، وَمُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يَرَاهُ أَحَدٌ فِي الدُّنْيَا بِعَيْنِهٖ.

''صحابہ کرام، تابعین عظام، معروف ائمہ اسلام، مثلاً مالک، ثوری، اوزاعی،

لیث بن سعد، شافعی، احمد، اسحاق، ابوحنیفہ، ابو یوسف اوران جیسے دوسرے ائمہ کرام رحمہم اللہ، تمام اہل سنت والحدیث اور وہ جماعتیں، جو خود کو اہل سنت کی طرف منسوب کرتی ہیں، مثلاً کلابیہ، اشعریہ، سالمیہ وغیرہ، ان تمام کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ محدثین کرام کے ہاں اس پر متواتر احادیث نبویہ ہیں، اسی طرح آثار صحابہ وتابعین بھی بہ کثرت موجود ہیں۔ امام احمد اور آثار سلف کو جاننے والے دیگر ائمہ کرام کا کہنا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کا اتفاق ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار آنکھوں سے ہوگا۔ نیز اس پر بھی اتفاق ہے کہ اللہ کو دنیاوی آنکھ سے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔‘‘

(منهاج السّنة : 316/2)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هِيَ الْغَايَةُ الَّتِي شَمَّرَ إِلَيْهَا الْمُشَمِّرُونَ وَتَنَافَسَ فِيهَا الْمُتَنَافِسُونَ وَتَسَابَقَ إِلَيْهَا الْمُتَسَابِقُونَ وَلِمِثْلِهَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ، إِذَا نَالَهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ نَسُوا مَا هُمْ فِيهِ مِنَ النَّعِيمِ، وَحِرْمَانُهُ وَالْحِجَابُ عَنْهُ لِأَهْلِ الْجَحِيمِ أَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِّنْ عَذَابِ الْجَحِيمِ، اتَّفَقَ عَلَيْهَا الْأَنْبِيَاءُ وَالْمُرْسَلُونَ وَجَمِيعُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعُونَ وَأَئِمَّةُ الْإِسْلَامِ عَلٰى تَتَابُعِ الْقُرُونِ وَأَنْكَرَهَا أَهْلُ الْبِدَعِ الْمَارِقُونَ وَالْجَهْمِيَّةُ الْمُتَهَوِّكُونَ وَالْفِرْعَوْنِيَّةُ الْمُعَطِّلُونَ وَالْبَاطِنِيَّةُ الَّذِينَ هُمْ مِنْ جَمِيعِ الْأَدْيَانِ مُنْسَلِخُونَ وَالرَّافِضَةُ الَّذِينَ هُمْ بِحَبَائِلِ

الشَّيْطَانِ مُتَمَسِّكُونَ وَمِنْ حَبْلِ اللّٰهِ مُنْقَطِعُونَ وَعَلٰى مَسَبَّةِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ عَاكِفُونَ وَلِلسُّنَّةِ وَأَهْلِهَا مُحَارِبُونَ وَلِكُلِّ عَدُوٍّ لِّلّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَدِينِهٖ مُسَالِمُونَ، وَكُلُّ هٰؤُلَاءِ عِنْ رَّبِّهِمْ مَّحْجُوبُونَ وَعَنْ بَابِهٖ مَطْرُودُونَ أُولٰئِكَ أَحْزَابُ الضَّلَالِ وَشِيعَةُ اللَّعِينِ وَأَعْدَاءُ الرَّسُولِ.

''دیدارِ الٰہی وہ مقصود ہے، جس کے لئے مستعد لوگ مستعد رہتے ہیں، ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اعمال کا مقابلہ کرتے ہیں، نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی نیکیاں کرنی چاہیے۔ جب یہ مقصود اہلِ جنت کو حاصل ہو جائے گا، تو وہ جنت کی تمام نعمتوں کو بھول جائیں گے۔ اہل جہنم کی اس سے محرومی ان پر جہنم کی سختیوں سے بھی گراں ہوگی۔ اس پر انبیائے کرام، صحابہ، تابعین اور ہر دور کے ائمہ اسلام کا اجماع ہے۔ اس کا انکار اہلِ بدعت مارقہ، حیرت زدہ جہمیہ، فرعونیہ معطلہ، تمام ادیان سے بیزار باطنیہ اور شیطان کی رسی میں تھامے ہوئے، اللہ کی رسی کو چھوڑے ہوئے، اصحاب رسول کو سب وشتم کا نشانہ بنانے والے، سنت اور اہل سنت کی عداوت و دشمنی مول لینے والے اور اللہ و رسول اور دین اسلام کے دشمنوں سے مصالحت کرنے والے رافضیوں نے کیا ہے۔ (مذکورہ) یہ سب لوگ دیدارِ الٰہی سے محروم کر دئے جائیں گے اور اس کے در سے دھتکار دیئے جائیں گے۔ یہ گم راہی کی فوجیں ہیں۔ ملعون (شیطان) کے ساتھی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہیں۔''

(حادي الأرواح إلٰى بلاد الأفراح، ص 285)

۞ نیز فرماتے ہیں:

قَدْ دَلَّ الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ الْمُتَوَاتِرَةُ وَإِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ وَأَئِمَّةِ الْإِسْلَامِ وَأَهْلِ الْحَدِيثِ عِصَابَةِ الْإِسْلَامِ وَنُزُلِ الْإِيمَانِ وَخَاصَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى يُرٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْأَبْصَارِ عِيَانًا .

”قرآن، متواتر سنت، صحابہ، ائمہ اسلام اور محدثین، جو اسلام کی جماعت، ایمان کے مہمان اور رسول اللہ ﷺ کے خاص الخاص ہیں، کا اجماع ہے کہ روز قیامت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا آنکھوں سے آمنے سامنے دیدار کیا جائے گا۔“

(حادي الأرواح، ص 342)

قرآنی دلائل:

۞ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ، إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾(القِيَامة : ٢٢-٢٣)

”اس روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و بارونق ہوں گے، دیدار الٰہی سے مشرف ہوں گے۔“

۞ عکرمہ رحمہ اللہ (۱۰۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يَنْظُرُونَ إِلَى اللّٰهِ نَظَرًا .

”مؤمن اللہ تعالیٰ کو حقیقی نظر سے دیکھیں گے۔“

(الرّدّ على الجهميّة للدّارمي : 200، وسندهٗ صحيحٌ)

عکرمہ، اسماعیل بن ابی خالد رحمہما اللہ اور اہل کوفہ کے کئی مشائخ نے یہی تفسیر کی ہے۔

(تفسير الطّبري : 507/23، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❀ **مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ (۱۰۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:**

تَنْتَظِرُ الثَّوَابَ مِنْ رَّبِّهَا .

”اللہ سے ثواب کے منتظر ہوں گے۔“

(تفسير الطّبري : 508/23، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ **امام دارمی رحمہ اللہ (۲۸۰ھ) فرماتے ہیں:**

اِحْتَجَّ مُحْتَجٌّ مِّنْهُمْ بِقَوْلِ مُجَاهِدٍ : ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ، إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾(القِيامة : ٢٣) قَالَ : تَنْتَظِرُ ثَوَابَ رَبِّهَا، قُلْنَا : نَعَمْ، تَنْتَظِرُ ثَوَابَ رَبِّهَا، وَلَا ثَوَابَ أَعْظَمُ مِنَ النَّظَرِ إِلٰى وَجْهِهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى .

”قرآن کی آیت ہے: ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ، إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (اس روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و بارونق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔) امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یوں ہوگا کہ اہل جنت اپنے رب سے ثواب کے منتظر ہوں گے، تو اہل بدعت کا ایک صاحب یہ قول دیدار الٰہی کے خلاف بطور دلیل پیش کرنے لگا، ہم کہتے ہیں کہ یہ ان کی دلیل نہیں بن سکتا، کیوں کہ اللہ کے چہرے کی طرف دیکھنے سے بڑا ثواب کیا ہوسکتا ہے؟ اہل جنت اسی ثواب کے منتظر ہوں گے۔“

(الردّ على الجهميّة، ص 124)

یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ روزِ قیامت مومن اپنے رب کے دیدار سے محظوظ ہوں گے اور کفار اس سے محروم ہوں گے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾(يُونُس : ٢٦)

''اہل احسان کے لیے جنت ہے اور زیادہ (دیدار الٰہی) ہے۔''

❀ نبی کریم ﷺ نے اس کی تفسیر یوں فرمائی:

إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، قَالَ : يَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى : تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ : أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا؟ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ، وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ : فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِّنَ النَّظَرِ إِلٰى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ .

''جب اہلِ جنت، جنت میں چلے جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کسی اور چیز کی طلب ہے، جو میں آپ کو زیادہ دوں؟ اہلِ جنت عرض کریں گے، مالک! کیا آپ نے ہمارے چہروں پہ نورانیت نہیں بکھیری؟ ہمیں جنت میں داخلہ نہیں دیا؟ ہمیں جہنم سے بچا نہیں لیا؟ (اس سے بڑا بھی کوئی احسان ہو گا؟)، تو اللہ پردے ہٹا دیں گے کہ اہلِ جنت کو ایسی نعمت ملی ہی نہیں، جو انہیں دیدار الٰہی سے زیادہ محبوب ہو۔''

(صحیح مسلم :181)

❀ حسن بصری رحمہ اللہ (١١٠ھ) فرماتے ہیں:

اَلنَّظَرُ إِلَى الرَّبِّ .

”اس سے مراد اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ہے۔“

(تفسير الطّبري : 12/160 ، الاعتقاد للبيهقي ، ص 125 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : ﴿وَزِيَادَةٌ﴾ هِيَ تَضْعِيفُ ثَوَابِ الْأَعْمَالِ بِالْحَسَنَةِ عَشْرَ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، وَزِيَادَةٌ عَلٰى ذٰلِكَ أَيْضًا وَّيَشْمَلُ مَا يُعْطِيهِمُ اللّٰهُ فِي الْجِنَانِ مِنَ الْقُصُورِ والْحُورِ وَالرِّضَا عَنْهُمْ، وَمَا أَخْفَاهُ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ، وَأَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ وَأَعْلَاهُ النَّظَرُ إِلٰى وَجْهِهِ الْكَرِيمِ، فَإِنَّهٗ زِيَادَةٌ أَعْظَمُ مِنْ جَمِيعِ مَا أُعْطُوهُ، لَا يَسْتَحِقُّونَهَا بِعَمَلِهِمْ، بَلْ بِفَضْلِهٖ وَرَحْمَتِهٖ .

”’زیادہ‘ سے مراد ایک نیکی کو دس سے ستر درجے تک بڑھا دینا ہے، اس سے بھی بڑھ کر جنت کے محل، حور، رضائے الٰہی اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ہے، جو اللہ نے اہل جنت کے لئے چھپا رکھا ہے، اس سے بھی افضل و اعلیٰ اللہ کے کریم چہرے کا دیدار ہے۔ یہی وہ انعام ہے جو اللہ کی انہیں عطا کردہ تمام نعمتوں سے افضل ہوگا۔ کوئی یہ نعمت اپنے اعمال کے بل بوتے پر حاصل نہیں کر سکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے ہی نصیب ہوگی۔“

(تفسير ابن كثير : 4/262)

❁ نیز فرماتے ہیں:

قَدْ تَقَدَّمَ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ صُهَيبِ بْنِ سِنَانَ الرُّومِيِّ أَنَّهَا

النَّظَرُ إِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ الْكَرِيمِ.

”صحیح مسلم میں سیدنا صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ کی روایت گزر چکی ہے کہ اس سے مراد اللہ کریم کے چہرے کا دیدار ہے۔“

(تفسیر ابن کثیر : 407/7)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كَلَّآ إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ (المُطَفِّفِين : ١٥)

”خبردار! یہ (کفار) روز قیامت دیدارِ الٰہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔“

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قَالَ الْإِمَامُ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الشَّافِعِيُّ : فَهٰذِهِ الْآيَةُ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَهٗ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَئِذٍ، وَهٰذَا الَّذِي قَالَهُ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ، رَحِمَهُ اللّٰهُ، فِي غَايَةِ الْحُسْنِ، وَهُوَ اسْتِدْلَالٌ بِمَفْهُومِ هٰذِهِ الْآيَةِ، كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ مَنْطُوقُ قَوْلِهٖ : ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ، إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (الْقِيَامَة ٢٢، ٢٣)، وَكَمَا دَلَّتْ عَلٰى ذٰلِكَ الْأَحَادِيثُ الصِّحَاحُ الْمُتَوَاتِرَةُ فِي رُؤْيَةِ الْمُؤْمِنِينَ رَبَّهُمْ عَزَّ وَجَلَّ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ، رُؤْيَةٌ بِّالْأَبْصَارِ فِي عَرَصَاتِ الْقِيَامَةِ، وَفِي رَوْضَاتِ الْجِنَانِ الْفَاخِرَةِ.

”ابو عبد اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ آیت دلالت کناں ہے کہ روز قیامت مومن اللہ کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ قول

حسنِ استدلال کی انتہاؤں کو چھو رہا ہے، جو کہ اس آیت کا مفہوم ہے، جب کہ اسی مفہوم کا منطوق یہ قرآنی آیت ہے: ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ، إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (اس روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و بارونق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔) صحیح متواتر احادیث بھی اسی مفہوم کو بیان کرتی ہیں کہ روزِ آخرت مومن اللہ کا دیدار کریں گے، نیز یہ دیدار قیامت کی ہولناکیوں اور جنت کے شاندار باغیچوں میں آنکھوں کے ساتھ ہوگا۔''

(تفسير ابن كثير : 351/8)

❁ امام حمیدی رحمہ اللہ (۲۱۹ھ) فرماتے ہیں:

قِيلَ لِسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ : إِنَّ بِشْرًا الْمَرِّيسِيَّ يَقُولُ : إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يُرٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ : قَاتَلَ اللّٰهُ الدُّوَيَّبَةَ أَلَمْ تَسْمَعْ إِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾(المطففين : ١٥) فَإِذَا احْتَجَبَ عَنِ الْأَوْلِيَاءِ، وَالْأَعْدَاءِ، فَأَيُّ فَضْلٍ لِّلْأَوْلِيَاءِ عَلَى الْأَعْدَاءِ؟.

''سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ بشر مریسی کہتا کہ روز قیامت باری تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوگا، فرمایا: اللہ دویبہ کو تباہ و برباد کرے، کیا اس نے اللہ کا فرمان نہیں پڑھا؟ ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ (خبردار! روز قیامت یہ لوگ دیدارِ الٰہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔) اگر اولیائے الٰہی بھی محروم ہوں گے، تو دشمنوں پر ان کی فضیلت کیسی؟''

(حِلْيَةُ الأولياء لأبي نُعَيم : 297/7، تاريخ بغداد للخطيب : 65/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ایک شخص دیدارِ الٰہی کا منکر تھا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) کو اس کا علم

ہوا، تو شدید غصے میں آ گئے اور فرمانے لگے:

مَنْ قَالَ بِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَا یُرٰی فِي الْآخِرَةِ فَقَدْ کَفَرَ، عَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَغَضَبُهٗ مَنْ کَانَ مِنَ النَّاسِ أَلَیْسَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ ﴿وُجُوهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾(القیامة : ٢٣)وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿کَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ (المطففین : ١٥)، هٰذَا دَلِیلٌ عَلٰی أَنَّ الْمُؤْمِنِینَ یَرَوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰی .

”جو قیامت کے دن اللہ کے دیدار کا منکر ہو، وہ کوئی بھی ہو، (پکا) کافر ہے۔ اس پر اللہ کی لعنت اور غضب ہو۔ کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا؟ ﴿وُجُوهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ، إِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ ”اس روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و بارونق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔“ (نیز فرمایا:) ﴿کَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ (خبردار! روزِ قیامت یہ لوگ دیدار الٰہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔) یہ دلیل ہے کہ مومنوں کو دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا۔“

(الشّریعة للآجري : 986/2، وسندهٗ صحیحٌ)

امام عمرو بن ابی سلمہ، ابوحفص، دمشقی رحمہ اللہ (۲۱۴ھ) فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ یَّقُولُ : ﴿وُجُوهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾(القیامة : ٢٣) قَوْمٌ یَّقُولُونَ إِلٰی ثَوَابِهٖ . قَالَ مَالِكٌ : کَذَبُوا فَأَیْنَ هُمْ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی : ﴿کَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ

يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ (المُطَفِفِين : ١٥).

''ایک گروہ کہا کرتا تھا کہ فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ . إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ ''اس روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و بارونق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔'' سے صرف ثواب مراد ہے، میں نے امام مالک بن انس رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) کو فرماتے سنا کہ یہ جھوٹے اللہ کے اس فرمان: ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ ''خبردار! روز قیامت یہ لوگ دیدارِ الٰہی سے محروم کردیئے جائیں گے۔'' کا کیا جواب دیں گے؟''

(حِلْيَة الأولياء لأبي نُعَيم : 326/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَخْبَارُ فِي الرُّؤْيَةِ يَدْفَعُهَا مَنْ لَّيْسَ الْعِلْمُ صِنَاعَتَهٗ، وَغَيْرُ مُسْتَحِيلٍ أَنَّ اللّٰهَ جَلَّ وَعَلَا يُمَكِّنُ الْمُؤْمِنِينَ الْمُخْتَارِينَ مِنْ عِبَادِهٖ مِنَ النَّظَرِ إِلٰى رُؤْيَتِهٖ، جَعَلْنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ بِّفَضْلِهٖ حَتّٰى يَكُونَ فَرْقًا بَيْنَ الْكُفَّارِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْكِتَابُ يَنْطِقُ بِمِثْلِ السُّنَنِ الَّتِي ذَكَرْنَاهَا سَوَاءً قَوْلَهٗ جَلَّ وَعَلَا ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾(المطففين : ١٥) فَلَمَّا أَثْبَتَ الْحِجَابَ عَنْهُ لِلْكُفَّارِ دَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى أَنَّ غَيْرَ الْكُفَّارِ لَا يُحْجَبُونَ عَنْهُ، فَأَمَّا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا، فَإِنَّ اللّٰهَ جَلَّ وَعَلَا خَلَقَ الْخَلْقَ فِيهَا لِلْفَنَاءِ فَمُسْتَحِيلٌ أَنْ يُّرٰى بِالْعَيْنِ الْفَانِيَةِ الشَّيْءَ الْبَاقِيَ، فَإِذَا أَنْشَأَ

اللّٰهُ الْخَلْقَ، وَبَعَثَهُمْ مِّنْ قُبُورِهِمْ لِلْبَقَاءِ فِي إِحْدَى الدَّارَيْنِ غَيْرُ مُسْتَحِيلٍ حِينَئِذٍ أَنْ يُّرٰى بِالْعَيْنِ الَّتِي خُلِقَتْ لِلْبَقَاءِ فِي الدَّارِ الْبَاقِيَةِ الشَّيْءَ الْبَاقِي لَا يُنْكِرُ هٰذَا الْأَمْرَ إِلَّا مَنْ جَهِلَ صِنَاعَةَ الْعِلْمِ، وَمَنَعَ بِالرَّأْيِ الْمَنْكُوسِ وَالْقِيَاسِ الْمَنْحُوسِ.

’’رؤیت الٰہی کی بابت مروی روایات کا وہی منکر ہوسکتا ہے، جس کا علم نام کی چیز سے کوئی واسطہ نہ ہو۔ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مختار مومن بندوں کو اپنی طرف دیکھنے کی طاقت عطا فرما دیں، اللہ ہمیں بھی ان میں شامل فرما دے۔ یوں کفار اور مومنین کے درمیان فرق ہو جائے، جس طرح احادیث مالک ذوالجلال کے دیدار پر دلالت کناں ہیں اسی طرح قرآن میں بھی ہے: ﴿كَلَّآ إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ (خبردار! روزِ قیامت یہ لوگ دیدار الٰہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔) قرآن کہہ رہا ہے کہ کفار دیدارِ خداوندی سے محروم ہوں گے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو کفار نہیں، وہ دیدار الٰہی سے محروم نہیں ہوں گے، جہاں تک دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ کا تعلق ہے، تو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مخلوق کو فنا ہونے کے لیے پیدا کیا، لہٰذا محال ہے کہ فانی آنکھ ہمیشہ کے لیے باقی رہنے والی ذات (اللہ) کو دیکھ لے، البتہ جس دن اللہ تعالیٰ مخلوق کو دوبارہ پیدا کرے گا اور جنت یا جہنم میں ہمیشہ رہنے کے لئے انسانوں کو قبروں سے اٹھائے گا تو ممکن ہوگا کہ ہمیشہ رہنے والی آنکھ ہمیشہ رہنے والے خدا کو دیکھ پائے اور یہ عین ممکن ہے، اس کا انکار تو علم سے محروم لوگ ہی

کر سکتے ہیں اور وہی کر سکتے ہیں، جو مردود رائے اور منحوس قیاس کی بنیاد پر علم وحی کو ٹھکرا دیتے ہوں۔“

(صحيح ابن حبّان : 16/477-478)

امام الائمہ، ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

بَابُ ذِكْرِ الْبَيَانِ أَنَّ رُؤْيَةَ اللّٰهِ الَّتِي يَخْتَصُّ بِهَا أَوْلِيَاؤُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هِيَ الَّتِي ذَكَرَ فِي قَوْلِهٖ : ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ، إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾(القيامة : ٢٣) وَيُفَضَّلُ بِهٰذِهِ الْفَضِيلَةِ أَوْلِيَاؤُهُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، وَيُحْجَبُ جَمِيعُ أَعْدَائِهٖ عَنِ النَّظَرِ إِلَيْهِ مِنْ مُّشْرِكٍ وَّمُتَهَوِّدٍ وَّمُتَنَصِّرٍ وَّمُتَمَجِّسٍ وَّمُنَافِقٍ، كَمَا أَعْلَمَ فِي قَوْلِهٖ ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾(المطففين : ١٥) وَهٰذَا نَظَرُ أَوْلِيَاءِ اللّٰهِ إِلٰى خَالِقِهِمْ جَلَّ ثَنَاؤُهُ بَعْدَ دُخُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، وَأَهْلِ النَّارِ النَّارَ، فَيَزِيدُ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ كَرَامَةً وَّإِحْسَانًا إِلٰى إِحْسَانِهٖ تَفَضُّلًا مِّنْهُ، وَجُودًا بِإِذْنِهٖ إِيَّاهُمُ النَّظَرَ إِلَيْهِ وَيُحْجَبُ عَنْ ذٰلِكَ جَمِيعُ أَعْدَائِهٖ .

”اس بات کا بیان کہ روز قیامت اولیاء اللہ کے لئے رویتِ الٰہی کا انتظام کیا گیا ہے، قرآن کہتا ہے: ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ، إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ ”اس روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و بارونق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔“ یہ فضیلت اللہ کے مومن دوستوں کے لئے ہے، اللہ کے دشمن مثلاً یہودی، نصرانی، مجوسی اور منافق اس سے محروم کر دیئے جائیں گے،

جیسا کہ قرآن کہتا ہے: ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ (خبردار! روزِ قیامت یہ لوگ دیدارِ الٰہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔) یہ دیدارِ رب ہوگا، جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اپنے خاص فضل و کرم اور جود و سخا کرتے ہوئے اپنا دیدار عطا فرمائیں گے، جس سے تمام دشمنانِ الٰہی محروم کر دیئے جائیں گے۔''

(كتاب التّوحيد: 441/2)

❁ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (۱۸۱ھ) فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا﴾ (الكهف: ۱۱۰) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مَنْ أَرَادَ النَّظَرَ إِلٰى وَجْهِ خَالِقِهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا، وَلَا يُخْبِرْ بِهِ أَحَدًا.

''جو اپنے خالق کے چہرے کا دیدار چاہتا ہے، وہ عمل صالح کرے اور کسی کو اس کی خبر نہ دے۔''

(الاعتقاد للبَيْهقي، ص 127، وسندهٗ حسنٌ)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيمًا، تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلَامٌ وَّأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا﴾ (الأحزاب: ٤٣)

''اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ بہت رحیم ہے، جس روز مومنوں کی اللہ سے ملاقات ہوگی، اس روز ان کا تحفہ سلام ہوگا، اللہ نے ان کے لئے اجرِ کریم تیار کر رکھا ہے۔''

امام ابوبکر محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ رَحِمَكَ اللّٰهُ أَنَّ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِاللُّغَةِ أَنَّ اللُّقٰى هَاهُنَا لَا يَكُونُ إِلَا مُعَايَنَةً يَّرَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَرَوْنَهٗ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ وَيُكَلِّمُهُمْ وَيُكَلِّمُونَهٗ .

''اللہ آپ پر رحم کرے، ذہن نشین فرما لیں کہ ائمہ لغت کا فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار آمنے سامنے ہوگا، اللہ اہل جنت کو اور اہل جنت اللہ کو دیکھیں گے۔ اللہ ان پر سلام کرے گا۔ وہ اللہ کے ساتھ کلام کریں گے اور اللہ ان کے ساتھ کلام کرے گا۔''

(الشَّرِيعة : 976/2)

حدیثی دلائل:

رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں متواتر احادیث مروی ہیں۔

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (۳۲۴ھ) فرماتے ہیں:

تَوَاتَرَتْ بِهَا الْآثَارُ وَتَتَابَعَتْ بِهَا الْأَخْبَارُ .

''دیدار الٰہی پر متواتر آثار اور مشہور احادیث ہیں۔''

(الإبانة عن أصول الديانة، ص 14)

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْآثَارَ وَالْقُرْآنَ قَدْ تَوَاتَرَ بِذٰلِكَ كُلِّهٖ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''دیدار الٰہی پر قرآن اور حدیث میں متواتر نصوص ہیں، واللہ اعلم!''

(المَسالك في شرح موطأ الإمام مالك :442/1)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا رُؤْيَةُ اللّٰهِ عِيَاناً فِي الْآخِرَةِ، فَأَمْرٌ مُّتَيَقَّنٌ، تَوَاتَرَتْ بِهِ النُّصُوصُ .

''آخرت میں اللہ کا دیدار، وہ بھی اس کے رو برو ایک یقینی امر ہے، متواتر نصوص اس پر دلالت کناں ہیں۔''

(سِيَر أعلام النّبلاء : 2/167)

نیز فرماتے ہیں:

اَلْمُعْتَزِلَةُ تَقُولُ : لَوْ أَنَّ الْمُحَدِّثِينَ تَرَكُوا أَلْفَ حَدِيثٍ فِي الصِّفَاتِ وَالْأَسْمَاءِ وَالرُّؤْيَةِ وَالنُّزُولِ، لَأَصَابُوا .

''معتزلہ کا زعم باطل ہے کہ محدثین اسماء وصفات، رؤیتِ باری تعالیٰ اور نزول باری تعالیٰ کی ہزار احادیث چھوڑ دیتے، تو راہ صواب پا جاتے۔''

(سِيَر أعلام النّبلاء : 10/455)

مزید فرماتے ہیں:

أَحَادِيْثُ رُؤْيَةِ اللّٰهِ فِي الْآخِرَةِ مُتَوَاتِرَةٌ، وَالْقُرْآنُ مُصَدِّقٌ لَهَا .

''قیامت کے دن رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق احادیث متواتر ہیں، قرآن کریم بھی ان کی تصدیق کرتا ہے۔''

(سِيَر أعلام النّبلاء : 10/455)

نیز فرماتے ہیں:

رُؤْيَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي الْآخِرَةِ مَنْقُوْلَةٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَقْلَ تَوَاتُرٍ، فَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْهَوٰى وَرَدِّ النَّصِّ بِالرَّأْيِ .

''روز قیامت رؤیت باری تعالیٰ کا ثبوت نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے، ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں کہ ہم خواہش پرست بنیں اور نص کو رائے سے رد کر دیں۔''

(سیر أعلام النّبلاء :54/11)

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٍ، وَجَرِيرٍ، وصُهَيْب، وَبِلَالٍ، وَغَيْرِ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنَّ الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَ اللّٰهَ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ فِي الْعَرَصَاتِ، وَفِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ، جَعَلَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْهُمْ بِمَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ آمين .

''ابوسعید خدری، ابوہریرہ، انس بن مالک، جریر بن عبداللہ، صہیب، بلال اور دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے کہ روز قیامت مؤمن مختلف پیشیوں اور جنتوں میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے لطف وکرم سے ان میں شامل فرمادے، آمین!''

(تفسیر ابن کثیر : 309/3)

✿ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

شَهِدَ لِصِحَّةِ الرُّؤْيَةِ لِلّٰهِ مِنَ الْأَحَادِيثِ الثَّابِتَةِ الَّتِي تَلَقَّاهَا الْمُسْلِمُونَ بِالْقُبُولِ مِنْ عَصْرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ إِلٰى وَقْتِ حُدُوثِ الْمَارِقِينَ

الْمُنْكِرِينَ لَهَا، وَقَالَ ابْنُ التِّينِ : هِيَ إِمَّا مُتَوَاتِرَةُ الْمَعْنٰى أَوِ اشْتَهَرَتْ وَلَمْ يُنْكِرْهَا أَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ، وَلَا دَفَعَهَا بِحُجَّةِ نَقْلٍ وَلَا سَمْعٍ، وَلَا دَلِيلَ عَلٰى عَدَمِ صِحَّتِهَا .

''رؤیت باری تعالیٰ کے ثبوت پر کئی ثابت احادیث ہیں، جنہیں عہد صحابہ وتابعین سے لے کر خوارج اور رؤیت باری تعالیٰ کے منکرین کے زمانہ تک کے مسلمانوں نے تلقی بالقبول سے نوازا ہے۔ علامہ ابن تین رحمہ اللہ (۶۱۱ھ) کہتے ہیں: یہ احادیث معنوی اعتبار سے متواتر ہیں یا مشہور ہیں۔ کسی صحابی نے اس کا انکار نہیں کیا، نہ اسے کسی نص سے رد کیا ہے۔ رؤیت باری تعالیٰ کے عدم ثبوت پر کوئی دلیل نہیں۔''

(التّوضیح : 325/33)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْأَحَادِيثَ قَدْ تَوَاتَرَتْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِأَنَّ الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَ اللّٰهَ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث ہیں کہ مؤمن روز قیامت اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔''

(عمدة القاري : 294/15، 239/18)

❀ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهٗ رَبُّهٗ، لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ تَرْجُمَانٌ، وَلَا حِجَابَ يَحْجُبُهٗ .

''آپ سب سے عن قریب اللہ تعالیٰ ہم کلام ہونے والے ہیں، اس طرح کہ آپ کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان یا حجاب نہیں ہوگا۔''

(صحيح البُخَاري : 7443، صحيح مسلم : 1016)

❁ سیدنا جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدَرِ قَالَ : إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهٖ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تَغْلِبُوا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَصَلَاةٍ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ، فَافْعَلُوا .

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں بیٹھے تھے کہ اچانک آپ نے چودھویں کے چاند کی جانب دیکھا اور فرمایا: آپ اپنے رب کو اسی طرح دیکھیں گے، جس طرح یہ چاند دیکھ رہے ہیں اور رب تعالیٰ کو دیکھنے میں کوئی مشکل نہیں ہوگی، اگر آپ نماز عصر اور نماز فجر کو وقت پر ادا کرنے کی استطاعت پاتے ہیں، تو ایسا کرتے رہیں۔''

(صحيح البخاري : 7434، صحيح مسلم : 633)

❁ صحیح بخاری (۷۴۳۵) کی روایت کے الفاظ ہیں:

إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا .

''آپ اپنے رب کو روبرو دیکھیں گے۔''

رؤیت کی تشبیہ رؤیت کے ساتھ ہے، یعنی جس طرح حقیقت میں اپنی آنکھوں سے چاند دیکھتے ہیں، اسی طرح مؤمن روز قیامت اللہ تعالیٰ کا دیدار کرے گا۔

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ أُنَاسٌ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَقَالَ : هَلْ تُضَارُّونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ قَالُوا : لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ : هَلْ تُضَارُّونَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُونَهُ سَحَابٌ قَالُوا : لَا يَا رُسُولَ اللّٰهِ، قَالَ : فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذٰلِكَ .

''صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا روز قیامت ہم اللہ کو دیکھیں گے؟ فرمایا: مطلع صاف ہو، تو کیا آپ کو سورج دیکھنے میں کوئی دقت محسوس ہوتی ہے؟ عرض کیا: نہیں، اللہ کے رسول! فرمایا: مطلع صاف ہو، تو کیا آپ چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی مشقت اٹھاتے ہیں؟ عرض کیا: جی نہیں، اللہ کے رسول! فرمایا: آپ اللہ کو روز قیامت اسی طرح دیکھیں گے۔''

(صحيح البخاري : 6573، صحيح مسلم : 182)

❀ امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ فِي الرُّؤْيَةِ هِيَ عِنْدَنَا حَقٌّ، حَمَلَهَا الثِّقَاتُ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ، غَيْرَ أَنَّا إِذَا سُئِلْنَا عَنْ تَفْسِيرِهَا لَا نُفَسِّرُهَا وَمَا أَدْرَكْنَا أَحَدًا يُفَسِّرُهَا .

''ہم رؤیت باری تعالیٰ کی ان احادیث کو حق مانتے ہیں، یہ فرامین ثقہ راویوں کے واسطہ سے ہم تک پہنچے ہیں، البتہ ہم ان کی تفسیر نہیں کرتے، نہ ہی ہم نے کسی کو ان کی تفسیر کرتے دیکھا ہے۔''

(الأسماء والصّفات للبَيْهقي : 2/196، وسندهٗ صحيحٌ)

✿ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

حَقٌّ عَلٰی مَا سَمِعْنَاهَا مِمَّنْ نَثِقُ بِهٖ .

”(رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق) ثقہ راویوں کی بیان کردہ یہ احادیث حق ہیں۔“

(التّصديق بالنّظر إلى الله تعالى في الآخرة للآجرّي، ص 42، الشّريعة للآجري : 984/2، سِيَر أعلام النّبلاء للذّهبي : 466/8، وسندهٗ صحيحٌ)

✿ ثقہ امام عابد، زاہد، اسود بن سالم، ابو محمد، بغدادی رحمہ اللہ (۲۱۳ھ) رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق احادیث کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآثَارُ الَّتِي تُرْوٰى فِي مَعَانِي النَّظَرِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَحْوُهَا مِنَ الْأَخْبَارِ؟ فَقَالَ : نَحْلِفُ عَلَيْهَا بِالطَّلَاقِ وَالْمَشْيِ .

”رؤیت باری تعالیٰ کی یہ احادیث وآثار اگر درست نہ ہوں، تو قسم سے ہماری بیویوں کو طلاق ہے، وہ چلتی بنیں۔“

(الشّريعة للآجري : 984/2، وسندهٗ صحيحٌ)

اہل علم کے اقوال:

✿ امام مالک بن انس رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلنَّاسُ يَنْظُرُونَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَعْيُنِهِمْ .

”روز قیامت (مومن) لوگ اللہ تعالیٰ کا دیدار بچشم خود کریں گے۔“

(الشّريعة للآجري : 574، وسندهٗ صحيحٌ)

✿ امام ابوبکر محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿وَأَنْزَلْنَا

إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتفكَّرُونَ﴾ (النّحل : ٤٤) وَكَانَ مِمَّا بَيَّنَهٗ لِأُمَّتِهٖ فِي هٰذِهِ الْآيَاتِ : أَنَّهٗ أَعْلَمَهُمْ فِي غَيْرِ حَدِيثٍ : إِنَّكُمْ تَرَوْنَ رَبَّكُمْ تَعَالٰى رَوٰى عَنْهُ جَمَاعَةٌ مِّنْ صَحَابَتِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَقَبِلَهَا الْعُلَمَاءُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ الْقَبُولِ كَمَا قَبِلُوا عَنْهُمْ عِلْمَ الطَّهَارَةِ وَالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّيَامِ وَالْحَجِّ وَالْجِهَادِ وَعِلْمَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ كَذَا قَبِلُوا مِنْهُمُ الْأَخْبَارَ : أَنَّ الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَشُكُّونَ فِي ذٰلِكَ ثُمَّ قَالُوا : مَنْ رَدَّ هٰذِهِ الْأَخْبَارَ فَقَدْ كَفَرَ .

"اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ سے فرماتے ہیں : ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُون﴾ (ہم نے آپ پر ذکر (حدیث) نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کو وحی الٰہی کے مفاہیم و مطالب سمجھا دیں، شاید یہ لوگ تفکر کی عادت اپنا لیں۔) نبی کریم ﷺ نے امت کو قرآن کے جو مفاہیم و مطالب سمجھائے ہیں، ان میں بہت سی احادیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو باخبر کیا کہ آپ اپنے رب کو دیکھیں گے۔ یہ تفسیر نبی مکرم ﷺ سے کئی صحابہ نے بیان کی ہے۔ صحابہ سے علماء اہل سنت جیسے حاصل کرنے کا حق تھا، حاصل کیا۔ جیسے مسلمانوں نے صحابہ سے طہارت، نماز، حج، روزہ، زکوۃ، جہاد اور حلال و حرام کا علم حاصل کیا، ایسے ہی انہوں نے یہ احادیث بھی صحابہ سے حاصل کیں ہیں کہ مومنین روز قیامت اللہ کا دیدار

کریں گے۔اہل سنت اس میں ذرہ برابر شک نہیں کرتے،وہ کہتے ہیں کہ ان احادیث کا انکار کرنے والا کافر ہے۔‘‘

(الشریعة: 976/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَلَّ ذِكْرُهٗ وَتَقَدَّسَتْ أَسْمَاؤُهٗ خَلَقَ خَلْقَهٗ كَمَا أَرَادَ لِمَا أَرَادَ فَجَعَلَهُمْ شَقِيًّا وَّسَعِيدًا فَأَمَّا أَهْلُ الشِّقْوَةِ فَكَفَرُوا بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ وَعَبَدُوا غَيْرَهٗ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَجَحَدُوا كُتُبَهٗ فَأَمَاتَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ فَهُمْ فِي قُبُورِهِمْ يُعَذَّبُونَ وَفِي الْقِيَامَةِ عَنِ النَّظَرِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مَحْجُوبُونَ وَإِلٰى جَهَنَّمَ وَارِدُونَ وَفِي أَنْوَاعِ الْعَذَابِ يَتَقَلَّبُونَ وَلِلشَّيَاطِينِ مُقَارِبُونَ، وَهُمْ فِيهَا أَبَدًا خَالِدُونَ، وَأَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَهُمُ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ الْحُسْنٰى فَآمَنُوا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَلَمْ يُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّصَدَّقُوا الْقَوْلَ بِالْفِعْلِ فَأَمَاتَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ فَهُمْ فِي قُبُورِهِمْ يُنَعَّمُونَ وَعِنْدَ الْمَحْشَرِ يُبَشَّرُونَ وَفِي الْمَوْقِفِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِأَعْيُنِهِمْ يَنْظُرُونَ وَإِلَى الْجَنَّةِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَافِدُونَ وَفِي نَعِيمِهَا يَتَفَكَّهُونَ وَلِلْحُورِ الْعِينِ مُعَانِقُونَ وَالْوِلْدَانُ لَهُمْ يَخْدُمُونَ وَفِي جِوَارِ مَوْلَاهُمُ الْكَرِيمِ أَبَدًا خَالِدُونَ وَلِرَبِّهِمْ تَعَالٰى فِي دَارِهٖ زَائِرُونَ، وَبِالنَّظَرِ إِلٰى وَجْهِهِ الْكَرِيمِ يَتَلَذَّذُونَ وَلَهٗ مُكَلِّمُونَ وَبِالتَّحِيَّةِ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

تَعَالٰى وَالسَّلَامِ مِنْهُ عَلَيْهِمْ يُكَرَّمُونَ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾(الحديد : ٢١) فَإِنِ اعْتَرَضَ جَاهِلٌ مِّمَّنْ لَّا عِلْمَ مَعَهٗ أَوْ بَعْضُ هٰؤُلَاءِ الْجَهْمِيَّةِ الَّذِينَ لَمْ يُوَفَّقُوا لِلرَّشَادِ وَلَعِبَ بِهِمُ الشَّيْطَانُ وَحُرِمُوا التَّوْفِيقَ فَقَالَ : الْمُؤْمِنُونَ يَرَوْنَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قِيلَ لَهٗ نَعَمْ؛ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى ذٰلِكَ فَإِنْ قَالَ الْجَهْمِيُّ : أَنَا لَا أُؤْمِنُ بِهٰذَا، قِيلَ لَهٗ : كَفَرْتَ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ، فَإِنْ قَالَ : وَمَا الْحُجَّةُ؟ قِيلَ : لِأَنَّكَ رَدَدْتَّ الْقُرْآنَ وَالسُّنَّةَ وَقَوْلَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَقَوْلَ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَاتَّبَعْتَ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ .

”اللہ نے مخلوق پیدا کی، ان میں سعادت مند و بد بخت لکھ دیئے، بد بختوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، غیر اللہ کی پوجا کی، اپنے رسولوں کی نافرمانی کی اور کتب وحی کو ٹھکرا دیا، انہیں اسی حالت میں موت آ گئی۔ یہ لوگ قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں، روزِ قیامت دیدارِ الٰہی سے محروم کر دیئے جائیں گے، جہنم کا ایندھن ہوں گے، مختلف قسم کے عذابات میں الٹ پلٹ ہوں گے۔ شیطان کے ساتھی ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور خوش بختوں کے لئے تو اللہ نے پہلے سے ہی جنت تیار کر رکھی ہے، یہ لوگ صرف اللہ پر ایمان لائے اس کے ساتھ شرک نہیں کیا، اپنے قول کو عملی جامہ پہنایا۔ وہ اسی حالت میں فوت ہو گئے، انہیں قبروں میں انعام ملیں گے، روزِ محشر ان کے لئے خوش خبریاں

ہوں گی۔ میدان محشر میں آنکھوں کے ساتھ اللہ کا دیدار کریں گے۔ بعدازاں وفود کی صورت جنت میں داخل ہوں گے۔ جنت کی نعمتوں سے محظوظ ہوں گے اور حور عین سے معانقہ کریں گے، بچے ان کے خدمت گزار ہوں گے۔ اپنے مولیٰ کریم قرب میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کی زیارت کیا کریں گے، باری تعالیٰ کے چہرے کے دیدار سے محظوظ ہوں گے۔ اللہ سے کلام کریں گے، ان کے لئے اللہ کی طرف سے سلام اور تحائف کی تکریم ہوگی۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اللہ عظیم فضل والا ہے۔

اگر کوئی جاہل، لاعلم شخص اعتراض کرے یا جہمیہ، جنہیں حق بولنے کی توفیق ہی نہیں ملی، شیطان اس سے کھیلتا ہے اور جو توفیق خاص سے محروم ہے، سوال کرے کہ کیا مومنین روز قیامت اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے؟، تو اس سے کہا جائے گا کہ جی ہاں الحمد للہ!۔ اگر جہمی کہے کہ میں رؤیت باری تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا، تو ہم اسے کہیں گے کہ تو نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے، اگر دلیل کا مطالبہ کرے، تو ہمارا جواب ہوگا کہ تو نے قرآن وسنت، اقوال صحابہ اور تمام مسلمان علمائے کرام کے اقوال کی مخالفت کی ہے اور مومنین کے رستے کو چھوڑ کر کسی اور ڈگر پر چل نکلا ہے۔“

(الشّريعة : 976/2)

۞ نیز فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَخْبَارُ كُلُّهَا يُصَدِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا مَعَ ظَاهِرِ الْقُرْآنِ يُبَيِّنُ أَنَّ الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، فَالْإِيمَانُ بِهٰذَا وَاجِبٌ،

فَمَنْ آمَنَ بِمَا ذَكَرْنَا؛ فَقَدْ أَصَابَ حَظَّهُ مِنَ الْخَيْرِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ كَذَّبَ بِجَمِيعِ مَا ذَكَرْنَا، وَزَعَمَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُرٰى فِي الْآخِرَةِ فَقَدْ كَفَرَ، وَمَنْ كَفَرَ بِهٰذَا، فَقَدْ كَفَرَ بِأُمُورٍ كَثِيرَةٍ مِمَّا يَجِبُ عَلَيْهِ الْإِيمَانُ بِهَا ...... فَإِنِ اعْتَرَضَ بَعْضُ مَنْ قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَهُمْ فِي غَيِّهِمْ يَتَرَدَّدُونَ، مِمَّنْ يَزْعُمُ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُرٰى فِي الْقِيَامَةِ، وَاحْتَجَّ بِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ، وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ، وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرِ﴾(الأنعام: ١٠٣) فَجَحَدَ النَّظَرَ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بِتَأْوِيلِهِ الْخَاطِئِ لِهٰذِهِ الْآيَةِ قِيلَ لَهُ: يَا جَاهِلُ إِنَّ الَّذِي أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ الْقُرْآنَ، وَجَعَلَهُ الْحُجَّةَ عَلٰى خَلْقِهِ، وَأَمَرَهُ بِالْبَيَانِ لِمَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ مِنْ وَحْيِهِ هُوَ أَعْلَمُ بِتَأْوِيلِهَا مِنْكَ يَا جَهْمِيُّ، هُو الَّذِي قَالَ لَنَا: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ فَقَبِلْنَا عَنْهُ مَا بَشَّرَنَا بِهِ مِنْ كَرَامَةِ رَبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى حَسَبِ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُنَا لَهُ مِنَ الْأَخْبَارِ الصِّحَاحِ عِنْدَ أَهْلِ الْحَقِّ مِنَ الْعِلْمِ، ثُمَّ فَسَّرَ لَنَا الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بَعْدَهُ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِينَ: ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾(القيامة: ٢٢) فَسَّرُوهُ عَلَى النَّظَرِ إِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ

عَزَّ وَجَلَّ، وَكَانُوا بِتَفْسِيرِ الْقُرْآنِ وَبِتَفْسِيرِ مَا احْتَجَجْتَ بِهِ مِنْ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ (الأنعام : ١٠٣) أَعْرَفَ مِنْكَ وَأَهْدٰى مِنْكَ سَبِيلًا، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَّرَ لَنَا قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾(يونس : ٢٦) وَكَانَتِ الزِّيَادَةُ النَّظَرُ إِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَكَذَا عِنْدَ صَحَابَتِهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَاسْتَغْنَى أَهْلُ الْحَقِّ بِهٰذَا، مَعَ تَوَاتُرِ الْأَخْبَارِ الصِّحَاحِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّظَرِ إِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَقَبِلَهَا أَهْلُ الْعِلْمِ أَحْسَنَ قَبُولٍ وَكَانُوا بِتَأْوِيلِ الْآيَةِ الَّتِي عَارَضْتَ بِهَا أَهْلَ الْحَقِّ أَعْلَمَ مِنْكَ يَا جَهْمِيُّ، فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ : فَمَا تَأْوِيلُ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾(الأنعام : ١٠٣) قِيلَ لَهُ : مَعْنَاهَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَيْ؛ لَا تُحِيطُ بِهِ الْأَبْصَارُ، وَلَا تَحْوِيهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَهُمْ يَرَوْنَهُ مِنْ غَيْرِ إِدْرَاكٍ وَلَا يَشُكُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ، كَمَا يَقُولُ الرَّجُلُ : رَأَيْتُ السَّمَاءَ وَهُوَ صَادِقٌ، وَلَمْ يُحِطْ بَصَرُهُ بِكُلِّ السَّمَاءِ، وَلَمْ يُدْرِكْهَا وَكَمَا يَقُولُ الرَّجُلُ : رَأَيْتُ الْبَحْرَ، وَهُوَ صَادِقٌ وَلَمْ يُدْرِكْ بَصَرُهُ كُلَّ الْبَحْرِ، وَلَمْ يُحِطْ بِبَصَرِهِ، هٰكَذَا فَسَّرَهُ الْعُلَمَاءُ .

’’قرآن کے ظاہر کے ساتھ ساتھ یہ تمام احادیث ایک دوسرے کی تصدیق کر رہی ہیں کہ مؤمن اللہ عزوجل کا دیدار کریں گے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، لہٰذا جو ہمارے ذکر کردہ اُمور پر ایمان لایا، اسے ان شاءاللہ دنیا وآخرت میں خیر کا حصہ مل جائے گا اور جس نے ذکر کردہ اُمور کو جھٹلا دیا، نیز یہ عقیدہ رکھا کہ روزِ آخرت اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوگا، تو اس نے کفر کیا اور جس نے اس کا کفر کیا، اس نے ایسے کئی اُمور کا کفر کیا، جن پر ایمان لانا واجب ہے۔......اگر کوئی شیطان کا بہکایا ہوا شخص اعتراض کرے کہ روزِ آخرت اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوگا اور بطورِ دلیل یہ آیت پیش کرے: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ، وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ، وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرِ﴾ ’’آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں، جبکہ وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے، وہ باریک بین اور خوب خبر رکھنے والا ہے۔‘‘ اس نے آیت کی غلط تفسیر کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے کا انکار کر دیا، تو اسے جواب دیا جائے گا کہ اے جاہل، جس ذات (محمد کریم ﷺ) پر اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا ہے، جسے مخلوق کے لیے حجت بنایا ہے اور جسے اپنی منزل وحی کی وضاحت کا حکم دیا ہے، وہ اس آیت کی تفسیر تجھ جہمی سے بہتر جانتے ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ ’’آپ عنقریب اپنے رب عزوجل کا دیدار کریں گے، جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہیں۔‘‘ ہم نے نبی کریم ﷺ کی بشارت کو قبول کیا، جو انہوں نے رب عزوجل کے فضل وکرم کے متعلق ہمیں بیان کی ہے، جیسا کہ (گزشتہ صفحات میں) ہم نے اہل حق علما کے نزدیک صحیح احادیث ذکر کر دی ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ کے بعد ہمیں صحابہ

کرام اوران کے بعد تابعین عظام نے آیت: ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ ''اس دن کئی چہرے شگفتہ و بارونق ہوں گے، جو اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔'' کی تفسیر بتائی ہے، انہوں نے اس سے مراد اللہ عزوجل کے چہرے کی طرف دیکھنا لیا ہے۔ وہ قرآن کی تفسیر اور (اے جہنمی) تمہاری ذکر کردہ دلیل: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ ''آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں، جبکہ وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔'' کو تم سے بہتر جاننے والے تھے اور تم سے زیادہ سیدھے راستے پر تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیں فرمان الٰہی: ﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ''نیکو کاروں کے لیے حسنٰی (جنت) اور زیادت (دیدار الٰہی) ہے۔'' کی تفسیر بتائی ہے، یہاں ''زیادہ'' سے مراد اللہ عزوجل کے چہرے کی طرف دیکھنا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہی تفسیر کی ہے، لہٰذا اہل حق کے لیے یہی کافی ہے، پھر اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ سے متواتر احادیث میں دیدار الٰہی کا ثبوت ہے۔ ان احادیث کو اہل علم نے حسن قبول بخشا ہے اور اے جہمی! جس آیت کو تم اہل حق کے خلاف پیش کر رہا ہے، اس کی تفسیر اہل علم (صحابہ و تابعین) تجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ اگر کوئی پوچھے کہ اس آیت: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ ''آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں۔'' کی تفسیر کیا ہے؟ تو اسے جواب دیا جائے گا: اہل علم کے ہاں اس کا معنی یہ ہے کہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کرسکتیں، جبکہ مؤمن اللہ تعالیٰ کا دیدار بغیر

ادراک کریں گے اور اس رؤیت میں کوئی شک نہیں کریں گے، جیسے کوئی شخص کہتا ہے کہ میں نے آسمان دیکھا، وہ اس بات میں سچا ہے، جبکہ اس کی آنکھ نے سارے آسمان کا احاطہ نہیں کیا ہوتا، اسی طرح کوئی کہے کہ میں نے سمندر دیکھا، وہ بھی سچا ہوگا، جبکہ اس کی آنکھ نے پورے سمندر کا احاطہ نہیں کیا ہوتا۔ اہل علم نے آیت کی تفسیر بھی یہی کی ہے۔''

(كتاب الشّريعة : 1039/2)

❁ امام ابوبکر اسماعیلی رحمہ اللہ (۳۷۱ھ) فرماتے ہیں:

يَعْتَقِدُونَ جَوَازَ الرُّؤْيَةِ مِنَ الْعِبَادِ الْمُتَّقِينَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْقِيَامَةِ، دُونَ الدُّنْيَا ...... وَذٰلِكَ مِنْ غَيْرِ اعْتِقَادِ التَّجْسِيمِ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا التَّحْدِيدِ لَهٗ، وَلٰكِنْ يَرَوْنَهٗ جَلَّ وَعَزَّ بِأَعْيُنِهِمْ عَلٰى مَا يَشَاءُ هُوَ بِلَا كَيْفٍ .

''اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے متقی بندے اس کا دیدار کریں گے، نہ کہ دنیا میں۔......اس عقیدہ سے اللہ تعالیٰ کا جسم ہونا یا اس کا محدود ہونا لازم نہیں آتا، بلکہ بغیر کیفیت بیان کیے جیسے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے لائق ہے، اسی طرح مؤمن اس کا آنکھوں سے دیدار کریں گے۔''

(اعتقاد أئمّة الحديث، ص 62-63)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّةِ بِأَجْمَعِهِمْ أَنَّ رُؤْيَةَ اللّٰهِ تَعَالٰى مُمْكِنَةٌ غَيْرُ مُسْتَحِيلَةٍ عَقْلًا وَّأَجْمَعُوا أَيْضًا عَلٰى وُقُوعِهَا فِي

الْآخِرَةِ وَأَنَّ الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى دُونَ الْكَافِرِينَ وَزَعَمَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْبِدَعِ الْمُعْتَزِلَةُ وَالْخَوَارِجُ وَبَعْضُ الْمُرْجِئَةِ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَرَاهُ أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِهٖ وَأَنَّ رُؤْيَتَهٗ مُسْتَحِيلَةٌ عَقْلًا وَّهٰذَا الَّذِي قَالُوهُ خَطَأٌ صَرِيحٌ وَّجَهْلٌ قَبِيحٌ وَّقَدْ تَّظَاهَرَتْ أَدِلَّةُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنْ سَلَفِ الْأُمَّةِ عَلٰى إِثْبَاتِ رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي الْآخِرَةِ لِلْمُؤْمِنِيْنِ وَرَوَاهَا نَحْوٌ مِّنْ عِشْرِينَ صَحَابِيًّا عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآيَاتُ الْقُرْآنِ فِيهَا مَشْهُورَةٌ .

’’یاد رہے! اہل سنت کا مذہب ہے کہ اللہ کا دیدار عقلاً ممکن ہے، ناممکن نہیں۔ اہل سنت کا اس پر بھی اجماع ہے کہ دیدار روز قیامت ہی ہوگا اور مومنوں ہی کو ہوگا، نہ کہ کافروں کو۔ اہل بدعت (یعنی) معتزلہ، خوارج اور بعض مرجیہ کا کہنا ہے کہ مخلوق میں کوئی بھی اللہ کو دیکھ نہیں سکتا، اللہ کی رویت عقلاً محال ہے۔ یہ واضح خطا اور قبیح جہالت ہے۔ کتاب وسنت اور اجماع صحابہ و تابعین سے رؤیت باری تعالیٰ کا اثبات ہوتا ہے۔ اس مضمون کو رسول اللہ ﷺ سے تقریباً بیس صحابہ نے بیان کیا ہے اور اس بارہ میں آیات قرآنیہ تو مشہور ہیں۔‘‘

(شرح مسلم: 15/3)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلَّذِي عَلَيْهِ جُمْهُورُ السَّلَفِ أَنَّ مَنْ جَحَدَ رُؤْيَةَ اللّٰهِ فِي الدَّارِ

الْآخِرَةِ فَهُوَ كَافِرٌ؛ فَإِنْ كَانَ مِمَّنْ لَمْ يَبْلُغْهُ الْعِلْمُ فِي ذٰلِكَ عُرِّفَ ذٰلِكَ كَمَا يُعَرَّفُ مَنْ لَمْ تَبْلُغْهُ شَرَائِعُ الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَصَرَّ عَلَى الْجُحُودِ بَعْدَ بُلُوغِ الْعِلْمِ لَهُ فَهُوَ كَافِرٌ، وَالْأَحَادِيثُ وَالْآثَارُ فِي هٰذَا كَثِيرَةٌ مَشْهُورَةٌ قَدْ دَوَّنَ الْعُلَمَاءُ فِيهَا كُتُبًا .

''جمہور سلف کا مذہب ہے کہ جس نے روز آخرت رؤیت باری تعالیٰ کا انکار کیا، وہ کافر ہے، اگر اسے اس بارے میں علم نہ ہو، تو اسے دلائل سے روشناس کرایا جائے گا، اسی شخص کی طرح، جسے شرائع اسلام کا علم نہ ہو۔ اگر علم ہونے کے بعد بھی انکار کرتا رہے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔ رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں احادیث اور آثار بہت زیادہ ہیں اور مشہور ہیں۔ اس بارے میں اہل علم نے کئی کتابیں تالیف کی ہیں۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 6/486)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَأْتِنَا نَصٌّ جَلِيٌّ بِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآى اللّٰهَ تَعَالٰى بِعَيْنَيْهِ، وَهٰذِهِ الْمَسْأَلَةُ مِمَّا يَسَعُ الْمَرْءَ الْمُسْلِمَ فِي دِيْنِهِ السُّكُوتُ عَنْهَا، فَأَمَّا رُؤْيَةُ الْمَنَامِ فَجَاءَتْ مِنْ وُّجُوهٍ مُّتَعَدِّدَةٍ مُّسْتَفِيضَةٍ، وَأَمَّا رُؤْيَةُ اللّٰهِ عِيَاناً فِي الْآخِرَةِ فَأَمْرٌ مُّتَيَقَّنٌ، تَوَاتَرَتْ بِهِ النُّصُوصُ، جَمَعَ أَحَادِيثَهَا الدَّارَقُطْنِيُّ، وَالْبَيْهَقِيُّ، وَغَيْرُهُمَا .

''ہمیں کوئی ایسی واضح نص نہیں ملی، جس میں ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ

کو آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس مسئلہ میں ایک مسلمان کے لیے سکوت ہی بہتر ہے۔ رہا (نبی کریم ﷺ) کا اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا، تو یہ کئی ایک مشہور اسانید سے ثابت ہے۔ آخرت میں دیدار باری تعالیٰ یقینی مسئلہ ہے، جو کہ متواتر نصوص سے ثابت ہے۔ امام دارقطنی اور بیہقی وغیرہما رحمہما اللہ نے رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق احادیث جمع کی ہیں۔''

(سِيَر أعلام النّبلاء : 267/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

بَلٰی نُعَنِّفُ وَنُبَدِّعُ مَنْ أَنْكَرَ الرُّؤْيَةَ فِي الْآخِرَةِ، إِذْ رُؤْيَةُ اللّٰهِ فِي الْآخِرَةِ ثَبَتَ بِنُصُوصٍ مُّتَوَافِرَةٍ .

''کیوں نہیں، ہم اس کی سرزنش کریں گے اور اسے بدعتی قرار دیں گے، جو آخرت میں دیدار الٰہی کا منکر ہو، کیونکہ آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ متواتر نصوص سے ثابت ہے۔''

(سِيَر أعلام النّبلاء : 114/10)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّذَّةَ الْحَاصِلَةَ بِالنَّظَرِ إِلَيْهِ أَعْظَمُ مِنْ كُلِّ لَذَّةٍ فِي الْجَنَّةِ .

''دیدار الٰہی کی لذت جنت کی ہر لذت سے بڑی ہے۔''

(مِنهاج السّنة : 389/5)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُخَالِفُ فِي الرُّؤْيَةِ الْجَهْمِيَّةُ وَالْمُعْتَزِلَةُ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْخَوَارِجِ

وَالْإِمَامِيَّةِ، وَقَوْلُهُمْ بَاطِلٌ مَرْدُودٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَقَدْ قَالَ بِثُبُوتِ الرُّؤْيَةِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ، وَأَئِمَّةُ الْإِسْلَامِ الْمَعْرُوفُونَ بِالْإِمَامَةِ فِي الدِّينِ، وَأَهْلُ الْحَدِيثِ .

''رؤیت باری تعالیٰ کا انکار جہمیہ، معتزلہ اوران کے متبعین خوارج اورامامیہ نے کیا ہے۔ کتاب وسنت کی رو سے ان کا عقیدہ باطل ہے۔ رؤیت باری تعالیٰ کا عقیدہ صحابہ، تابعین، اسلام کے معروف ائمہ دین اورمحدثین سے ثابت ہے۔''

(شرح الطّحاوية، ص 189)

۞ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

يَكْفُرُ بِإِنْكَارِهِ رُؤْيَةَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بَعْدَ دُخُولِ الْجَنَّةِ .

''جو دخول جنت کے بعد رؤیت باری تعالیٰ کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔''

(البحر الرّائق : 5/132)

شبہات اوران کا ازالہ:

رؤیت باری تعالیٰ کے منکرین، اپنی اس ضلالت و جہالت کو ثابت کرنے کے لیے کچھ شبہات پیش کرتے ہیں۔ ذیل میں ان شبہات کا ذکر اوران کے طریقۂ استدلال کا ضعف و جہالت پیش کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہوں:

شبہ نمبر ①:

۞ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾(الأنعام : ۱۰۳)

”آنکھیں اس (اللہ) کا ادراک نہیں کر سکتیں، جب کہ وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔“

❁ امام ابوبکر ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

اِسْمَعُوا الْآنَ خَبَرًا ثَابِتًا صَحِيحًا مِّنْ جِهَةِ النَّقْلِ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَ خَالِقَهُمْ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَأَنَّهُمْ لَا يَرَوْنَهٗ قَبْلَ الْمَمَاتِ.

”چلئے، اب باسند صحیح ثابت حدیث سنئے، جو دلالت کناں ہے کہ مومنین مرنے کے بعد ہی اپنے خالق کو دیکھیں گے، موت سے پہلے نہیں دیکھ سکتے۔“

(كتاب التّوحيد: 458/2)

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

يَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ وَهُوَ أَعْوَرُ، وَرَبُّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَلَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتّٰى تَمُوتُوا.

”دجال مومن سے کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، حالانکہ وہ کانا ہوگا، یاد رکھئے گا کہ آپ کا رب کانا نہیں ہے اور آپ قیامت سے پہلے اللہ کو دیکھ بھی نہیں سکتے۔“

(السُّنّة لابن أبي عاصم: 391، كتاب التّوحيد لابن خزيمة: 459/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام اسماعیل بن علیہ رحمہ اللہ (۱۹۳ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هٰذَا فِي الدُّنْيَا.

”یہ دنیا کی بابت کہا جا رہا ہے۔“

(تفسير ابن أبي حاتم: 1363/4، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ آخَرُونَ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ أَيْ: جَمِيعُهَا، وَهٰذَا مُخَصَّصٌ بِمَا ثَبَتَ مِنْ رُّؤْيَةِ الْمُؤْمِنِينَ لَهٗ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ وَقَالَ آخَرُونَ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ بِمُقْتَضٰی مَا فَهِمُوهُ مِنَ الْآيَةِ: إِنَّهٗ لَا يُرٰی فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ فَخَالَفُوا أَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فِي ذٰلِكَ، مَعَ مَا ارْتَكَبُوهُ مِنَ الْجَهْلِ بِمَا دَلَّ عَلَيْهِ كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهٖ، أَمَّا الْكِتَابُ، فَقَوْلُهٗ تَعَالٰی: ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ. إِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾(الْقِيَامَة: ۲۲-۲۳) وَقَالَ تَعَالٰی عَنِ الْكَافِرِينَ: ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾(الْمُطَفِّفِين: ۱۵)

''ایک گروہ کہتا ہے کہ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ 'آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتی' کا مطلب ہے کہ کوئی بھی اسے نہیں دیکھ سکتا، حالاں کہ اس آیت کی تخصیص ہو جاتی ہے، جیسا کہ روز قیامت مومنوں کا دیدار الٰہی سے محظوظ ہونا ثابت ہے۔ معتزلہ کا ایک گروہ اس آیت سے یہ مفہوم اخذ کرتا ہے کہ دنیا و آخرت کہیں بھی اللہ کا دیدار نہیں ہوگا۔ انہوں نے قرآن وسنت کی نصوص سے جہالت کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ ساتھ، اہل سنت کی بھی مخالفت کی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ، إِلٰی

رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ ’اس روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و بارونق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔‘ اللہ تعالیٰ کافروں سے فرماتا ہے: ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ ’خبردار! یہ لوگ روز قیامت دیدارِالٰہی سے محروم کردیئے جائیں گے۔‘‘

(تفسیر ابن کثیر : 309/3)

ادراک کی نفی سے رویت کی نفی لازم نہیں آتی، ہم سورج کو دیکھتے ہیں، ادراک کے اعتبار سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

امام اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ سدی رحمہ اللہ (۱۲۷ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لَا يَرَاهُ شَيْءٌ وَّهُوَ يَرَى الْخَلَائِقَ .

’’اسے کوئی چیز نہیں دیکھ سکتی، جب کہ وہ تمام مخلوقات کو دیکھتا ہے۔‘‘

(تفسير الطبري : 462/9، وسندهٗ حسنٌ)

شبہہ نمبر ②:

جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دیدار کی درخواست کی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَنْ تَرَانِي﴾ (الأعراف : ١٤٣)

’’(موسیٰ!) تو مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔‘‘

احادیث میں دیدارِالٰہی کا ثبوت ہے اور قرآن کی اس آیت میں نفی ہو رہی ہے۔ منکرین حدیث اس تعارض کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ احادیث صحیح نہیں، بالفرض انہیں

صحیح مان لیا جائے، تو اس سے مراد علم ہے، نہ کہ دیدارِ الٰہی، بطورِ دلیل وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کرتے ہیں:

﴿أَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾(النُّور: ٤١)

''زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔''

ہمارا جوابی بیانیہ یہ ہے کہ یہ احادیث متواتر ہیں، ان کی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔قرآن نے جس دیدارِ الٰہی کی نفی کی ہے، اس کا تعلق دنیا سے ہے۔حدیث میں جس کا اثبات ہے، اس کا تعلق آخرت سے ہے، یعنی دنیا میں کوئی آنکھ اللہ کو نہیں دیکھ سکتی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو اپنا دیدار کرائے گا۔تعارض ختم ہوا۔یہاں رؤیت کی تعبیر علم سے کرنا قرآن و حدیث اور صحابہ و تابعین کے متفقہ فہم کے خلاف ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ، إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾(القِيامة: ٢٢-٢٣)

''اس روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و بارونق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔''

نظر کی نسبت چہرے کی طرف کی گئی ہے، جو کہ آنکھوں کا محل ہے، اس کو''الی'' کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے۔معلوم ہوا کہ یہ رویت بصری ہوگی، نہ کہ قلبی۔یہ اہلِ جنت پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہوگا اور منکر اس سے محروم رہے گا۔

❁ آیت کی تفسیر میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

إِضَافَةُ النَّظَرِ إِلَى الْوَجْهِ الَّذِي هُوَ مَحَلُّهٗ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ وَتَعْدِيَتُهٗ

بِأَدَاةِ «إِلٰى» الصَّرِيحَةُ فِي نَظَرِ الْعَيْنِ، وَإِخْلَاءُ الْكَلَامِ مِنْ قَرِينَةٍ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِالنَّظَرِ الْمُضَافِ إِلَى الْوَجْهِ الْمُعَدّٰى بِإِلٰى خِلَافُ حَقِيقَتِهٖ، وَمَوْضُوعُهٗ صَرِيحٌ فِي أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَرَادَ بِذٰلِكَ نَظَرَ الْعَيْنِ الَّتِي فِي الْوَجْهِ إِلٰى نَفْسِ الرَّبِّ جَلَّ جَلَالُهٗ.

''لفظ ''نظر'' (دیکھنا) کی لفظ ''وجہ'' (چہرہ)، جو کہ نظر کا محل ہے، کی طرف اضافت کرنا، حرفِ جر ''الیٰ'' جو آنکھ سے دیکھنے میں صریح ہے، سے متعدی ہونا اور لفظ نظر کا کسی ایسے قرینہ، جو اسے حقیقی معنی سے مجازی معنی کی طرف پھیر دے، سے خالی ہونا، اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ (مومنین) رب تعالیٰ کو حقیقی آنکھ سے دیکھیں گے۔''

(حادي الأرواح، ص 296)

۞ **علامہ ابن قتیبہ دینوری رحمہ اللہ (۲۷٦ھ) فرماتے ہیں:**

فِي قَوْلِ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ: ﴿رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ﴾ أَبْيَنُ الدَّلَالَةِ عَلٰى أَنَّهٗ يُرٰى فِي الْقِيَامَةِ. وَلَوْ كَانَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يُرٰى فِي حَالٍ مِّنَ الْأَحْوَالِ، وَلَا يَجُوزُ عَلَيْهِ النَّظَرُ لَكَانَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ خَفِيَ عَلَيْهِ مِنْ وَّصْفِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَا عَلِمُوهُ.

''موسیٰ علیہ السلام کی اس بات ﴿رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ﴾ ''اللہ میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔'' واضح دلیل ہے کہ روز قیامت اللہ کا دیدار ہوگا۔ اگر اللہ کا دیدار کسی صورت بھی ممکن نہیں تھا اور اللہ کو دیکھنا بھی ممکن نہیں تھا، تو لازم آتا کہ

موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کا وہ وصف مخفی رہ گیا، جوان جاہلوں نے جان لیا ہے۔''

(تاویل مختلف الحدیث، ص 299)

کفار ومنافقین دیدار الٰہی سے محروم رہیں گے:

اللہ تعالیٰ کا دیدار سب سے بڑی نعمت ہے، روز قیامت غیر مسلم کے لیے کوئی نعمت نہیں، لہٰذا اللہ کا دیدار صرف مؤمنوں کو ہوگا، کافروں اور منافقوں کو نہیں۔ آخرت کے احکام میں منافقین اور کفار کا معاملہ ایک سا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾(المُطَفِّفين : ١٥)

''خبردار! یہ (کفار) روز قیامت دیدارِ الٰہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔''

❀ امام حمیدی رحمہ اللہ (۲۱۹ھ) فرماتے ہیں:

قِيلَ لِسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ : إِنَّ بِشْرًا الْمَرِّيسِيَّ يَقُولُ : إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يُرٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ : قَاتَلَ اللّٰهُ الدُّوَيَّبَةَ أَلَمْ تَسْمَعْ إِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾(المطففين : ١٥) فَإِذَا احْتَجَبَ عَنِ الْأَوْلِيَاءِ، وَالْأَعْدَاءِ، فَأَيُّ فَضْلٍ لِّلْأَوْلِيَاءِ عَلَى الْأَعْدَاءِ؟.

''سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ بشر مریسی کہتا کہ روز قیامت باری تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوگا، فرمایا: اللہ دویبہ کو تباہ و برباد کرے، کیا اس نے اللہ کا فرمان نہیں پڑھا؟ ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ (خبردار! روز قیامت یہ لوگ دیدارِ الٰہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔) اگر

اولیائے الٰہی بھی محروم ہوں گے، تو دشمنوں پر ان کی فضیلت کیسی؟''
(حِلْيَةُ الأولياء لأبي نعيم : 297/7، تاريخ بغداد للخطيب : 65/6، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ امام الائمہ، ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

بَابُ ذِكْرِ الْبَيَانِ أَنَّ رُؤْيَةَ اللّٰهِ الَّتِي يَخْتَصُّ بِهَا أَوْلِيَاؤُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هِيَ الَّتِي ذَكَرَ فِي قَوْلِهٖ : ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ، إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾(القيامة : ٢٣) وَيُفَضَّلُ بِهٰذِهِ الْفَضِيلَةِ أَوْلِيَاؤُهٗ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، وَيُحْجَبُ جَمِيعُ أَعْدَائِهٖ عَنِ النَّظَرِ إِلَيْهِ مِنْ مُّشْرِكٍ وَّمُتَهَوِّدٍ وَّمُتَنَصِّرٍ وَّمُتَمَجِّسٍ وَّمُنَافِقٍ، كَمَا أَعْلَمَ فِي قَوْلِهٖ ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾(المطففين : ١٥) وَهٰذَا نَظَرُ أَوْلِيَاءِ اللّٰهِ إِلٰى خَالِقِهِمْ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ بَعْدَ دُخُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، وَأَهْلِ النَّارِ النَّارَ، فَيَزِيدُ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ كَرَامَةً وَّإِحْسَانًا إِلٰى إِحْسَانِهٖ تَفَضُّلًا مِّنْهُ، وَجُودًا بِإِذْنِهٖ إِيَّاهُمُ النَّظَرَ إِلَيْهِ وَيُحْجَبُ عَنْ ذٰلِكَ جَمِيعُ أَعْدَائِهٖ .

''اس بات کا بیان کہ روز قیامت اولیاء اللہ کے لئے رویتِ الٰہی کا انتظام کیا گیا ہے، قرآن کہتا ہے: ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ، إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ ''اس روز جنتیوں کے چہرے شگفتہ و بارونق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔'' یہ فضیلت اللہ کے مومن دوستوں کے لئے ہے، اللہ کے دشمن مثلاً یہودی، نصرانی، مجوسی اور منافق اس سے محروم کر دیئے جائیں گے، جیسا کہ قرآن کہتا ہے: ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾

(خبردار! روزِ قیامت یہ لوگ دیدارِ الٰہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔) یہ دیدار تب ہوگا، جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اپنے خاص فضل و کرم اور جود و سخا کرتے ہوئے اپنا دیدار عطا فرمائیں گے، جس سے تمام دشمنانِ الٰہی محروم کر دیئے جائیں گے۔''

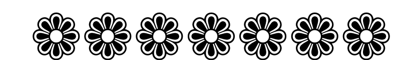
(كتاب التّوحيد وإثبات صفات الرّب عزّ وجلّ : 441/2)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

الرُّؤْيَةُ مُخْتَصَّةٌ بِالْمُؤْمِنِينَ وَأَمَّا الْكُفَّارُ فَلَا يَرَوْنَهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى وَقِيلَ : يَرَاهُ مُنَافِقُوا هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَهٰذَا ضَعِيفٌ وَالصَّحِيحُ الَّذِي عَلَيْهِ جُمْهُورُ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَرَوْنَهُ كَمَا لَا يَرَاهُ بَاقِي الْكُفَّارِ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ .

''رؤیت باری تعالیٰ مؤمنوں کے ساتھ خاص ہے، کفار کو باری تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوگا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس اُمت کے منافقین کو بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا، مگر یہ بات کمزور ہے، صحیح بات جو جمہور اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے، یہ ہے کہ منافقین بھی باری تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکیں گے، جیسا کہ علما کا اتفاق ہے کہ باقی کفار اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکیں گے۔''

(شرح النّووي : 134/5)



کیا نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا؟

کیا نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ یہ جاننے سے پہلے کہ اس بارے ائمہ اہل سنت کا راجح موقف کیا ہے؟ ان باتوں پر غور فرمالیں:

① کیا نبی کریم ﷺ نے معراج والی رات اللہ رب العزت کو دیکھا ہے؟

② کیا نبی کریم ﷺ نے حالتِ خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟

③ کیا دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا جا سکتا ہے؟

① معراج کی رات دیدارِ الٰہی:

معراج والی رات نبی کریم ﷺ کو دیدارِ الٰہی نہیں ہوا۔

(۱) سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟

قَالَ : نُورٌ أَنّٰى أَرَاهُ .

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے ربّ کو دیکھا ہے؟ فرمایا: وہ تو نور ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔“

(صحيح مسلم : 178)

صحیح مسلم کی روایت میں رَأَيْتُ نُورًا کے الفاظ بھی ہیں، جن کا مطلب بیان کرتے ہوئے امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ أَنَّهُ لَمْ يَرَ رَبَّهُ، وَلٰكِنْ رَآى نُورًا عُلْوِيًّا مِنْ أَنْوَارِ الْمَخْلُوقَةِ .

''اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ربّ کو نہیں دیکھا، بلکہ مخلوق (فرشتوں) کے نوروں میں سے ایک بلند نور دیکھا تھا۔''

(صحيح ابن حبان، تحت الحديث : 58)

(ب) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ .

''جو آپ کو یہ بیان کرے کہ محمد ﷺ نے ربّ کو دیکھا ہے، وہ جھوٹ بولتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 4855، صحيح مسلم : 177)

❁ **سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:**

قَدْ رَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''اللہ تعالیٰ کو نبی کریم ﷺ نے دیکھا ہے۔''

(سنن التّرمذي : 3280، السّنة لابن أبي عاصم :191/1، تفسير الطّبري : 52/27، كتاب التّوحيد لابن خزيمة :490/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ **شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:**

لَيْسَ ذٰلِكَ بِخِلَافٍ فِي الْحَقِيقَةِ، فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَمْ يَقُلْ : رَآهُ بِعَيْنَيْ رَأْسِهٖ .

''دراصل یہ تعارض نہیں ہے، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ نہیں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے سر والی دو آنکھوں سے دیکھا ہے۔''

(اجتماع جيوش الإسلامية لابن القيّم، ص 48)

❁ **نیز فرماتے ہیں:**

لَيْسَ فِي الْأَدِلَّةِ مَا يَقْتَضِي أَنَّهٗ رَآهُ بِعَيْنِهٖ، وَلَا ثَبَتَ ذٰلِكَ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ، وَلَا فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مَا يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ، بَلِ النُّصُوصُ الصَّحِيحَةُ عَلٰى نَفْيِهٖ أَدَلُّ .

”کوئی دلیل ایسی نہیں، جس کا یہ تقاضا ہو کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ نہ یہ صحابہ کرام میں سے کسی سے ثابت ہے نہ کتاب وسنت میں کوئی ایسی دلیل ہے۔ اس کے برعکس صحیح نصوص اس کی نفی میں زیادہ واضح ہیں۔“

(مَجموع الفتاویٰ : 509/6)

❁ **حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:**

مَا رُوِيَ ذٰلِكَ مِنْ إِثْبَاتِ الرُّؤْيَةِ بِالْبَصَرِ فَلَا يَصِحُّ مِنْ ذٰلِكَ لَا مَرْفُوعًا بَلْ وَلَا مَوْقُوفًا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

”نبی کریم ﷺ کے اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے دیکھنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے، وہ نہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے۔“

(الفُصول في سيرة الرسول، ص 268)

❁ **نیز فرماتے ہیں:**

فِي رِوَايَةٍ عَنْهُ، يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ، أَطْلَقَ الرُّؤْيَةَ، وَهِيَ مَحْمُولَةٌ عَلَى الْمُقَيَّدَةِ بِالْفُؤَادِ، وَمَنْ رَوٰى عَنْهُ بِالْبَصَرِ فَقَدْ أَغْرَبَ،

فَإِنَّهُ لَا يَصِحُّ فِي ذٰلِكَ شَيْءٌ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے لفظ استعمال فرمائے ہیں۔ اُن کی یہ بات دل کے ساتھ دیکھنے سے مقید کی جائے گی۔ جس نے آنکھوں کے ساتھ دیکھنے والی روایت بیان کی ہے، اس نے منکر بات کی ہے، کیونکہ اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کچھ ثابت نہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 23/6)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الصَّحِيحَ أَنَّهُ رَآهُ بِقَلْبِهٖ، وَلَمْ يَرَ بِعَيْنِ رَأْسِهٖ، وَقَوْلُهُ : ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَآى﴾(النجم : ۱۱) ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرىٰ﴾(النجم : ۱۳) صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ هٰذَا الْمَرْئِيَّ جِبْرِيلُ، رَآهُ مَرَّتَيْنِ عَلٰى صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ فِيهَا .

''صحیح بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل کے ساتھ دیکھا تھا، سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ فرمانِ الٰہی : ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَآى﴾ (النجم : ۱۱) (دل نے جو دیکھا تھا، اسے جھٹلایا نہیں۔) ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرىٰ﴾ (النجم : ۱۳) (یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوسری دفعہ دیکھا تھا) کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے کہ یہاں جس چیز کو دیکھنے کا ذکر ہے، وہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو دو دفعہ اُن کی اس

صورت میں دیکھا ہے جس میں وہ پیدا کیے گئے تھے۔“

(شرح العقيدة الطّحاوية :275/1)

❁ **نیز فرماتے ہیں:**

لٰكِنْ لَمْ يَرِدْ نَصٌّ بِأَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآى رَبَّهٗ بِعَيْنِ رَأْسِهٖ، بَلْ وَرَدَ مَا يَدُلُّ عَلٰى نَفْيِ الرُّؤْيَةِ ۔

”لیکن نبی کریم ﷺ کے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھ کے ساتھ دیکھنے کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ملتی، البتہ آپ ﷺ کے اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھنے کے بارے میں دلائل ملتے ہیں۔“

(شرح العقيدة الطّحاوية :222/1)

❁ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:**

جَاءَ تْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَارٌ مُطْلَقَةٌ، وَأُخْرٰى مُقَيَّدَةٌ، فَيَجِبُ حَمْلُ مُطْلَقِهَا عَلٰى مُقَيَّدِهَا .... وَعَلٰى هٰذَا فَيُمْكِنُ الْجَمْعُ بَيْنَ إِثْبَاتِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَنَفْيِ عَائِشَةَ بِأَنْ يُّحْمَلَ عَلٰى رُؤْيَةِ الْبَصَرِ، وَإِثْبَاتُهٗ عَلٰى رُؤْيَةِ الْقَلْبِ، ثُمَّ الْمُرَادُ بِرُؤْيَةِ الْفُؤَادِ رُؤْيَةُ الْقَلْبِ، لَا مُجَرَّدُ حُصُولِ الْعِلْمِ، لِأَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَالِمًا بِاللّٰهِ عَلَى الدَّوَامِ، بَلْ مُرَادُ مَنْ أَثْبَتَ لَهٗ أَنَّهٗ رَآهُ بِقَلْبِهٖ أَنَّ الرُّؤْيَةَ الَّتِي حَصَلَتْ لَهٗ خُلِقَتْ فِي قَلْبِهٖ، كَمَا يَخْلُقُ الرُّؤْيَةَ بِالْعَيْنِ لِغَيْرِهٖ، وَالرُّؤْيَةُ لَا يُشْتَرَطُ لَهَا شَيْءٌ

مَّخْصُوصٌ عَقْلًا، لَوْ جَرَتِ الْعَادَةُ خَلَقَهَا فِي الْعَيْنِ ۔

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کچھ روایات مطلق آئی ہیں اور کچھ مقیّد ۔ضروری ہے کہ مطلق روایات کو مقید روایات پر محمول کیا جائے .... یوں سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے اثبات اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نفی میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نفی کو آنکھوں کی رؤیت پر محمول کیا جائے اور سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے اثبات کو دل کی رؤیت پر محمول کیا جائے ۔ پھر دل کے دیکھنے سے دیکھنا ہی مراد ہے نہ کہ صرف جاننا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کو جانتے تھے ۔جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا اثبات کیا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ جس طرح عام لوگوں کی آنکھ میں رؤیت پیدا کی جاتی ہے، ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں رؤیت پیدا کی گئی ۔ عقلی طور پر رؤیت کے لیے کوئی خاص شرط نہیں، اگرچہ عادت یہ ہے کہ یہ آنکھ میں ہی پیدا ہوتی ہے۔''

(فتح الباري : 474/8)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سورت نجم کی آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

رَآهُ بِفُؤَادِهِ مَرَّتَيْنِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دل (کی آنکھ) سے دو مرتبہ دیکھا۔''

(صحيح مسلم : 176)

❀ نیز فرماتے ہیں:

رَآهُ بِقَلْبِهِ .

''نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دل (کی آنکھ) سے دیکھا۔''

(صحیح مسلم : 176)

فائدہ:

❁ فرمانِ باری تعالیٰ : ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ۞ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى﴾(النجم : ١٠) ''وہ (نبی اکرم ﷺ سے) دو کمانوں کے درمیانی فاصلے پر تھا یا اس سے بھی قریب۔ پھر اس نے اس کے بندے کی طرف وہ وحی کی جو اس نے وحی کی تھی۔'' سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا:

إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيلُ، لَمْ أَرَهُ عَلٰى صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ، رَأَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهٖ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ .

''یہ تو جبریل علیہ السلام ہیں، میں نے انہیں ان کی اصلی تخلیقی صورت میں صرف دو مرتبہ ہی دیکھا ہے، میں نے انہیں آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا، انہوں نے سارے افق کو بھرا ہوا تھا، زمین و آسمان میں اللہ کی سب سے بڑی مخلوق۔''

(صحیح مسلم : 177)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ : فَاقْتَرَبَ جِبْرِيلُ إِلٰى مُحَمَّدٍ لَمَّا هَبَطَ عَلَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ

حَتّٰى كَانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَابَ قَوْسَيْنِ .

''یعنی جب جبریل علیہ السلام، محمد ﷺ پر زمین کی طرف اُترے، تو اتنا قریب ہوئے کہ جبریل علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درمیان دو کمانوں کے درمیانی فاصلہ رہ گیا۔''

(تفسير ابن كثير : 22/6)

❁ **نیز فرماتے ہیں:**

هٰكَذَا هٰذِهِ الْآيَةُ : ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى﴾، وَهٰذَا الَّذِي قُلْنَاهُ مِنْ أَنَّ هٰذَا الْمُقْتَرِبَ الدَّانِي الَّذِي صَارَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، هُوَ قَوْلُ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ .

''اسی طرح یہ آیت ہے: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى﴾ (یعنی یہاں جبریل علیہ السلام مراد ہیں) اور ہم نے یہ جو کہا ہے کہ محمد ﷺ کے بہت زیادہ قریب ہونے والے جبریل علیہ السلام ہی تھے، یہ ام المومنین سیدہ عائشہ، سیدنا عبد اللہ بن مسعود، سیدنا ابو ذر اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 22/6)

❁ **فرمانِ الٰہی :** ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ۞ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى﴾ (النجم : ۹۔۱۰) **کی تفسیر میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:**

''اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔''

(صحيح البخاري : 4856، صحيح مسلم : 174)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس رؤیت کی نفی کی ہے، اس کا تعلق دنیا کی

ظاہری آنکھ سے ہے، یعنی ان کے مطابق وہ شخص جھوٹا ہے، جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما جس دیکھنے کو ثابت کرتے ہیں، وہ دل سے دیکھنا ہے۔ اس طرح دونوں اقوال میں جمع و تطبیق ہو جاتی ہے۔ جو لوگ ظاہری آنکھ سے رسول اللہ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ثابت کرتے ہیں، ان کا قول مرجوح ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ حدیث معراج میں بیان کرتے ہیں:

دَنَا لِلْجَبَّارِ رَبِّ الْعِزَّةِ، فَتَدَلّٰى حَتّٰى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى .

”نبی کریم ﷺ جبار رب العزت کے قریب ہوئے، اتنے قریب ہوئے کہ دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔“

(صحيح البخاري : 7517)

① حدیث میں قرب کا ذکر ہے، رؤیت باری تعالیٰ کا ذکر نہیں۔ قرب سے رؤیت لازم نہیں آتی، کیونکہ اللہ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان نور کے پردے حائل تھے۔

② اہل علم کا کہنا ہے کہ یہاں جبریل امین مراد ہیں، نہ کہ نبی کریم ﷺ۔

③ حدیث معراج میں یہ الفاظ شریک بن عبداللہ بن ابی نمر راوی کا تفرد ہیں، جسے وہم قرار دیا گیا ہے، ایک ثقہ راوی بعض الفاظ میں وہم کھا سکتا ہے، اس سے اس کی ساری حدیث ساقط نہیں ہو جاتی۔ مزید فتح الباری کا مطالعہ مفید رہے گا۔

فائدہ:

❀ فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى﴾ (النجم : ١٠)

کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ : فَأَوْحٰی جِبْرِيلُ إِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدٍ مَا أَوْحٰی، أَوْ أَوْحَی اللّٰهُ إِلٰی عَبْدِهٖ مُحَمَّدٍ مَّا أَوْحٰی بِوَاسِطَةِ جِبْرِيلَ، وَكِلَا الْمَعْنَيَيْنِ صَحِيحٌ .

''اس کا معنی یہ ہے کہ جبریل نے اللہ تعالیٰ کے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو وحی کرنا تھی کر دی یا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو وحی کرنا تھی، جبریل کے واسطہ سے کر دی۔ یہ دونوں معنی درست ہیں۔''

(تفسير ابن كثير : 23/6)

تنبیہ:

❀ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

إِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَأَى رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ؛ مَرَّةً بِبَصَرِهٖ، وَمَرَّةً بِفُؤَادِهٖ .

''محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے، ایک مرتبہ آنکھ سے اور دوسری مرتبہ دل سے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني :5761)

سند ضعیف و منکر ہے۔

① مجالد بن سعید ضعیف ہے۔

② اسماعیل بن مجالد بھی ضعیف ہے۔

❀ منسوب ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا:

يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟ قَالَ : لَمْ أَرَهُ بِعَيْنَيَّ، وَرَأَيْتُهُ بِفُؤَادِي مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ تَلَا : ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى﴾(النجم : ٨)

''اللہ کے نبی! کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ فرمایا: میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، البتہ دل سے دو مرتبہ دیکھا ہے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى﴾(النجم : ٨) ''پھر قریب ہوا، پس اور قریب ہوا۔''

(تفسير الطّبري : 19/22)

سند سخت ضعیف ہے۔

① محمد بن حمید رازی ضعیف و کذاب ہے۔

② موسیٰ بن عبیدہ ربذی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَأَى رَبَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى .

''بلاشبہ محمد کریم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے۔''

(السّنة لابن أبي عاصم : 432)

سند ضعیف ہے، ابو بحر بکراوی جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔

❁ مبارک بن فضالہ رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

كَانَ الْحَسَنُ يَحْلِفُ بِاللّٰهِ لَقَدْ رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ .

''حسن بصری رحمہ اللہ حلفاً کہتے تھے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔''

(كتاب التّوحيد لابن خزيمة : 488/2، تفسير عبد الرزّاق : 3033)

یہ قول مبارک بن فضالہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

④ (ا) عکرمہ مولیٰ ابن عباس رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، فرمایا:

نَعَمْ، قَدْ رَأَى رَبَّهٗ .

”جی ہاں، اپنے رب کو دیکھا ہے۔“

(تفسير الطّبري : 22/22)

سند سخت ضعیف ہے، محمد بن حمید رازی ضعیف و کذاب ہے۔

(ب) عکرمہ رحمہ اللہ کے دوسرے قول (تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۸۶۹۷) کی سند بھی ضعیف ہے، عباد بن منصور ضعیف، مدلس اور مختلط ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ اس کے خلاف کچھ ثابت نہیں۔ مدعی پر دلیل ہے۔

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلَّذِي عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ قَاطِبَةً أَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَرَهُ أَحَدٌ بِعَيْنَيْهِ فِي الدُّنْيَا .

”تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا میں کسی نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔“

(مِنهاج السّنّة : 349/3)

② نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حالت نیند میں دیدار الٰہی:

✿ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نمازِ صبح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

إِذَا أَنَا بِرَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ .

''اچانک میں نے اپنے ربّ کو حسین ترین صورت میں دیکھا۔''

(مسند الإمام أحمد : 243/5)

یہ حدیث ضعیف اور غیر ثابت ہے۔

① امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''مضطرب'' قرار دیا ہے۔

(بيان تلبيس الجهميّة لابن تيميّة : 215/7، 217)

② امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهَا صَحِيحٌ، وَكُلُّهَا مُضْطَرِبَةٌ .

''اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں، ساری کی ساری مضطرب ہیں۔''

(العِلَل : 57/6)

③، ④ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (کتاب التوحید: ۱/۱۹۱) اور حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (تلخیص المتشابہ: ۱/۳۰۲) نے اسے غیر ثابت قرار دیا ہے۔

⑤ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ يَثْبُتُ إِسْنَادُهُ عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِالْحَدِيثِ .

''محدثین کرام کے نزدیک اس کی سند ثابت نہیں۔''

(قيام اللّيل، ص 43)

⑥ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي ثُبُوتِ هٰذَا الْحَدِيثِ نَظَرٌ .

''اس حدیث کا ثابت ہونا محل نظر ہے۔''

(كتاب الأسماء والصّفات، ص 380)

کسی صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ کا خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ثابت نہیں۔

③ کسی نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا:

کسی نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ یہ اہل سنت والجماعت کا اتفاقی واجماعی عقیدہ ہے۔

❁ امام عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ (۲۸۰ھ) فرماتے ہیں:

جَمِيعُ الْأَئِمَّةِ يَقُولُونَ بِهٖ : إِنَّهٗ لَمْ يُرَ، وَلَا يُرٰى فِي الدُّنْيَا .

''تمام ائمہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ کو دنیا میں نہ دیکھا گیا ہے اور نہ ہی دیکھا جا سکتا ہے۔''

(الرّد على الجهميّة : 124)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرَ رَبَّهٗ بِعَيْنِهٖ فِي الْأَرْضِ .

''مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے زمین میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔''

(مَجموع الفتاوٰی : 388/3)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يَرَاهُ أَحَدٌ فِي الدُّنْيَا بِعَيْنِهٖ .

''امت کا اتفاق ہے کہ دنیا میں کوئی شخص اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية :222/1)

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَعَلَّمُوا أَنَّهُ لَنْ يَرٰى أَحَدٌ مِّنْكُمْ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى يَمُوتَ .

''جان لیں کہ آپ میں سے کوئی بھی مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا۔''

(صحيح مسلم : 169)

❁ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دجال کے بارے میں خطبہ دیا اور فرمایا:

يَقُولُ : أَنَا رَبُّكُمْ، وَلَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتّٰى تَمُوتُوا .

''دجال کہے گا کہ میں تمہارا ربّ ہوں، حالانکہ آپ موت سے پہلے اپنے ربّ کو نہیں دیکھ سکتے۔''

(السّنّة لابن أبي عاصم : 400، وسندهٗ حسنٌ)

تنبیہ:

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

رُؤْيَة النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَكُنْ فِي دَارِ الدُّنْيَا بَلْ كَانَتْ فِي الْمَلَكُوتِ الْعُلْيَا وَالدُّنْيَا لَا تُطْلَقُ عَلَيْهَا .

''نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کو ملکوت علیا (آسمانوں) میں دیکھا ہے، نہ کہ دنیا میں، ملکوت علیا پر دنیا کا اطلاق نہیں ہوتا۔''

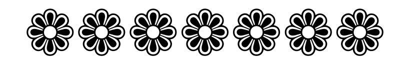
(عمدة القاري :291/1)

قرآن وحدیث میں کوئی دلیل نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ملکوت علیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہو، جب دیکھا ہی نہیں، تو دارِ دنیا اور ملکوت علیا کی بات کرنا ہی درست نہیں۔ اہل

سنت والجماعت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

الحاصل:

نبی کریم ﷺ نے معراج والی رات اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔



معراج النبی ﷺ

اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو رات کے ایک حصے میں براق کے ذریعے مکہ سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کروائی گئی۔ اس سفر کو اسراء کہتے ہیں۔ پھر مسجد اقصیٰ سے سات آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیر کرائی گئی۔ اس سفر کو معراج کہتے ہیں۔ یہ دونوں سفر حالت بیداری میں ہوئے۔ اس پر متواتر احادیث دلالت کرتی ہیں۔ زنادقہ اس کا انکار کرتے ہیں اور اسے بعید خیال کرتے ہیں۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ عَقْدِ أَئِمَّةِ السُّنَّةِ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ أَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِجَ بِهٖ إِلَى السَّمٰوَاتِ الْعُلٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى .

''ائمہ سلف اور خلف کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو آسمانوں سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ تک معراج کرائی گئی۔'' (العُلو للعَلِي الغَفّار، ص 102)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ الَّتِي أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى صِحَّتِهَا وَقُبُولِهَا بِأَنَّ النَّبِيَّ عُرِجَ بِهٖ إِلٰى رَبِّهٖ .

''صحیح احادیث کہ جن کی صحت اور قبولیت پر اُمت کا اجماع ہے، میں تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کو رب تعالیٰ کی طرف معراج کرایا گیا۔''

(تہذیب السّنن : 32/13)

❀ **حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:**

حَدِيثُ الْإِسْرَاءِ أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ، وَاعْتَرَضَ فِيهِ الزَّنَادِقَةُ الْمُلْحِدُونَ .

”معراج والی حدیث (کے حق ہونے) پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اس پر زندیق وملحد اعتراض کرتے ہیں۔“

(تفسیر ابن کثیر : 45/5)

❀ **نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ (۱۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:**

أَجْمَعَ الْقَائِلُونَ بِالْأَخْبَارِ، وَالْمُؤْمِنُونَ بِالْآثَارِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْرِيَ بِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى، بِنَصِّ الْقُرْآنِ، ثُمَّ عُرِجَ بِهٖ إِلَى السَّمَاءِ وَاحِدَةً بَعْدَ وَاحِدَةٍ حَتّٰى إِلٰى فَوْقِ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ، وَإِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى بِجَسَدِهٖ وَرُوْحِهٖ جَمِيعًا، ثُمَّ عَادَ مِنَ السَّمَاءِ إِلٰى مَكَّةَ قَبْلَ الصُّبْحِ .

”احادیث وآثار پر ایمان رکھنے والوں کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے ایک حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر کرایا گیا۔ یہ قرآنی نص ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم اور روح کے ساتھ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک، یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا

گیا۔ پھر آپ ﷺ فجر سے پہلے پہلے آسمان سے مکہ واپس پہنچ گئے۔''

(قطف الثَّمر في بيان عقيدة أهل الأثر، ص 117)

متواتر احادیث:

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَكْثَرُونَ عَلٰى أَنَّهٗ أُسْرِيَ بِجَسَدِهٖ وَرُوحِهٖ فِي الْيَقْظَةِ وَتَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ الصَّحِيحَةُ عَلٰى ذٰلِكَ.

''اکثر اہل علم کے مطابق نبی کریم ﷺ کو حالت بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ سیر کرائی گئی۔ اس پر متواتر صحیح احادیث دلالت کناں ہیں۔''

(تفسير البغوي: 105/3)

❀ امام قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

ثُمَّ الْأَخْبَارُ الْمُتَوَاتِرَةُ بِالْأَسَانِيدِ الْمُتَّصِلَةِ أَنَّهٗ عُرِجَ بِهٖ إِلَى السَّمَاءِ.

''متواتر اور متصل احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو آسمانوں کی طرف معراج کروائی گئی۔'' (الحُجّة في بيان المحجة: 538/1)

❀ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) نے احادیث اسرا کو متواتر قرار دیا ہے۔

(تفسير القُرطبي: 205/10)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمِعْرَاجُ إِنَّمَا كَانَ مِنْ مَكَّةَ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِنَصِّ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ.

''سفر معراج کا آغاز مکہ سے ہوا، اس پر اہل علم کا اتفاق ہے، نیز قرآنی نص اور

متواتر احادیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔‘‘ (مَجموع الفتاویٰ : 387/3)

۞ علامہ عبدالعزیز بن احمد بخاری حنفی رحمہ اللہ (۷۳۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ ثَابِتٌ مَشْهُورٌ تَلَقَّتْهُ الْأُمَّةُ بِالْقَبُولِ وَهُوَ فِي مَعْنَى التَّوَاتُرِ فَلَا وَجْهَ إِلٰى إِنْكَارِهٖ.

’’معراج والی حدیث ثابت اور مشہور ہے، امت نے اسے تلقی بالقبول سے نوازا ہے، جو کہ معنوی طور پر متواتر ہے، اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔‘‘

(کشف الأسرار : 171/3)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) نے حدیث معراج کو متواتر قرار دیا ہے۔

(اجتماع الجيوش الإسلامية، ص 98)

۞ علامہ سفارینی رحمہ اللہ (۱۱۸۸ھ) نے حدیث معراج کو متواتر کہا ہے۔

(لَوامع الأنوار البَهيّة : 191/1، لوائح الأنوار السُّنّية، ص 357)

۞ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ دَلَائِلِ نُبُوَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُعُودُهٗ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ إِلٰى مَا فَوْقَ السَّمٰوَاتِ وَقَدْ نَطَقَ بِهٰذَا الْكِتَابِ الْعَزِيزِ وَتَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَحَادِيثُ تَوَاتُرًا لَا يَشُكُّ مَنْ لَهٗ أَدْنٰى إِلْمَامٍ بِعِلْمِ السُّنَّةِ وَلَا يُنْكِرُ ذٰلِكَ إِلَّا مُتَزَنْدِقٌ وَلَيْسَ بِيَدِهٖ إِلَّا مُجَرَّدُ الْاِسْتِبْعَادِ وَلَيْسَ ذٰلِكَ مِمَّا تُدْفَعُ بِهِ الْأَدِلَّةُ وَيُبْطَلُ بِهِ الضَّرُورِيَّاتُ وَإِلَّا لَكَانَ مُجَرَّدُ إِنْكَارِ وُقُوعِ الشَّيْءِ الْمُبْرَهَنِ عَلٰى وُقُوعِهٖ كَافِيًا

فِي دَفْعِهٖ وَذٰلِكَ خِلَافُ الْعَقْلِ وَالنَّقْلِ .

”نبی کریم ﷺ کو معراج والی رات آسمانوں سے اوپر لے جایا گیا، یہ آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ہے۔ اس پر قرآن کریم اور متواتر احادیث دلیل ہیں۔جس کے پاس سنت کا معمولی سا علم بھی ہو، وہ اس میں شک نہیں کرسکتا۔ اس کا انکار زندیق ہی کرسکتا ہے۔منکرین معراجکی دلیل بس یہی ہے کہ (ایک ہی رات میں اتنا سفر کرنا) ممکن نہیں۔حالاں کہ اس اعتراض سے دلائل کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس سے ضروریات دین کو جھٹلایا جا سکتا ہے۔ورنہ تو دلائل سے ثابت کسی بھی واقعہ کو رد کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے وقوع پذیر ہونے کو ناممکن قرار دے دیا جائے، جبکہ یہ بات عقل اور نقل کے ہی خلاف ہے۔“

(إرشاد الثّقات إلى اتّفاق الشّرائع، ص 58)

❁ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ (۱۳۰۷ھ) نے حدیث معراج کو متواتر قرار دیا ہے۔(قطف الثّمر في بيان عقيدة أهل الأثر، ص 57)

❁ علامہ کتانی رحمہ اللہ (۱۳۴۵ھ) نے حدیث اسرا کو متواتر قرار دیا ہے۔

(نظم المُتناثر، ص 219)

① سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

لَمَّا كَذَّبَتْنِي قُرَيْشٌ، قُمْتُ فِي الْحِجْرِ، فَجَلَا اللّٰهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ، فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهٖ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ .

”جب قریش نے مجھے (حدیث معراج) جھٹلایا، تو میں مقام حجر پر کھڑا ہوا، اللہ

نے میرے اور بیت المقدس کے مابین تمام پردے ہٹا دیے، تو میں انہیں دیکھ کر بیت المقدس کی تمام علامات بتانے لگا۔“

(صحيح البخاري : 3886، صحيح مسلم : 170)

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِي عَنْ مَسْرَايَ، فَسَأَلَتْنِي عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا، فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَهُ قَطُّ، قَالَ : فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ، مَا يَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ بِهٖ، وَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي جَمَاعَةٍ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَإِذَا مُوسٰى قَائِمٌ يُصَلِّي، فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ كَأَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَ ةَ، وَإِذَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّي، أَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيُّ، وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّي، أَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ صَاحِبُكُمْ ـيَعْنِي نَفْسَهٗـ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ، فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ قَائِلٌ : يَا مُحَمَّدُ، هٰذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ، فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ، فَبَدَأَنِي بِالسَّلَامِ .

”میں اس وقت مقام حجر پر تھا، قریش مجھ سے رات کے سفر کے متعلق پوچھ رہے تھے، انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ ایسی نشانیاں پوچھیں، جو مجھے یاد نہ تھیں، مجھے اتنا صدمہ ہوا جتنا کبھی نہ ہوا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے بیت

المقدس میری آنکھوں کے سامنے کر دیا، میں اسے دیکھنے لگا، پھر قریش نے مجھ سے جو بھی پوچھا، میں نے انہیں بتا دیا۔ میں انبیاء کی جماعت کے پاس گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نماز ادا فرما رہے تھے، وہ متناسب جسم تھے، جیسے قبیلہ (ازدِ) شنوءہ میں سے ہوں۔ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام بھی کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، آپ سب سے زیادہ عروہ بن مسعود ثقفی کے مشابہ تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی نماز ادا کر رہے تھے، ان کی شکل وصورت مجھ سے ملتی تھی، اتنے میں نماز کا وقت ہوا، تو میں نے تمام انبیا کو امامت کرائی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد (آسمانوں پر پہنچے)، تو جبریل نے کہا: محمد! صلی اللہ علیہ وسلم یہ آگ کا فرشتہ ''مالک'' ہے، اسے سلام کیجئے، میں اس کی طرف متوجہ ہی ہوا تھا کہ اس نے مجھے پہلے سلام کہہ دیا۔''

(صحیح مسلم: 172)

③ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَمَّا كَانَ لَيْلَةُ أُسْرِيَ بِي، وَأَصْبَحْتُ بِمَكَّةَ، فَظِعْتُ بِأَمْرِي، وَعَرَفْتُ أَنَّ النَّاسَ مُكَذِّبِيَّ فَقَعَدَ مُعْتَزِلًا حَزِينًا، قَالَ: فَمَرَّ بِهِ عَدُوُّ اللّٰهِ أَبُو جَهْلٍ، فَجَاءَ حَتّٰى جَلَسَ إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهٗ كَالْمُسْتَهْزِءِ: هَلْ كَانَ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ قَالَ: مَا هُوَ؟ قَالَ: إِنَّهٗ أُسْرِيَ بِي اللَّيْلَةَ قَالَ: إِلٰى أَيْنَ؟ قَالَ: إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، قَالَ: ثُمَّ أَصْبَحْتَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْنَا؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَلَمْ يُرِ أَنَّهٗ يُكَذِّبُهٗ، مَخَافَةَ أَنْ

يَجْحَدُهُ الْحَدِيثَ إِنْ دَعَا قَوْمَهُ إِلَيْهِ، قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ دَعَوْتُ قَوْمَكَ تُحَدِّثُهُمْ مَا حَدَّثْتَنِي؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ، فَقَالَ: هَيَّا مَعْشَرَ بَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ حَتّٰى قَالَ: فَانْتَفَضَتْ إِلَيْهِ الْمَجَالِسُ، وَجَاؤُوا حَتّٰى جَلَسُوا إِلَيْهِمَا، قَالَ: حَدِّثْ قَوْمَكَ بِمَا حَدَّثْتَنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي أُسْرِيَ بِي اللَّيْلَةَ، قَالُوا: إِلٰى أَيْنَ؟ قَالَ: إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، قَالُوا: ثُمَّ أَصْبَحْتَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْنَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَمِنْ بَيْنِ مُصَفِّقٍ، وَمِنْ بَيْنِ وَاضِعٍ يَدَهُ عَلٰى رَأْسِهٖ، مُتَعَجِّبًا لِلْكَذِبِ زَعَمَ قَالُوا: وَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَنْعَتَ لَنَا الْمَسْجِدَ؟ وَفِي الْقَوْمِ مَنْ قَدْ سَافَرَ إِلٰى ذٰلِكَ الْبَلَدِ، وَرَأَى الْمَسْجِدَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَذَهَبْتُ أَنْعَتُ، فَمَا زِلْتُ أَنْعَتُ حَتَّى الْتَبَسَ عَلَيَّ بَعْضُ النَّعْتِ، قَالَ: فَجِيءَ بِالْمَسْجِدِ وَأَنَا أَنْظُرُ حَتّٰى وُضِعَ دُونَ دَارِ عِقَالٍ أَوْ عُقَيْلٍ فَنَعَتُّهُ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ، قَالَ: وَكَانَ مَعَ هٰذَا نَعْتٌ لَمْ أَحْفَظْهُ قَالَ: فَقَالَ الْقَوْمُ: أَمَّا النَّعْتُ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ أَصَابَ.

''معراج کی رات جب میں نے مکہ میں صبح کی، تو گھبرا گیا اور میں جانتا تھا کہ لوگ مجھے جھوٹا کہیں گے۔ پریشان حال الگ تھلگ ہو کر بیٹھ گیا۔ وہاں سے

اللہ کے دشمن ابوجہل کا گزر ہوا، یہ آکر رسول اللہ کے پاس بیٹھ گیا، استہزائیہ لہجے میں کہنے لگا، کچھ ہوا ہے؟ تو رسول ﷺ نے فرمایا: ہاں، کہا: کیا ہوا؟ فرمایا: مجھے رات سیر کروائی گئی۔ کہاں کی؟ فرمایا: بیت المقدس کی۔ کہا: اور صبح تک تم ہمارے پاس بھی پہنچ گئے؟ فرمایا: ہاں۔ تو ابوجہل نے تکذیب نہ کی، صرف اس ڈر سے کہ اگر وہ لوگوں کو بلائے گا، تو لوگ اس کی بات پر یقین نہیں کریں گے، کہنے گا: کیا خیال ہے، اگر میں تیری قوم کو بلاؤں، تو تم انہیں بھی وہی بات بیان کرو گے، جو مجھے بیان کی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ ابوجہل نے آواز لگائی: اے بنولعب بن لوی کی جماعتو! آجاؤ۔ لوگ اپنی مجالس چھوڑ کر آئے اور نبی کریم ﷺ اور ابوجہل کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ ابوجہل کہنے لگا: اپنی قوم کو وہی بات بیان کرو، جو تم نے مجھے کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے رات سیر کروائی گئی، لوگ کہنے لگی: کہاں کی؟ فرمایا: بیت المقدس کی۔ کہنے لگے: اور پھر صبح تک آپ ہمارے پاس بھی پہنچ گئے؟ فرمایا: ہاں۔ (یہ سن کر) کچھ لوگ تالیاں بجانے لگے اور کچھ لوگوں نے بزعم خود اس جھوٹ پر تعجب کرتے ہوئے سر پر ہاتھ رکھ لیے۔ کہنے لگے: ہمیں مسجد (اقصیٰ) کی نشانیاں بتا سکتے ہو؟ کیونکہ کچھ لوگوں نے اس شہر کا سفر کیا ہوا تھا اور مسجد بھی دیکھی ہوئی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں انہیں نشانیاں بیان کرنے لگا، بتاتے بتاتے مجھے کچھ نشانیوں میں التباس ہونے لگا، تو میرے سامنے مسجد لائی گئی، میں نے دیکھا کہ اسے دار عقال یا عقیل کے پیچھے رکھ دیا گیا، اسے دیکھ دیکھ کر میں نشانیاں بیان کرنے لگا، ان میں سے بعض نشانیاں تو مجھے یاد بھی نہ تھیں۔

لوگ کہنے لگے: اللہ کی قسم! اس (نبی ﷺ) نے نشانیاں تو ساری صحیح ہی بتائی ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 309/1، مصنّف ابن أبي شيبة : 11/461-462، السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 11285، المُعجم الكبير للطَّبَراني : 12/167، دلائل النُّبُوّة للبيهقي : 2/263-264، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ **حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔**

(الدّر المنثور : 5/222)

❀ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:**

هٰذَا أَبْلَغُ فِي الْمُعْجِزَةِ وَلَا اسْتِحَالَةَ فِيهِ فَقَدْ أُحْضِرَ عَرْشُ بِلْقِيسَ فِي طَرْفَةِ عَيْنٍ لِّسُلَيْمَانَ وَهُوَ يَقْتَضِي أَنَّهٗ أُزِيلَ مِنْ مَكَانِهٖ حَتّٰى أُحْضِرَ إِلَيْهِ وَمَا ذَاكَ فِي قُدْرَةِ اللّٰهِ بِعَزِيزٍ .

''یہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے اور اس میں ناممکنات والی کوئی بات نہیں، بلقیس کا عرش جب پلک جھپکنے کی دیر میں حاضر کیا جا سکتا ہے، جو کہ اپنی جگہ سے اٹھایا گیا تھا، تو یہ بھی اللہ کی قدرت سے پرے نہیں ہے۔''

(فتح الباري : 7/200)

④ **سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:**

أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، ثُمَّ جَاءَ مِنْ لَيْلَتِهٖ، فَحَدَّثَهُمْ بِمَسِيرِهٖ، وَبِعَلَامَةِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، وَبِعِيرِهِمْ، فَقَالَ نَاسٌ، قَالَ حَسَنٌ : نَحْنُ نُصَدِّقُ مُحَمَّدًا بِمَا يَقُولُ؟ فَارْتَدُّوا كُفَّارًا، فَضَرَبَ اللّٰهُ أَعْنَاقَهُمْ مَعَ أَبِي جَهْلٍ،

وَقَالَ أَبُو جَهْلٍ : يُخَوِّفُنَا مُحَمَّدٌ بِشَجَرَةِ الزَّقُّومِ، هَاتُوا تَمْرًا وَّزُبْدًا، فَتَزَقَّمُوا، وَرَأَى الدَّجَّالَ فِي صُورَتِهٖ رُؤْيَا عَيْنٍ، لَيْسَ رُؤْيَا مَنَامٍ، وَعِيسٰى، وَمُوسٰى، وَإِبْرَاهِيمَ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ؟ فَقَالَ : أَقْمَرُ هِجَانًا، قَالَ حَسَنٌ : قَالَ : رَأَيْتُهٗ فَيْلَمَانِيًّا أَقْمَرَ هِجَانًا، إِحْدٰى عَيْنَيْهِ قَائِمَةٌ، كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ، كَأَنَّ شَعْرَ رَأْسِهٖ أَغْصَانُ شَجَرَةٍ، وَرَأَيْتُ عِيسٰى شَابًّا أَبْيَضَ، جَعْدَ الرَّأْسِ، حَدِيدَ الْبَصَرِ، مُبَطَّنَ الْخَلْقِ، وَرَأَيْتُ مُوسٰى أَسْحَمَ آدَمَ، كَثِيرَ الشَّعْرِ -قَالَ حَسَنٌ- : الشَّعَرَةِ، شَدِيدَ الْخَلْقِ، وَنَظَرْتُ إِلٰى إِبْرَاهِيمَ، فَلَا أَنْظُرُ إِلٰى إِرْبٍ مِّنْ آرَابِهٖ، إِلَّا نَظَرْتُ إِلَيْهِ مِنِّي، كَأَنَّهٗ صَاحِبُكُمْ، فَقَالَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ : سَلِّمْ عَلٰى مَالِكٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ .

”نبی کریم ﷺ کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی، پھر اسی رات واپس آئے اور قریش کو اپنی رات کی سیر کا بتایا، نیز بیت المقدس کی نشانیوں اور قریش کے (تجارتی) اونٹوں کے بارے میں خبر بھی دی۔ قریش کہنے لگے : کیا ہم محمد (ﷺ) کی بات پر اعتبار کرلیں؟ اور جھٹلاتے ہوئے واپس پلٹ گئے، تو اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کے ساتھ انہیں بھی قتل کر دیا۔ ابوجہل (مذاق کرتے ہوئے) کہتا تھا: محمد (ﷺ) ہمیں تھوہر کے درخت (کھانے) سے ڈراتا ہے، کھجور اور

مکھن لاؤ اور اس تھور کو کھاؤ!۔ نبی کریم ﷺ نے دجال کو اس کی اصلی صورت میں اپنی آنکھوں سے دیکھا، نہ کہ خواب میں۔ اسی طرح عیسیٰ، موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو بھی دیکھا۔ نبی کریم ﷺ سے دجال کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا: وہ بالکل واضح اور بری شکل کا تھا۔ (راوی حدیث) حسن نے یہ الفاظ ذکر کیے ہیں: اس کا جسم بہت بڑا تھا اور بالکل واضح اور ناشائستہ تھا۔ اس کی ایک آنکھ سیدھی تھی، گویا دہکتا ستارہ۔ اس کی سر کے بال یوں تھے کہ جیسے کسی درخت کی ٹہنیاں ہوں۔ میں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ جو جوان عمر، سفید رنگت، (سیدھے اور معمولی) گھنگھریالے بال، تیز نظر اور دبلے پتلے تھے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، آپ گندم گو، گھنے بالوں والے اور مضبوط الجثہ تھے۔ اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، میں نے ان کی ہر نشانی اپنے اندر پائی، گویا کہ وہ میں ہی ہوں۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا کہ مالک (داروغۂ جہنم) کو سلام کہیے، تو میں نے انہیں سلام کہا۔"

(مسند الإمام أحمد: 374/1، تهذيب الآثار للطّبري: 408، وسندهٗ صحيحٌ)

⑤ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَفَرَجَ صَدْرِي، ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُّمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّإِيمَانًا، فَأَفْرَغَهٗ فِي صَدْرِي، ثُمَّ أَطْبَقَهٗ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي، فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا.

"میں مکہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت پھاڑی گئی، جس سے جبریل ﷺ

نازل ہوئے اور میرا سینہ چاق کیا گیا، پھر اسے زمزم سے دھویا گیا، پھر حکمت وایمان سے بھری سونے کی ایک تھالی لائی گئی اور اس (حکمت وایمان) کو میرے سینے میں ڈال دیا گیا۔ پھر میرے سینے کو بند کر دیا گیا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے آسمان دنیا کی طرف لے گئے۔''

(صحيح البخاري : 349، صحيح مسلم : 163)

⑥ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أُتِيتُ بِالْبُرَاقِ، وَهُوَ دَابَّةٌ أَبْيَضُ طَوِيلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ، وَدُونَ الْبَغْلِ، يَضَعُ حَافِرَهٗ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهٖ، قَالَ : فَرَكِبْتُهٗ حَتّٰى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ، قَالَ : فَرَبَطْتُهٗ بِالْحَلْقَةِ الَّتِي يَرْبِطُ بِهِ الْأَنْبِيَاءُ، قَالَ : ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَصَلَّيْتُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَ نِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِإِنَاءٍ مِّنْ خَمْرٍ، وَإِنَاءٍ مِّنْ لَبَنٍ، فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ، فَقَالَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ، ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ، فَقِيلَ : مَنَ أَنْتَ؟ قَالَ : جِبْرِيلُ، قِيلَ : وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ : مُحَمَّدٌ، قِيلَ : وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ : قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِآدَمَ، فَرَحَّبَ بِي، وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ، ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقِيلَ : مَنَ أَنْتَ؟ قَالَ : جِبْرِيلُ، قِيلَ : وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ : مُحَمَّدٌ، قِيلَ :

وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِابْنَي الْخَالَةِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَيَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّاءَ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا، فَرَحَّبَا وَدَعَوَا لِي بِخَيْرٍ، ثُمَّ عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ، فَقِيلَ: مَنَ أَنْتَ؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قِيلَ: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِيُوسُفَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا هُوَ قَدِ أُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ، فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ، ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قَالَ: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِدْرِيسَ، فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾(مريم: 57)، ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ، قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِيلَ: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِهَارُونَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَحَّبَ، وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ، ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قِيلَ:

مَنْ هٰذَا؟ قَالَ : جِبْرِيلُ، قِيلَ : وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ : مُحَمَّدٌ، قِيلَ : وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ : قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِمُوسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ، ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ، فَقِيلَ : مَنْ هٰذَا؟ قَالَ : جِبْرِيلُ، قِيلَ : وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ : مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قِيلَ : وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ : قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْنِدًا ظَهْرَهٗ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ، وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهٗ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ، ثُمَّ ذَهَبَ بِي إِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَإِذَا وَرَقُهَا كَآذَانِ الْفِيلَةِ، وَإِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ، قَالَ : فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ مَا غَشِيَ تَغَيَّرَتْ، فَمَا أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيَّ مَا أَوْحٰى، فَفَرَضَ عَلَيَّ خَمْسِينَ صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، فَنَزَلْتُ إِلٰى مُوسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ : خَمْسِينَ صَلَاةً، قَالَ : ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذٰلِكَ، فَإِنِّي قَدْ بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَخَبَرْتُهُمْ، قَالَ : فَرَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي، فَقُلْتُ : يَا رَبِّ،

خَفِّفْ عَلٰى أُمَّتِي، فَحَطَّ عَنِّي خَمْسًا، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى، فَقُلْتُ: حَطَّ عَنِّي خَمْسًا، قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذٰلِكَ، فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ، قَالَ: فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، وَبَيْنَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، لِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْرٌ، فَذٰلِكَ خَمْسُونَ صَلَاةً، وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَةً، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ شَيْئًا، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ سَيِّئَةً وَاحِدَةً، قَالَ: فَنَزَلْتُ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلٰى مُوسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهٗ، فَقَالَ: ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقُلْتُ: قَدْ رَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ.

”میرے پاس براق لایا گیا، یہ سفید رنگ کا ایک لمبوترا جانور تھا، گدھے سے بڑا اور خچر سے ذرا چھوٹا، جہاں نگاہ جاتی وہاں اس کے قدم پڑتے، میں اس پر سوار ہو گیا اور ہم بیت المقدس تک پہنچ گئے، بیت المقدس پہنچ کر اس کو ایک کڑے سے باندھ دیا گیا، یہ وہ کڑا ہے، جہاں انبیائے کرام بھی اپنے جانور باندھا کرتے تھے۔ میں نے مسجد میں داخل ہو کر (انبیا کو) دو رکعت نماز پڑھائی، پھر جبریل علیہ السلام میرے پاس ایک برتن شراب اور ایک برتن دودھ

لائے، میں نے دودھ لے لیا، جبریل علیہ السلام کہنے لگے: آپ نے فطرت کا انتخاب کیا ہے، پھر مجھے لے کر آسمان کی طرف چل دیئے، جب ہم پہلے آسمان پر پہنچے، تو جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا: کون؟ بتایا: جبریل، ساتھ کون؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کیا ان کو بلوایا گیا؟ کہا: جی ہاں بلوایا گیا، دروازہ کھول دیا گیا، یہاں آدم علیہ السلام نے استقبال کیا، انہوں نے مجھے خیر کی دعا دی اور ہم دوسرے آسمان کی طرف نکل گئے، وہاں بھی سوال و جواب ہوئے، کون؟ فرمایا: جبریل، ساتھ کون؟ فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا: کیا بلاوا بھیجا گیا؟ فرمایا: جی بھیجا گیا، دروازہ کھل گیا، یہاں عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہم السلام موجود تھے، انہوں نے مرحبا کہا اور میرے لئے خیر کی دعا کی، ہم تیسرے آسمان کی طرف نکل گئے، تیسرے آسمان پر وہی سوال جواب ہوئے اور دروازہ کھول دیا گیا، یہاں یوسف علیہ السلام موجود تھے، ان کو دنیا کا نصف حسن دیا گیا ہے، انہوں نے مرحبا کہا، دعائے خیر کی اور ہم چوتھے آسمان کی طرف چل دیئے، یہاں ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾(مریم : 57) ''ہم نے ان کو بلند مقام پر فائز کیا۔'' انہوں نے بھی مرحبا کہا اور دعائے خیر دی، اب پانچویں آسمان کی طرف نکلے، پہلے والے سوال جواب کے بعد دروازہ کھول دیا گیا، یہاں ہارون علیہ السلام تھے، انہوں نے مجھے دعا دی ہے اور مرحبا کہا، پھر چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ساتھ بھی یہی مکالمہ ہوا، ہم ساتویں آسمان پر آ گئے، یہاں ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے

تھے، بیت المعمور پر روزانہ ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں اور پھر دوبارہ ان کی باری نہیں آتی، یہاں سے مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا، اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جتنے اور بیر مٹکوں جتنے تھے، اس کے حسن و جمال کی تعریف کرنے پر ایک انسان قادر ہی نہیں ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے میری طرف جو وحی کرنی تھی، سو کی۔ دن رات میں پچاس نمازیں فرض کر دیں، میں وہ لے کر اترا، موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، تو انہوں نے پوچھا: اللہ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں، کہنے لگے: میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا ہے، آپ کی امت یہ نہیں پڑھ پائے گی، جائیے اور کچھ نمازیں کم کروا لائیے۔ میں رب کے پاس گیا اور عرض کیا: اے رب! میری امت پر کچھ تخفیف کر دے، تو اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دی، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور انہیں پانچ نمازیں کم ہونے کی خبر دی، تو انہوں نے پھر فرمایا: دوبارہ جائیے اور مزید کم کروا لائیے، آپ کی امت نہیں پڑھ پائے گی۔ میں اللہ اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب دن رات میں پانچ نمازیں (پڑھنی) ہیں، ہر نماز کے بدلے دس نمازوں کا اجر ہے، اس طرح پانچ نمازیں پچاس کے برابر ہیں۔ نیز جس نے نیکی کا ارادہ کیا، لیکن اسے نہ کر سکا، تو اس کے لیے مکمل ایک نیکی لکھی جائے گی اور جس نے وہ نیکی کر لی، تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اسی طرح جس نے برائی کا ارادہ کیا، لیکن اسے انجام نہ دیا، تو اس کی کوئی برائی نہ لکھی جائے گی، (بلکہ ایک نیکی لکھی جائے گی) اور جس نے اپنا برائی کا ارادہ پورا کر لیا، اس کی

صرف ایک برائی لکھی جائے گی۔ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں یہ سب بیان کیا، تو موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ تخفیف کا سوال کرنے کو کہا، میں نے عرض کیا: اب مجھے رب سے حیا آتی ہے۔" (صحیح مسلم: 162)

⑦ سیدنا مالک بن صعصعہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

بَيْنَا أَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ، إِذْ سَمِعْتُ قَائِلًا يَقُولُ: أَحَدُ الثَّلَاثَةِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ، فَأُتِيتُ فَانْطُلِقَ بِي، فَأُتِيتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ فِيهَا مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ، فَشُرِحَ صَدْرِي إِلٰى كَذَا وَكَذَا، قَالَ قَتَادَةُ: فَقُلْتُ لِلَّذِي مَعِي مَا يَعْنِي قَالَ: إِلٰى أَسْفَلِ بَطْنِهٖ، فَاسْتُخْرِجَ قَلْبِي، فَغُسِلَ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ أُعِيدَ مَكَانَهٗ، ثُمَّ حُشِيَ إِيمَانًا وَّحِكْمَةً، ثُمَّ أُتِيتُ بِدَابَّةٍ أَبْيَضَ، يُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ، فَوْقَ الْحِمَارِ، وَدُونَ الْبَغْلِ، يَقَعُ خَطْوُهٗ عِنْدَ أَقْصٰى طَرْفِهٖ، فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا.

"میں بیت اللہ کے پاس ہلکی نیند میں تھا کہ اچانک ایک کہنے والے کی آواز سنی: تین بندوں کے درمیان والا آدمی۔ وہ میرے پاس آئے اور مجھے وہاں سے لے گئے، پھر میرے پاس سونے کی ایک تھالی لائی گئی، جس میں زمزم کا پانی تھا۔ پھر پیٹ کے نیچے تک میرا سینہ چاق کیا گیا، میرے دل کو باہر نکال کر زمزم کے پانی سے دھویا گیا، پھر واپس رکھ دیا گیا، پھر اسے ایمان وحکمت سے بھر دیا

گیا۔ پھر ایک سفید جانور لایا گیا، جس کا نام ''براق'' تھا۔ جو جسامت میں گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ اپنا ایک قدم انتہائے نظر پر رکھتا تھا۔ مجھے اس پر سوار کیا گیا۔ پھر ہم چلے اور آسمان دنیا کے پاس آ گئے۔''

(صحيح البخاري : 3887، صحيح مسلم : 164، واللّفظ لهٗ)

⑧ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ، أَنَّهٗ جَاءَهٗ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ أَنْ يُوحٰى إِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَقَالَ أَوَّلُهُمْ : أَيُّهُمْ هُوَ؟ فَقَالَ أَوْسَطُهُمْ : هُوَ خَيْرُهُمْ، فَقَالَ آخِرُهُمْ : خُذُوا خَيْرَهُمْ، فَكَانَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، فَلَمْ يَرَهُمْ حَتّٰى أَتَوْهُ لَيْلَةً أُخْرٰى، فِيمَا يَرٰى قَلْبُهٗ، وَتَنَامُ عَيْنُهٗ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ، وَكَذٰلِكَ الْأَنْبِيَاءُ تَنَامُ أَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوبُهُمْ.

''جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے معراج کے لیے لے جایا گیا کہ وحی آنے سے پہلے آپ کے پاس فرشتے آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سو رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا وہ کون ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا وہ ان میں سب سے بہتر ہیں، تیسرے نے کہا کہ ان میں جو سب سے بہتر ہیں، انہیں ساتھ لے لیں۔ اس رات کو بس اتنا ہی واقعہ پیش آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد انہیں نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ دوسری رات آئے، جبکہ آپ کا دل دیکھ رہا تھا اور آپ کی آنکھیں سو رہی تھیں، لیکن دل نہیں سو رہا تھا۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ یہی ہوتا ہے، ان کی آنکھیں سوتی

ہیں، دل نہیں سوتے۔‘‘(صحيح البخاري : 7517، صحيح مسلم : 162)

روایات میں تطبیق:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ معراج کی روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے، ہم کہتے ہیں اس اختلاف کی تطبیق موجود ہے، بالترتیب اعتراضات کے جوابات ملاحظہ ہوں؛

① ایک حدیث میں ہے کہ میں مکہ میں اپنے گھر تھا کہ جبریل علیہ السلام چھت کو چیر کر آئے، دوسری میں ہے کہ میں بیت اللہ کے پاس خواب اور بیداری کے درمیان تھا......

پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں سو رہے تھے، وہاں سے مسجد حرام لایا گیا، وہاں بھی آپ حطیم میں یا حجر میں سو گئے، پھر آپ کو جگایا گیا۔۔۔

② تین فرشتے آئے، جبکہ معراج تو جبریل علیہ السلام کی معیت میں ہوا؟

یہ درست ہے کہ معراج کی ذمہ داری جبریل علیہ السلام کو سونپی گئی تھی اور زمین پر تین فرشتے آئے تھے۔ اس کے بعد

تَوَلَّاهُ مِنْهُمْ جِبْرِيلُ .

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل علیہ السلام ان فرشتوں سے لے گئے۔‘‘

(صحيح البخاري : 7517)

ایک جانور لایا گیا، دوسری روایت میں ہے کہ وہ جانور براق تھا۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر مسجد حرام سے مسجد اقصی تک گئے۔

③ ایک روایت میں حطیم یا حجر کا ذکر ہے، یہ راوی کا شک ہے۔

④ ایک روایت میں ہے کہ یہ بعثت سے پہلے کا واقعہ ہے، لیکن بات یہ ہے کہ بعثت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سوئے تھے کہ تین فرشتے آپ کے پاس آئے۔

پھر بعثت کے بعد معراج والی رات بھی وہی فرشتے آئے، جن کو آپ ﷺ نے بعثت سے پہلے خواب میں دیکھا تھا۔

بغیر براق کے آسمان پر گئے، مسجد حرام سے مسجد اقصی تک کا سفر براق پر کیا، پھر اس کے بعد آسمان کی طرف بغیر براق کے گئے۔

اِسْتَيْقَظَ وَهُوَ فِي مَسْجِدِ الْحَرَامِ.

ان الفاظ کا معنی ہے کہ صبح کے وقت آپ مسجد حرام میں پہنچ چکے تھے۔

⑤ ایک روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات چھٹے آسمان پر ہوئی، دوسری میں ساتویں آسمان کا ذکر ہے، اسی طرح ایک روایت میں ابراہیم علیہ السلام سے ساتویں آسمان پر ملے اور دوسری کے مطابق چھٹے آسمان پر ملاقات ہوئی۔

جاتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر اور ابراہیم ساتویں پر ملے، واپسی پر موسیٰ علیہ السلام ساتویں آسمان پر آ چکے تھے اور آپ ﷺ کو بار بار اللہ کے پاس واپس بھیجتے رہے اور ابراہیم علیہ السلام چھٹے آسمان پر آ گئے۔

⑥ ایک روایت کے مطابق سدرۃ المنتہی ساتویں آسمان پر ہے، صحیح مسلم (173) کی روایت میں ہے کہ سدرۃ المنتہی چھٹے آسمان پر ہے۔

تو یہ اصلا چھٹے آسمان پر ہے، البتہ اس کی شاخیں ساتویں آسمان تک پہنچ گئی ہیں۔

تنبیہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ کے فرمان کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾(الإسراء : ٦٠)

قَالَ : هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ، أُرِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهٖ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ .

”اس سے مراد آنکھ سے دیکھنا ہے، رسول اللہ ﷺ کو معراج کی رات بیت المقدس کی طرف سفر کروایا گیا۔“(صحيح البخاري : 3888)

❁ **ابواسحاق شیبانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:**

سَأَلْتُ زِرًّا عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى﴾(النّجم : 10)، قَالَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ : أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى جِبْرِيلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ .

”میں نے زر بن حبیش رحمہ اللہ سے فرمان باری تعالیٰ: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى﴾ **”پس دو کمانوں یا اس سے کم فاصلہ رہ گیا، تو اس نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کرنی تھی، سو کی۔“ تو زر رحمہ اللہ نے کہا کہ ہمیں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ محمد ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پَر تھے۔“**

(صحيح البخاري : 4857، صحيح مسلم : 174)

❁ **حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں:**

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾(الإسراء : ٦٠) قَالَ : أُسْرِيَ بِهٖ عِشَاءً إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَصَلّٰى فِيهِ، وَأَرَاهُ اللّٰهُ مَا أَرَاهُ مِنَ الْآيَاتِ، ثُمَّ أَصْبَحَ بِمَكَّةَ، فَأَخْبَرَهُمْ أَنَّهٗ أُسْرِيَ

بِهٖ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ .

”فرمان الٰہی:﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾ ”ہم نے آپ کو جو چیز دکھائی، اسے لوگوں کے لئے آزمائش بنایا۔“ اللہ نے رات کے وقت آپ ﷺ کو بیت المقدس کی طرف سفر کروایا، اس میں نماز پڑھائی، پھر آپ کو نشانیاں دکھائیں، صبح آپ ﷺ نے مکہ میں کی اور لوگوں کو خبر دی کہ مجھے بیت المقدس کا سفر کروایا گیا ہے۔“

(تفسير الطّبري : 642/14، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں:

مَا فُقِدَ جَسَدُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَسْرٰى بِرُوحِهٖ .

”رسول اللہ ﷺ کا جسم وہیں رہا، اللہ نے آپ کی روح کو معراج کروایا۔“

(سيرة ابن اسحاق، ص 295)

اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ ”بعض آل ابی بکر“ مجہول ہیں۔

❁ امام قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ، وَهُوَ مِمَّا وُضِعَ رَدًّا لِّلْحَدِيثِ الصَّحِيحِ .

”یہ روایت ثابت نہیں، اسے صحیح حدیث رد کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے۔“

(الحُجّة في بَيان المَحَجّة :540/1)

❁ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

كَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ مَسْرٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : كَانَتْ رُؤْيَا مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى صَادِقَةً .

''آپ رضی اللہ عنہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے متعلق پوچھا جاتا، تو فرماتے: یہ اللہ کی طرف سے سچا خواب تھا۔'' (سيرة ابن هشام :400/1)

اس کی سند ضعیف ہے، یعقوب بن عتبہ کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں، لہٰذا روایت منقطع ہے۔

۞ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یعقوب بن عتبہ کو طبقہ سادسہ میں ذکر کیا ہے۔**

(تقريب التّهذيب : 7825)

اس طبقہ کے راویوں کی صحابہ سے ملاقات نہیں ہوتی۔

معراج جسم اور روح دونوں کو ہوا:

۞ **امام ابوبکر آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:**

مَنْ مَيَّزَ جَمِيعَ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرِي لَهٗ عَلِمَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَسْرٰى بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ بِجَسَدِهٖ وَعَقْلِهٖ لَا أَنَّ الْإِسْرَاءَ كَانَ مَنَامًا وَذٰلِكَ أَنَّ الْإِنْسَانَ لَوْ قَالَ، وَهُوَ بِالْمَشْرِقِ : رَأَيْتُ الْبَارِحَةَ فِي النَّوْمِ كَأَنِّي بِالْمَغْرِبِ، لَمْ يُرَدَّ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ وَلَمْ يُعَارَضْ وَإِذَا قَالَ : كُنْتُ لَيْلَتِي بِالْمَغْرِبِ، لَكَانَ قَوْلُهٗ كَذِبًا، وَكَانَ قَدْ تَقَوَّلَ بِعَظِيمٍ إِذَا كَانَ مِثْلُ ذٰلِكَ الْبَلَدِ غَيْرَ وَاصِلٍ إِلَيْهِ فِي لَيْلَتِهٖ لَا خِلَافَ فِي هٰذَا، فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَالَ لِأَبِي جَهْلٍ وَلِسَائِرِ قَوْمِهِ : رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنِّي بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ عَلٰى وَجْهِ الْمَنَامِ لَقَبِلُوا مِنْهُ ذٰلِكَ وَلَمْ يَتَعَجَّبُوا مِنْ قَوْلِهِ وَلَقَالُوا لَهُ : صَدَقْتَ وَذٰلِكَ أَنَّ الْإِنْسَانَ قَدْ يَرٰى فِي النَّوْمِ كَأَنَّهُ فِي أَبْعَدِ مِمَّا أَخْبَرْتَنَا وَلٰكِنَّهُ لَمَّا قَالَ لَهُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أُسْرِيَ بِيَ اللَّيْلَةَ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ كَانَ خِلَافًا لِلْمَنَامِ عِنْدَ الْقَوْمِ وَكَانَ هٰذَا فِي الْيَقَظَةِ بِجَسَدِهِ وَعَقْلِهِ، فَقَالُوا لَهُ : فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ ذَهَبْتَ إِلَى الشَّامِ وَأَصْبَحْتَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا؟ ثُمَّ قَوْلُهُمْ لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : هٰذَا صَاحِبُكَ يَزْعُمُ أَنَّهُ أُسْرِيَ بِهِ اللَّيْلَةَ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ رَجَعَ مِنْ لَيْلَتِهِ وَقَوْلُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَهُمْ وَمَا رَدَّ عَلَيْهِمْ، كُلُّ هٰذَا دَلِيلٌ لِمَنْ عَقَلَ وَمَيَّزَ عَلِمَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَصَّ نَبِيَّهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّهُ أَسْرٰى بِهِ بِجَسَدِهِ وَعَقْلِهِ وَشَاهَدَ جَمِيعَ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَدُخُولُهُ الْجَنَّةَ وَجَمِيعُ مَا رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَفَرَضَ عَلَيْهِ الصَّلَاةَ كُلُّ ذٰلِكَ لَا يُقَالُ مَنَامٌ بَلْ بِجَسَدِهِ وَعَقْلِهِ وَفَضْلَةٌ خَصَّهُ اللّٰهُ الْكَرِيمُ بِهَا، فَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ مَنَامٌ فَقَدْ أَخْطَأَ فِي قَوْلِهِ وَقَصَّرَ فِي حَقِّ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَرَدَّ الْقُرْآنَ وَالسُّنَّةَ وَتَعَرَّضَ لَعَظِيمٍ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ .

''جو میری ذکر کردہ تمام معروضات پر پوری توجہ سے غور کرلے، وہ جان جائے گا کہ اللہ عزوجل نے محمد کریم ﷺ کو جسم کے ساتھ اور حالت بیداری میں معراج کرائی، یہ سفر نیند میں نہیں تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مشرق میں موجود کوئی انسان کہے کہ میں نے رات خواب میں دیکھا کہ میں مغرب میں ہوں۔ تو اس کی بات کو کوئی رد نہیں کرے گا، نہ کوئی اس سے معارضہ کرے گا۔ اور اگر وہ کہے کہ میں (حالت بیداری میں) رات مغرب میں تھا، تو اس کی بات جھوٹ ہوگی اور وہ بہت بڑے جھوٹ کا دعوے دار قرار پائے گا، اگر اس کا اس علاقے میں راتوں رات پہنچنا ناممکن ہو۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ اگر ابوجہل اور باقی لوگوں کو یہ فرماتے کہ میں نے رات خواب میں خود کو بیت المقدس میں پایا، تو وہ نبی کریم ﷺ کی یہ بات قبول کر لیتے، آپ کی بات پر تعجب کا ظہار نہ کرتے، بلکہ کہتے: آپ نے سچ فرمایا، کیونکہ انسان کبھی خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ اس سے بھی زیادہ دور ہوتا ہے، جتنا دور ہونے کی آپ نے ہمیں خبر دی ہے۔ لیکن جب نبی کریم ﷺ نے ابوجہل وغیرہ کو فرمایا کہ مجھے رات بیت المقدس تک کا سفر کرایا گیا ہے، تو یہ بات ان کے لیے خواب کے علاوہ تھی، یہ حالت بیداری میں تھا اور جسم کے ساتھ اور حالت بیداری میں تھا۔ لہٰذا انہوں نے کہا: کیا ایک ہی رات میں آپ شام پہنچ گئے اور صبح تک ہمارے پاس بھی آ گئے؟ پھر انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ تمہارا صاحب (نبی) دعویٰ کرتا ہے کہ اسے راتوں رات بیت المقدس کی سیر

کرائی گئی ہے، پھر اسی رات واپس بھی آ گیا ہے، پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا اوران پر رد کیا، یہ سب باتیں اہل عقل اور صاحب بصیرت لوگوں کے لیے دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصیت بخشی ہے کہ انہیں جسم کے ساتھ اور حالت بیداری میں معراج کرائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں میں موجود ہر شے کا مشاہدہ کیا، جنت میں داخل ہوئے، اپنے رب عزوجل کی تمام بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر (پانچ) نمازیں فرض کیں۔ ان سب باتوں کو خواب نہیں کہا جا سکتا، بلکہ یہ سب جسم کے ساتھ اور حالت بیداری میں ہوا۔ یہ ایسی فضیلت ہے، جس کے ساتھ اللہ کریم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص کیا ہے۔ لہٰذا جو یہ دعویٰ کرے کہ معراج ایک خواب ہے، وہ اپنے دعویٰ میں خطا کار ہے، اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کمی کی ہے، قرآن وسنت کی تردید کی ہے اور بہت بڑی جسارت کا ارتکاب کیا ہے، باقی توفیق اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہی ہے۔‘‘

(الشّريعة : 1538/3)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ زَعَمَ قَوْمٌ أَنَّ الْمِعْرَاجَ كَانَ مَنَامًا، وَيَرُدُّ قَوْلَهُمْ أَنَّ الْمُشْرِكِينَ أَنْكَرُوا عَلَيْهِ مَا قَالَ، وَلَوْ كَانَ مَنَامًا لَمْ يُنْكِرْهُ أَحَدٌ .

’’کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ معراج حالت نیند میں ہوئی، ان کی بات کا رد اس سے ہوتا ہے کہ مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے (معراج کے بارے میں) قول کا انکار کیا، اگر معراج حالت نیند میں ہوتی، تو ان میں سے کوئی بھی انکار نہ کرتا۔‘‘

(التّبصرة : 42/2)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَقُّ الَّذِي عَلَيْهِ أَكْثَرُ النَّاسِ وَمُعْظَمُ السَّلَفِ وَعَامَّةُ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَالْمُحَدِّثِينَ وَالْمُتَكَلِّمِينَ أَنَّهٗ أُسْرِيَ بِجَسَدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآثَارُ تَدُلُّ عَلَيْهِ لِمَنْ طَالَعَهَا وَبَحَثَ عَنْهَا وَلَا يُعْدَلُ عَنْ ظَاهِرِهَا إِلَّا بِدَلِيلٍ .

''حق بات کہ جسے اکثر لوگ، سلف کی بڑی تعداد اور اکثر متاخرین فقہا، محدثین اور متکلمین اختیار کیے ہوئے ہیں، وہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج ہوا۔ اس پر احادیث دلالت کناں ہیں، جو ان احادیث کا مطالعہ اور تحقیق کرے گا (اسے یہی بات حق معلوم ہوگی۔) ان احادیث کے ظاہر سے بغیر دلیل عدول نہیں کیا جا سکتا۔''

(شرح النّووي : 209/2)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

ثُمَّ أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَسَدِهٖ عَلَى الصَّحِيحِ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ .

''پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف اپنے جسم کے ساتھ لے جایا گیا، یہ قول صحیح ہے۔''

(زاد المَعاد في هَدي خير العِباد : 30/3)

۞ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

أُسْرِيَ بِهٖ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى، ثُمَّ إِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَإِلٰى مَا شَاءَ اللّٰهُ، وَكُلُّ ذٰلِكَ لِجَسْدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَقَظَةِ.

”رسول اللہ ﷺ کو رات کے وقت مسجد اقصیٰ کی طرف لے جایا گیا، پھر سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا اور جہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی، گئے، یہ سب مراحل آپ ﷺ نے بحالت بیداری جسم کے ساتھ طے کیے۔“

(حُجَّة اللّٰه البالغة : 320/2)

❁ علامہ شنقیطی رحمہ اللہ (۱۳۹۳ھ) فرماتے ہیں:

رُكُوبُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْبُرَاقِ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْإِسْرَاءَ بِجِسْمِهٖ لِأَنَّ الرُّوحَ لَيْسَ مِنْ شَأْنِهِ الرُّكُوبُ عَلَى الدَّوَابِّ كَمَا هُوَ مَعْرُوفٌ، وَعَلٰى كُلِّ حَالٍ فَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ عَنْهُ: أَنَّهٗ أُسْرِيَ بِهٖ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى، وَأَنَّهٗ عُرِجَ بِهٖ مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى حَتّٰى جَاوَزَ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ، وَقَدْ دَلَّتِ الْأَحَادِيثُ الْمَذْكُورَةُ عَلٰى أَنَّ الْإِسْرَاءَ وَالْمِعْرَاجَ كِلَيْهِمَا بِجِسْمِهٖ وَرُوحِهٖ يَقَظَةً لَا مَنَامًا، كَمَا دَلَّتْ عَلٰى ذٰلِكَ أَيْضًا الْآيَاتُ الَّتِي ذَكَرْنَا، وَعَلٰى ذٰلِكَ مَنْ يُعْتَدُّ بِهٖ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَلَا عِبْرَةَ بِمَنْ أَنْكَرَ ذٰلِكَ مِنَ الْمُلْحِدِينَ.

”نبی کریم ﷺ کا براق پر سوار ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سفر جسم کو کرایا گیا، کیونکہ چوپاؤں پر سواری کرنا روح کی فطرت نہیں۔ یہ معروف بات

ہے۔متواتر صحیح احادیث میں ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کرایا گیا اور مسجد اقصیٰ سے معراج کرایا گیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ ساتوں آسمانوں کے اوپر پہنچ گئے۔

مذکورہ احادیث دلالت کناں ہیں کہ اسرا اور معراج دونوں ہی جسم اور روح کو بیداری میں ہوئے تھے، نہ کہ عالم رؤیت میں۔ہم نے جو آیات ذکر کی ہیں، وہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔اہل سنت والجماعت کے معتمد اہل علم کا بھی یہی مؤقف ہے،لہٰذا ملحدین کے انکار کی کوئی حیثیت نہیں۔‘‘

(أضواء البَيان في إيضاح القرآن بالقرآن : 4/3)

معراج پر انبیائے کرام علیہم السلام سے ملاقات کیسے؟:

معراج نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے۔معراج میں جو کچھ ہوا، سب معجزہ تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے ظاہر کیا۔ یہ حقیقت تھا، خواب نہیں۔اب یہ سب کیسے ہوا؟ یہ اللہ کی حکمت میں ہے اور اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ ہمارے ذمہ اس پر ایمان لانا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا أَبْلَغُ فِي الْمُعْجِزَةِ وَلَا اسْتِحَالَةَ فِيهِ فَقَدْ أُحْضِرَ عَرْشُ بِلْقِيسَ فِي طَرْفَةِ عَيْنٍ لِّسُلَيْمَانَ وَهُوَ يَقْتَضِي أَنَّهُ أُزِيلَ مِنْ مَكَانِهِ حَتّٰى أُحْضِرَ إِلَيْهِ وَمَا ذَاكَ فِي قُدْرَةِ اللّٰهِ بِعَزِيزٍ .

’’یہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے اور اس میں ناممکنات والی کوئی بات نہیں، بلقیس کا عرش جب پلک جھپکنے کی دیر میں حاضر کیا جا سکتا ہے، جو کہ اپنی جگہ سے اٹھایا گیا تھا،تو یہ بھی اللہ کی قدرت سے کچھ ورے نہیں ہے۔‘‘

(فتح الباري : 7/200)

معراج کب ہوئی؟:

معراج حق ہے، لیکن تاریخ کے متعلق کچھ ثابت نہیں۔

❀ **علامہ ابو شامہ مقدسی رحمہ اللہ (٦٦٥ھ) فرماتے ہیں:**

ذَكَرَ بَعْضُ الْقَصَّاصِ أَنَّ الْأَسْرٰى كَانَ فِي رَجَبَ وَذَالِكَ عِنْدَ أَهْلِ التَّعْدِيلِ وَالتَّجْرِيحِ عَيْنُ الْكَذِبِ.

"بعض قصہ گو نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ماہِ رجب میں ہوئی۔ محققین کے ہاں یہ صریح جھوٹ ہے۔"

(الباعث على إنكار البِدَع والحَوادث، ص 116)

❀ **شیخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:**

لَمْ يَقُمْ دَلِيلٌ مَّعْلُومٌ لَّا عَلٰى شَهْرِهَا وَلَا عَلٰى عَشْرِهَا وَلَا عَلٰى عَيْنِهَا، بَلِ النُّقُولُ فِي ذٰلِكَ مُنْقَطِعَةٌ مُّخْتَلِفَةٌ لَّيْسَ فِيهَا مَا يُقْطَعُ بِهٖ، وَلَا شُرِعَ لِلْمُسْلِمِينَ تَخْصِيصُ اللَّيْلَةِ الَّتِي يُظَنُّ أَنَّهَا لَيْلَةُ الْإِسْرَاءِ بِقِيَامٍ وَّلَا غَيْرِهٖ.

"ایسی کوئی دلیل موجود نہیں، جس سے معراج کا مہینہ، عشرہ یا تاریخ کا علم ہو سکے، بلکہ اس کے متعلق جتنی روایات وارد ہیں، ساری کی ساری منقطع اور ضعیف ہیں، کوئی بھی قابل استناد نہیں۔ جس رات کو لیلۃ الاسرا کا نام دیا جاتا ہے، اس میں بطور خاص شب بیداری یا کوئی اور عبادت کرنا مشروع نہیں۔"

(زاد المَعاد في هدي خير العِباد لابن القيّم :58/1)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ أَنْ يَّتَكَلَّمَ فِيهَا بِلَا عِلْمٍ، وَّلَا يُعْرَفُ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ أَنَّهٗ جَعَلَ لِلَيْلَةِ الْإِسْرَاءِ فَضِيلَةً عَلٰى غَيْرِهَا، لَا سِيَّمَا عَلٰى لَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَلَا كَانَ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ يَقْصِدُونَ تَخْصِيصَ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ بِأَمْرٍ مِنَ الْأُمُورِ وَلَا يَذْكُرُونَهَا، وَلِهٰذَا لَا يُعْرَفُ أَيَّ لَيْلَةٍ كَانَتْ، وَإِنْ كَانَ الْإِسْرَاءُ مِنْ أَعْظَمِ فَضَائِلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَ هٰذَا فَلَمْ يُشْرَعْ تَخْصِيصُ ذَالِكَ الزَّمَانِ وَلَا ذَالِكَ الْمَكَانِ بِعِبَادَةٍ شَرْعِيَّةٍ، بَلْ غَارُ حِرَاءٍ الَّذِي ابْتُدِءَ فِيهِ بِنُزُولِ الْوَحْيِ وَكَانَ يَتَحَرَّاهُ قَبْلَ النُّبُوَّةِ لَمْ يَقْصِدْهُ هُوَ وَلَا أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ بَعْدَ النُّبُوَّةِ مُدَّةَ مُقَامِهٖ بِمَكَّةَ، وَلَا خُصَّ الْيَوْمُ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْوَحْيُ بِعِبَادَةٍ وَّلَا غَيْرِهَا، وَلَا خُصَّ الْمَكَانُ الَّذِي ابْتُدِءَ فِيهِ بِالْوَحْيِ وَلَا الزَّمَانُ بِشَيْءٍ، وَّمَنْ خَصَّ الْأَمْكِنَةَ وَالْأَزْمِنَةَ مِنْ عِنْدِهٖ بِعِبَادَاتٍ لِّأَجْلِ هٰذَا وَأَمْثَالِهٖ كَانَ مِنْ جِنْسِ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ جَعَلُوا زَمَانَ أَحْوَالِ الْمَسِيحِ مَوَاسِمَ وَعِبَادَاتٍ، كَيَوْمِ الْمِيلَادِ، وَيَوْمِ التَّعْمِيدِ، وَغَيْرِ ذَالِكَ مِنْ أَحْوَالِهٖ .

''معراج کے بارے میں بغیر علم کے کلام کرنا کسی کے لئے جائز نہیں۔ کسی مسلمان سے ثابت نہیں کہ اس نے اس رات کو دیگر راتوں، خصوصاً ''لیلۃ القدر'' پر فضیلت دی ہو۔ صحابہ اور تابعین میں سے کوئی بھی اس رات کو خاص کر کے عبادت نہیں کرتا تھا اور نہ کسی نے اس کا تذکرہ کیا۔ تب ہی تو اس کا تعین نہیں ہو سکا! اگر چہ معراج نبی کریم ﷺ کے عظیم فضائل میں سے ہے، لیکن اس کے باوجود اس وقت اور جگہ کو کسی عبادت سے خاص کرنے کا نہیں کہا گیا۔ غارِ حرا، جس میں وحی کی ابتدہ ہوئی اور جہاں آپ ﷺ نبوت سے قبل عبادت کیا کرتے تھے، وہاں بھی آپ ﷺ نے یا کسی صحابی نے عبادت کا قصد نہیں کیا، نزول وحی کے دن کو عبادت وغیرہ کے لیے خاص کیا، نہ کسی مکان وزمان کو کسی عمل کے ساتھ خاص کیا۔ کسی زمان ومکان کو کسی عبادت کے ساتھ خاص کرنے والے کی مثال، ان اہل کتاب کی سی ہے، جنہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے احوال کے اوقات کو مخصوص عبادات اور رسومات بنا لیا۔ مثلاً عید میلاد عیسیٰ (کرسمس ڈے) اور یوم تعمید (جس دن، عیسائی مذہب قبول کرنے والے کو غسل کرایا جاتا ہے) وغیرہ وغیرہ۔''

(زاد المَعاد في هَدي خير العِباد :1/58-59)

❀ علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ رُوِيَ : أَنَّهُ فِي شَهْرِ رَجَبَ حَوَادِثُ عَظِيمَةٌ وَّلَمْ يَصِحَّ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ فَرُوِيَ : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ فِي أَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْهُ وَأَنَّهُ بُعِثَ فِي السَّابِعِ وَالْعِشْرِينَ مِنْهُ وَقِيلَ :

فِي الْخَامِسِ وَالْعِشْرِينَ وَلَا يَصِحُّ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ وَرُوِيَ بِإِسْنَادٍ لَّا يَصِحُّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ : أَنَّ الْإِسْرَاءَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَابِعٍ وَّعِشْرِينَ مِنْ رَّجَبَ وَأَنْكَرَ ذٰلِكَ إِبْرَاهِيمُ الْحَرَبِيُّ وَغَيْرُهٗ .

''ماہِ رجب کے متعلق روایات ہیں کہ اس میں بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے، لیکن ان میں کوئی بھی روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی، مثلاً یہ کہ یکم رجب کی رات نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے اور ستائیسویں یا پچیسویں شب آپ ﷺ کو نبوت ملی۔ ان میں کچھ بھی ثابت نہیں۔ ایک ضعیف روایت قاسم بن محمد رحمہ اللہ سے بیان کی جاتی ہے کہ معراج رجب کی ستائیسویں شب ہوئی، لیکن ابراہم حربی وغیرہ نے اس کا انکار کیا ہے۔''

(لطائف المَعارف، ص 233)

❁ **شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:**

إِذِ الْأَعْيَادُ شَرِيعَةٌ مِّنَ الشَّرَائِعِ، فَيَجِبُ فِيهَا الْاِتِّبَاعُ، لَا الْاِبْتِدَاعُ، وَلِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطُبٌ وَّعُهُودٌ وَّوَقَائِعُ فِي أَيَّامٍ مُّتَعَدَّدَةٍ : مِثْلُ يَوْمِ بَدْرٍ، وَّحُنَيْنٍ، وَّالْخَنْدَقِ، وَفَتْحِ مَكَّةَ، وَوَقْتِ هِجْرَتِهٖ، وَدُخُولِهِ الْمَدِينَةَ، وَخُطَبٍ لَّهٗ مُتَعَدَّدَةٍ يَّذْكُرُ فِيهَا قَوَاعِدَ الدِّينَ، ثُمَّ لَمْ يُوجِبْ ذٰلِكَ أَنْ يُّتَّخَذَ أَمْثَالُ تِلْكَ الْأَيَّامِ أَعْيَادًا، وَّإِنَّمَا يَفْعَلُ مِثْلَ هٰذَا النَّصَارَى الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ أَمْثَالَ أَيَّامِ حَوَادِثِ

عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ أَعْيَادًا، أَوِ الْيَهُودُ، وَإِنَّمَا الْعِيدُ شَرِيعَةٌ، فَمَا شَرَعَهُ اللّٰهُ اتُّبِعَ، وَإِلَّا لَمْ يُحْدَثْ فِي الدِّينِ مَا لَيْسَ مِنْهُ .

''چونکہ عیدیں بھی شریعت ہیں، لہٰذا اس میں اتباع واجب ہے، نہ کہ اختراع۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی خطبے، معاہدے اور اہم واقعات ہیں، مثلاً یوم بدر، حنین، خندق، فتح مکہ، وقت ہجرت، مدینہ میں داخلہ وغیرہ، جن میں آپ نے اساسِ دین کوڈسکس کیا ہے، لیکن ان سب کے باوجود ان جیسے دنوں اور موقعوں کو عید قرار نہیں دیا۔ یہ تو عیسائیوں کا وطیرہ ہے، انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب اہم واقعات کو یوم عید قرار دیا۔ یہودیوں نے بھی کچھ ایسا ہی کیا۔ عید ایک شرعی تہوار ہے، جسے اللہ تعالیٰ شریعت بنا دے، وہ واجب الاتباع ہے، ورنہ دین میں بدعت شامل نہ کی جائے۔''

(إقتضاء الصّراط المستقيم، ص 294)

نمازِ معراج:

بعض لوگ ۲۷ رجب کو یوم معراج قرار دیتے ہیں، یہ بے حقیقت و بے ثبوت نظریہ ہے، وہ اس شب کو خاص عبادت بجالاتے ہیں، جو صریح بدعت اور منکر فعل ہے۔

اولاً: معراج کی تاریخ کا تعین ثابت نہیں۔

ثانیاً: اس تاریخ کو عبادت کے متعلق جو روایات آتی ہیں، وہ جھوٹی ہیں، ملاحظہ ہو:

❀ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِي رَجَبَ يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ مَّنْ صَامَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَقَامَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ كَانَ لَهٗ مِنَ الْأَجْرِ كَمَنْ صَامَ مِائَةَ سَنَةٍ وَّقَامَ مائَةَ سَنَةٍ وَّهِيَ

لِثَلَاثٍ بَقِيْنَ مِنْ رَجَبَ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا نَبِيًّا .

''۲۷ رجب کے دن روزہ اور رات کو قیام کرنے والے کو سو برس کے روزوں اور قیام کا ثواب ملتا ہے، اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔''

(شُعَب الإيمان للبَيهقي : 3530، الغَرائب المُلتقطة لابن حَجر : 1040/5، فَضل رَجب لابن عَساكر : 10، 11، ذيل اللآلي المَصنوعة للسّيوطي : 459/1)

سخت ضعیف و منکر روایت ہے۔

① خالد بن ہیاج بن بسطام ''ضعیف'' ہے۔ اس کی اپنے والد سے مروی روایت منکر ہوتی ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُعْتَبَرُ حَدِيثُهٗ مِنْ غَيْرِ رِوَايَتِهٖ عَنْ أَبِيهِ .

''اس کی وہ روایات قابل اعتبار ہیں، جو اس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے بیان کی ہیں۔'' (الثّقات : 225/8)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ذُو مَنَاكِيرَ عَنْ أَبِيهِ . ''اپنے باپ سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔''

(سير أعلام النّبلاء : 114/4)

مذکورہ روایت بھی اس نے اپنے باپ سے بیان کی ہے، لہٰذا منکر ہے۔

② ہیاج بن بسطام ''ضعیف'' ہے۔

③ سلیمان بن طرخان تیمی ''مدلس'' ہیں۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(شُعب الإيمان : 393/7)

❀ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ إِلَى الْغَايَةِ .

''یہ انتہا کی منکر روایت ہے۔''

(تبيين العَجب :21/1)

❀ **سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

فِي رَجَبَ لَيْلَةٌ يُّكْتَبُ لِلْعَامِلِ فِيهَا حَسَنَاتُ مِّائَةِ سَنَةٍ، وَذٰلِكَ لِثَلَاثٍ بَّقِيْنَ مِنْ رَّجَبَ، فَمَنْ صَلّٰى فِيهَا اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً يَّقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً مِّنَ الْقُرْآنِ يَتَشَهَّدُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَيُسَلِّمُ فِي آخِرِهِنَّ، ثُمَّ يَقُولُ سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ مِائَةَ مَرَّةٍ، وَّيَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِائَةَ مَرَّةٍ، وَّيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ مَرَّةٍ، وَّيَدْعُو لِنَفْسِهٖ مَا شَاءَ مِنْ أَمْرِ دُنْيَاهُ وَآخِرَتِهٖ، وَيُصْبِحُ صَائِمًا فَإِنَّ اللّٰهَ يَسْتَجِيبُ دُعَاءَهٗ كُلَّهٗ إِلَّا أَنْ يَّدْعُوَ فِي مَعْصِيَةٍ .

''ستائیس رجب کی رات عبادت کرنے والے کی نیکیاں سوسال عبادت کے برابر ہیں، جو اس میں بارہ رکعات ادا کرتا ہے، ہر رکعت میں سورت فاتحہ اور قرآن کی کوئی سورت پڑھتا ہے، ہر دو رکعت کے بعد تشہد بیٹھتا ہے، آخر میں سلام پھیرتا ہے، بعد ازاں سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کی تسبیح سو

مرتبہ اور سو مرتبہ استغفر اللہ پڑھتا ہے، سو مرتبہ نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو دنیا و آخرت کے اُمور میں سے جو چاہے مانگے، اگلی صبح روزہ رکھے، تو دعائے معصیت کے علاوہ اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا کو شرفِ قبولیت بخشے گا۔"

(شُعَب الإيمان للبيهقي :3531، فَضل رَجب لابن عَساكر، ص 316)

جھوٹی روایت ہے۔

① محمد بن فضل بن عطیہ عبسی "متروک و کذاب" ہے۔

② ابان بن ابی عیاش "متروک" ہے۔

③ خلف بن محمد بن اسماعیل خیام "ضعیف و متروک" ہے۔

④ ابان کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

⑤ نصر بن حسین ابو اللیث بخاری کی توثیق درکار ہے۔

⑤ عیسیٰ بن موسیٰ غنجار مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

⑥ مکی بن خلف اور اس کا متابع اسحاق بن احمد بن خلف دونوں کے حالات زندگی نہیں ملے۔

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو "ضعیف" قرار دیا ہے۔

(شعب الإيمان : 394/7)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِسْنَادُهُ مُظْلِمٌ . "اس کی سند مجہول ہے۔"

(تبيين العَجَب، ص 63)

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

مَنْ صَلّٰى لَيْلَةَ سَبْعٍ وَّعِشْرِينَ مِنْ رَّجَبَ اثْنَتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً يَّقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ مِّنْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهٖ قَرَأَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَّهُوَ جَالِسٌ، ثُمَّ قَالَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بَاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَصْبَحَ صَائِمًا، حَطَّ اللّٰهُ عَنْهُ ذُنُوبَهٗ سِتِّينَ سَنَةٍ وَّهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي بُعِثَ فِيهِ مَحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”جو ستائیس رجب کی رات بارہ رکعت نماز ادا کرتا ہے، ہر رکعت میں سورت فاتحہ اور کوئی دوسری سورت تلاوت کرتا ہے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسی جگہ بیٹھے بیٹھے سات مرتبہ سورت فاتحہ پڑھتا ہے، پھر چار بار «سُبْحَانَ اللّٰهِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ» کی تسبیح کرتا ہے، اگلی صبح روزہ رکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی ساٹھ سالہ خطائیں معاف فرما دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو نبوت اسی رات عطا ہوئی۔“

(تاریخ ابن عساکر : 308/27، تبیین العَجَب لابن حَجَر، ص 52)

جھوٹا قول ہے۔

① محمد بن زیاد یشکری کوفی ”کذاب“ ہے۔

اسے امام یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل، امام فلاس، امام ابو زرعہ رازی اور امام نسائی

وغیرہم رحمہم اللہ نے کذاب (پرلے درجے کا جھوٹا) قرار دیا ہے۔

② ابو الحسین عبید اللہ بن خالد کے حالات زندگی نہیں ملے۔

❀ حسن بصری رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

كَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ إِذَا كَانَ يَوْمُ السَّابِعِ وَالْعِشْرِينَ مِنْ رَّجَبَ ....

(غنية الطّالبين للشّيخ عبد القادر الجيلاني :182/1)

جھوٹی بے سند روایت ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ نے یہ روایت اپنے استاذ ہبۃ اللہ بن مبارک سقطی ابو البرکات سے ذکر کی ہے۔ ہبۃ اللہ کے بارے میں حافظ سمعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ ابْنَ نَاصِرٍ عَنِ السَّقَطِيِّ : أَكَانَ ثِقَةً؟، قَالَ : لَا، وَاللّٰهِ، ظَهَرَ كِذْبُهٗ وَهُوَ مِنْ سَقَطِ الْمَتَاعِ .

''میں نے ابن ناصر رحمہ اللہ سے سقطی کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وہ ثقہ ہے؟ فرمایا: نہیں اللہ کی قسم! اس کا کذب واضح ہے، یہ بے کار سامان ہے۔''

(سير أعلام النّبلاء للذّهبي : 283/19)

❀ حافظ ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ قَلِيلَ الْإِتْقَانِ ضَعِيفًا لَّا يُوْثَقُ بِهٖ وَرَأَيْتُ بِخَطِّ السِّلَفِي جُزْأً سَمِعَهٗ مِنْ هٰذَا الرَّجُلِ مُفْتَعَلٌ وَّأَسَانِيدُهٗ مُرَكَّبَةٌ وَّلَمْ أَجِدْ فِيهِ إِسْنَادًا صَحِيحًا، بَلْ ظَاهِرُ الصَّنْعَةِ وَلَهٗ مُعْجَمٌ فِي مُجَلَّدٍ

ادَّعٰى فِيهِ لُقِيَّ أُنَاسٍ لَّمْ يُدْرِكْهُمْ وَلَمْ يَرَهُمْ .

”یہ قلیل الضبط اور ضعیف تھا، اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے ابو طاہر سلفی کے ہاتھ کا لکھا ایک جز دیکھا، یہ من گھڑت جز اسی سے مروی تھا، اس میں کوئی صحیح سند نہیں تھی، بلکہ اس کا من گھڑت ہونا ظاہر ہے۔ اس نے معجم بھی لکھی، اس میں ان لوگوں سے ملاقات کا دعوی کرتا ہے، جن کا زمانہ پایا، نہ انہیں دیکھا۔“

(لسان المیزان لابن حجر : 326/8)

❀ اس روایت کے بارے میں علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مَوْضُوعٌ .

”من گھڑت ہے۔“

(الآثار المرفوعة، ص 78)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ حَدِيثٍ فِي ذِكْرِ صَوْمِ رَجَبَ وَصَلَاةِ بَعْضِ اللَّيَالِي فِيهِ فَهُوَ كِذْبٌ مُّفْتَرًى .

”رجب کے روزے اور اس کی بعض راتوں میں قیام کے متعلق بیان کردہ تمام روایات جھوٹ اور بہتان ہیں۔“

(المَنار المُنيف، ص 96)

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

كَذَا صَلَاةُ عَاشُورَاءَ وَصَلَاةُ الرَّغَائِبِ مُوْضُوعٌ بِالِاتِّفَاقِ وَكَذَا بَقِيَّةُ صَلَوَاتِ لَيَالِي رَجَبَ وَلَيْلَةِ السَّابِعِ وَالْعِشْرِينَ مِنْ رَّجَبَ .

”صلاۃ عاشوراء، صلاۃ الرغائب، ستائیس رجب اور اس کی باقی راتوں کی نمازیں بالاتفاق من گھڑت ہیں۔“

(الأسرار المرفوعة، ص 289)

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَرِدْ فِي رَجَبَ عَلَى الْخُصُوصِ سُنَّةٌ صَحِيحَةٌ وَّلَا حَسَنَةٌ وَّلَا ضَعِيْفَةٌ ضُعْفًا خَفِيفًا بَلْ جَمِيعُ مَا رُوِيَ فِيهِ عَلَى الْخُصُوصِ إِمَّا مَوْضُوعٌ مَّكْذُوبٌ أَوْ ضَعِيفٌ شِدِيدَ الضُّعْفِ .

”ماہِ رجب کے متعلق بطور خاص کوئی صحیح، حسن یا کم درجے کی ضعیف سند وارد نہیں، بلکہ اس بارے میں مروی تمام روایات یا تو من گھڑت اور جھوٹی ہیں یا شدید ضعیف۔“

(السَّيْل الجرّار : 143/2)

❁ علامہ ابن باز رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

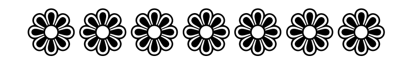
”رجب یا کسی بھی دوسرے مہینے میں شب ِمعراج کی تعیین کے متعلق صحیح احادیث میں کچھ بھی مذکور نہیں، اس رات کی تعیین میں تمام روایات محدثین کی تحقیق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، اس کا علم چھپا لینے میں اللہ تعالیٰ کی بلیغ حکمت ہے، بالفرض اس رات کی تعیین ثابت ہو جائے، تب بھی مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسے بعض عبادات کے لئے خاص کریں یا اس میں مختلف مجالس و محافل کا انعقاد کریں، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔“

(مَجموع فتاویٰ ومقالات متنوّعة :183/1)

۞ شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں:

"ستائیس رجب کی رات کے متعلق لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس رات معراج ہوئی، آپ اللہ تعالیٰ کی طرف گئے، تاریخی لحاظ سے یہ ثابت نہیں، لہٰذا جس چیز کا ثبوت نہ ہو وہ باطل ہے۔ باطل پر بنیاد باطل ہی ہوتی ہے، بالفرض رجب کی ستائیسویں شب کو شبِ معراج تسلیم کر لیں، پھر بھی ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم اس قسم کی عیدوں اور عبادات کا پرچار کریں، کیوں کہ یہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے۔"

(مَجموع فتاویٰ ورسائل : 297/2)



عقیدہ تناسخ

عقیدہ تناسخ بالاتفاق کفر ہے۔اس میں بعث اور آخرت کا انکار ہے۔

❁ علامہ ابوالمطرف قنازعی رحمہ اللہ (۴۱۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يَصِيرُ رُوحُ أَحَدٍ فِي غَيْرِ جَسَدِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ.

”اہل سنت کا اجماع ہے کہ کسی جسم سے روح نکلنے کے بعد دوبارہ کسی دوسرے جسم میں داخل نہیں ہوتی۔“

(شرح الموطأ، ص 305)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْأَرْوَاحَ تُنْقَلُ إِلٰى أَجْسَادٍ أُخَرَ فَهُوَ قَوْلُ أَصْحَابِ التَّنَاسُخِ، وَهُوَ كُفْرٌ عِنْدَ جَمِيعِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ.

”جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ روحیں (نکلنے کے بعد) دوسرے اجسام میں منتقل ہو جاتی ہیں، تو یہ عقیدۂ تناسخ رکھنے والوں کا نظریہ ہے، تمام مسلمانوں کے نزدیک یہ کفر ہے۔“

(المُحلّٰی بالآثار: 45/1)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰؤُلَاءِ لَا خِلَافَ فِي كُفْرِهِمْ.

”عقیدۂ تناسخ رکھنے والوں کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں۔“

(الصّارم المَسلول، ص 586)

۞ علامہ جرجانی رحمہ اللہ ”تناسخ“ کی تعریف میں فرماتے ہیں:

عِبَارَةٌ عَنْ تَعَلُّقِ الرُّوحِ بِالْبَدَنِ بَعْدَ الْمُفَارَقَةِ مِنْ بَدَنٍ آخَرَ، مِنْ غَيْرِ تَخَلُّلِ زَمَانٍ بَيْنَ التَّعَلُّقَيْنِ، لِلتَّعَشُّقِ الذَّاتِيِّ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ .

”تناسخ سے مراد ہے: روح کا (جسم سے) نکل جانے کے بعد ایک بدن سے دوسرے بدن کے ساتھ جڑ جانا، ان دونوں تعلقات میں کوئی وقت فاصلہ نہ ہو، کیونکہ روح اور جسم کے درمیان ذاتی مانوسیت ہوتی ہے۔“

(التّعریفات، ص 68)

۞ علامہ سمین حلبی رحمہ اللہ (۷۵۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّنَاسُخِيَّةُ قَوْمٌ يَزْعُمُونَ أَنْ لَّا بَعْثَ وَلَا نُشُورَ، بِنَاءً عَلٰى مَذْهَبِهِمُ الْفَاسِدِ، وَأَنَّ هٰذِهِ الْأَرْوَاحَ إِذَا خَرَجَتْ مِنْ جَسَدٍ حَلَّتْ فِي جَسَدٍ آخَرَ، بِحَسْبِ خَيْرِيَّتِهٖ وَشَرِّيَّتِهٖ؛ فَإِنْ كَانَ خَيْرًا حَلَّتْ فِي جَسَدٍ صَالِحٍ وَصُورَةٍ حَسَنَةٍ، وَإِلَّا فَفِي أَقْبَحِ صُورَةٍ، فَرُوحُ زَيْدٍ أَنْ تَحُلَّ فِي مِثْلِهٖ، أَوْ كَلْبٍ أَوْ ذُبَابَةٍ، أَوْ زُنْبُورٍ، وَكَذَا رُوحُ الزُّنْبُورِ، وَيَذْكُرُونَ عَلٰى ذٰلِكَ أَدِلَّةً بَاطِلَةً، وَحُجَجًا دَاحِضَةً، يُمَوِّهُونَ بِهَا عَلٰى ضَعْفِهِمْ، نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِمَّا خَالَفَ مَا جَاءَتْ بِهٖ أَصْحَابُ

الشَّرَائِعِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ .

”عقیدہ تناسخ کے قائلین اپنے فاسد عقیدے کی بنا پر کہتے ہیں کہ (مرنے کے بعد) دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، نیز کہتے ہیں کہ یہ روحیں جب ایک جسم سے نکلتی ہیں، تو اپنے اچھے یا برے ہونے کے اعتبار سے دوسرے جسم میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اگر روح اچھی ہو، تو اچھے جسم اور خوبصورت صورت میں داخل ہوتی ہے اور اگر بری ہو، تو بری صورت میں داخل ہوتی ہے۔ مثلاً زید کی روح (نکلنے کے بعد) اسی جیسے انسان، کتے، مکھی یا بھڑ میں داخل ہوتی ہے، اسی طرح بھڑ کی روح کا معاملہ ہے۔ عقیدہ تناسخ کے قائلین اپنے اس عقیدہ پر باطل دلائل پیش کرتے ہیں اور ان کے ذریعے اپنی کمزوری پر پردہ ڈالتے ہیں۔ ہم انبیائے کرام علیہم السلام کی شریعت کی مخالفت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔“

(عُمدة الحُفّاظ في تفسير أشرف الألفاظ : 170/4)

ہندوؤں وغیرہ کا اعتقاد ہے کہ جب انسان مرتا ہے، تو اس کی روح کسی دوسرے جسم میں منتقل ہو جاتی ہے۔

❀ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ (٦٨٥ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ عَقِيدَةُ أَكْثَرِ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ .

”یہ اکثر بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔“

(تفسير البيضاوي : 108/5)

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ

﴿فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ﴾ (البقرة : ٢٤٣)

”(اے نبی!) کیا آپ انہیں نہیں جانتے، جو اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں نکلے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا: مر جاؤ، پھر انہیں زندہ کر دیا۔“

❀ علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ (٣٧٠ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلٰى بُطْلَانِ قَوْلِ مَنْ أَنْكَرَ عَذَابَ الْقَبْرِ وَزَعَمَ أَنَّهٗ مِنَ الْقَوْلِ بِالتَّنَاسُخِ، لِأَنَّ اللّٰهَ أَخْبَرَ أَنَّهٗ أَمَاتَ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ ثُمَّ أَحْيَاهُمْ، فَكَذٰلِكَ يُحْيِيهِمْ فِي الْقَبْرِ وَيُعَذِّبُهُمْ إِذَا اسْتَحَقُّوا ذٰلِكَ.

”اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے، جو عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں اور اسے عقیدہ تناسخ میں سے خیال کرتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اللہ نے ان لوگوں کو مارا، پھر زندہ کر دیا، تو اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کو قبر میں زندہ کرتا ہے اور اگر وہ عذاب کا مستحق ہوں، تو انہیں عذاب دیتا ہے۔“

(أحکام القرآن: 547/1)

شہدا کی روحیں جنت میں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں، جو پرندے اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے لٹکی قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں۔ وہ روحیں کہتی ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں ہمارے جسموں میں لوٹا دے، تا کہ ہم دوبارہ تیری راہ میں قربان ہو جائیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالُوا : يَا رَبِّ، نُرِيدُ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِي أَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ

فِي سَبِيلِكَ مَرَّةً أُخْرىٰ .

''شہداء کہتے ہیں : ہمارے رب! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں دوبارہ ہمارے جسموں میں لوٹا دی جائیں تاکہ ہم (قتال کریں اور) ایک بار پھر تیری راہ میں شہید ہو جائیں۔''

(صحيح مسلم : 1887)

✿ اس روایت کے تحت علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ رَدٌّ عَلَى التَّنَاسُخِيَّةِ، وَأَنَّ أَجْوَافَ الطَّيْرِ لَيْسَتْ أَجْسَادًا لَّهَا، وَإِنَّمَا هِيَ مُوَدَّعَةٌ فِيهَا عَلٰى سَبِيلِ الْحِفْظِ وَالصِّيَانَةِ وَالْإِكْرَامِ .

''اس حدیث میں عقیدۂ تناسخ کے حاملین کا رد ہے، نیز یہ ذکر ہے کہ پرندوں کے پیٹ روحوں کے جسم نہیں ہیں، بلکہ ان میں روحیں صرف حفظ وصیانت اور اکرام وشرف کے لیے رکھی گئی ہیں۔''

(المُفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 719/3)

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ الْقَاضِي : وَقَدْ تَعَلَّقَ بِحَدِيثِنَا هٰذَا وَشِبْهِهٖ بَعْضُ الْمَلَاحِدَةِ الْقَائِلِينَ بِالتَّنَاسُخِ وَانْتِقَالِ الْأَرْوَاحِ وَتَنْعِيمِهَا فِي الصُّوَرِ الْحِسَانِ الْمُرَفَّهَةِ وَتَعْذِيبِهَا فِي الصُّوَرِ الْقَبِيحَةِ الْمُسَخَّرَةِ وَزَعَمُوا أَنَّ هٰذَا هُوَ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ وَهٰذَا ضَلَالٌ بَيِّنٌ وَإِبْطَالٌ لِمَا جَاءَ تْ بِهِ الشَّرَائِعُ مِنَ الْحَشْرِ وَالنَّشْرِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ .

”قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس اور اس جیسی دیگر احادیث سے بعض ملحدین دلیل لیتے ہیں، جو تناسخ کا عقیدہ رکھتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ روحیں (ایک جسم سے دوسرے میں) منتقل ہوتی ہیں، ان کو نعمتیں اس طرح ملتی ہیں کہ انہیں خوبصورت اور آسودہ حال صورت میں داخل کر دیا جاتا ہے اور عذاب کی صورت یہ ہے کہ انہیں قبیح اور بدحال صورت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہی روح کا ثواب اور سزا ہے۔ یہ واضح گمراہی اور تمام شریعتوں کا انکار ہے، جن میں حشر، دوبارہ زندہ کیے جانے، جنت اور جہنم کا اثبات ہے۔“

(شرح النّووي: 33/13، مرقاة المَفاتيح للملا علي القاري: 2465/6)

❁ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ يَعْلُقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يُرْجِعَهَا اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى إِلٰى جَسَدِهٖ يَوْمَ يَبْعَثُهٗ.

”مومن کی روح پرندے (کے پوٹ میں ہوتی) ہے، جو جنت کے درختوں میں رہتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے اس کے جسم میں لوٹا دے گا۔“

(مسند الإمام أحمد: 15786، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

”تناسخ ارواح کا عقیدہ شرعی تعلیمات اور اجماع امت کے مخالف ہے۔ یہ عقیدہ رکھنے والا قطعی طور پر کافر ہے، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کی امور آخرت اور اس کے تفصیلی احوال کے متعلق یقینی خبر کا انکار کیا ہے۔ جبکہ یہ عقیدہ کچھ بھی نہیں ہے، پس تناسخ اور اس کا عقیدہ (شرعاً) باطل ہیں اور عقلاً

محال ہیں۔"

(المُفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 718/3)

❀ **سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

أَمَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ أَوْ لَا يَخْشٰى أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ قَبْلَ الْإِمَامِ، أَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ رَأْسَهٗ رَأْسَ حِمَارٍ، أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُورَتَهٗ صُورَةَ حِمَارٍ .

"کیا آپ میں سے کسی کو اس بات سے ڈر نہیں لگتا کہ امام سے پہلے سر اٹھانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر سے یا اس کے چہرے کو گدھے کے چہرے سے تبدیل کر دے!!"

(صحيح البخاري : 691، صحيح مسلم : 427)

❀ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:**

قَالَ ابْنُ بَزِيزَةَ : اسْتَدَلَّ بِظَاهِرِهٖ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ عَلٰى جَوَازِ التَّنَاسُخِ قُلْتُ : وَهُوَ مَذْهَبٌ رَدِيءٌ مَبْنِيٌّ عَلٰى دَعَاوٰى بِغَيْرِ بُرْهَانٍ .

"علامہ ابن بزیزہ رحمہ اللہ کہتے ہیں : اس حدیث کے ظاہر سے کچھ بے عقل لوگوں نے عقیدہ تناسخ پر استدلال کیا ہے۔ میں کہتا ہوں : یہ ردی مذہب ہے، جو بے دلیل دعووں پر مبنی ہے۔"

(فتح الباري : 184/2)

بعض اعمال کی وجہ سے بعض لوگوں کا مسخ ممکن ہے، لیکن اس کا تناسخ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

قَالَتْ فِرْقَةٌ: مُسْتَقَرُّهَا بَعْدَ الْمَوْتِ أَبْدَانٌ أُخَرُ تُنَاسِبُ أَخْلَاقَهَا وَصِفَاتِهَا الَّتِي اكْتَسَبَتْهَا فِي حَالِ حَيَاتِهَا، فَتَصِيرُ كُلُّ رُوحٍ إِلٰى بَدَنِ حَيَوَانٍ يُشَاكِلُ تِلْكَ الرُّوحَ! وَهٰذَا قَوْلُ التَّنَاسُخِيَّةِ مُنْكِرِي الْمَعَادِ، وَهُوَ قَوْلٌ خَارِجٌ عَنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ كُلِّهِمْ.

''ایک گروہ کا عقیدہ ہے کہ موت کے بعد روحوں کا ٹھکانہ دوسرے بدن ہوتے ہیں، جو روحوں کے ان صفات اور عادات سے مناسبت رکھتے ہیں، جنہیں وہ اپنی زندگی میں کسب کرتی رہی ہیں، پھر ہر روح کسی ایسے حیوان کے بدن میں داخل ہو جاتی ہے، جو اس روح کے مناسب ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ تناسخ رکھنے والوں کا نظریہ ہے، یہ قیامت کے منکر ہیں، یہ عقیدہ تمام مسلمانوں کے (عقائد کے) منافی ہے۔''

(شرح العقیدۃ الطّحاویۃ، ص 402)

شبہات کا ازالہ:

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ﴾ (الأعراف: ٤٠)

''بلاشبہ جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور ان سے تکبر کیا، ان کے

لیے آسمان کی دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ کبھی بھی جنت میں داخل نہ ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے داخل ہو جائے، ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔''

❀ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

الْقَائِلُونَ بِالتَّنَاسُخِ احْتَجُّوا بِهٰذِهِ الْآيَةِ فَقَالُوا : إِنَّ الْأَرْوَاحَ الَّتِي كَانَتْ فِي أَجْسَادِ الْبَشَرِ لَمَّا عَصَتْ وَأَذْنَبَتْ فَإِنَّهَا بَعْدَ مَوْتِ الْأَبْدَانِ تُرَدُّ مِنْ بَدَنٍ إِلٰى بَدَنٍ وَلَا تَزَالُ تَبْقٰى فِي التَّعْذِيبِ حَتّٰى أَنَّهَا تَنْتَقِلُ مِنْ بَدَنِ الْجَمَلِ إِلٰى بَدَنِ الدُّودَةِ الَّتِي تَنْفُذُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ فَحِينَئِذٍ تَصِيرُ مُطَهَّرَةً عَنْ تِلْكَ الذُّنُوبِ وَالْمَعَاصِي وَحِينَئِذٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَتَصِلُ إِلَى السَّعَادَةِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْقَوْلَ بِالتَّنَاسُخِ بَاطِلٌ وَهٰذَا الِاسْتِدْلَالُ ضَعِيفٌ .

''تناسخ کے قائلین اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں: انسانوں کے اجسام میں موجود وہ روحیں، جو نافرمانی اور گناہ کرتی رہیں، مرنے کے بعد انہیں ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل کر دیا جاتا ہے، وہ لگاتار یہی عذاب جھیلتی رہتی ہیں، یہاں تک کہ انہیں اونٹ کے جسم سے کیڑے کے جسم میں منتقل کر دیا جاتا ہے، وہ کیڑا سوئی کے ناکہ سے گزر جائے گا، تب یہ روح گناہوں اور نافرمانی سے پاک ہو جائے گی، پھر جنت میں داخل ہو جائے گی اور سعادت حاصل کر لے گی۔ یاد رہے کہ عقیدہ تناسخ باطل ہے اور یہ استدلال

بودا ہے۔“

(تفسير الرّازي : 241/14)

② اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ﴾

(الشّوریٰ : ٣٠)

”تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے اور بہت سے گناہوں سے اللہ درگزر کر دیتا ہے۔“

❁ علامہ سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

تَعَلَّقَ بِهٰذِهِ الْآيَة بَعْضُ مَنْ يَقُولُ بِالتَّنَاسُخِ، وَقَالَ : إِنَّا نَرَى الْبَلَاءَ يُصِيبُ الْأَطْفَالَ وَلَمْ يَكُنْ مِنْهُم ذَنْبٌ، فَدَلَّ أَنَّهٗ سَبَقَ مِنْهُمْ ذُنُوبٌ مِنْ قَبْلُ وَعُوقِبُوا بِهَا .

”عقیدہ تناسخ کے ایک قائل نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بچوں پر مصائب آتی ہیں، جبکہ ان کا تو کوئی گناہ بھی نہیں ہوتا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان بچوں کے اس سے پہلے کے کچھ گناہ موجود ہیں، جن پر انہیں سزا دی جا رہی ہے۔“

(تفسير السّمعاني : 78/5)

ہر مصیبت اور پریشانی گناہوں کی وجہ سے نہیں ہوتی، انبیائے کرام اور صلحا پر جو مصائب آئی ہیں، وہ گناہوں کے سبب نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں درجات کی معراج پر پہنچانا چاہتا ہے کہ جسے اعمال سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

یہی معاملہ بچوں کا ہے۔ بچوں پر آنے والی مصائب والدین کے لیے تکلیف دہ ہوتی ہیں، جن پر صبر اُن کے لیے گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا موجب ہے۔

❁ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ نَظَرَ إِلٰى طُرُقِ أَهْلِ الْبِدَعِ فِي الْاِسْتِدْلَالِ؛ عَرَفَ أَنَّهَا لَا تَنْضَبِطُ؛ لِأَنَّهَا سَيَّالَةٌ لَا تَقِفُ عِنْدَ حَدٍّ، وَعَلٰى كُلِّ وَجْهٍ يَصِحُّ لِكُلِّ زَائِغٍ وَكَافِرٍ أَنْ يَسْتَدِلَّ عَلٰى زَيْغِهٖ وَكُفْرِهٖ حَتّٰى يَنْسِبَ النِّحْلَةَ الَّتِي الْتَزَمَهَا إِلَى الشَّرِيعَةِ، فَقَدْ رَأَيْنَا وَسَمِعْنَا عَنْ بَعْضِ الْكُفَّارِ أَنَّهُ اسْتَدَلَّ عَلٰى كُفْرِهٖ بِآيَاتِ الْقُرْآنِ، كَمَا اسْتَدَلَّ بَعْضُ النَّصَارٰى عَلٰى تَشْرِيكِ عِيسٰى بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿وَكَلِمَتُهٗ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ﴾ (النّساء: ۱۷۱) وَاسْتَدَلَّ عَلٰى أَنَّ الْكُفَّارَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ بِإِطْلَاقِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارٰى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (البقرة: ٦٢)، الْآيَةَ، وَاسْتَدَلَّ بَعْضُ الْيَهُودِ عَلٰى تَفْضِيلِهِمْ عَلَيْنَا بِقَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ: ﴿اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ (البقرة: ٤٢) وَبَعْضُ الْحُلُولِيَّةِ اسْتَدَلَّ عَلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي﴾ (الحجر: ٢٩) وَالتَّنَاسُخِيُّ اسْتَدَلَّ بِقَوْلِهٖ: ﴿فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ﴾ (الانفطار: ٨) وَكَذٰلِكَ

كُلُّ مَنِ اتَّبَعَ الْمُتَشَابِهَاتِ، أَوْ حَرَّفَ الْمَنَاطَاتِ، أَوْ حَمَّلَ الْآيَاتِ مَا لَا تَحْمِلُهُ عِنْدَ السَّلَفِ الصَّالِحِ، أَوْ تَمَسَّكَ بِالْأَحَادِيثِ الْوَاهِيَةِ، أَوْ أَخَذَ الْأَدِلَّةَ بِبَادِي الرَّأْيِ، لَهُ أَنْ يَسْتَدِلَّ عَلٰى كُلِّ فِعْلٍ أَوْ قَوْلٍ أَوِ اعْتِقَادٍ وَافَقَ غَرَضَهُ بِآيَةٍ أَوْ حَدِيثٍ لَا يَفُوزُ بِذٰلِكَ أَصْلًا .

''جو اہل بدعت کے طریقہ استدلال کو بغور دیکھے، وہ جان جائے گا کہ ان کا کوئی قانون ضابطہ نہیں ہے، کیونکہ یہ سیلاب کی طرح بہتے جاتے ہیں اور کسی کنارے پر رکنے کا نام نہیں لیتے۔ یوں ہر گمراہ اور کافر کے لیے بھی درست ہے کہ وہ اپنی گمراہی اور کفر پر استدلال کرے اور اپنی اختیار کردہ رائے کو شریعت کی طرف منسوب کر دے۔ ہم نے بعض کفار کو دیکھا اور سنا ہے، وہ اپنے کفر پر قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہیں، مثلاً بعض عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت میں شریک ہونے پر اس فرمان باری تعالیٰ سے استدلال کرتے ہیں: ﴿وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ﴾ (النّساء : ١٧١) ''عیسیٰ اللہ کا کلمہ ہیں، جو اس نے مریم کی طرف القا کیا اور اس کی طرف سے روح ہیں۔'' نیز یہ کہ کفار بھی جنت میں جائیں گے، اس پر اس فرمان باری تعالیٰ سے استدلال کیا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارٰى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ......﴾ (البقرة : ٦٢) ''بے شک جو مومن ہوں، یہودی ہوں، عیسائی ہوں یا صابی ہوں، جو بھی اللہ اور روز آخرت پر ایمان لایا......'' یہودی خود کو ہم امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام سے

افضل سمجھتے ہیں، اس پر بطور دلیل یہ فرمان الٰہی پیش کرتے ہیں: ﴿اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ (البقرة : ٤٢) ''میری اس نعمت کو یاد کرو، جو میں نے تم پر کی اور میں نے تم کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔'' عقیدہ حلول کا عقیدہ رکھنے والے بعض اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: ﴿وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي﴾ (الحجر : ٢٩) ''میں نے اس (آدم) میں اپنی روح پھونکی۔'' تناسخ ارواح کا عقیدہ رکھنے والا اس فرمان سے استدلال کرتا ہے: ﴿فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ﴾ (الانفطار : ٨) ''جس صورت میں اس نے چاہا، تجھے جوڑ دیا۔'' اسی طرح ہر وہ شخص، جو خواہشات کا اتباع کرتا ہے یا احکامات کی علتوں کو بدل دیتا ہے یا آیات پر وہ معانی ومطالب چڑھا دیتا ہے، جو معانی ومفاہیم سلف صالحین کے ہاں ان آیات سے مراد نہیں یا ضعیف احادیث سے دلیل پکڑتا ہے یا کمزور فہم سے دلائل اخذ کرتا ہے۔ ان میں سے ہر شخص اپنے من پسند فعل، قول یا عقیدے پر آیت یا حدیث سے استدلال کرتا ہے، ایسا کرنے سے وہ قطعاً سرخرو نہیں ہوگا۔'' (الاعتصام: 363/1)

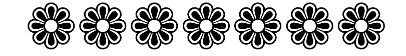
لمحہ فکریہ:

پوری انسانیت کے نام یہ پیغام ہے کہ اللہ رب العالمین پر ایمان لے آئیں، یہ دنیا کی زندگی بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔ ہم نے اپنے کیے کا اللہ کے سامنے جواب دینا ہے۔ جنت میں جانے کے لیے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے، ورنہ جہنم ٹھکانا ہوگا۔ جس

کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ سخت ہے، جو وجود کو ہمیشہ جلاتی رہے گی۔ اگر اتنی ہمت ہے،تو خیر، ورنہ ایمان ضروری ہے۔

شریعت کے معارض ومتصادم عقائد واعمال چھوڑ دیں، اپنے آپ کو اسلام کے سپرد کر دیں، اسلام ہمارا محسن ہے اور فطری دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عقل اس لیے دی ہے کہ اس کے پیغمبروں پر ایمان لایا جائے، اس کی وحی کی پیروی کی جائے، نہ کہ اس لیے کہ اس عقل نارسا سے شریعت کا رد کیا جائے۔ اگر عقل ہی اصل ہے، تو انبیائے کرام علیہم السلام کو کیوں مبعوث کیا گیا؟ عقل سلیم وہ ہے، جو وحی کے سامنے جھک جاتی ہے، عقل سقیم وہ ہے، جو وحی سے معارضہ کرتی ہے۔ انسان کا دنیا میں آنے کا مقصد اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہے، وہ عبادت اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ طریقہ کے مطابق کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ طریقہ وہ ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہم تک پہنچا۔ وہ قرآن وحدیث میں ثابت ہے۔

قرآن وحدیث میں عافیت ہے، یہی حق ہے، اس کے علاوہ باطل ہے۔



برزخ کیا ہے؟

وفات سے لے کر بعث تک کے درمیانی عرصہ کو برزخ کہتے ہیں۔ یہ آخرت کا حصہ ہے۔اس کے معاملات کا وحی کے بغیر عقل سے ادراک کرنا محال ہے۔ یہ آخرت کی منزل ہے۔حیات برزخیہ ہرایک کو حاصل ہوتی ہے،اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ برزخی زندگی کو دنیاوی زندگی پر قیاس کرنا درست نہیں۔حیات برزخیہ پر موت کا لفظ محض دنیاوی اعتبار سے بولا جاتا ہے،ورنہ یہ بھی ایک الگ زندگی ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ﴾(البقرة : ١٥٤)

”اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو مردہ مت کہو، وہ یقیناً زندہ ہیں، مگر تم (ان کی زندگی کو) سمجھ نہیں سکتے۔“

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾(آل عمران : ١٦٩)

”اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو مردہ مت خیال کریں، وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں۔“

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کفار کے خلاف قتال کیا اور بعض نے جام شہادت نوش کیا، تو منافقین کہنے لگے کہ یہ تو مر مرا گئے ہیں، ان کا نام ونشان مٹ گیا ہے، لہولہان جسموں کے ساتھ دفن کر دیے گئے ہیں، کٹے اعضا کے ساتھ موت سے دوچار ہو چکے ہیں، انہوں نے اپنی زندگی گنوادی، وغیرہ۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی تردید میں فرمایا کہ یہ مت سمجھو کہ موت آنے سے وہ مٹ گئے ہیں، ہرگز نہیں، اگرچہ ان کی دنیوی زندگی ختم ہو چکی ہے، مگر انہیں موت کے بعد ایسی زندگی نصیب ہوئی ہے، جو دنیا کی زندگی سے کہیں بہتر ہے، وہ نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، لہٰذا انہیں مردہ مت سمجھو، وہ تو تم سے بہتر زندگی جی رہے ہے اور وہ زندگی برزخی ہے۔

شہداء کا بطور خاص ذکر کا مقصد ایک تو شہداء کے اعزاز کو بیان کرنا ہے، دوسرا منافقین کی تردید کرنا ہے، تیسرا یہ کہ جہاد کا انجام زندگی ہے، نہ کہ موت۔

میت کا قبر میں راحت پانا یا عذاب کی مختلف صورتوں سے دوچار ہونا، نیک میت کا یہ کہنا کہ مجھے جلدی لے چلیں اور فاسق وفاجر کا یہ کہنا کہ ہائے وائے، مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ جہاں جہاں قرآن وحدیث نے میت کے لیے سننے کا ثبوت دیا ہے، جیسے قلیب بدر کا واقعہ، مردے کا دفن کے بعد قدموں کی چاپ سننا، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدنا ابراہیم اور سیدنا موسیٰ علیہما السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھنا، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کی رات تمام انبیا علیہم السلام کی بیت المقدس میں امامت کروانا، اس کے بعد بعض انبیا سے آسمانوں پر ملاقات کرنا، میت کا قبر میں بٹھایا جانا، اس سے سوال وجواب ہونا، قبر کا تنگ ہو جانا، وغیرہ۔ یہ غیبی امور ہیں جو کہ قرآن وحدیث کی نصوص پر موقوف ہیں، فقط ان پر ایمان لانا ہے۔

❁ مفسر قرآن، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ أَصْلٌ كَبِيرٌ فِي اسْتِدْلَالِ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلٰى عَذَابِ الْبَرْزَخِ فِي الْقُبُورِ، وَهِيَ قَوْلُهٗ: ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾

”قبر میں برزخی عذاب کے اثبات پر یہ آیت اہل سنت کی عظیم دلیل ہے: ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ ”وہ صبح وشام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔“

(تفسير ابن كثير : 146/6)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ حَيَاةَ الْبَرْزَخِ لَيْسَتْ حَيَاةً تَامَّةً مُسْتَقِلَّةً كَحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَالْحَيَاةِ الْآخِرَةِ بَعْدَ الْبَعْثِ، وَإِنَّمَا فِيهَا نَوْعُ اتِّصَالِ الرُّوحِ فِي الْبَدَنِ بِحَيْثُ يَحْصُلُ بِذٰلِكَ شُعُورُ الْبَدَنِ وَإِحْسَاسٌ بِالنَّعِيمِ وَالْعَذَابِ وَغَيْرِهِمَا، وَلَيْسَتْ هِيَ حَيَاةً تَامَّةً حَتّٰى يَكُونَ انْفِصَالُ الرُّوحِ بِهٖ مَوْتًا تَامًّا، وَإِنَّمَا هُوَ شَبِيهٌ بِانْفِصَالِ رُوحِ النَّائِمِ عَنْهُ، وَرُجُوعِهَا إِلَيْهِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُسَمّٰى مَوْتًا وَّحَيَاةً.

”برزخ کی زندگی ایسی مکمل اور مستقل زندگی نہیں، جیسے دنیا کی زندگی ہے اور مرنے کے بعد آخرت میں جی اٹھنے کی زندگی ہے، بلکہ یہ روح اور بدن کا ایسا تعلق ہے کہ جس سے بدن میں شعور آ جاتا ہے اور نعمتوں یا عذاب وغیرہ کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ کوئی مکمل زندگی نہیں کہ جس میں روح کے جدا

ہونے کو مکمل موت کہا جائے، یہ تو اسی طرح ہے، جیسے سوئے ہوئے شخص سے روح جدا ہوتی ہے اور پھر واپس لوٹ آتی ہے، کیونکہ اس پر بھی موت اور زندگی کا لفظ بولا گیا ہے۔''

(تفسیر ابن رجب : 101/2)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''ابن حزم رحمہ اللہ وغیرہ کا یہ نظریہ کہ قبر میں صرف روح کو سوال ہو گا، درست نہیں۔ ان کا نظریہ تو اور بھی برا ہے، جو کہتے ہیں کہ عذاب صرف جسم کو ہو گا، روح کو نہیں۔ احادیث صحیحہ سے دونوں نظریات کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ عذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہو گا، جزا وسزا روح کو الگ سے بھی ملے گی اور جب بدن کے ساتھ ہو گی تب بھی۔ یاد رکھئے! کہ عذاب قبر ہی عذاب برزخ ہے، ہر مستحق عذاب مرنے کے بعد اپنی سزا پا لے گا، اسے قبر میں دفنایا جائے یا نہ دفنایا جائے، درندوں کی خوراک بن جائے، جل جائے، مٹی بن جائے، ہوا میں بکھر جائے یا پانیوں میں غرق ہو جائے، اس کی روح اور بدن کو وہ عذاب پہنچتا رہے گا جو قبر میں ہونا تھا، نبی کریم ﷺ کی حدیث پر بلا کمی بیشی ایمان لے آئیے، آپ کی حدیث میں بے وجہ احتمالات نہ پیدا کیجئے، اس کے ہدایت پر مبنی مفہوم میں جھول نہ لائیے، اللہ ہی جانتا ہے کہ ان لوگوں کی تعداد کیا ہے، جو حدیث نبوی ﷺ کے ساتھ اس طرح کا رویہ اپنا کر جادہ حق سے بھٹک گئے، یاد رکھئے! الٹا فہم ہی ہر بدعت وضلالت کی ماں ہے، یہ ہر خطا کی اصل اصول ہے، گو کہ برا ارادہ بھی ان برائیوں کا موجب

ہے۔حاصل کلام یہ ہے کہ جہان تین ہیں، دنیا، جہانِ برزخ اور جہانِ قرار، اللہ تعالیٰ نے ہر جہان کے احکام بنائے ہیں، جو اس کے ساتھ خاص ہیں، انسان بدن وروح کا مرکب ہے، تو احکام دنیا، بدن وروح پر لاگو ہوں گے، احکام برزخ بھی بدن وروح پر لاگو ہیں، جب حشر کا دن ہوگا، تو عذاب وثواب بدن اور روح دونوں پر ہوگا، آپ جان چکے ہیں کہ قبر کا باغیچہ جنت ہونا یا پاتال جہنم ہونا عقل کے عین موافق ہے، حق ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں، اسی سے مومن وغیر مومن کی تمیز ہوتی ہے، لازما جان لیجئے! کہ قبر کی جزاء وسزاء دنیا کی جزاء وسزاء سے الگ ہیں، ممکن ہے کہ اللہ قبر کی مٹی اور پتھروں ہی کو مرنے والے کے لئے اتنا گرم کر دے کہ وہ انگارے سے زیادہ تکلیف دہ ہو، جب کہ زندہ اسے ہاتھ لگائیں، تو انہیں محسوس بھی نہ ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ساتھ لیٹے دو شخص ایک نار جہنم میں ہو دوسرا باغ جنت میں۔ اس کو پڑوس سے جہنم کی آگ نہ لپیٹے، جہنم والے کو پڑوسی کی جنت سے مس نہ ہو، اللہ کی قدرت اس سے بھی بلند اور بالا ہے، لیکن مصیبت ہے کہ انسان ان چیزوں کا انکاری ہو جاتا ہے جو اس کی عقل میں سما نہ پائیں، حالانکہ اللہ نے ہمیں اس دنیا میں ہی ایسے عجائب دکھا رکھے ہیں جو عذاب قبر سے بھی زیادہ تعجب خیز ہیں، جب اللہ چاہتا ہے، اپنے بندوں پر بعض چیزیں ظاہر کر دیتا ہے، اگر اللہ ہر بندے پر یہ چیزیں ظاہر کر دے، تو مکلّف بنانے اور ایمان بالغیب کی حکمت باقی نہ رہتی، لوگ مردوں کو دفنانا چھوڑ دیتے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ آپ مردوں کو دفنانا چھوڑ دو گے، تو

میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ آپ کو قبر میں عذاب دیئے جانے والوں کی آواز سنا دیتا۔“

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 400-401)

۞ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : عَذَابُ الْقَبْرِ هُوَ عَذَابُ الْبَرْزَخِ أُضِيفَ إِلَى الْقَبْرِ لِأَنَّهُ الْغَالِبُ وَإِلَّا فَكُلُّ مَيِّتٍ وَّإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَعْذِيبَهٗ نَالَهٗ مَا أَرَادَ بِهٖ قُبِرَ أَوْ لَمْ يَقْبُرْ وَلَوْ صُلِبَ أَوْ غَرِقَ فِي الْبَحْرِ أَوْ أَكَلَتْهُ الدَّوَابُّ أَوْ حُرِّقَ حَتّٰى صَارَ رَمَادًا أَوْ ذُرِّيَ فِي الرِّيحِ وَمَحَلُّهُ الرُّوحُ وَالْبَدَنُ جَمِيعًا بِاتِّفَاقِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَكَذَا الْقَوْلُ فِي النَّعِيمِ .

”علما کہتے ہیں کہ عذاب قبر ہی عذاب برزخ ہے۔اس کی نسبت قبر کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ یہ اکثر قبر ہی میں ہوتا ہے۔میت قبر میں ہو یا نہ ہو،غرق ہو جائے، درندے کھالیں،جل کر راکھ ہو جائے یا ہوا میں اڑا دیا جائے، جب اللہ چاہے گا، اسے عذاب دے گا۔عذاب روح اور بدن دونوں کو دیا جائے گا۔اس پر اہل سنت کا اجماع ہے،یہی معاملہ نعمتوں کا ہے۔“

(شرح الصُّدور بشرح حال المَوتٰی، ص81)

فائدہ:

۞ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

”یہ حدیث دلالت کناں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت بیداری میں موسیٰ علیہ السلام

کو حقیقی طور پر دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ تھے اور نماز پڑھ رہے تھے۔ قبر میں وہی نماز پڑھ رہے تھے، جو اپنی (دنیاوی) زندگی میں پڑھتے تھے۔ یہ سب کچھ ممکن ہے، اس میں سے کچھ محال نہیں ہے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ شہدا زندہ ہوتے ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں۔ کئی شہدا تو قبروں میں کئی سالوں تک صحیح سلامت پائے گئے ہیں، ان کے بدن میں کوئی تغیر نہیں آیا، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ جب شہدا کے ساتھ ایسا ہو سکتا ہے، تو انبیائے کرام کے حق میں تو بالاولیٰ ایسا ہے۔ اگر کوئی اعتراض اٹھائے کہ قبر میں نماز کیوں، اب تو وہ مکلّف نہیں رہے؟ تو جواب ہے کہ یہ نماز حکم تکلیف کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ تو ان کے اکرام اور شرف کی بدولت ہے کہ انہیں دنیاوی زندگی میں اللہ کی عبادت سے بڑا لگاؤ تھا، دنیا میں نماز کو لازم کیا، تو موت کے بعد بھی اسی حالت پر رہے اور اللہ نے ان کی عزت افزائی اس طرح کی کہ ان کے لیے وہ عمل باقی رکھا، جنہیں وہ (دنیا میں) پسند کرتے تھے اور جو ان کا اوڑھنا بچھونا تھے۔ اس طرح ان کی عبادت فرشتوں کی طرح الہامی ہے، نہ کہ تکلیفی۔''

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 192/6)

دو زندگیاں:

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾

''(کفار) کہیں گے: ہمارے رب! تو نے ہمیں دو زندگیاں اور دو موتیں دیں۔''

❁ اس آیت کی تفسیر بالقرآن یہ ہے:

﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾(البقرة : 28)

''تم اللہ کے ساتھ کفر کیسے کر سکتے ہو، جبکہ (اس سے پہلے) تم مردہ تھے، اس نے تمہیں زندہ کیا، پھر مارے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

❀ **علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:**

كَانُوا أَمْوَاتًا وَّهُمْ نُطُفٌ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ وَفِي أَرْحَامِ أُمَّهَاتِهِمْ ثُمَّ أَحْيَاهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ ثُمَّ أَمَاتَهُمْ ثُمَّ يُحْيِيهِمْ يَوْمَ النُّشُورِ.

''وہ اپنے باپ کی پیٹھ اور ماں کے رحم میں نطفہ کی صورت میں مردہ تھے، اس کے بعد اللہ نے انہیں زندہ کیا، پھر انہیں موت دی، پھر روز قیامت انہیں زندہ کرے گا۔''

(كتاب الرّوح، ص 35، شرح العقيدة الطّحاوية لابن أبي العز، ص 396)

❀ **نیز فرماتے ہیں:**

أَمَّا اسْتِدْلَالُهٗ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿قَالُوا رَبَّنَا أَمِتْنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾، فَلَا يَنْفِي ثُبُوتُ هٰذِهِ الْإِعَادَةِ الْعَارِضَةِ لِلرُّوحِ فِي الْجَسَدِ كَمَا أَنَّ قَتِيلَ بَنِي إِسْرَائِيلَ الَّذِي أَحْيَاهُ اللّٰهُ بَعْدَ قَتْلِهٖ ثُمَّ أَمَاتَهٗ، لَمْ تَكُنْ تِلْكَ الْحَيَاةُ الْعَارِضَةُ لَهٗ لِلْمَسْئَلَةِ مُعْتَدًّا بِهَا فَإِنَّهٗ يَحْيٰى لَحْظَةً ...... قَوْلُهٗ : ثُمَّ تُعَادُ رُوحُهٗ فِي جَسَدِهٖ، لَا يَدُلُّ عَلٰى حَيَاةٍ مُّسْتَقِرَّةٍ وَّإِنَّمَا يَدُلُّ عَلٰى إِعَادَةٍ لَّهَا إِلَى الْبَدَنِ

وَتَعلُّقٍ بِهٖ وَالرُّوحُ لَمْ تَزَلْ مُتعلِّقَةٌ بِبَدَنِها وَإِنْ بَلٰى وَتمزَّقَ.

”رہا آیت مبارکہ: ﴿قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾

”(کفار) کہیں گے: ہمارے رب! تو نے ہمیں دو زندگیاں اور دو موتیں دیں۔“

سے استدلال، تو اس سے یہ نفی نہیں ہوتی کہ روح وقتی طور پر بدن میں نہیں لوٹ سکتی، جیسا کہ بنی اسرائیل کے ایک مقتول کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کیا تھا، پھر اسے موت دے دی، اس شخص کو جو (قاتل کا نام) پوچھنے کے لیے وقتی طور پر زندگی دی گئی، اس کو (مستقل زندگی پر) دلیل نہیں بنایا جاتا، کیونکہ وہ شخص ایک لمحہ کے لیے زندہ ہوا تھا۔......فرمان نبوی: ”پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔“ یہ مستقل زندگی پر دلیل نہیں، بلکہ یہ تو روح کا بدن میں لوٹنے اور اس سے تعلق قائم ہونے پر دلیل ہے، بدن چاہے کتنا بھی بوسیدہ ہو جائے اور گل سڑ جائے، روح کا اس کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔“

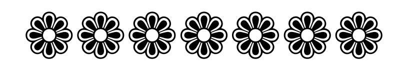
(کتاب الرّوح، ص 43)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مِمَّا يَنْبَغِي أَنْ يُعْلَمَ أَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ هُوَ عَذَابُ الْبَرْزَخِ فَكُلُّ مَنْ مَاتَ وَهُوَ مُسْتَحِقٌّ لِلْعَذَابِ نَالَهٗ نَصِيبَهٗ مِنْهُ قُبِرَ أَوْ لَمْ يُقْبَرْ فَلَوْ أَكَلَتْهُ السِّبَاعُ أَوْ أُحْرِقَ حَتّٰى صَارَ رَمَادًا وَنُسِفَ فِي الْهَوَاءِ أَوْ صُلِبَ أَوْ غَرِقَ فِي الْبَحْرِ وَصَلَ إِلٰى رُوحِهٖ وَبَدَنِهٖ مِنَ الْعَذَابِ مَا يَصِلُ إِلَى الْقُبُورِ.

''یہ جاننا ضروری ہے کہ عذاب قبر ہی عذاب برزخ ہے، ہر مرنے والا، جو عذاب قبر کا مستحق ہے، اسے اپنے حصے کا عذاب مل جائے گا، خواہ اسے قبر ملے یا نہ ملے، اگر اسے درندے کھا جائیں، یا وہ جل کر راکھ بن جائے اور ہوا میں اڑا دیا جائے، یا وہ سولی پر لٹکا رہ جائے، یا وہ سمندر میں ڈوب جائے، تو اس کی روح اور بدن کو وہ عذاب پہنچ جائے گا، جو قبروں میں پہنچتا ہے۔''

(کتاب الرّوح، ص 58)



شق قمر

شق قمر حق ہے، یہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے۔ قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا مَا عَدَا الْقُرْآنَ مِنْ نَبْعِ الْمَاءِ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهٖ وَتَكْثِيرِ الطَّعَامِ وَانْشِقَاقِ الْقَمَرِ وَنُطْقِ الْجَمَادِ فَمِنْهُ مَا وَقَعَ التَّحَدِّي بِهٖ وَمِنْهُ مَا وَقَعَ دَالًّا عَلٰى صِدْقِهٖ مِنْ غَيْرِ سَبْقِ تَحَدٍّ وَمَجْمُوعُ ذٰلِكَ يُفِيدُ الْقَطْعَ بِأَنَّهٗ ظَهَرَ عَلٰى يَدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَوَارِقِ الْعَادَاتِ شَيْءٌ كَثِيرٌ.

''جو معجزات قرآن کریم کے علاوہ ہیں، مثلاً نبی کریم ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونا، کھانے کا بڑھ جانا، شق قمر اور جمادات کا بولنا، ان میں بعض چیلنج کے طور ظاہر ہوئے ہیں اور بعض نبی کریم ﷺ کی نبوت کی صداقت پر بطور دلیل ظاہر ہوئے ہیں، یعنی یہ چیلنج کے جواب میں ظاہر نہیں ہوئے۔ ان کا مجموعہ اس بات کا قطعی فائدہ دیتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں بہت سے خارق عادت اُمور ظاہر ہوئے ہیں۔''

(فتح الباري: 582/6)

❁ علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُنْكِرُهُ إِلَّا مُعَانِدٌ .

”اس کا انکار کوئی معاند ہی کرسکتا ہے۔“

(التّوضيح : 323/23)

❁ امام اللغہ، علامہ زجاج رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَنْكَرَهَا بَعْضُ الْمُبْتَدِعَةِ الْمُضَاهِينَ الْمُخَالِفِي الْمِلَّةِ وَذٰلِكَ لِمَا أَعْمَى اللّٰهُ قَلْبَهُ وَلَا إِنْكَارَ لِلْعَقْلِ فِيهَا لِأَنَّ الْقَمَرَ مَخْلُوقٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى يَفْعَلُ فِيهِ مَا يَشَاءُ .

”بعض اہل بدعت مخالفین ملت نے اس کا انکار کیا ہے، یہ انکار انہوں نے اس لئے کیا ہے کہ اللہ نے ان کا دل اندھا کر دیا ہے اور عقل اس کا انکار نہیں کرسکتی، کیونکہ چاند اللہ کی مخلوق ہے، وہ اس کے ساتھ جو چاہتا ہے، کرسکتا ہے۔“

(شرح النَّوَوِي : 143/17)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

دَلَائِلُ النُّبُوَّةِ كَثِيرَةٌ وَالْأَخْبَارُ بِظُهُورِ الْمُعْجِزَاتِ نَاطِقَةٌ، وَهِيَ وَإِنْ كَانَتْ فِي آحَادِ أَعْيَانِهَا غَيْرَ مُتَوَاتِرَةٍ فَفِي جِنْسِهَا مُتَوَاتِرَةٌ مُتَظَاهِرَةٌ مِّنْ طَرِيقِ الْمَعْنٰى؛ لِأَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِّنْهَا مُشَاكِلٌ لِصَاحِبِهٖ فِي أَنَّهُ أَمْرٌ مُّزْعِجٌ لِّلْخَوَاطِرِ نَاقِضٌ لِلْعَادَاتِ، وَهٰذَا أَحَدُ وُجُوهِ التَّوَاتُرِ الَّذِي يَثْبُتُ بِهَا الْحُجَّةُ وَيَنْقَطِعُ بِهَا الْعُذْرُ .

”دلائل نبوت بہت زیادہ ہیں، احادیث نے بول بول معجزات کا ثبوت فراہم کیا ہے، اگر چہ یہ بیان کے اعتبار سے احاد ہیں، غیر متواتر ہیں، لیکن معنی کے اعتبار سے یہ تواتر کی جنس سے ہیں، کیونکہ یہ خارق عادت اور عقل کو حیران کر دیتے ہیں اور بیان کرنے والے کے حافظہ میں سما جاتے ہیں اور یہ تواتر کی ایک وجہ ہے، جس سے حجت ثابت ہوتی ہے اور عذر ختم ہوتا ہے۔“

(الاعتقاد : 255)

❁ علامہ سفارینی رحمہ اللہ (۱۱۸۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْاِنْشِقَاقُ الْوَاقِعُ لِلْقَمَرِ مِنْ خَصَائِصِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي اخْتُصَّ بِهَا عَنْ سَائِرِ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ فَلَمْ يَشْرَكْهُ فِي ذٰلِكَ غَيْرُهٗ وَلَمْ يَقَعْ لِأَحَدٍ سِوَاهُ وَهُوَ مِنْ أُمَّهَاتِ مُعْجِزَاتِهِ الَّتِي لَا يَكَادُ يَعْدِلُهَا بَعْدَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ، وَلَا يَعْدِلُهَا آيَةٌ مِّنْ آيَاتِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لِظُهُورِ ذٰلِكَ فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ خَارِجًا عَنْ جُمْلَةِ طِبَاعِ مَا فِي هٰذَا الْعَالَمِ الْمُرَكَّبِ مِنَ الطَّبَائِعِ، فَهُوَ آيَةٌ وَّمُعْجِزَةٌ جَسِيمَةٌ وَلِهٰذَا قَرَنَهَا بِمُعْجِزَةِ الْقُرْآنِ وَاقْتَصَرَ عَلَيْهِمَا مِنَ الْمُعْجِزَاتِ، لِأَنَّ فِيهِمَا كِفَايَةً عَمَّا سِوَاهُمَا وَإِلَّا فَمُعْجِزَاتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُحْصٰى وَدَلَائِلُ نُبُوَّتِهٖ لَا تُسْتَقْصٰى.

”چاند کا شق ہونا رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں سے ہے، اس معجزے میں

کوئی نبی آپ کا شریک نہیں، یہ تمام معجزات میں سے بڑا معجزہ ہے، سوائے آیات قرآنیہ کے، اس معجزے جیسا کوئی معجزہ موجود نہیں۔ حتی کہ انبیا کے معجزے بھی اس کے برابر نہیں، کیونکہ یہ معجزہ آسمانوں میں ظہور پذیر ہوا، اس عالم دنیوی سے الگ رونما ہوا، یہ ایک نشانی بھی ہے اور جسمانی معجزہ بھی، اسی باعث اس کو قرآنی معجزات کے ساتھ ملایا گیا ہے اور انہی دو معجزات (کو بیان کرنے) پر اقتصار کیا گیا، کیونکہ یہ دیگر تمام معجزات سے کافی ہو جاتے ہیں، اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات اور نبوت کے دلائل کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔''

(لوامع الأنوار البهيّة : 293/2)

❁ علامہ طیبی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْإِمَامُ فَخْرُ الدِّينِ الرَّازِيُّ : إِنَّمَا ذَهَبَ الْمُنْكِرُ إِلٰى مَا ذَهَبَ؛ لِأَنَّ الْاِنْشِقَاقَ أَمْرٌ هَائِلٌ، وَلَوْ وَقَعَ لَعَمَّ وَجْهَ الْأَرْضِ وَبَلَغَ مَبْلَغَ التَّوَاتُرِ .

وَالْجَوَابُ : أَنَّ الْمُوَافِقَ قَدْ نَقَلَهٗ وَبَلَغَ مَبْلَغَ التَّوَاتُرِ، وَأَمَّا الْمُخَالِفُ فَرُبَّمَا ذَهَلَ أَوْ حَسِبَ أَنَّهٗ نَحْوَ الْخُسُوفِ، وَالْقُرْآنُ أَوْلٰى دَلِيلٍ وَأَقْوٰى شَاهِدٍ، وَإِمْكَانُهٗ لَا شَكَّ فِيهِ، وَقَدْ أَخْبَرَ عَنْهُ الصَّادِقُ، فَيَجِبُ اعْتِقَادُ وُقُوعِهٖ .

''امام فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ منکرین نے اس کا انکار کیا ہے، سو کیا ہے، کیونکہ شق قمر ایک حیران کن واقع ہے، اگر اس کا وقوع ہوا ہوتا، تو ساری دھرتی

پر نظر آتا اور اس کے متعلق متواتر خبریں دی جاتیں۔

جواب یہ ہے کہ جس نے اس کی حقیقت کو مانا اس نے اس واقعہ کو نقل کیا اور یہ نقل حد تواتر تک پہنچ گئی اور اس کی مخالفت کرنے والا یا تو اس سے غافل رہا یا پھر اس نے اسے چاند گرہن جیسا سمجھا۔ جبکہ قرآن سب سے بڑی اور قوی دلیل ہے۔ شق قمر کے امکان میں کوئی شک نہیں، اس کی خبر صادق (نبی ﷺ) نے دی ہے، لہٰذا اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔''

(شرح المِشكاة : 3731/12)

اجماع:

❁ امام اللغہ، ابو اسحاق زجاج رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ، وَرُوِينَا عَنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الْمَوْثُوقِ بِهِمْ، أَنَّ الْقَمَرَ انْشَقَّ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے اور ثقہ اہل علم کا بیان ہے کہ چاند رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دو ٹکڑے ہوا تھا۔''

(مَعاني القرآن وإعرابه : 81/5)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ وَأَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى وُقُوعِهٖ.

''اہل سنت مفسرین کا ''شق قمر'' کے وقوع پر اجماع ہے۔''

(الشِّفا بتعريف حُقوق المُصطفٰى :543/1)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا أَمْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ أَيِ انْشِقَاقُ الْقَمَرِ قَدْ وَقَعَ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهٗ كَانَ إِحْدَى الْمُعْجِزَاتِ الْبَاهِرَاتِ.

''چاند کا دوٹکڑے ہونا اہل علم کے نزدیک اتفاقی واجماعی مسئلہ ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس کا ظہور ہوا اور یہ آپ کا واضح معجزہ ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 472/7)

❁ **نیز فرماتے ہیں:**

قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى وُقُوعِ ذٰلِكَ فِي زَمَنِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَجَاءَ تْ بِذٰلِكَ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ مَنْ طُرُقٍ مُتَعَدِّدَةٍ تُفِيدُ الْقَطْعَ عِنْدَ مَنْ أَحَاطَ بِهَا وَنَظَرَ فِيهَا.

''مسلمان اجماع کر چکے ہیں کہ یہ واقع عہد نبوی میں رونما ہوا ہے، اس سلسلے میں متواتر احادیث ذکر ہوئی ہیں اور ان کی سندیں متعدد ہیں، سندوں کا احاطہ اور ان میں نظر کرنے والوں کے نزدیک یہ قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں۔''

(البِداية والنّهاية : 293/4، 558/8)

قرآنی نص:

❁ **اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:**

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ، وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُّعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ، وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَ هُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقِرٌّ، وَلَقَدْ جَاءَ هُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ، حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا

تُغْنِ النُّذُرُ﴾(القمر : ٥-١)

''قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اگر وہ کوئی نشانی (معجزہ) دیکھتے ہیں، تو اس سے اعراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ پہلے جیسا جادو ہی ہے۔ انہوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ ہر کام وقت مقررہ پر ہوگا۔ تحقیق انہیں ڈانٹ ڈپٹ اور کامل حکمت پر مبنی خبریں دی جا چکی ہیں، لیکن یہ ڈراؤنی خبریں ان کے لیے مفید ثابت نہ ہوئیں۔''

آیت کی تفسیر:

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ : الدُّخَانُ، وَالْقَمَرُ، وَالرُّومُ، وَالْبَطْشَةُ، وَاللِّزَامُ : ﴿فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا﴾(الفرقان : ٧٧)

''(قیامت کی) پانچ نشانیاں گزر چکی ہیں، ① دھواں، ② چاند (کا دوٹکڑے ہونا)، ③ روم (کا مغلوب ہونا)، ④ (اللہ تعالیٰ کی) پکڑ (جو بدر والے دن ہوئی)، ⑤ سخت سزا، (جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے): ''عنقریب وہ چمٹ جائے گی۔''

(صحيح البخاري : 4767، صحيح مسلم : 2798)

❁ ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

نَزَلْنَا الْمَدَائِنَ، فَكُنَّا مِنْهَا عَلٰى فَرْسَخٍ، فَجَاءَ تِ الْجُمُعَةُ، فَحَضَرَ أَبِي، وَحَضَرْتُ مَعَهٗ، فَخَطَبَنَا حُذَيْفَةُ، فَقَالَ : أَلَا إِنَّ

اللّٰهَ يَقُولُ : ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾(القمر :1) أَلَا وَإِنَّ السَّاعَةَ قَدِ اقْتَرَبَتْ، أَلَا وَإِنَّ الْقَمَرَ قَدِ انْشَقَّ، أَلَا وَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ آذَنَتْ بِفِرَاقٍ، أَلَا وَإِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارُ، وَغَدًا السِّبَاقُ، فَقُلْتُ لِأَبِي : أَتَسْتَبِقُ النَّاسُ غَدًا؟ فَقَالَ : يَا بُنَيَّ إِنَّكَ لَجَاهِلٌ، إِنَّمَا هُوَ السِّبَاقُ بِالْأَعْمَالِ، ثُمَّ جَاءَ تِ الْجُمُعَةُ الْأُخْرٰى، فَحَضَرْنَا، فَخَطَبَ حُذَيْفَةُ، فَقَالَ : أَلَا إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُولُ : ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾، أَلَا وَإِنَّ السَّاعَةَ قَدِ اقْتَرَبَتْ، أَلَا وَإِنَّ الْقَمَرَ قَدِ انْشَقَّ، أَلَا وَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ آذَنَتْ بِفِرَاقٍ، أَلَا وَإِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارُ وَغَدًا السِّبَاقُ، أَلَا وَإِنَّ الْغَايَةَ النَّارُ، وَالسَّابِقُ مَنْ سَبَقَ إِلَى الْجَنَّةِ .

’’ہم مدائن گئے، مدائن ابھی ایک فرسخ پر تھا کہ جمعہ کا وقت ہو گیا۔ میں اپنے والد کے ساتھ جمعہ میں حاضر ہوا۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، فرمایا: خبردار! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ’’قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔‘‘(القمر :۱) خبردار! بلاشبہ قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند پھٹ گیا ہے۔ خبردار دنیا ختم ہونے والی ہے، خبردار آج تیاری کا دن ہے اور کل دوڑ کا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا: کیا کل لوگوں کی دوڑ کا مقابلہ ہے؟ تو میرے والد نے کہا: بیٹا، آپ کو علم نہیں، یہاں اعمال میں مقابلہ کی بات ہے۔ پھر اگلا جمعہ آیا، تو ہم جمعہ میں حاضر ہوئے، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ہی خطبہ دیا: خبردار! بے شک اللہ تبارک

وتعالیٰ نے فرمایا: ''قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔'' خبردار! بلاشبہ قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند پھٹ گیا ہے۔ خبردار دنیا ختم ہونے والی ہے، خبردار آج تیاری کا دن ہے اور کل دوڑ کا۔ خبردار! (برائی کا) انجام جہنم ہے۔ اور (کل کی دوڑ) وہی جیتے گا جو جنت میں داخل ہو گیا۔''

(تفسير الطّبري: 86/27، حِلية الأولياء لأبي نُعَيم: 1/280-281، وسندهٗ حسنٌ)

متواتر احادیث:

شق قمر کے بارے میں احادیث متواتر ہیں۔

① علامہ ابوالمعالی ابن الزملکانی رحمہ اللہ (۷۲۷ھ) فرماتے ہیں:

صَحَّتِ الْأَحَادِيثُ وَتَوَاتَرَتْ بِانْشِقَاقِ الْقَمَرِ .

''شق قمر کی احادیث متواتر اور صحیح ہیں۔''

(البِداية والنّهاية: 9/365)

② شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اِنْشِقَاقُ الْقَمَرِ قَدْ عَايَنُوهُ وَشَاهَدُوهُ وَتَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ .

''چاند کو دو ٹکڑے ہوتا لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا، اس کا مشاہدہ کیا۔ اس بارے متواتر روایات موجود ہیں۔''

(الجواب الصّحيح لِمَنْ بَدَّلَ دِينَ الْمَسِيح: 1/414)

③ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ: ﴿وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ قَدْ كَانَ هٰذَا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمَا ثَبَتَ ذٰلِكَ فِي الْأَحَادِيثِ الْمُتَوَاتِرَةِ

بِالْأَسَانِيدِ الصَّحِيحَةِ...... .

”شق قمر رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہو چکا ہے، جیسا کہ یہ بات متواتر احادیث سے بسند صحیح ثابت ہو چکی ہے۔“

(تفسير ابن كثير : 472/7)

④ **حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) نے بھی متواتر قرار دیا ہے۔**

(التّوضيح لشرح صحيح البخاري : 221/20)

⑤ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:**

إِنَّ حَنِينَ الْجِذْعِ وَانْشِقَاقَ الْقَمَرِ نُقِلَ كُلٌّ مِّنْهُمَا نَقْلًا مُسْتَفِيضًا يُفِيدُ الْقَطْعَ عِنْدَ مَنْ يَطَّلِعُ عَلٰى طُرُقِ ذٰلِكَ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ دُونَ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ لَا مُمَارَسَةَ لَهٗ فِي ذٰلِكَ .

”منبر کے رونے اور چاند کے دو ٹکڑے ہونے کی احادیث متواتر منقول ہوئی ہیں اور یہ ائمہ حدیث کے نزدیک قطعی ہیں، البتہ جن کا علم حدیث سے مس نہیں، ان کی بات نہیں ہو رہی۔“

(فتح الباري : 592/6)

⑥ **علامہ سفارینی رحمہ اللہ (۱۱۸۸ھ) فرماتے ہیں:**

قَدْ ثَبَتَ انْشِقَاقُ الْقَمَرِ بِنَصِّ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ، وَبِالسُّنَّةِ الصَّحِيحَةِ الصَّرِيحَةِ عَنِ الرَّسُولِ الْكَرِيمِ، وَقَدْ بَلَغَتِ الْأَحَادِيثُ بِذٰلِكَ مَبْلَغَ التَّوَاتُرِ وَأَجْمَعَ عَلٰى ذٰلِكَ أَهْلُ الْحَقِّ .

”شق قمر قرآنی نص اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح صریح سنت سے ثابت ہے، اس

بارے میں احادیث تواتر کی حد تک پہنچتی ہیں اور اہل حق کا اس پر اجماع ہے۔‘‘

(لوامع الأنوار البهيّة : 293/2)

⑦ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ فِي الْاِنْشِقَاقِ كَثِيرَةٌ، وَاخْتُلِفَ فِي تَوَاتُرِهٖ فَقِيلَ : هُوَ غَيْرُ مُتَوَاتِرٍ، وَفِي شَرْحِ الْمَوَاقِفِ الشَّرِيفِيِّ أَنَّهٗ مُتَوَاتِرٌ وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ الْعَلَّامَةُ ابْنُ السُّبْكِيِّ، قَالَ فِي شَرْحِهٖ لِمُخْتَصَرِ ابْنِ الْحَاجِبِ : اَلصَّحِيحُ عِنْدِي أَنَّ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ مُتَوَاتِرٌ مَّنْصُوصٌ عَلَيْهِ فِي الْقُرْآنِ مَرْوِيٌّ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا مِنْ طُرُقٍ شَتّٰى بِحَيْثُ لَا يُمْتَرٰى فِي تَوَاتُرِهٖ.

’’شق قمر کے متعلق بہت ساری صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں، ان کے متواتر ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے، ایک قول کے مطابق یہ حدیث متواتر نہیں ہیں۔شریفی کی شرح المواقف میں لکھا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے، اسی بات کو علامہ سبکی رحمہ اللہ نے اپنی شرح مختصر ابن حاجب میں اختیار کیا ہے، فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک درست بات یہ ہے کہ شق قمر متواتر ثابت ہے، اس پر قرآنی نص موجود ہے، صحیحین اور دیگر کتب میں مختلف سندوں سے روایت موجود ہے۔اس کے متواتر ہونے میں تو شک ہی نہیں ہے۔‘‘

(روح المَعاني : 74/14)

احادیث ملاحظہ ہوں؛

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ الْقَمَرَ انْشَقَّ عَلٰى زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاند دوٹکڑے ہوا۔''

(صحيح البخاري : 3870، صحيح مسلم : 2803)

② سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِنْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَارَ فِرْقَتَيْنِ فَقَالَ لَنَا : اشْهَدُوا اشْهَدُوا .

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، تو چاند دوٹکڑے ہوگیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے ہم سے کہا: گواہ ہو جاؤ، گواہ ہو جاؤ۔''

(صحيح البخاري : 4865، صحيح مسلم : 2800)

صحیح بخاری (3869) میں اس کی ایک اور سند بھی ہے۔

③ یہی روایت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی بیان ہوئی ہے۔

(صحيح مسلم :2801)

④ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ .

''اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ انہیں کوئی نشانی دکھائیں، تو آپ نے ان کو چاند دوٹکڑے کر دکھایا۔''

(صحيح البخاري : 3637، صحيح مسلم : 2802)

⑤ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِنْشَقَّ الْقَمَرُ، وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ چاند دوٹکڑے ہوگیا۔''

(المعجم الكبير للطبراني : 1560 ، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن حبان (6497) اور امام حاکم رحمہما اللہ (472/2) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

فائدہ:

أَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ مَرَّتَيْنِ .

''نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو چاند دوٹکڑے ہوتا دکھایا۔''

(صحیح مسلم : 2802)

اس حدیث میں مَرَّتَيْنِ کا لفظ فِرْقَتَيْنِ (دوحصوں) کے معنی میں ہے۔

❀ **علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:**

هٰذَا أَمْرٌ مَّعْلُومٌ قَطْعًا أَنَّهٗ إِنَّمَا انْشَقَّ الْقَمَرُ مَرَّةً وَاحِدَةً، وَالْفَرْقُ مَعْلُومٌ بَيْنَ مَا يَكُونُ مَرَّتَيْنِ فِي الزَّمَانِ، وَبَيْنَ مَا يَكُونُ مِثْلَيْنِ وَجُزْأَيْنِ وَمَرَّتَيْنِ فِي الْمُضَاعَفَةِ .

''یہ تو سبھی کو معلوم ہے کہ چاند ایک ہی دفعہ دوٹکڑے ہوا، یہ فرق تو واضح ہے کہ ''مرتین'' جب زمان میں ہو، تو الگ معنی ہوتا ہے، لیکن یہاں دو اجزا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔''

(زاد المَعاد : 224/5)

تنبیہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب چاند دوٹکڑے ہوا، تو رسول اللہ ﷺ کی گود میں آ گرا۔ یہ بات ہرگز ثابت نہیں۔

۞ **حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:**

مَا يَذْكُرُهُ بَعْضُ الْقُصَّاصِ مِنْ أَنَّ الْقَمَرَ سَقَطَ إِلَى الْأَرْضِ، حَتّٰى دَخَلَ فِي كُمِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَخَرَجَ مِنَ الْكُمِّ الْآخَرِ، فَلَا أَصْلَ لَهٗ، وَهُوَ كَذِبٌ مُفْتَرًى، لَيْسَ بِصَحِيحٍ، وَالْقَمَرُ حِينَ انْشَقَّ لَمْ يُزَايِلِ السَّمَاءَ، غَيْرَ أَنَّهٗ حِينَ أَشَارَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْشَقَّ عَنْ إِشَارَتِهٖ، فَصَارَ فِرْقَتَيْنِ .

”بعض قصہ گو بیان کرتے ہیں کہ چاند زمین کی طرف آیا اور نبی ﷺ کی گود میں آ گیا، ایک آستین میں داخل ہوکر دوسری سے نکل گیا۔ اس بات کی کوئی اصل نہیں، یہ من گھڑت ہے، ثابت نہیں۔ چاند جب دوٹکڑے ہوا، تو آسمان پر ہی رہا، البتہ جب آپ ﷺ نے اشارہ کیا، تو وہ دوٹکڑے ہوگیا۔“

(البداية والنّهاية : 303/4)

۞ **حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:**

بَاطِلٌ، لَا أَصْلَ لَهٗ .

”(یہ روایت کہ چاند دوٹکڑے ہوکر زمین پر اتر آیا) باطل اور بے اصل ہے۔“

(التّوضيح : 323/23)

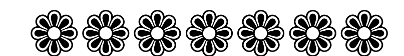
تنبیہ:

مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب (۱۳۹۱ھ) سورت قمر (۱) کے تحت لکھتے ہیں:

''علامہ احمد ضریونی نے شرح عقیدہ بردہ میں فرمایا کہ ابوجہل نے اپنے یمنی دوست حبیب یمنی کو بلایا، تا کہ وہ مکہ والوں کو اسلام سے روکنے میں اس کی مدد کرے، حبیب مکہ معظّمہ آیا، تو ابوجہل نے حضور کی بہت شکایتیں کیں، اس نے کہا کہ اچھا، میں ان سے بھی مل کر دریافت کرلوں، حضور کی خدمت میں قاصد بھیجا کہ میں یمن سے آیا ہوں، فلاں جگہ سرداران قریش کے ساتھ بیٹھا ہوں، آپ سے ملنا چاہتا ہوں، یہ رات کا وقت ہے، چودھویں شب تھی۔ حضور تشریف لے گئے، حبیب نے حضور سے دریافت کیا کہ آپ کیا دعوت دیتے ہیں، حضور نے فرمایا: اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کی۔ حبیب بولا کہ آپ کے پاس معجزہ کیا ہے؟ فرمایا: جو تو چاہے۔ حبیب نے کہا کہ میں دو معجزے چاہتا ہوں، ایک یہ کہ آپ چاند چیر دیں، دوسرا مطالبہ پھر عرض کروں گا۔ حضور نے فرمایا کہ اچھا، صفا پہاڑ پر چل۔ حبیب مع تمام سراداران قریش کے، حضور کے ساتھ صفا پر گئے، حضور نے چاند کی طرف انگلی سے اشارہ کیا، چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ان ٹکڑوں میں اتنا فاصلہ ہو گیا کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس طرف، دوسرا اُس طرف، بہت دیر کے بعد خوب دیکھ کر پھر جو اشارہ کیا، تو دونوں ٹکڑے مل گئے۔ حضور نے پوچھا: حبیب دوسرا مطالبہ کرو، وہ بولا کہ حضور! خود معلوم کرلیں کہ میرے دل میں کیا ہے؟ تب سرکار نے فرمایا کہ تیری ایک لڑکی ہے، لنگڑی لولی، اندھی بہری جوان ہو چکی ہے، تو چاہتا ہے کہ یا تو

اسے شفا ہو جائے، یا مر جائے۔ جا اُسے شفا ہو گئی اور تو یہاں کلمہ پڑھ لے۔
حبیب اور بہت سے لوگ ایمان لے آئے، ابوجہل نے کہا: یہ سب جادو ہے۔''
(تفسیر نور العرفان، ص844)

یہ واقعہ بے ثبوت ہے۔



شفاعت

لغت میں شفاعت واسطے، وسیلے اور طلب کو کہتے ہیں اور شرعا کسی کے توسط سے فائدہ کے حصول اور ضرر و نقصان سے بچاؤ کو کہتے ہیں۔

ائمہ اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ شفاعت برحق ہے، قرآن مجید نے کئی شفاعتوں کا اثبات کیا ہے، اس بارے میں احادیث متواترہ بیان ہوئیں ہیں۔ خارجی، معتزلہ، مرجئہ اور شیعہ روز محشر شفاعت کے منکر ہیں۔ خوارج کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ابدی جہنمی ہے، شفاعت سے اسے خلاصی نہیں مل سکتی۔ یاد رہے کہ جو شفاعت کا منکر ہے، وہ گمراہ اور ظالم ہے، نصوصِ شرعیہ اور اجماع امت کا سخت مخالف ہے۔ ہمارے نبی ﷺ اول شافع (سب سے پہلے شفاعت کرنے والے) اور اول مشفع (جن کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی) ہیں۔ آپ ﷺ کے متعلق کئی طرح کی شفاعت ہوگی۔

① شفاعت کبریٰ: یہ وہ مقام محمود ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرما رکھا ہے، کہ جب لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے، محشر برپا ہو جائے گا، لوگ حساب و کتاب کے لیے بے تاب ہوں گے، اس شدت کے عالم میں لوگ انبیا کے پاس شفاعت کی غرض سے جائیں گے، وہ معذرت کر لیں گے، بالآخر خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس جائیں گے۔ آپ ﷺ دربارِ الٰہی میں سربسجود ہو جائیں گے اور اللہ رب العزت کی تحمید و ستائش بیان کریں گے، آپ کو شفاعت کا اذن عطا ہو جائے گا، آپ کی شفاعت سے لوگوں کو غم و کرب اور مصیبت و تکلیف سے نجات مل جائے گی۔ یہ شفاعت نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

② بعض لوگ جہنم کی طرف روانہ ہوں گے، نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے واپس بلا لیے جائیں گے۔

③ ایک گروہ جہنم کے دروازے تک پہنچ جائے گا، اسے آپ ﷺ کی شفاعت سے جہنم سے آزادی کا پروانہ مل جائے گا۔

④ بعض لوگ جہنم رسید ہو جائیں گے، آپ ﷺ کی شفاعت سے انہیں نکالا جائے گا۔

⑤ اہل جنت پل صراط پار کر کے جنت کے دروازے تک پہنچ جائیں، تو جنت کا دروازہ بند ہوگا، آپ ﷺ کی شفاعت سے جنتی دروازہ کھولا جائے گا۔

⑥ رسول اللہ ﷺ اہل جنت کے لیے درجات کی بلندی کی سفارش کریں گے، جیسا کہ دنیا میں آپ ﷺ نے اہل ایمان کے لیے درجات کی بلندی کی دعا کی۔

⑦ نبی کریم ﷺ پر احسانات کی بدولت آپ کی سفارش سے آپ کے چچا ابو طالب کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی، انہیں آگ کا جوتا پہنایا جائے گا، جس سے ان کا دماغ ہنڈیا کی طرح کھولے گا۔ اہل جہنم میں سے سب سے کم درجے کا عذاب آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کو ہوگا۔

دیگر کفار کے حق میں سفارش نہیں ہوگی۔ شفاعت وہی کرے گا، جسے اللہ رب العزت اذن دیں گے۔ جس کے لیے اذن ہوگا، اسی کے لیے شفاعت ہوگی۔ انبیائے کرام، مقرب فرشتے، مومنین اور صالحین کی شفاعت برحق ہے۔ شفاعت دراصل شافع اور مشفوع کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعزاز واکرام ہے۔ یہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کی کمال سلطنت و بادشاہت پر دلیل ہے۔ جس دن کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی بات نہیں کر پائے گا، اللہ تعالیٰ

شفاعت کا اذن دیں گے، تو شفاعت کر سکے گا۔ افسوس صد افسوس! بعض لوگ بزرگوں کی قبروں پر جا جا کر دعائیں کرتے ہیں، اس لیے استغاثہ اور استمداد و استعانت کرتے ہیں کہ وہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہوں گے۔ قرآن کریم نے ان کے اس نظریہ کی تردید کر دی ہے کہ وہ روز قیامت ان کے دشمن ہوں گے، ان سے برأت کا اعلان کریں گے۔

قرآن کریم میں شفاعت کی دو قسمیں بیان ہوئی ہیں، جن میں سے ایک کی کفار اور مشرکین کے حق میں نفی کر دی گئی ہے اور دوسری کا مومنوں اور اہل اخلاص کے حق میں اثبات کیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم گناہگاروں کو اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے مشرف فرمائے، آمین یارب العالمین!

شفاعت کا ثبوت قرآن کریم، متواتر احادیث اور اجماع امت سے ملتا ہے۔

❀ امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (۳۲۴ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ شِفَاعَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِهٖ، وَعَلٰى أَنَّهٗ يُخْرِجُ مِنَ النَّارِ قَوْمًا مِّنْ أُمَّتِهٖ بَعْدَ مَا صَارُوا حُمَمًا، فَيُطْرَحُونَ فِي نَهْرِ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُونَ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت امت کے اہل کبائر کی کے لیے ہے، نیز اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی امت کے ایک گروہ کو جہنم سے نکلوائیں گے، جو (جل کر) کوئلہ ہو چکے ہوں گے، انہیں نہرِ حیات میں ڈالا جائے گا، تو ایسے اُگیں گے، جیسے سیلاب کے کنارے دانا اُگ آتا ہے۔''

(رسالة إلى أهل الثغر، ص 97)

۞ امام ابوبکر محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

بَابُ وجُوبِ الْإِيمَانِ بِالشَّفَاعَةِ: اِعْلَمُوا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ، أَنَّ الْمُنْكِرَ لِلشَّفَاعَةِ يَزْعُمُ أَنَّ مَنْ دَخَلَ النَّارَ فَلَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا، وَهٰذَا مَذْهَبُ الْمُعْتَزِلَةِ يُكَذِّبُونَ بِهَا، وَبِأَشْيَاءَ سَنَذْكُرُهَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، مِمَّا لَهَا أَصْلٌ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَسُنَنِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسُنَنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ، وَقَوْلِ فُقَهَاءِ الْمُسْلِمِينَ فَالْمُعْتَزِلَةُ يُخَالِفُونَ هٰذَا كُلَّهٗ، لَا يَلْتَفِتُونَ إِلٰى سُنَنِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا إِلٰى سُنَنِ أَصْحَابِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَإِنَّمَا يُعَارِضُونَ بِمُتَشَابِهِ الْقُرْآنِ، وَبِمَا أَرَاهُمُ الْعَقْلُ عِنْدَهُمْ، وَلَيْسَ هٰذَا طَرِيقُ الْمُسْلِمِينَ وَإِنَّمَا هٰذَا طَرِيقُ مَنْ قَدْ زَاغَ عَنْ طَرِيقِ الْحَقِّ وَقَدْ لَعِبَ بِهِ الشَّيْطَانُ، وَقَدْ حَذَّرَنَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِمَّنْ هٰذِهٖ صِفَتُهٗ، وَحَذَّرَنَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَذَّرَنَاهُمْ أَئِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ قَدِيمًا وَّحَدِيثًا.

”شفاعت پر ایمان کے وجوب کا بیان: اللہ آپ پر رحم کرے! جان لیجئے کہ شفاعت کے منکرین یہ خیال کرتے ہیں کہ جو ایک بار جہنم میں داخل ہو گیا، وہ باہر نہیں نکل سکتا۔ یہ معتزلہ کا مذہب ہے، جو شفاعت اور اس جیسے کئی بنیادی امور کا انکار کرتے ہیں، جن کی اصل کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، طریقۂ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام اور فقہائے کرام کے اقوال میں موجود ہے۔ معتزلہ ان سب کی مخالفت کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن اور صحابہ کرام کی سنت کی طرف توجہ نہیں دیتے، بلکہ متشابہ آیات اور اپنی عقل کے ذریعے معارضہ کرتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے، بلکہ یہ ان لوگوں کا وطیرہ ہے، جو راہِ حق سے بیگانہ ہو چکے ہیں اور شیطان کا کھلونا بن چکے ہیں۔ ایسوں سے ہمیں اللہ تعالیٰ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قدیم وجدید ائمہ نے خبردار کیا ہے۔''

(كتاب الشّريعة : 1198/3)

❁ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ (۲۶۴ھ) اور امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ (۲۷۷ھ) نے اہل سنت کا متفقہ عقیدہ یوں بیان کیا ہے:

أَدْرَكْنَا الْعُلَمَاءَ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ حِجَازًا وَّعِرَاقًا وَّشَامًّا وَّيَمَنًا فَكَانَ مِنْ مَذْهَبِهِمْ : ...... وَالشَّفَاعَةُ حَقٌّ .

''ہم نے حجاز، عراق، شام اور یمن کے تمام علاقے کے اہل علم کو دیکھا، ان کا مذہب تھا کہ......شفاعت برحق ہے۔''

(أصول مذهب أهل السنة)

❁ علامہ ابوحفص عمر بن علی نعمانی دمشقی رحمہ اللہ (۷۷۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأُمَّةُ مُجْتَمِعَةٌ عَلٰى أَنَّ الشَّفَاعَةَ فِي حَقِّ الْكُفَّارِ غَيْرُ جَائِزَةٍ .

''اُمت کا اجماع ہے کہ کفار کے حق میں شفاعت جائز نہیں ہوگی۔''

(اللُّباب في عُلوم الكتاب :395/11)

شفاعت کے حوالے سے احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں، دیکھئے:

(قَطْف الأزهار المُتناثرة للسّيوطي، ص 313، لَقْط اللآلي المُتناثرة للزّبيدي، ص 75-78، نَظْم المُتناثر للكَتاني، ص 223)

① **امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ (۲۸۷ھ) فرماتے ہیں:**

اَلْأَخْبَارُ الَّتِي رَوَيْنَا عَنْ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الشَّفَاعَةِ، وَتَشْفِيعِهٖ إِيَّاهُ فِيمَا يَشْفَعُ فِيهِ، أَخْبَارٌ ثَابِتَةٌ مُوجِبَةٌ بِعِلْمِ حَقِيقَةِ مَا حَوَتْ عَلٰى مَا اقْتَصَصْنَا، وَالصَّادُّ عَنِ الْأَخْبَارِ الْمُوجِبَةِ لِلْعِلْمِ الْمُتَوَاتِرَةِ كَافِرٌ .

''ہم نے احادیث نبوی بیان کی ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو شفاعت کی فضیلت سے بہرہ ور فرمایا ہے، نبی کریم ﷺ کو جس بارے شفاعت کا حق حاصل ہو گا، اس بارے اللہ سے شفاعت کریں گے۔ یہ احادیث ثابت ہیں اور علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔ متواتر اور علم یقینی کا فائدہ دینے والی احادیث کا منکر کافر ہوتا ہے۔''

(كتاب السّنّة : 385/2)

② **امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) نے بھی شفاعت سے متعلق احادیث کو ''متواترہ ثابتہ'' قرار دیا ہے۔**

(كتاب التوحيد : 832/2، 874/2)

③ **علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:**

صَحَّتْ بِذٰلِكَ الْأَخْبَارُ الْمُتَوَاتِرَةُ الْمُتَنَاصِرَةُ بِنَقْلِ الْكَوَافِ لَهَا .

''شفاعت کے متعلق صحیح متواتر احادیث ہیں، نیز ہر دور کے اہل علم کا ان

احادیث کونقل کرنا بھی ان کی تائید کرتا ہے۔‘‘

(الفِصل في المِلَل والأهواء والنِّحل : 53/4)

④ **حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:**

اَلْآثَارُ فِي هٰذَا كَثِيرَةٌ مُتَوَاتِرَةٌ وَالْجَمَاعَةُ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلَى التَّصْدِيقِ بِهَا وَلَا يُنْكِرُهَا إِلَّا أَهْلُ الْبِدَعِ .

’’شفاعت کے ثبوت پر کئی متواتر احادیث ہیں، اہل سنت اس کی تصدیق کرتے ہیں اوراس کا انکار صرف اہل بدعت ہی کرتے ہیں۔‘‘

(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد : 69/19)

⑤ **علامہ ابوالمظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:**

الْأَخْبَارُ فِي الشَّفَاعَةِ كَثِيرَةٌ، وَأَوَّلُ مَنْ أَنْكَرَهَا عَمْرُو بْنُ عُبَيْدٍ، وَهُوَ ضَالٌّ مُبْتَدِعٌ بِإِجْمَاعِ أَهْلِ السُّنَّةِ .

’’شفاعت کے بارے میں بہت ساری احادیث ہیں، سب سے پہلے شفاعت کا انکار عمرو بن عبید نے کیا، جس کے گمراہ اور بدعتی ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔‘‘

(تفسير السّمعاني : 270/3)

⑥ **قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:**

مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ جَوَازُ الشَّفَاعَةِ عَقْلًا وَّوُجُوبُهَا بِصَرِيحِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ﴾ ﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾، وَأَمْثَالُهَا، وَبِخَبَرِ الصَّادِقِ

سَمْعًا، وَقَدْ جَاءَ تِ الْآثَارُ الَّتِي بَلَغَتْ بِمَجْمُوعِهَا التَّوَاتُرَ بِصِحَّتِهَا فِي الْآخِرَةِ لِمُذْنِبِي الْمُؤْمِنِينَ، وَأَجْمَعَ السَّلَفُ الصَّالِحُ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلَيْهَا، وَمَنَعَتِ الْخَوَارِجُ وَبَعْضُ الْمُعْتَزِلَةُ مِنْهَا، وَتَأَوَّلَتِ الْأَحَادِيثَ الْوَارِدَةَ فِيهَا وَاعْتَصَمُوا بِمَذَاهِبِهِمْ فِي تَخْلِيدِ الْمُذْنِبِينَ فِي النَّارِ وَاحْتَجُّوا بِقَوْلِهٖ : ﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ وَبِقَوْلِهٖ : ﴿مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَّلَا شَفِيعٍ يُّطَاعُ﴾، وَهٰذِهِ الْآيَاتُ فِي الْكُفَّارِ، وَتَأَوَّلُوا أَحَادِيثَ الشَّفَاعَةِ فِي زِيَادَةِ الدَّرَجَاتِ وَإِجْزَالِ الثَّوَابِ، وَأَلْفَاظُ الْأَحَادِيثِ الَّتِي فِي الْكِتَابِ وَغَيْرِهٖ تَدُلُّ عَلٰى خِلَافِ مَا ذَهَبُوا إِلَيْهِ، وَأَنَّهَا فِي الْمُذْنِبِينَ وَفِي إِخْرَاجِ مَنِ اسْتَوْجَبَ .

''اہل سنت کا مذہب ہے کہ شفاعت کا جواز عقل سے ملتا ہے اور اس کا وجوب باری تعالیٰ کے صریح فرمان سے : ﴿لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ﴾ **''شفاعت اسی کو نفع دے گی، جس کے لیے رحمٰن اجازت دے گا۔''** ﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ **''فرشتے ان کے بارے شفاعت کریں گے، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی۔'' نیز صادق ﷺ کی احادیث بھی شفاعت پر دال ہیں۔ مجموعی طور پر متواتر احادیث میں ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ گناہ گار مومنوں کے حق میں شفاعت کریں گے۔ سلف اور بعد والے اہل سنت کا اس پر اجماع ہے۔ خوارج اور بعض معتزلہ نے اس کا**

انکار کیا ہے، شفاعت کے ثبوت میں وارد احادیث کی تاویل کی ہے اور اپنے مذہب پر دلیل بنائی ہے کہ گناہ گار ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہیں گے۔ حجت کے طور پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کرتے ہیں: ﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ ''انہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہ دے گی۔'' ﴿مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَّلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ﴾ ''ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا، کہ جس کی بات مانی جائے۔'' جبکہ یہ آیات کفار کے بارے میں ہیں۔ شفاعت کی احادیث کی تاویل میں یہ کہا کہ اس سے مراد درجات کی بلندی اور ثواب میں زیادتی ہے۔ جبکہ احادیث کے الفاظ ان کی تاویل کے برعکس مفہوم کے متقاضی ہیں، وہ یہ کہ شفاعت گناہ گاروں کے لیے ہوگی اور ان لوگوں کو جہنم سے نکالا جائے گا، جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔''

(إكمال المُعلِم بفوائد مسلم: 565/1، شرح النّووي: 35/3)

⑦ علامہ ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

مَذْهَبُ أَهْلِ الْحَقِّ أَنَّ الشَّفَاعَةَ حَقٌّ وَأَنْكَرَهَا الْمُعْتَزِلَةُ وَخَلَّدُوا الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْمُذْنِبِينَ الَّذِينَ دَخَلُوا النَّارَ فِي الْعَذَابِ، وَالْأَخْبَارُ مُتَظَاهِرَةٌ بِأَنَّ مَنْ كَانَ مِنَ الْعُصَاةِ الْمُذْنِبِينَ الْمُوَحِّدِينَ مِنْ أُمَمِ النَّبِيِّينَ هُمُ الَّذِينَ تَنَالُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ، وَقَدْ تَمَسَّكَ الْقَاضِي عَلَيْهِمْ

فِي الرَّدِّ بِشَيْئَيْنِ أَحَدُهُمَا : الْأَخْبَارُ الْكَثِيرَةُ الَّتِي تَوَاتَرَتْ فِي الْمَعْنٰى، وَالثَّانِي : الْإِجْمَاعُ مِنَ السَّلَفِ عَلٰى تَلَقِّي هٰذِهِ الْأَخْبَارِ بِالْقَبُولِ وَلَمْ يَبْدُ مِنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ فِي عَصْرٍ مِّنَ الْأَعْصَارِ نَكِيرٌ فَظُهُورُ رِوَايَتِهَا وَإِطْبَاقُهُمْ عَلٰى صِحَّتِهَا وَقَبُولُهُمْ لَهَا دَلِيلٌ قَاطِعٌ عَلٰى صِحَّةِ عَقِيدَةِ أَهْلِ الْحَقِّ وَفَسَادِ دِينِ الْمُعْتَزِلَةِ.

''اہل حق کا مذہب ہے کہ (روز قیامت) شفاعت برحق ہے، معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں، نیز (کہتے ہیں کہ) جو گناہ گار مؤمن آگ میں داخل ہوئے، وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ جبکہ اس بارے میں احادیث واضح ہیں کہ انبیا کی امتوں میں سے گناہ گار موحدین کو فرشتوں، انبیا، شہدا اور صلحا کی شفاعت نصیب ہوگی۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) نے معتزلہ پر دو طرح خوب رد کیا ہے؛ ① بے شمار احادیث، جو معنوی طور پر متواتر ہیں۔ ② سلف کا اس پر اجماع کہ انہوں نے ان احادیث کو تلقی بالقبول سے نوازا ہے، کسی دور میں کسی نے ان احادیث کا انکار نہیں کیا، لہٰذا ان احادیث میں اپنے مضمون میں واضح ہونا، سلف کا ان احادیث کی صحت پر اجماع ہونا اور انہیں قبول کرنا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اہل حق کا عقیدہ صحیح ہے اور معتزلہ کا نظریہ باطل ہے۔''

(تفسیر القرطبي :1/378-379)

⑧ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَحَادِيثَ الشَّفَاعَةِ فِي أَهْلِ الْكَبَائِرِ ثَابِتَةٌ مُتَوَاتِرَةٌ عَنِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ اتَّفَقَ عَلَيْهَا السَّلَفُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَتَابِعِيهِمْ بِإِحْسَانٍ وَأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ .

''نبی کریم ﷺ سے اہل کبائر کی شفاعت کے بارے میں احادیث ثابت اور متواتر ہیں۔اس پر سلف صالحین صحابہ، تابعین اور ائمہ مسلمین کا اجماع ہے۔''

(مَجموع الفتاوی : 309/4)

نیز فرماتے ہیں:

مِنْهُ مَا تَوَاتَرَ مَعْنَاهُ؛ كَأَحَادِيثِ الشَّفَاعَةِ وَأَحَادِيثِ الرُّؤْيَةِ، وَأَحَادِيثِ الْحَوْضِ وَأَحَادِيثِ نَبْعِ الْمَاءِ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهٖ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، فَهٰذَا يُفِيدُ الْعِلْمَ وَيَجْزِمُ بِأَنَّهٗ صِدْقٌ .

''بعض احادیث متواتر معنوی ہیں، جیسے شفاعت، رؤیت باری تعالیٰ، حوض اور نبی کریم ﷺ کی انگلیوں سے پانی پھوٹنے وغیرہ کے متعلق احادیث ہیں۔ متواتر معنوی بھی علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے اور بالجزم سچی ہے۔''

(مَجموع الفتاوی : 16/18)

⑨ **علامہ طیبی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:**

قَدْ جَاءَتِ الْآثَارُ الَّتِي بَلَغَتْ بِمَجْمُوعِهَا التَّوَاتُرَ بِصِحَّةِ الشَّفَاعَةِ فِي الْآخِرَةِ، وَأَجْمَعَ السَّلَفُ الصَّالِحُ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلَيْهَا، وَمَنَعَتِ الْخَوَارِجُ وَبَعْضُ الْمُعْتَزِلَةِ مِنْهَا، وَتَعَلَّقُوا بِمَذْهَبِهِمْ فِي تَخْلِيدِ الْمُذْنِبِينَ فِي النَّارِ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿فَمَا

تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ وَبِقَوْلِهِ: ﴿مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَّلَا شَفِيعٍ يُّطَاعُ﴾، وَأُجِيبَ أَنَّ الْآيَتَيْنِ فِي الْكَافِرِينَ، وَالْمُرَادُ بِالظُّلْمِ الشِّرْكُ، وَأَمَّا تَأْوِيلُهُمْ أَحَادِيثَ الشَّفَاعَةِ بِكَوْنِهَا مُخْتَصَّةً بِزِيَادَةِ الدَّرَجَاتِ فَبَاطِلٌ، وَأَلْفَاظُ الْأَحَادِيثِ فِي الْكِتَابِ وَغَيْرِهِ صَرِيحَةٌ فِي بُطْلَانِ مَذْهَبِهِمْ وَإِخْرَاجِ مَنِ اسْتَوْجَبَ النَّارَ.

''کئی احادیث، جو مجموعی طور پر متواتر ہیں، سے ثابت ہے کہ روز آخرت شفاعت حق ہے، سلف صالحین اور بعد والے اہل سنت کا اس پر اجماع ہے۔ خوارج اور بعض معتزلہ نے شفاعت کا انکار کیا ہے، ان کا مذہب ہے کہ گناہ گار ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، اس پر وہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ ''انہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہ دے گی۔'' اور فرمان الٰہی: ﴿مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَّلَا شَفِيعٍ يُّطَاعُ﴾ ''ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا، کہ جس کی بات مانی جائے۔'' کو دلیل بناتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں آیات کفار کے بارے میں ہیں۔ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے۔ معتزلہ نے جو شفاعت کے متعلق احادیث کی تاویل کی ہے کہ ان سے مراد درجات کی بلندی ہے، وہ باطل تاویل ہے اور احادیث کے الفاظ واضح طور پر معتزلہ وغیرہ کے مذہب کا رد کرتے ہیں اور (دلالت کرتے ہیں کہ) جن (موحدین پر) جہنم واجب ہو جائے گی، انہیں جہنم سے نکال لیا جائے گا۔''

(شرح مشكاة المصابيح :3545/11)

⑩ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

رَدُّوا أَحَادِيْثَ الشَّفَاعَةِ الْمُتَوَاتِرَةَ.

''معتزلہ نے شفاعت کے بارے میں منقول متواتر احادیث کو رد کر دیا۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 436/9)

⑪ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

رَدَّ الْخَوَارِجُ وَالْمُعْتَزِلَةُ النُّصُوصَ الْمُتَوَاتِرَةَ الدَّالَّةَ عَلٰى خُرُوجِ أَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنَ النَّارِ بِالشَّفَاعَةِ، فَكَذَّبُوا بِهَا وَقَالُوا : لَا سَبِيلَ لِمَنْ دَخَلَ النَّارَ إِلَى الْخُرُوجِ مِنْهَا بِشَفَاعَةٍ وَلَا غَيْرِهَا، وَلَمَّا بَهَرَتْهُمْ نُصُوصُ الشَّفَاعَةِ وَصَاحَ بِهِمْ أَهْلُ السُّنَّةِ وَأَئِمَّةُ الْإِسْلَامِ مِنْ كُلِّ قُطْرٍ وَجَانِبٍ وَرَمَوْهُمْ بِسِهَامِ الرَّدِّ عَلَيْهِمْ أَحَالُوا بِالشَّفَاعَةِ عَلٰى زِيَادَةِ الثَّوَابِ فَقَطْ لَا عَلَى الْخُرُوجِ مِنَ النَّارِ، فَرَدُّوا السُّنَّةَ الْمُتَوَاتِرَةَ قَطْعًا.

''خوارج اور معتزلہ نے متواتر نصوص کو رد کیا ہے، جن میں کبائر کے مرتکبین کا شفاعت کی وجہ سے جہنم سے نکلنے کا ذکر ہے، انہوں نے ان احادیث کو جھٹلایا اور کہا: جو ایک مرتبہ جہنم میں داخل ہو گیا، وہ شفاعت وغیرہ کی وجہ سے جہنم سے نہیں نکل سکتا۔ مگر جب انہیں شفاعت کے متعلق نصوص بکثرت معلوم ہوئیں، دنیا کے ہر کونے اور علاقے کے اہل سنت اور ائمہ اسلام کی تصریحات سنائی

دیں اور ائمہ نے ان پر تردید کے نشتر چلائے، تو وہ شفاعت کی تاویل کرنے لگے کہ اس سے مراد صرف ثواب میں زیادتی ہے، جہنم سے باہر نکلنا مراد نہیں۔ یوں انہوں نے یقینی متواتر سنت کو رد کر دیا۔''

(طریق الهِجرتَین، ص 568-569)

⑫ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتْ بِهٰذَا النَّوْعِ الْأَحَادِيثُ .

''شفاعت کی اس قسم (اہل کبائر کا شفاعت کی وجہ سے جہنم سے باہر نکلنا) کے بارے میں متواتر احادیث ہیں۔''

(البِداية والنّهاية : 192/20، 194)

⑬ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

رَدُّوا الْأَحَادِيثَ فِي الشَّفَاعَةِ عَلٰى تَوَاتُرِهَا .

''معتزلہ نے شفاعت کے متعلق متواتر احادیث کو رد کر دیا۔''

(الاعتصام : 849/2)

⑭ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

شَفَاعَتُهٗ فِي أَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِهٖ، مِمَّنْ دَخَلَ النَّارَ، فَيَخْرُجُونَ مِنْهَا، وَقَدْ تَوَاتَرَتْ بِهٰذَا النَّوْعِ الْأَحَادِيثُ، وَقَدْ خَفِيَ عِلْمُ ذٰلِكَ عَلَى الْخَوَارِجِ وَالْمُعْتَزِلَةِ، فَخَالَفُوا فِي ذٰلِكَ، جَهْلًا مِنْهُمْ بِصِحَّةِ الْأَحَادِيثِ، وَعِنَادًا مِمَّنْ عَلِمَ ذٰلِكَ وَاسْتَمَرَّ عَلٰى بِدْعَتِهٖ، وَهٰذِهِ الشَّفَاعَةُ تُشَارِكُهٗ فِيهَا الْمَلَائِكَةُ وَالنَّبِيُّونَ وَالْمُؤْمِنُونَ أَيْضًا .

’’نبی کریم ﷺ اپنی امت کے ان اہل کبائر کے لیے شفاعت کریں گے، جو جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے، انہیں جہنم سے نکالا جائے گا۔ شفاعت کی اس نوع کے متعلق متواتر احادیث ہیں، خوارج اور معتزلہ پر اس کا علم مخفی رہ گیا، تو انہوں نے احادیث کی صحت سے لاعلمی اور انہیں جاننے والے (محدثین) سے عناد کی وجہ سے اس عقیدہ کی مخالفت کی اور اپنی بدعت پر مصر رہے۔ یہ شفاعت فرشتے، انبیا اور مؤمن کریں گے۔‘‘

(شرح العقيدة الطحاوية، ص 233)

⑮ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

ثُبُوتُ الشَّفَاعَةِ، وَالْأَحَادِيثُ جَارِيَةٌ مَجْرَى الْقَطْعِ فِي ذٰلِكَ، وَهُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَأَنَّهَا جَائِزَةٌ عَقْلًا وَوَاجِبَةٌ بِصَرِيحِ الْآيَاتِ وَالْأَخْبَارِ الَّتِي بَلَغَ مَجْمُوعُهَا التَّوَاتُرَ لِمُذْنِبِي الْمُؤْمِنِينَ، وَهُوَ إِجْمَاعُ السَّلَفِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْهُمْ.

’’گناہ گار مؤمنوں کے لیے شفاعت ثابت ہے۔ اس بارے میں احادیث قطعی الثبوت ہیں، یہ اہل سنت کا مذہب ہے۔ یہ عقلی طور پر جائز ہے، نیز آیات اور مجموعی طور پر متواتر احادیث کی تصریح سے واجب ہے، اس عقیدہ پر سلف اور بعد والوں کا اجماع ہے۔‘‘

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 490/3)

⑯ علامہ ابن الوزیر رحمہ اللہ (۸۴۰ھ) فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُ الشَّفَاعَةِ الصِّحَاحُ الْمُتَوَاتِرَةُ الْمَعْنٰى قَاضِيَةٌ بِرَدِّ مَذْهَبِ الْمُرْجِئَةِ.

”شفاعت کے بارے میں مروی صحیح متواتر معنوی احادیث مرجئہ کے عقیدہ کا رد کرتی ہیں۔“

(العَواصِم والقَواصم في الذّبّ عن سُنَّة أبي القاسم: 256/5)

⑰ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ بَطَّالٍ: أَنْكَرَتِ الْمُعْتَزِلَةُ وَالْخَوَارِجُ الشَّفَاعَةَ فِي إِخْرَاجِ مَنْ أُدْخِلَ النَّارَ مِنَ الْمُذْنِبِينَ وَتَمَسَّكُوا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْآيَاتِ وَأَجَابَ أَهْلُ السُّنَّةِ بِأَنَّهَا فِي الْكُفَّارِ وَجَاءَ تِ الْأَحَادِيثُ فِي إِثْبَاتِ الشَّفَاعَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ مُتَوَاتِرَةً.

”علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں: معتزلہ اور خوارج نے گناہ گاروں کو شفاعت کی وجہ سے جہنم سے نکالنے کا انکار کیا ہے اور اس فرمان الٰہی: ﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ ”انہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہ دے گی۔“ سمیت کئی آیات سے دلیل پکڑی ہے، اہل سنت اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ آیات کفار کے بارے میں ہیں، متواتر احادیث میں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ثبوت ہے۔“

(فتح الباري: 426/11)

⑱ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْأَحَادِيثَ الصِّحَاحَ تَظَاهَرَتْ بَلْ فِي الْمَعْنٰى تَوَاتَرَتْ أَنَّ

جَمَاعَةً مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ يُعَذَّبُونَ فِي النَّارِ ثُمَّ يُخْرَجُونَ بِشَفَاعَةِ الْأَبْرَارِ أَوْ بِمَغْفِرَةِ الْغَفَّارِ.

''صحیح احادیث مشہور بلکہ معنوی طور پر متواتر ہیں کہ (گناہ گار) مؤمنوں کی ایک بڑی جماعت، جنہیں جہنم میں عذاب دیا جا رہا ہوگا، پھر انہیں نیکوکاروں کی شفاعت یا رب غفار کی بخشش سے (جہنم سے) باہر نکال لیا جائے گا۔''

(مِرقاۃ المَفاتیح: 1667/4)

(۱۹) علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ فِي الْمَطَامِحِ: قَدِ اسْتَفَاضَتْ أَخْبَارُ الشَّفَاعَةِ فِي الشَّرِيعَةِ حَتّٰى صَارَتْ فِي خَبَرِ التَّوَاتُرِ.

''صاحب مطامح کہتے ہیں: شریعت میں شفاعت کے متعلق احادیث اتنی زیادہ ہیں کہ درجہ تواتر کو پہنچتی ہیں۔''

(التّنویر شرح الجامع الصغیر: 504/7)

(۲۰) علامہ سفارینی رحمہ اللہ (۱۱۸۸ھ) فرماتے ہیں:

شَفَاعَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ السَّمْعِيَّاتِ وَرَدَتْ بِهَا الْأَخْبَارُ وَصَحَّتْ بِهَا الْآثَارُ حَتّٰى بَلَغَتْ مَبْلَغَ التَّوَاتُرِ وَانْعَقَدَ عَلَيْهَا إِجْمَاعُ أَهْلِ الْحَقِّ مِنَ السَّلَفِ الصَّالِحِ قَبْلَ ظُهُورِ الْمُبْتَدِعَةِ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا عقیدہ ان منقول و ماثور عقائد میں سے ہے، جس کے بارے میں صحیح متواتر احادیث و آثار وارد ہوئے ہیں، اس پر سلف صالحین میں اہل حق کا اجماع ہے، جب ابھی اہل بدعت کا ظہور نہیں ہوا تھا۔''

(لوائح الأنوار : 208/2)

آیاتِ طیبات:

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُۥٓ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ﴾(البقرۃ : ۲۵۵)

''کون ہے، جو اللہ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے؟''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِۦ﴾(یونس : ۳)

''کوئی شفاعت کرنے والا نہیں، مگر اس کی اجازت کے بعد۔''

❁ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهُۥ، بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ، لَا يَسْبِقُونَهُۥ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِۦ يَعْمَلُونَ، يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِۦ مُشْفِقُونَ﴾(الأنبیاء : ۲۶۔۲۸)

''ان (مشرک) لوگوں نے کہا کہ رحمٰن نے اولاد بنائی ہوئی ہے۔ اللہ اس سے پاک ہے، بلکہ وہ عزت دار بندے ہیں، وہ بات میں اس سے پہل نہیں کرتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ ان کے آگے پیچھے جو ہے، اللہ اسے جانتا ہے۔ وہ اسی کے لیے سفارش کر سکیں گے، جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتے ہیں۔''

❁ ارشاد خداوندی ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا﴾(طٰہٰ : ١٠٩)

''اس دن شفاعت اسی کو نفع دے گی، جس کے لیے رحمٰن اجازت دے اور بات کرنا پسند کرے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ ۞ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهٗ﴾

(سبأ : ٢٢_٢٣)

''(اے نبی) کہہ دیجیے! تم ان لوگوں کو پکارو جن کو تم اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے ہو۔ وہ تو آسمان و زمین میں ایک ذرے کے بھی مالک نہیں، نہ ان کا آسمان و زمین میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا معاون ہے نہ اللہ کے ہاں کوئی سفارش فائدہ دیتی ہے، ہاں جس شخص کے لیے وہ خود اجازت دے۔''

❁ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾(الزُّخْرُف : ٨٦)

''جن کو یہ لوگ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں، وہ شفاعت کے مالک نہیں، البتہ

جنہوں نے حق کے ساتھ شہادت دی اور وہ جانتے ہوں۔“

❀ فرمانِ خداوندی ہے:

﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضٰى﴾(النّجم : ٢٦)

”آسمانوں میں کتنے فرشتے ہیں، جس کی شفاعت کچھ فائدہ نہیں دیتی، مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے، اجازت دے اور پسند کرے۔“

احادیث مبارکہ:

① سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُ فِي الْجَنَّةِ وَأَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تبَعًا .

”سب سے پہلے میں جنت کے بارے میں سفارش کروں گا اور میرے ماننے والے سب سے زیادہ ہوں گے۔“

(صحیح مسلم : 196)

② سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَاهَا لِأُمَّتِهٖ، وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

”ہر نبی کی ایک (خاص) دعا ہے، جو اس نے اپنی امت کے لیے کی، مگر میں نے اپنی دعا روز قیامت اُمت کی شفاعت کے لیے سنبھال رکھی ہے۔“

(صحیح مسلم : 200)

③ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَفِي قَلْبِهٖ وَزْنُ شَعِيرَةٍ مِّنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَفِي قَلْبِهٖ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَفِي قَلْبِهٖ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ .

”(میری شفاعت سے) لا الہ الا اللہ پڑھنے والا ہر وہ شخص جہنم سے نکل آئے گا، جس کے دل میں جو کے برابر خیر ہوگی، کلمہ پڑھنے والے وہ لوگ بھی آگ سے نکل جائیں گے، جن کے دل میں گندم کے دانے کے برابر خیر موجود ہوگی اور جہنم سے وہ کلمہ گو بھی نکل جائے گا، جس کے دل میں ذرہ برابر بھی خیر ہوگی۔“

(صحيح البخاري : 44، صحيح مسلم : 193)

حدیث میں خیر سے مراد ایمان ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔

(سِيَر أعلام النُّبلاء :363/11، الشّفاعة للذّهبي، ص 20)

④ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ يَدْعُو بِهَا، وَأُرِيدُ أَنْ أَخْتَبِئَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي فِي الْآخِرَةِ .

”ہر نبی کی ایک (خاص) دعا ہے، جو قبول ہوتی ہے، جو ہر نبی نے مانگ لی، مگر میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اپنی دعا روزِ آخرت اُمت کی شفاعت کے لیے سنبھال کر رکھوں۔“

(صحيح البخاري : 6304، صحيح مسلم : 198)

⑤ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

روزِ قیامت جب میں سجدے میں ہوں گا، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي .

''اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، مانگئے، آپ کو دیا جائے گا، شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ تو میں اپنا سر اٹھالوں گا۔''

(صحيح البخاري : 4712، صحيح مسلم : 194)

⑥ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّينَ .

''ایک قوم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی بنا پر آگ سے نکل آئے گی، وہ جنت میں داخل ہوں گے، انہیں ''جہنمی'' نام سے موسوم کیا جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 6566)

⑦ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَخْرُجُ بِالشَّفَاعَةِ مِنَ النَّارِ .

''کچھ لوگ شفاعت کی وجہ سے جہنم سے نکل آئیں گے۔''

(صحيح البخاري : 6558، صحيح مسلم :191)

⑧ یزید بن صہیب الفقیر نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آپ نے مقام محمود کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سن رکھا ہے، فرمایا: جی ہاں:

إِنَّهُ مَقَامُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَحْمُودُ الَّذِي يُخْرِجُ اللّٰهُ بِهِ مَنْ يُخْرِجُ .

''یہ محمد کریم ﷺ کا وہ مقام محمود ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے ذریعے کئی لوگوں کو جہنم سے نکالے گا۔''

(صحیح مسلم : 191/320)

⑨ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ .

''مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔''

(صحيح البخاري : 438، صحيح مسلم : 521)

⑩ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

...... حَتّٰى إِذَا كَانُوا فَحْمًا، أُذِنَ بِالشَّفَاعَةِ .

''...... جب وہ کوئلہ بن چکے ہوں گے، تو (ان کے حق میں) شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔''

(صحیح مسلم : 185)

⑪ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا رَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ نَجَوْا فِي إِخْوَانِهِمْ، يَقُولُونَ : رَبَّنَا إِخْوَانُنَا، كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَنَا، وَيَصُومُونَ مَعَنَا، وَيَعْمَلُونَ مَعَنَا، فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى : اذْهَبُوا، فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ دِينَارٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجُوهُ، وَيُحَرِّمُ اللّٰهُ صُوَرَهُمْ عَلَى النَّارِ، فَيَأْتُونَهُمْ

وَبَعْضُهُمْ قَدْ غَابَ فِي النَّارِ إِلٰى قَدَمِهٖ، وَإِلٰى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ، فَيُخْرِجُونَ مَنْ عَرَفُوا، ثُمَّ يَعُودُونَ، فَيَقُولُ : اذْهَبُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالَ نِصْفِ دِينَارٍ فَأَخْرِجُوهُ، فَيُخْرِجُونَ مَنْ عَرَفُوا، ثُمَّ يَعُودُونَ، فَيَقُولُ : اذْهَبُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجُوهُ، فَيُخْرِجُونَ مَنْ عَرَفُوا قَالَ أَبُو سَعِيدٍ : فَإِنْ لَمْ تُصَدِّقُونِي فَاقْرَؤُوا : ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَّإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضَاعِفْهَا﴾(النّساء : ٤٠)، فَيَشْفَعُ النَّبِيُّونَ وَالْمَلَائِكَةُ وَالْمُؤْمِنُونَ، فَيَقُولُ الْجَبَّارُ : بَقِيَتْ شَفَاعَتِي، فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِّنَ النَّارِ، فَيُخْرِجُ أَقْوَامًا قَدْ امْتُحِشُوا، فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرٍ بِأَفْوَاهِ الْجَنَّةِ، يُقَالُ لَهٗ : مَاءُ الْحَيَاةِ، فَيَنْبُتُونَ فِي حَافَتَيْهِ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ .

”جب مؤمن لوگ دیکھیں گے کہ وہ کامیاب ہو گئے ہیں، تو اپنے بھائیوں کے بارے میں عرض کریں گے: ہمارے رب! یہ ہمارے بھائی، ہمارے ساتھ نماز روزہ کرتے تھے، ہمارے ساتھ مل کر اعمال کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ اور ہر اس شخص کو جہنم سے نکال لو، جس کے دل میں دینار برابر ایمان موجود ہو، اللہ تعالیٰ ان کے چہروں کو جہنم پر حرام کر دے گا، تو مؤمن جہنمیوں کے پاس آئیں گے، ان میں بعض جہنم میں پاؤں تک داخل ہوں گے اور بعض نصف پنڈلی تک، مؤمن ان میں سے جن جن کو پہچانتے ہوں گے، نکال لیں گے،

پھر واپس آئیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ اور جن کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی ایمان ہے، انہیں جہنم سے نکال لو، تو وہ جن کو پہچانتے ہوں گے ان کو وہاں سے نکال لائیں گے۔ پھر جب واپس آئیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ، جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو، اسے بھی نکال لاؤ۔ وہ جنہیں پہچانیں گے، انہیں وہاں سے نکال لائیں گے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اگر آپ کو یقین نہ آئے، تو یہ آیت کریمہ پڑھ لیں: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَّإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضَاعِفْهَا﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر (بھی) ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو، تو وہ اسے دگنا کر دے گا۔'' پھر انبیائے کرام، اہل ایمان اور فرشتے شفاعت کریں گے۔ اس کے بعد اللہ جبار فرمائے گا: اب خاص میری شفاعت باقی رہ گئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ دوزخ سے ایک مٹھی بھرے گا اور ایسے لوگوں کو نکالے گا، جو جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ پھر انہیں جنت کے ایک کنارے پر واقع نہر میں ڈال دیا جائے گا، جسے آب حیاب کہا جاتا ہے، وہ نہر کے کنارے پر ایسے اُگیں گے، جس طرح دانہ سیلاب کے خس وخاشاک میں اُگتا ہے۔''

(صحيح البخاري: 7439، صحيح مسلم: 183)

⑫ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَّا يَسْأَلَنِي عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا

رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ، أَوْ نَفْسِهٖ.

”رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: اللہ کے رسول! روز قیامت آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ حق دار کون خوش نصیب ہو گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! مجھے یقین تھا کہ اس حدیث کے متعلق سب سے پہلے آپ ہی سوال کریں گے، کیونکہ میں آپ کی حصول حدیث پر حرص جانتا ہوں۔ روز قیامت میری شفاعت کا سب سے زیادہ حق دار وہ خوش نصیب ہو گا، جس نے صدق دل سے لا الہ الا اللہ پڑھا ہو گا۔“

(صحيح البخاري: 99)

⑬ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهٗ، حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

”جس نے اذان سننے کے بعد یہ دعا پڑھی، اس کے لیے روز قیامت میری شفاعت حلال ہو جائے گی: «اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ ......»۔“

(صحيح البخاري: 614)

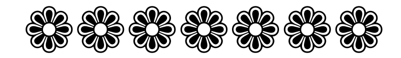
⑭ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ، فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ، ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهٗ

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ، لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ .

’’جب آپ مؤذن کو (اذان کہتے) سنیں، تو اس کا جواب دیں، پھر مجھ پر درود پڑھیں، کیونکہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے، پھر میرے لیے اللہ سے ’’وسیلہ‘‘ کا سوال کریں، یہ جنت میں ایک مقام ہے، جو اللہ کے بندوں میں سے ایک ہی بندے کو ملے گا، مجھے اُمید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ پس جس نے میرے لیے ’’وسیلہ‘‘ کا سوال کیا، اس کے لیے (میری) شفاعت حلال ہوگئی۔‘‘

(صحیح مسلم : 384)



عقیدہ خلق قرآن

قرآن مجید کلام اللہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے صوت وحروف کے ساتھ کلام کیا ہے۔ خلق قرآن کا عقیدہ کفر ہے۔

❀ امام جعفر صادق رحمہ اللہ (۱۴۸ھ) سے جب لوگ پوچھتے تھے کہ کیا قرآن مخلوق ہے، تو آپ فرماتے تھے:

لَيْسَ بِخَالِقٍ وَّلَا مَخْلُوقٌ؛ وَلٰكِنَّهُ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى .

''قرآن نہ خالق ہے، نہ مخلوق، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔''

(خَلْق أفعال العِباد للبخاري : 109، الرّدّ على الجَهْمية للدّارمي : 345، الشّريعة للآجرّي، ص 77، الأسماء والصّفات للبَيْهقي، ص 246-247، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام علی ابن المدینی رحمہ اللہ (۲۳۴ھ) نے برسرِ منبر فرمایا:

مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقُرْآن مَخْلُوقٌ فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُرٰى فَهُوَ كَافِرٌ وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُكَلِّمْ مُوسٰى عَلَى الْحَقِيقَةِ فَهُوَ كَافِرٌ .

''جو قرآن کو مخلوق کہے، وہ کافر ہے، جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو (روزِ قیامت) نہیں دیکھا جا سکتا، وہ کافر ہے، نیز جو کہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے حقیقی کلام نہیں کیا، وہ بھی کافر ہے۔''

(سؤالات ابن أبي شيبة : 113، تاريخ بغداد للخطيب : 472/11)

❁ تلمیذ امام شافعی رحمہ اللہ ابو یعقوب بویطی رحمہ اللہ (۲۳۲ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ: الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ، فَهُوَ كَافِرٌ.

''قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے۔''

(مسائل أبي داود، ص 268)

❁ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ (۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ.

''قرآن اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے۔''

(خلق أفعال العباد، ص 37)

❁ نیز فرماتے ہیں:

تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث میں ثابت ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔''

(خلق أفعال العباد، ص 60)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد خاص امام، فقیہ ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ مزنی رحمہ اللہ (۲۶۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، وَمَنْ قَالَ: إِنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ.

''قرآن اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے، جو قرآن کو مخلوق کہے، وہ کافر ہے۔''

(الأسماء والصّفات للبيهقي: 557، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام محمد بن یحییٰ ذہلی رحمہ اللہ (۲۵۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ مِّنْ جَمِيعِ جِهَاتِهٖ، وَحَيْثُ يَتَصَرَّفُ، فَمَنْ لَزِمَ هٰذَا اسْتَغْنٰى عَنِ اللَّفْظِ وَعَمَّا سِوَاهُ مِنَ الْكَلَامِ فِي الْقُرْآنِ، وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ فَقَدْ كَفَرَ وَخَرَجَ عَنِ الْإِيمَانِ، وَبَانَتْ مِنْهُ امْرَأَتُهٗ، يُسْتَتَابُ فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا ضُرِبَتْ عُنُقُهٗ وَجُعِلَ مَالُهٗ فَيْئًا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، وَلَمْ يُدْفَنْ فِي مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ، وَمَنْ وَقَفَ فَقَالَ: لَا أَقُولُ: مَخْلُوقٌ أَوْ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، فَقَدْ ضَاهَى الْكُفْرَ.

''قرآن اللہ کا کلام ہے، کسی جہت اور کسی بھی اعتبار سے مخلوق نہیں ہے، پس جس نے اس عقیدہ کو لازم پکڑ لیا، اسے اس بارے کوئی اور بات کہنے کی ضرورت نہیں۔ جو خلق قرآن کا عقیدہ رکھے، وہ کافر ہے، ایمان سے خارج ہے، اس کی بیوی کو طلاق بائن ہوگئی، اس سے توبہ کروائی جائے گی، توبہ کر لے، (تو ٹھیک) ورنہ اس کی گردن اتار دی جائے، اس کے مال کو مال فے بنا کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں بھی دفن نہ کیا جائے۔ اور جو شخص توقف کرتے ہوئے کہے کہ میں قرآن کو نہ مخلوق کہتا ہوں اور نہ غیر مخلوق، تو یہ بھی کفر کے ہی مشابہ ہے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب: 31/2، تاریخ ابن عساکر: 94/52، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ (۱۹۷ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ: الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ.

”جو قرآن کو مخلوق کہے، وہ کافر ہے۔“

(المُخلصّيات لأبي الطّاهر : 1113، تاریخ ابن عساكر : 100/63، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **امام عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ (۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:**

مَنْ زَعَمَ أَنَّ هٰذَا مَخْلُوقٌ، فَقَدْ كَفَرَ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ .

”جس نے قرآن کو مخلوق کہا، اس نے اللہ عظیم کے ساتھ کفر کیا۔“

(الشّريعة للآجرّي : 164، تاريخ ابن عساكر : 410/32، وسندهٗ حسنٌ)

❁ **امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) سے قرآن کریم کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا:**

أُفٍّ ثُمَّ أُفٍّ مَنْ قَالَ : إِنَّهٗ مَخْلُوقٌ فَقَدْ كَفَرَ .

”ایسے شخص پر تف ہے، جو قرآن کو مخلوق کہے، وہ کافر ہے۔“

(معرفة السّنن والآثار للبيهقي : 344، وسندهٗ صحيحٌ)

✿ **حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔**

(سِيَر أعلام النّبلاء : 18/10)

❁ **امام ابو زرعہ رازی (۲۶۴ھ) اور امام ابو حاتم رازی رحمہما اللہ (۲۷۷ھ) نے اہل سنت کا متفقہ عقیدہ یوں بیان کیا ہے:**

أَدْرَكْنَا الْعُلَمَاءَ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ حِجَازًا وَعِرَاقًا وَّشَامًا وَّيَمْنًا فَكَانَ مِنْ مَّذْهَبِهِمْ ...... الْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ بِجَمِيعِ جِهَاتِهٖ .

”ہم نے حجاز، عراق، شام اور یمن کے تمام علاقے کے اہل علم کو دیکھا، ان کا مذہب تھا کہ......قرآن اللہ کا کلام ہے، کسی بھی جہت سے مخلوق نہیں ہے۔“

(أصول مذهب أهل السّنة)

❁ امام اہل سنت، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقُرْآنُ عِلْمٌ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ، وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ، فَقَدْ كَفَرَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى .

”قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا علم ہے، جس نے اسے مخلوق کہا، اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا۔“

(سؤالات ابن هاني : 2/153-154)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مَتَوَاتِرٌ عَنْهُ .

”امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے یہ قول متواتر منقول ہے۔“

(سير أعلام النّبلاء : 11/288)

❁ امام لوین ابوجعفر محمد بن سلیمان رحمہ اللہ (۲۴۶ھ) فرماتے ہیں:

الْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ بَعْضَ اللّٰهِ مَخْلُوقٌ، وَمَنْ زَعَمَ هٰذَا فَقَدْ كَفَرَ .

”قرآن اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے، جس نے قرآن کو مخلوق کہا، گویا اس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا کچھ حصہ مخلوق ہے اور جو ایسا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔“

(طَبقات المحدثين بأصبهاني لأبي الشيخ : 2/134، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ہارون بن معروف ابوعلی مروزی رحمہ اللہ (۲۳۱ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ فَكَأَنَّمَا عَبَدَ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى .

”جس نے قرآن کو مخلوق کہا، گویا اس نے لات وعزیٰ کو معبود مانا۔“

(تاريخ بغداد للخطيب : 15/14، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام یحییٰ بن یحییٰ نیشا پوری رحمہ اللہ (۲۲۶ھ) فرماتے ہیں:

الْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ، مَنْ شَكَّ فِيهِ، أَوْ زَعَمَ أَنَّهٗ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ .

”قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، جس نے اس میں شک کیا یا اسے مخلوق سمجھا، اس نے کفر کیا۔“

(الرّدّ على الجهمية للدّارمي، ص 111، خلق أفعال العباد للبخاري، ص 18)

❁ امام عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ (۲۸۰ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ : الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ، فَهُوَ كَافِرٌ .

”قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے۔“

(الأسماء والصّفات للبيهقي : 538، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابو ولید ہشام بن عبد الملک طیالسی رحمہ اللہ (۲۲۷ھ) فرماتے ہیں:

الْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ، وَكَلَامُ اللّٰهِ لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ .

”قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ کا کلام مخلوق نہیں ہوتا۔“

(مسائل الإمام أحمد برواية أبي داود، ص 266، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام اہل سنت، احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ إِسْحَاقَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ رَاهَوَيْهِ، وَهَنَّادَ بْنَ السَّرِيِّ، وَعَبْدَ الْأَعْلَى بْنَ حَمَّادٍ، وَعُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَحَكِيمَ بْنَ سَيْفٍ الرَّقِّيَّ، وَأَيُّوبَ بْنَ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيَّ، وَسَوَّارَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ،

وَالرَّبِيعَ صَاحِبَ الشَّافِعِيِّ، وَعَبْدَ الْوَهَّابِ بْنَ الْحَكَمِ، وَمُحَمَّدَ بْنَ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، وَعُثْمَانَ بْنَ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدَ بْنَ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ، وَأَحْمَدَ بْنَ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيَّ، وَوَهْبَ بْنَ بَقِيَّةَ، وَمَنْ لَا أُحْصِيهِمْ مِنْ عُلَمَائِنَا كُلُّ هٰؤُلَاءِ، سَمِعْتُهُمْ يَقُولُونَ : الْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ، وَبَعْضُهُمْ قَالَ : الْقُرْآنُ غَيْرُ مَخْلُوقٍ .

''میں نے ائمہ اسحاق بن راہویہ، ہناد بن سری، عبدالاعلیٰ بن حماد، عبیداللہ بن عمر بن میسرہ، حکیم بن سیف رقی، ایوب بن محمد رقی، سوار بن عبداللہ، ربیع تلمیذ شافعی، عبدالوہاب بن حکم، محمد بن صباح بن سفیان، عثمان بن ابی شیبہ، محمد بن بکار بن ریان، احمد بن جواس حنفی، وہب بن بقیہ رحمہم اللہ اور بے حساب علمائے کرام سے سنا، سب یہی کہتے تھے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے، بعض علما سے یہ الفاظ سنے: قرآن غیر مخلوق ہے۔''

(مسائل الإمام أحمد برواية أبي داود، ص 266، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **امام سلیمان بن داود ہاشمی رحمہ اللہ (۲۱۹ھ) فرماتے ہیں:**

مَنْ قَالَ : الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ، فَهُوَ كَافِرٌ .

''قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے۔''

(خلق أفعال العباد للبخاري، ص 59)

❁ **قاضی یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ (۲۴۳ھ) فرماتے ہیں:**

اَلْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ، فَمَنْ قَالَ : مَخْلُوقٌ يُسْتَتَابُ، فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا

ضُرِبَتْ عُنُقُهٗ .

”قرآن اللہ کا کلام ہے، جو اسے مخلوق کہے، اس سے توبہ کروائی جائے، اگر توبہ کرلے (تو ٹھیک)، ورنہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔“

(تاریخ بغداد للخطیب : 198/14، تاریخ ابن عساکر : 69/64، وسندہٗ حسنٌ)

❁ امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقُرْآنَ، مَخْلُوقٌ اسْتَتَبْتُهٗ، فَإِنْ تَابَ، وَإِلَّا ضَرَبْتُ عُنُقَهٗ؛ لِأَنَّهٗ كَافِرٌ بِالْقُرْآنِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا﴾ (النّساء : 164)

”جو قرآن کو مخلوق کہے، میں اس سے توبہ کا مطالبہ کروں گا، توبہ کرلے، (تو ٹھیک) ورنہ اس کی گردن اڑا دوں گا، کیونکہ وہ قرآن کا منکر ہے، فرمان الٰہی ہے: ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا﴾ ”اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا۔“

(حِلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني : 7/9، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوبکر ابن ابی عاصم رحمہ اللہ (۲۸۷ھ) اہل سنت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ نقل کرتے ہیں:

اَلْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى تَكَلَّمَ اللّٰهُ بِهٖ لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ، وَمَنْ قَالَ : مَخْلُوقٌ، مِمَّنْ قَامَتْ عَلَيْهِ الْحُجَّةُ فَكَافِرٌ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ .

”قرآن کریم اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے، جسے اللہ نے کلام کیا، یہ مخلوق نہیں، جس نے حجت قائم ہونے کے بعد بھی اسے مخلوق کہا، اس نے اللہ عظیم کے ساتھ کفر کیا۔“

(السّنّة : 645/2)

❁ امام الائمہ، ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، فَمَنْ قَالَ : إِنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ، فَهُوَ كَافِرٌ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ، لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ، وَلَا يُعَادُ إِنْ مَرِضَ، وَلَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ إِنْ مَّاتَ، وَلَا يُدْفَنُ فِي مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ، وَيُسْتَتَابُ فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا ضُرِبَتْ عُنُقُهُ.

''قرآن اللہ کا کلام ہے، جس نے قرآن کو مخلوق کہا، اس نے اللہ العظیم کے ساتھ کفر کیا، اس کی گواہی قبول نہ ہوگی، بیمار پرسی نہیں کی جائے گی، مر جائے تو جنازہ نہیں پڑھا جائے گا اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، ایسے شخص سے توبہ کروائی جائے، اگر توبہ کر لے (تو ٹھیک) ورنہ گردن اڑا دی جائے۔''

(عقيدة السّلف أصحاب الحديث للصّابوني، ص 7، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوبکر اسماعیلی رحمہ اللہ (۳۷۱ھ) ائمہ اہل سنت کا عقیدہ نقل کرتے ہیں:

يَقُولُونَ : اَلْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ.

''ائمہ اہل سنت فرماتے ہیں: قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں۔''

(اعتقاد أئمّة الحديث، ص 57)

❁ خطیب ابوبکر احمد بن علی بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ الْجَوْهَرِيَّ يَقُولُ : سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَتْحِ بْنِ أَبِي الْعَصْبِ الْأَشْنَانِيَّ، يَقُولُ : سَمِعْتُ

أَحْمَدَ بْنَ أَبِي عَوْفٍ، يَقُولُ : سَمِعْتُ هَارُونَ الْفَرْوِيَّ، يَقُولُ : لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْمَدِينَةِ وَأَهْلِ السُّنَّةِ إِلَّا وَهُمْ يُنْكِرُونَ عَلٰى مَنْ قَالَ : الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ وَيُكَفِّرُونَهٗ، قَالَ : وَأَنَا أَقُولُ بِذٰلِكَ، هٰذِهِ السُّنَّةُ، قَالَ أَحْمَدُ : وَأَنَا أَقُولُ بِمِثْلِ ذٰلِكَ، قَالَ ابْنُ أَبِي الْعَصْبِ : وَأَنَا أَقُولُ بِمِثْلِ ذٰلِكَ، قَالَ الْجَوْهَرِيُّ، وَأَنَا أَقُولُ بِمِثْلِ ذٰلِكَ، قُلْتُ : وَأَنَا أَقُولُ بِمِثْلِ ذٰلِكَ .

''میں نے حسن بن علی جوہری سے سنا، وہ کہتے ہیں: میں نے علی بن محمد بن فتح بن ابی العصب اشنانی سے سنا، وہ کہتے ہیں: میں نے احمد بن ابی عوف سے سنا، وہ کہتے ہیں: میں نے ہارون فروی کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں نے مدینہ میں تمام اہل علم اور اہل سنت کو سنا کہ وہ قرآن کو مخلوق کہنے والے کا رد کرتے تھے اور اس کی تکفیر بھی کرتے تھے۔ میرا بھی یہی عقیدہ ہے اور یہی سنت ہے۔ احمد بن ابی عوف کہتے ہیں: میرا بھی یہی عقیدہ ہے۔ ابن ابی العصب کہتے ہیں: میرا بھی یہی عقیدہ ہے۔ جوہری کہتے ہیں: میرا بھی یہی عقیدہ ونظریہ ہے۔ میں (خطیب) کہتا ہوں: میں بھی اسی عقیدے اور نظریے پر قائم ہوں۔''

(تاریخ بغداد : 564/13، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ اسماعیل بن ابراہیم بن معمر، ابومعمر، ہذلی رحمہ اللہ (۲۳۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ، وَمَنْ شَكَّ فِي أَنَّهٗ غَيْرُ مَخْلُوقٍ فَهُوَ جَهْمِيٌّ، لَا بَلْ شَرٌّ مِّنْ جَهْمِيٍّ .

”قرآن اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے، جو اس کے غیر مخلوق ہونے پر شک کرے، وہ جہمی ہے، نہیں بلکہ جہمی سے بھی برا ہے۔“

(تاریخ بغداد للخطیب : 247/7، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ (۲۰۶ھ) کے بارے میں ہے:

يَحْلِفُ بِاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ أَنَّ مَنْ قَالَ : الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ، فَهُوَ كَافِرٌ .

”آپ رحمہ اللہ اللہ کہ جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، کی قسم اٹھا کر کہتے تھے کہ جس نے قرآن کو مخلوق کہا، وہ کافر ہے۔“

(تاریخ بغداد للخطیب : 493/16، وسندہٗ حسنٌ)

❀ ابو منصور معمر بن احمد رحمہ اللہ (۴۱۸ھ) اہل سنت کا متفقہ عقیدہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَوَحْيُهُ وَتَنْزِيلُهُ، تَكَلَّمَ بِهِ وَهُوَ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، مِنْهُ بَدَا وَإِلَيْهِ يَعُودُ، وَمَنْ قَالَ : إِنَّهُ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ بِاللّٰهِ جَهْمِيٌّ .

”بلاشبہ قرآن اللہ عزوجل کا کلام، وحی اور نازل کردہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا، یہ غیر مخلوق ہے، اللہ ہی کی طرف سے ظاہر ہوا اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا، قرآن کو مخلوق کہنے والا اللہ کا منکر اور جہمی ہے۔“

(الحُجّة في بيان المَحجة :248/1، وسندہٗ صحیحٌ)

فائدہ:

❀ امام محمد بن بشار اور امام محمد بن مثنی رحمہما اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نَقْرَأُ عَلٰى شَيْخٍ ضَرِيرٍ بِالْبَصْرَةِ، فَلَمَّا أَحْدَثُوا بِبَغْدَادَ الْقَوْلَ بِخَلْقِ الْقُرْآنِ قَالَ الشَّيْخُ : إِنْ لَمْ يَكُنِ الْقُرْآنُ مَخْلُوقًا، فَمَحَا اللّٰهُ الْقُرْآنَ مِنْ صَدْرِي قَالَ : فَلَمَّا سَمِعْنَا هٰذَا مِنْ قَوْلِهٖ تَرَكْنَاهُ وَانْصَرَفْنَا عَنْهُ، فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ مُدَّةٍ لَقِينَاهُ، فَقُلْنَا : يَا فُلَانُ مَا فَعَلَ الْقُرْآنُ؟ قَالَ : مَا بَقِيَ فِي صَدْرِي مِنْهُ شَيْءٌ، قُلْنَا : وَلَا ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾(الإخلاص : ١) قَالَ : وَلَا وَلَا ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾(الإخلاص : ١)إِلَّا أَنْ أَسْمَعَهَا مِنْ غَيْرِي يَقْرَؤُهَا .

”ہم بصرہ میں ایک نابینا شیخ کے پاس پڑھتے تھے، جب بغداد میں خلق قرآن کا فتنہ بپا ہو، تو ہمارا استاذ کہنے لگا: اگر قرآن مخلوق نہیں ہے، تو اللہ میرے سینے سے محو کر دے۔ جب ہم نے اس سے خلق قرآن کا عقیدہ سنا، تو ہم نے اس سے علم حاصل کرنا ترک کر دیا اور وہاں سے چلے گئے، پھر ایک عرصہ بعد استاذ سے ملاقات ہوئی، تو ہم نے پوچھا: اے فلاں! تمہیں جو قرآن یاد تھا، اس کا کیا بنا؟ تو اس نے کہا: میرے سینے میں قرآن کا کوئی حصہ باقی نہیں رہا (سب بھول گیا ہے۔) ہم نے پوچھا: سورت اخلاص بھی یاد نہیں؟ کہنے لگا: ہاں، سورت اخلاص بھی یاد نہیں رہی، اب تو صرف دوسروں سے قرآن سنتا ہوں۔“

(الشّريعة للآجرّي : 549/1، وسندهٗ حسنٌ)

قرآن کو قدیم کہنا؟:

قرآن کریم کو قدیم کہنا بدعی کلمہ ہے۔ سلف امت اور ائمہ اسلام سے ثابت نہیں۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُمْ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّهٗ لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ مُنْفَصِلٍ وَمُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ كَلَامَ اللّٰهِ قَائِمٌ بِذَاتِهٖ وَكَانَ أَئِمَّةُ السُّنَّةِ كَأَحْمَدَ وَأَمْثَالِهٖ وَالْبُخَارِيِّ وَأَمْثَالِهٖ ودَاوُدَ وَأَمْثَالِهٖ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَأَمْثَالِهٖ وَابْنِ خُزَيْمَة وَعُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الدَّارِمِيِّ وَابْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَغَيْرِهِمْ؛ مُتَّفِقِينَ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ يَتَكَلَّمُ بِمَشِيئَتِهٖ وَقُدْرَتِهٖ؛ وَلَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِّنْهُمْ أَنَّ الْقُرْآنَ قَدِيمٌ؛ وَأَوَّلُ مَنْ شُهِرَ عَنْهُ أَنَّهٗ قَالَ ذٰلِكَ هُوَ ابْنُ كُلَّابٍ .

''اہل سنت کا اتفاق ہے کہ قرآن کریم مخلوق نہیں ہے، باری تعالیٰ سے صادر ہونے والا کلام ہے، نیز سب متفق ہیں کہ اللہ کا کلام اس کی ذات سے قائم ہے۔ امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام داود، امام عبداللہ بن مبارک، امام ابن خزیمہ، امام عثمان بن سعید دارمی، امام ابن ابی شیبہ وغیرہم اور ان جیسے سب ائمہ رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت اور قدرت سے کلام کرتا ہے، ان میں سے کسی نے نہیں کہا کہ قرآن قدیم ہے، سب سے پہلا شخص، جس سے یہ کہنا مشہور ہوا وہ ابن کلاب ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی : 5/532-533)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ السَّلَفَ قَالُوا : الْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ مُنَزَّلٌ غَيْرُ مَخْلُوقٍ وَقَالُوا : لَمْ يَزَلْ مُتَكَلِّمًا إِذَا شَاءَ، فَبَيَّنُوا أَنَّ كَلَامَ اللّٰهِ قَدِيمٌ أَيْ جِنْسُهٗ

قَدِيمٌ لَمْ يَزَلْ وَلَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ إِنَّ نَفْسَ الْكَلَامِ الْمُعَيَّنِ قَدِيمٌ وَلَا قَالَ أَحَدٌ مِنْهُمْ : اَلْقُرْآنُ قَدِيمٌ؛ بَلْ قَالُوا : إِنَّهٗ كَلَامُ اللّٰهِ مُنَزَّلٌ غَيْرُ مَخْلُوقٍ وَإِذَا كَانَ اللّٰهُ قَدْ تَكَلَّمَ بِالْقُرْآنِ بِمَشِيئَتِهٖ كَانَ الْقُرْآنُ كَلَامَهٗ وَكَانَ مُنَزَّلًا مِنْهُ غَيْرَ مَخْلُوقٍ وَلَمْ يَكُنْ مَعَ ذٰلِكَ أَزَلِيًّا قَدِيمًا بِقِدَمِ اللّٰهِ وَإِنْ كَانَ اللّٰهُ لَمْ يَزَلْ مُتَكَلِّمًا إِذَا شَاءَ فَجِنْسُ كَلَامِهٖ قَدِيمٌ .

''سلف صالحین کہتے ہیں : قرآن کریم اللہ کا نازل کردہ کلام ہے، مخلوق نہیں ہے، نیز کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے متکلم ہے، لہٰذا اہل سنت نے واضح کر دیا کہ کلام اللہ کی جنس قدیم ہے، وہ ہمیشہ سے متکلم ہے، کسی نے یہ نہیں کہا کہ کوئی معین کلام قدیم ہے، نہ کسی نے یہ کہا کہ قرآن قدیم ہے، بلکہ یہ کہا ہے: قرآن اللہ کا کلام ہے، اس کی طرف سے نازل شدہ ہے، مخلوق نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیئت سے قرآن کی صورت میں کلام کیا، تو قرآن اللہ کا کلام ہوا، جو اس کی طرف سے نازل کردہ ہے، مخلوق نہیں ہے، لیکن یہ نہیں کہ قرآن ازلی اور قدیم ہے، جیسا اللہ کی ذات قدیم ہے۔ اللہ ہمیشہ سے متکلم ہے، جب چاہتا ہے، کلام کرتا ہے، لہٰذا اس کے کلام کی جنس قدیم ہے۔''

(مَجموع الفتاوٰی : 54/12)

۞ نیز فرماتے ہیں:

إِذَا قَالَ قَائِلٌ : اَلْقُرْآنُ قَدِيمٌ وَأَرَادَ بِهٖ أَنَّهٗ نَزَلَ مِنْ أَكْثَرَ مِنْ

سَبْعِمَائَةِ سَنَةٍ، وَهُوَ الْقَدِيمُ فِي اللُّغَةِ، أَوْ أَرَادَ أَنَّهُ مَكْتُوبٌ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ قَبْلَ نُزُولِ الْقُرْآنِ، فَإِنَّ هٰذَا مِمَّا لَا نِزَاعَ فِيهِ.

”جب کوئی کہے کہ قرآن قدیم ہے اور اس کی مراد یہ ہو کہ یہ سات سو سال پہلے نازل ہوا، تو یہ لغوی طور پر قدیم ہوا، یا مراد لے کہ یہ نزول سے پہلے لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا، تو اس کے صحیح ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔“

(دَرْءُ تعارُض العقل والنّقل :67/1)

۞ ***مزید فرماتے ہیں:***

أَمَّا صَوْتُ الْعَبْدِ، فَهُوَ مَخْلُوقٌ وَقَدْ صَرَّحَ أَحْمَدُ وَغَيْرُهُ بِأَنَّ الصَّوْتَ الْمَسْمُوعَ صَوْتُ الْعَبْدِ وَلَمْ يَقُلْ أَحْمَد قَطُّ : مَنْ قَالَ : إِنَّ صَوْتِي بِالْقُرْآنِ مَخْلُوقٌ فَهُوَ جَهْمِيٌّ وَإِنَّمَا قَالَ : مَنْ قَالَ لَفْظِي بِالْقُرْآنِ، وَالْفَرْقِ بَيْنَ لَفْظِ الْكَلَامِ وَصَوْتِ الْمُبَلِّغِ لَهُ فَرْقٌ وَاضِحٌ، فَكُلُّ مَنْ بَلَّغَ كَلَامَ غَيْرِهٖ بِلَفْظِ ذٰلِكَ الرَّجُلِ فَإِنَّمَا بَلَّغَ لَفْظَ ذٰلِكَ الْغَيْرِ لَا لَفْظَ نَفْسِهٖ وَهُوَ إِنَّمَا بَلَّغَهُ بِصَوْتِ نَفْسِهٖ لَا بِصَوْتِ ذٰلِكَ الْغَيْرِ وَنَفْسُ اللَّفْظِ وَالتِّلَاوَةِ وَالْقِرَاءَةِ وَالْكِتَابَةِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ لَمَّا كَانَ يُرَادُ بِهِ الْمَصْدَرُ الَّذِي هُوَ حَرَكَاتُ الْعِبَادِ وَمَا يَحْدُثُ عَنْهَا مِنْ أَصْوَاتِهِمْ وَشَكْلِ الْمِدَادِ وَيُرَادُ بِهٖ نَفْسُ الْكَلَامِ الَّذِي يَقْرَؤُهُ التَّالِي وَيَتْلُوهُ وَيَلْفِظُ بِهٖ وَيَكْتُبُهُ مَنَعَ أَحْمَدُ وَغَيْرُهُ مِنْ إِطْلَاقِ النَّفْيِ وَالْإِثْبَاتِ الَّذِي يَقْتَضِي جَعْلَ صِفَاتِ

اللّٰهِ مَخْلُوقَةً أَوْ جَعْلَ صِفَاتِ الْعِبَادِ وَمِدَادَهُمْ غَيْرَ مَخْلُوقٍ، وَقَالَ أَحْمَدُ : نَقُولُ : الْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ حَيْثُ تَصَرَّفَ، أَيْ حَيْثُ تُلِيَ وَكُتِبَ وَقُرِءَ مِمَّا هُوَ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ كَلَامُ اللّٰهِ فَهُوَ كَلَامُهُ وَكَلَامُهُ غَيْرُ مَخْلُوقٍ وَمَا كَانَ مِنْ صِفَاتِ الْعِبَادِ وَأَفْعَالِهِمُ الَّتِي يَقْرَؤُونَ وَيَكْتُبُونَ بِهَا كَلَامَهُ كَأَصْوَاتِهِمْ وَمِدَادِهِمْ فَهُوَ مَخْلُوقٌ وَلِهٰذَا مَنْ لَمْ يَهْتَدِ إِلٰى هٰذَا الْفَرْقِ يَحَارُ فَإِنَّهُ مَعْلُومٌ أَنَّ الْقُرْآنَ وَاحِدٌ وَيَقْرَؤُهُ خَلْقٌ كَثِيرٌ وَالْقُرْآنُ لَا يَكْثُرُ فِي نَفْسِهٖ بِكَثْرَةِ قِرَاءَةِ الْقُرَّاءِ وَإِنَّمَا يَكْثُرُ مَا يَقْرَءُونَ بِهِ الْقُرْآنَ فَمَا يَكْثُرُ وَيَحْدُثُ فِي الْعِبَادِ فَهُوَ مَخْلُوقٌ وَالْقُرْآنُ نَفْسُهُ لَفْظُهُ وَمَعْنَاهُ الَّذِي تَكَلَّمَ اللّٰهُ بِهٖ وَسَمِعَهُ جِبْرِيلُ مِنَ اللّٰهِ وَسَمِعَهُ مُحَمَّدٌ مِنْ جِبْرِيلَ وَبَلَّغَهُ مُحَمَّدٌ إِلَى النَّاسِ وَأَنْذَرَ بِهِ الْأُمَمَ؛ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿لِأُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ﴾ قُرْآنٌ وَاحِدٌ وَهُوَ كَلَامُ اللّٰهِ لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ .

’’انسان کی آواز تو مخلوق ہے، امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ جو آواز سنی جاتی ہے، وہ انسان کی اپنی آواز ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے ایسا کبھی نہیں فرمایا: جس شخص نے کہا کہ میری تلاوتِ قرآن کی آواز مخلوق ہے، وہ جہمی ہے۔ بلکہ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے کہا کہ میں جو الفاظ ادا کر رہا ہوں، وہ مخلوق ہیں، (وہ جہمی ہے۔) کلام اور اس کی تبلیغ کرنے والے کی آواز، دونوں

میں واضح فرق ہے۔لہٰذا جو کسی دوسرے کی بات اسی کے الفاظ میں آگے بیان کرتا ہے، تو وہ اسی کے الفاظ آگے بیان کر رہا ہے، اپنے الفاظ نہیں۔ ہاں اس نے اپنی آواز سے آگے بیان کیا، نہ کہ دوسرے شخص کی آواز سے۔لہٰذا الفاظ، تلاوت، قرأت اور کتابت وغیرہ سے مراد اگر ان کی جائے صدور مثلاً بندوں کی حرکات، ان سے پیدا ہونے والی آواز اور سیاہی سے لکھے گئے الفاظ کی ساخت وغیرہ کو بھی لیا جائے اور اس کلام کو بھی مراد لیا جائے، جو تلاوت کرنے والا تلاوت کرتا ہے اور لکھتا ہے، تو اس بارے میں امام احمد اور دیگر اہل علم رحمہم اللہ نے نفی یا اثبات کرنے سے منع کیا ہے، کہ جو باری تعالیٰ کی صفات کو مخلوق بنا دے اور مخلوق کی صفات اور سیاہی کو غیر مخلوق قرار دے۔امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قرآن اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے، جیسے بھی تصرف کرے، یعنی جہاں بھی تلاوت کیا جائے، لکھا جائے اور اس حقیقی کلام اللہ کی قرأت کی جائے، تو یہ اللہ کا کلام ہے اور اس کا کلام مخلوق نہیں ہوتا، ہاں جو بندوں کی صفات اور افعال مثلاً اپنی آواز کے ساتھ کلام اللہ کی قرأت کرتے ہیں اور اپنی سیاہی سے اسے لکھتے ہیں، تو یہ مخلوق ہے۔اس لیے جو اس فرق کو سمجھ نہیں پایا، وہ پریشان ہے، کیونکہ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ قرآن ایک ہی ہے، لیکن اسے پڑھنے والے بہت سے لوگ ہیں، قارئین کی قرأت سے قرآن زیادہ نہیں ہو سکتے، ہاں وہ (آوازیں) زیادہ ہو سکتی ہیں، جن سے لوگ قرآن کو پڑھتے ہیں، جو چیز زیادہ ہو جائے اور بندوں میں پیدا ہو، وہ مخلوق ہے، لیکن قرآن کے الفاظ اور معانی کہ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا، جبریل امین علیہ السلام نے اللہ سے

سنا، محمد ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے سنا اور لوگوں تک پہنچایا، اس سے امتوں کو خبر دار کیا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ”تاکہ میں (محمد ﷺ) اس قرآن کے ذریعہ تمہیں اور جن تک قرآن پہنچے ان کو (اللہ کے عذاب) سے ڈراؤں۔“ وہ قرآن واحد ہے، جو کہ اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے۔“

(مجموع الفتاوي : 12/74-75)

کیا قرآن کلام معنوی ہے؟:

قرآن اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے، اسے کلام معنوی کہنا واضح الحاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو صوت وحروف سے کلام کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا کلام سنا گیا۔ جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سنا اور جبریل سے نبی کریم ﷺ نے سنا۔ اس کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع واتفاق ہے۔

❀ علامہ سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِجْمَاعُ مُنْعَقِدٌ بَيْنَ الْعُقَلَاءِ عَلٰى كَوْنِ الْكَلَامِ حَرْفًا وَصَوْتًا .

”علوم عقلیہ کے ماہرین کا اجماع ہے کہ کلام حروف اور صوت (آواز) پر مشتمل ہوتا ہے۔“

(رِسالة السّجزي، ص 118)

قرآن بھی اللہ کا کلام ہے، لہٰذا لامحالہ اللہ تعالیٰ نے اسے صوت وحروف سے کلام کیا ہے، ورنہ اسے کلام نہیں کہا جا سکتا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا قَضَى اللّٰهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ، ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا

خُضْعَانًا لِقَوْلِهٖ .

”جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی فیصلہ کرتا ہے، تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی اطاعت گزاری میں اپنے پروں کو مارتے ہیں۔“

(صحيح البخاري :4701)

۞ امام بخاری رحمہ اللہ (۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنَادِي بِصَوْتٍ يَسْمَعُهٗ مَنْ بَعُدَ كَمَا يَسْمَعُهٗ مَنْ قَرُبَ ...... وَفِي هٰذَا دَلِيلٌ أَنَّ صَوْتَ اللّٰهِ لَا يُشْبِهُ أَصْوَاتَ الْخَلْقِ، لِأَنَّ صَوْتَ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهٗ يُسْمَعُ مِنْ بُعْدٍ كَمَا يُسْمَعُ مِنْ قُرْبٍ، وَأَنَّ الْمَلَائِكَةَ يُصْعَقُونَ مِنْ صَوْتِهٖ .

”بے شک اللہ تعالیٰ آواز کے ساتھ ندا لگاتا ہے، جسے قریب و بعید والے سب سنتے ہیں۔......اس میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آواز مخلوق کی آواز کے مشابہ نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو قریب سے بھی سنا جاتا ہے اور دور سے بھی، نیز فرشتے اللہ تعالیٰ کی آواز سن کر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔“

(خلق أفعال العباد، ص 98)

۞ امام قوام السنہ، اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ أَنَّ كَلَامَ اللّٰهِ قَوْلٌ يُسْمَعُ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ایسا قول ہے، جسے سنا جا سکتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ آواز کے ساتھ کلام کرتا ہے، جو حروف پر مشتمل ہوتی ہے)۔“

(شرح صحيح البخاري : 586/4)

❁ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ .

''عنقریب ہر ایک سے اس کا رب کلام کرے گا، اس کے اور رب کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔''

(صحيح البخاري : 7512، صحيح مسلم : 1016)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا تَكَلَّمَ اللّٰهُ بِالْوَحْيِ سَمِعَ أَهْلُ السَّمَاءِ .

''جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام کرتا ہے، تو آسمان والے فرشتے سنتے ہیں۔''

(التّوحيد لابن خزيمة : 351/1، وسندهٗ صحيحٌ)

جہمیہ، متکلمین میں سے معتزلہ، کلابیہ، اشاعرہ سارے کے سارے قرآن کریم کے حقیقی کلام ہونے میں گمراہ ہیں اور عقیدہ اہل سنت سے منحرف ہیں۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَسْأَلَةُ الْكَلَامِ حَيَّرَتْ عُقُولَ الْأَنَامِ .

''کلام الٰہی کے مسئلہ نے گمراہوں کی عقلوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 113/12)

معتزلہ، اشاعرہ اور ان کے ہم نوا کلام الٰہی کے مسئلہ میں گمراہ ہو گئے اور عقیدہ اہل سنت سے منحرف ہو گئے، کبھی کہتے ہیں کہ یہ کلام نفسی ہے، کبھی کلام کا اثبات کرتے ہیں اور صوت و حروف کا انکار کرتے ہیں۔

ان کے مقابلہ میں اہل سنت والجماعت اس مسئلہ میں اتفاق اور اجماع پر قائم ہیں،

ان میں کوئی اختلاف یا حیران و پریشانی نہیں۔ وہ قرآن کو اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام مانتے ہیں، جسے اس نے صوت وحروف سے کلام کیا ہے، جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت تک۔

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْأَئِمَّةَ وَالسَّلَفَ اتَّفَقُوا عَلٰى أَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، بَلْ هُوَ الَّذِي تَكَلَّمَ بِهٖ بِقُدْرَتِهٖ وَمَشِيئَتِهٖ، لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ: إِنَّهٗ مَخْلُوقٌ، وَلَا إِنَّهٗ قَدِيمٌ.

''ائمہ اور سلف اُمت کا اتفاق ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے، مخلوق نہیں، یہ وہی کلام ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور مشیئت سے کلام کیا، کسی امام نے اسے مخلوق یا قدیم نہیں کہا۔''

(مِنهاج السّنة : 416/5)

۞ نیز فرماتے ہیں:

اِسْتَفَاضَتِ الْآثَارُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَئِمَّةِ السُّنَّةِ أَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ يُنَادِي بِصَوْتٍ، نَادٰى مُوسٰى وَيُنَادِي عِبَادَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَوْتٍ وَيَتَكَلَّمُ بِالْوَحْيِ بِصَوْتٍ وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِنَ السَّلَفِ أَنَّهٗ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يَتَكَلَّمُ بِلَا صَوْتٍ أَوْ بِلَا حَرْفٍ وَلَا أَنَّهٗ أَنْكَرَ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللّٰهُ بِصَوْتِ أَوْ بِحَرْفٍ.

''نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور بعد والے ائمہ اہل سنت سے روایات مشہور ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آواز کے ساتھ صدا لگاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ندا لگائی، نیز اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے بندوں کو آواز کے ساتھ ندا لگائے گا۔ اللہ تعالیٰ وحی کو آواز کے ساتھ کلام کرتا ہے، سلف میں سے کسی سے منقول نہیں کہ اس نے کہا ہو: اللہ تعالیٰ بغیر صوت یا حروف کے کلام کرتا ہے، یہ بھی سلف میں سے کسی سے منقول نہیں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے صوت وحروف سے تکلم کرنے کا انکار کیا ہو۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 12/304)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مِنَ الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ وَكُتُبِهٖ؛ الْإِيمَانُ بِأَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ مُنَزَّلٌ غَيْرُ مَخْلُوقٍ مِنْهُ بَدَأَ وَإِلَيْهِ يَعُودُ؛ وَأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى تَكَلَّمَ بِهٖ حَقِيقَةً وَأَنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ الَّذِي أَنْزَلَهٗ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ كَلَامُ اللّٰهِ حَقِيقَةً لَا كَلَامُ غَيْرِهٖ؛ وَلَا يَجُوزُ إِطْلَاقُ الْقَوْلِ بِأَنَّهٗ حِكَايَةٌ عَنْ كَلَامِ اللّٰهِ أَوْ عِبَارَةٌ عَنْهُ بَلْ إِذَا قَرَأَهُ النَّاسُ أَوْ كَتَبُوهُ بِذٰلِكَ فِي الْمَصَاحِفِ، لَمْ يَخْرُجْ بِذٰلِكَ عَنْ أَنْ يَكُونَ كَلَامَ اللّٰهِ تَعَالٰى حَقِيقَةً فَإِنَّ الْكَلَامَ إِنَّمَا يُضَافُ حَقِيقَةً إِلٰى مَنْ قَالَهٗ مُبْتَدِئًا لَا إِلٰى مَنْ قَالَهٗ مُبَلِّغًا مُؤَدِّيًا، وَهُوَ كَلَامُ اللّٰهِ؛ حُرُوفُهٗ وَمَعَانِيهِ؛ لَيْسَ كَلَامُ اللّٰهِ الْحُرُوفَ دُونَ

الْمَعَانِي وَلَا الْمَعَانِيَ دُونَ الْحُرُوفِ .

”اللہ اور اس کی کتب پر ایمان لانے میں سے ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے، مخلوق نہیں ہے، اس کی ابتدا اللہ سے ہوئی اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو حقیقت میں کلام کیا، یہ قرآن، جسے اللہ تعالیٰ نے محمد کریم ﷺ نازل کیا، یہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے، نہ کہ کسی دوسرے کا۔ یہ کہنا جائز نہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کے کلام کی حکایت ہے یا اس کے کلام کی تعبیر ہے۔ بلکہ جب اسے لوگ پڑھتے ہیں یا مصحف میں لکھتے ہیں، تب بھی یہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی کلام ہونے سے خارج نہیں ہوتا، کیونکہ کلام کو حقیقت میں اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جس نے اسے سب سے پہلے تکلم کیا ہو، نہ کہ اس شخص کی طرف، جس نے اسے حکایت کے طور پر تکلم کیا ہو۔ کلام اللہ حروف و معانی دونوں کا نام ہے، کلام اللہ صرف حروف یا صرف معانی کا نام نہیں۔“

(مجموع الفتاویٰ : 3/144)

❀ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ كَلَامَ اللّٰهِ هَلْ هُوَ حَرْفٌ وَّصَوْتٌ أَمْ لَا؟ فَإِنَّ إِطْلَاقَ الْجَوَابِ فِي هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ نَفْيًا وَإِثْبَاتًا خَطَأٌ وَهِيَ مِنَ الْبِدَعِ الْمُوَلَّدَةِ الْحَادِثَةِ بَعْدَ الْمِائَةِ الثَّالِثَةِ لَمَّا قَالَ قَوْمٌ مِنْ مُتَكَلِّمَةِ الصِّفَاتِيَةِ : إِنَّ كَلَامَ اللّٰهِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلٰى أَنْبِيَائِهٖ كَالتَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَالَّذِي لَمْ يُنَزِّلْهُ وَالْكَلِمَاتِ الَّتِي كَوَّنَ بِهَا الْكَائِنَاتِ

وَالْكَلِمَاتِ الْمُشْتَمِلَةِ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَنَهْيِهِ وَخَبَرِهِ لَيْسَتْ إِلَّا مُجَرَّدَ مَعْنًى وَاحِدٍ هُوَ صِفَةٌ وَاحِدَةٌ قَامَتْ بِاللَّهِ إِنْ عُبِّرَ عَنْهَا بِالْعِبْرَانِيَةِ كَانَتْ التَّوْرَاةَ وَإِنْ عُبِّرَ عَنْهَا بِالْعَرَبِيَّةِ كَانَتْ الْقُرْآنَ وَإِنَّ الْأَمْرَ وَالنَّهْيَ وَالْخَبَرَ صِفَاتٌ لَّهَا لَا أَقْسَامٌ لَهَا وَإِنَّ حُرُوفَ الْقُرْآنِ مَخْلُوقَةٌ خَلَقَهَا اللَّهُ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ بِهَا وَلَيْسَتْ مِنْ كَلَامِهِ؛ إِذْ كَلَامُهُ لَا يَكُونُ بِحَرْفٍ وَصَوْتٍ، عَارَضَهُمْ آخَرُونَ مِنَ الْمُثْبِتَةِ فَقَالُوا : بَلِ الْقُرْآنُ هُوَ الْحُرُوفُ وَالْأَصْوَاتُ وَتَوَهَّمَ قَوْمٌ أَنَّهُمْ يَعْنُونَ بِالْحُرُوفِ الْمِدَادَ وَبِالْأَصْوَاتِ أَصْوَاتَ الْعِبَادِ وَهَٰذَا لَمْ يَقُلْهُ عَالِمٌ، وَالصَّوَابُ الَّذِي عَلَيْهِ سَلَفُ الْأُمَّةِ كَالْإِمَامِ أَحْمَدَ وَالْبُخَارِيِّ صَاحِبِ الصَّحِيحِ فِي كِتَابِ خَلْقِ أَفْعَالِ الْعِبَادِ وَغَيْرِهِ وَسَائِرِ الْأَئِمَّةِ قَبْلَهُمْ وَبَعْدَهُمْ أَتْبَاعُ النُّصُوصِ الثَّابِتَةِ وَإِجْمَاعِ سَلَفِ الْأُمَّةِ وَهُوَ أَنَّ الْقُرْآنَ جَمِيعَهُ كَلَامُ اللَّهِ حُرُوفُهُ وَمَعَانِيهِ لَيْسَ شَيْءٌ مِنْ ذَٰلِكَ كَلَامًا لِغَيْرِهِ؛ وَلَٰكِنْ أَنْزَلَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَلَيْسَ الْقُرْآنُ اسْمًا لِمُجَرَّدِ الْمَعْنَىٰ وَلَا لِمُجَرَّدِ الْحَرْفِ؛ بَلْ لِمَجْمُوعِهِمَا وَكَذَٰلِكَ سَائِرِ الْكَلَامِ لَيْسَ هُوَ الْحُرُوفَ فَقَطْ؛ وَلَا الْمَعَانِي فَقَطْ، كَمَا أَنَّ الْإِنْسَانَ الْمُتَكَلِّمَ النَّاطِقَ لَيْسَ هُوَ مُجَرَّدَ الرُّوحِ وَلَا مُجَرَّدَ الْجَسَدِ؛ بَلْ مَجْمُوعُهُمَا، وَأَنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ

يَتَكَلَّمُ بِصَوْتٍ كَمَا جَاءَ تْ بِهِ الْأَحَادِيثُ الصِّحَاحُ وَلَيْسَ ذٰلِكَ كَأَصْوَاتِ الْعِبَادِ لَا صَوْتِ الْقَارِءِ وَلَا غَيْرِهٖ، وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ لَا فِي ذَاتِهٖ وَلَا فِي صِفَاتِهٖ وَلَا فِي أَفْعَالِهٖ، فَكَمَا لَا يُشْبِهُ عِلْمُهٗ وَقُدْرَتُهٗ وَحَيَاتُهٗ عِلْمَ الْمَخْلُوقِ وَقُدْرَتَهٗ وَحَيَاتَهٗ، فَكَذٰلِكَ لَا يُشْبِهُ كَلَامُهٗ كَلَامَ الْمَخْلُوقِ وَلَا مَعَانِيهِ تُشْبِهُ مَعَانِيَهٗ وَلَا حُرُوفُهٗ تُشْبِهُ حُرُوفَهٗ وَلَا صَوْتُ الرَّبِّ يُشْبِهُ صَوْتَ الْعَبْدِ فَمَنْ شَبَّهَ اللّٰهَ بِخَلْقِهٖ فَقَدْ أَلْحَدَ فِي أَسْمَائِهٖ وَآيَاتِهٖ وَمَنْ جَحَدَ مَا وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ فَقَدْ أَلْحَدَ فِي أَسْمَائِهٖ وَآيَاتِهٖ.

”کلام اللہ کیا حرف وصوت ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں نفیا یا اثباتا کوئی جواب دینا خطا ہے۔ یہ بدعت ہے اور تیسری صدی کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ یہ بدعی نظریہ ہے، جس کا آغاز تین سو سال کے بعد اس وقت ہوا، جب صفات (کا انکار کرنے والے) اہل کلام کی ایک جماعت نے کہا: ”اللہ کا وہ کلام جو انبیا پر نازل ہوا، مثلاً تورات، انجیل اور قرآن۔ اور وہ کلام جو اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں کیا، وہ کلمات جن سے کائنات کی تخلیق کی اور وہ کلمات، جو اللہ تعالیٰ کے حکم، نہی اور خبر پر مشتمل ہیں، وہ فقط ایک معنوی کلام ہے، ایک صفت ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے، اسے عبرانی میں تعبیر کیا گیا، تو تورات بن گئی، عربی میں تعبیر کیا گیا، تو قرآن بن گیا۔ اور امر، نہی اور خبر ان کی صفات ہیں، اقسام نہیں۔ قرآن کے حروف مخلوق ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا ہے، ان سے

کلام نہیں کیا اور نہ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں سے ہیں، کیونکہ باری تعالیٰ کا کلام نہ حرف کے ساتھ ہوتا ہے اور نہ صوت (آواز) کے ساتھ۔''

ان (اہل کلام) کی مخالفت دوسروں نے کی، جو (کلام الٰہی کے صوت وحروف کا) اثبات کرتے ہیں، انہوں نے کہا: بلکہ قرآن حروف اور اصوات (آواز) پر مشتمل ہے۔ کچھ لوگوں کو وہم ہوا کہ ان اہل علم نے حروف سے (مصحف کی) سیاہی اور اصوات سے (قرآن کی تلاوت کرنے والے) بندوں کی آوازیں مراد لی ہے۔ حالانکہ اس کا قائل کوئی بھی عالم نہیں ہے۔ درست بات، جس پر سلف امت ہیں، جیسے امام احمد بن حنبل، صاحب صحیح امام بخاری رحمہ اللہ نے (اپنی کتاب) خلق افعال العباد وغیرہ میں اور ان سے پہلے اور بعد کے اہل علم ہیں، وہ یہ کہ ثابت نصوص اور سلف اُمت کے اجماع کا اتباع کیا جائے، سلف کا اجماع ہے کہ قرآن پورے کا پورا کلام اللہ ہے، اس کے حروف بھی اور اس کے معانی بھی، اس میں سے کوئی چیز بھی غیر اللہ کا کلام نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے رسول پر نازل کیا ہے اور قرآن صرف معنوی یا صرف حرف کا نام نہیں، بلکہ معنوی اور حروف دونوں پر مشتمل ہے، اسی طرح دیگر کلام بھی نہ صرف حروف ہیں اور نہ صرف معانی ہیں، (بلکہ حروف اور معانی دونوں پر مشتمل ہیں۔) جیسے ایک انسان جو کلام کرسکتا ہے، بول سکتا ہے، وہ صرف روح یا صرف جسم پر مشتمل نہیں، بلکہ دونوں پر مشتمل ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ آواز کے ساتھ کلام کرتا ہے، جیسا کہ اس بارے میں صحیح احادیث آئی ہیں، البتہ یہ بندوں کی آواز کی طرح نہیں ہے، نہ کسی قاری کی آواز کی طرح اور نہ کسی

دوسرے کی، اللہ تعالیٰ کے ہم مثل کوئی شے نہیں، نہ اس کی ذات میں، نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔تو جس طرح باری تعالیٰ کا علم، قدرت اور حیات، مخلوق کے علم، قدرت اور حیات کے مشابہ نہیں، بالکل اسی طرح باری تعالیٰ کا کلام مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں، نہ اس کے معانی مخلوق کے معانی کے مشابہ ہیں، نہ اس کے حروف مخلوق کے حروف کے مشابہ ہیں، نہ رب تعالیٰ کی آواز مخلوق کی آواز کے مشابہ ہے۔پس جس نے اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی، اس نے باری تعالیٰ کے اسماء اور آیات میں الحاد کیا اور جس نے اس صفت کا انکار کیا، جس سے اللہ تعالیٰ نے خود کو متصف کیا، تو اس نے بھی اللہ کے اسما اور آیات میں الحاد کیا۔'' (مَجموع الفتاوٰی : 243/12)

✿ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَيْسَ الْمُرَادُ أَنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ مَعْنَاهُ عَلَى الرُّسُلِ بِلُغَتِهِمْ، بَلِ الْمُرَادُ مِنْ كَوْنِهٖ فِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ذِكْرُهٗ وَالْإِخْبَارُ عَنْهُ، وَإِلَّا فَالْقُرْآنُ لَمْ يَنْزِلْ إِلَّا مَرَّةً وَّاحِدَةً عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ، مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمْ يَنْزِلْ عَلٰى غَيْرِهٖ مِنَ الرُّسُلِ، وَلَيْسَتِ التَّوْرَاةُ هِيَ الْإِنْجِيلَ، وَلَا الْإِنْجِيلُ التَّوْرَاةَ، بَلْ كُلٌّ مِّنْهُمَا غَيْرُ الْآخَرِ وَغَيْرُ الْقُرْآنِ أَيْضًا.

''اس آیت کا یہ مفہوم نہیں کہ قرآن کریم کا معنی (پہلے) رسولوں پر ان کی زبان میں نازل ہوا، بلکہ قرآن کا پہلی کتابوں میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا

تذکرہ پہلی کتب میں موجود تھا اور اس کے متعلق خبر دی گئی تھی۔ ورنہ تو قرآن کریم ایک ہی مرتبہ محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا، آپ کے علاوہ کسی رسول پر نازل نہیں ہوا۔ تورات انجیل نہیں اور نہ انجیل تورات ہے، بلکہ دونوں ایک دوسرے سے الگ کتابیں ہیں، اسی طرح قرآن سے بھی الگ ہیں۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 527/2)

❀ نیز فرماتے ہیں:

''جس نے یہ کہا کہ کلام اللہ معنی واحد ہے، جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے، اس سے سنا نہیں گیا۔ اگر اُسے عربی میں ڈھالا جائے، تو وہ قرآن ہے اور اگر سریانی زبان میں ڈھالا جائے، تو وہ انجیل ہے۔ تو یہ بات بہت اشکال والی ہے، کیونکہ جب یقینی طور پر سورت تبت (لہب) سورت اخلاص کا غیر ہے اور سورت بقرہ، سورت فیل کا غیر ہے، تو قرآن کریم کیسے تورات اور انجیل کا غیر نہیں؟ قرآن کا پہلے انبیا کی کتابوں میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ قرآن کا ذکر اور اس کے متعلق خبر پہلے انبیا کی کتابوں میں موجود ہے، اس پر دلیل لفظ زُبُر ہے، کیونکہ یہ زبور بمعنی مزبور کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: لکھا ہوا۔ لہٰذا قرآن کا وجود ان کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ، کہ جن پر قرآن نازل ہونا تھا، کا وجود ان کی کتابوں میں موجود تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے: ﴿يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ﴾ ''وہ نبی کریم ﷺ (کے ذکر) کو تورات اور انجیل میں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں۔'' پس آیت سے مراد یہ ہے کہ قرآن کے متعلق خبر کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود

ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ (کا ذکر) ان کے پاس موجود تورات اور انجیل میں مندرج ہے۔ شبہ اس لیے پیدا ہوا کہ قرآن کے لفظ سے کبھی قرآن لکھنا مراد ہوتا ہے اور کبھی قرآن کا نام لکھنا۔ اس کے برعکس رسول کے لکھے جانے سے مراد ان کا نام ہی ہوتا ہے۔ جبکہ تورات میں بدر و اُحد کا واقعہ موجود نہیں، نہ نماز میں کعبہ کی طرف منہ پھیرنے کا حکم اور بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا نسخ وغیرہ موجود ہے۔

جس نے یہ کہا کہ قرآن فقط کلامِ معنوی ہے اور اس کا نظم (الفاظ اور ترتیب) مخلوق ہیں۔ اس کی یہ بات معتزلہ کے مشابہ ہے، جو خلق قرآن کے قائل ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں کلام اللہ ہیں، جیسا کہ شیخ حافظ الدین نسفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) نے ''المنار'' میں اور دیگر مشائخ نے ذکر کیا ہے۔ جب یہ معلوم ہو چکا کہ قرآن عربی نظم (الفاظ و ترتیب) کا نام ہے اور ہمیں نماز میں قرآن کریم کی قرأت کا حکم دیا گیا، تو جس نے عربی کے علاوہ کسی زبان میں قرأت کی، وہ قرآن کی قرأت کرنے والا شمار نہ ہوگا۔ بلکہ اس نے ایسا کلام کیا، جو نماز کے منافی ہے، لہٰذا اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ چاہے وہ عربی سے واقف ہو یا نہ ہو، اگرچہ وہ قرآن نہ جانتا ہو اور قرآن (کے معانی) کی تعبیر فارسی زبان میں کرنا جانتا ہو اور اسے زبانی یاد ہو (تو بھی جائز نہیں)۔ یہ اُمی (اَن پڑھ) ہے، اس پر قرآن سیکھنا واجب ہے۔''

(التّنبیہ علی مُشکِلات الہِدایۃ : 2/528-530)

❁ علامہ زرقانی رحمہ اللہ (۱۳۶۷ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أُسِفَ بَعْضُ النَّاسِ فَزَعَمَ أَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يَنْزِلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعَانِي الْقُرْآنِ وَالرَّسُولُ يُعَبِّرُ عَنْهَا بِلُغَةِ الْعَرَبِ، وَزَعَمَ آخَرُونَ أَنَّ اللَّفْظَ لِجِبْرِيلَ وَأَنَّ اللّٰهَ كَانَ يُوحِي إِلَيْهِ الْمَعْنٰى فَقَطْ وَكِلَاهُمَا قَوْلٌ بَاطِلٌ أَثِيمٌ مُصَادِمٌ لِصَرِيحِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ وَلَا يُسَاوِي قِيمَةَ الْمِدَادِ الَّذِي يُكْتَبُ بِهٖ، وَعَقِيدَتِي أَنَّهٗ مَدْسُوسٌ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فِي كُتُبِهِمْ، وَإِلَّا فَكَيْفَ يَكُونُ الْقُرْآنُ حِينَئِذٍ مُعْجِزًا وَاللَّفْظُ لِمُحَمَّدٍ أَوْ لِجِبْرِيلَ؟ ثُمَّ كَيْفَ تَصِحُّ نِسْبَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَاللَّفْظُ لَيْسَ لِلّٰهِ؟ مَعَ أَنَّ اللّٰهَ يَقُولَ : ﴿حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ﴾ إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا يَطُولُ بِنَا تَفْصِيلُهٗ، وَالْحَقُّ أَنَّهٗ لَيْسَ لِجِبْرِيلَ فِي هٰذَا الْقُرْآنِ سِوٰى حِكَايَتِهٖ لِلرَّسُولِ وَإِيحَائِهٖ إِلَيْهِ وَلَيْسَ لِلرَّسُولِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْقُرْآنِ سِوٰى وَعْيِهٖ وَحِفْظِهٖ ثُمَّ حِكَايَتِهٖ وَتَبْلِيغِهٖ ثُمَّ بَيَانِهٖ وَتَفْسِيرِهٖ ثُمَّ تَطْبِيقِهٖ وَتَنْفِيذِهٖ .

’’ایک شخص پر افسوس ہوا، اس کا کہنا تھا کہ جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کے معانی لے کر نازل ہوتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر لغت عرب سے کر دیتے تھے۔ کچھ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ لفظ جبریل علیہ السلام کے ہیں اور اللہ تعالیٰ جبریل کی طرف صرف معنی کو وحی کرتا تھا۔ یہ دونوں قول باطل، گناہ اور کتاب وسنت اور اجماع کے مخالف ہیں، جس سیاہی سے یہ کچھ لکھا گیا ہے،

اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کتابوں میں مسلمانوں کے (عقائد کے) بارے میں سازش کی گئی ہے۔ ورنہ اگر قرآن کے الفاظ محمد کریم ﷺ یا جبریل علیہ السلام کے ہیں، تو قرآن معجزہ کیسے ہوسکتا ہے؟ نیز اگر الفاظ اللہ تعالیٰ کے نہیں ہیں، تو ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے کی جاسکتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا کلام کہا ہے۔ اس پر تفصیلی بحث ذکر کی جاسکتی ہے۔ حق بات یہ ہے کہ قرآن کے حوالہ سے جبریل علیہ السلام کی ذمہ داری صرف یہ تھی کہ اسے رسول اللہ ﷺ کو حکایت کرتے تھے اور وحی کرتے تھے اور ہمارے نبی اور رسول علیہ السلام کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ اس قرآن کو محفوظ کرتے، اسے یاد کرتے، پھر اسے دوسرے تک پہنچاتے، پھر اس کی وضاحت اور تفسیر کرتے، پھر اس پر عمل کرتے اور اسے نافذ کرتے تھے۔'' (مَناهل العرفان: 49/1)

تنبیہ:

✿ امام ابوالولید طیالسی رحمہ اللہ (۲۲۷ھ) فرماتے ہیں:

الْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ، لَيْسَ بِبَائِنٍ مِنَ اللّٰهِ.

''قرآن اللہ کا کلام ہے، اس سے جدا نہیں۔''

(مسائل أبي داود: 1717)

اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا کلام کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جو اس سے جدا ہو اور مخلوق کے ساتھ قائم ہو، بلکہ یہ کلام صوت وحروف پر مشتمل ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے۔

کیا قرآن کریم متواتر ہے؟:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا معجز اور حقیقی کلام ہے، مخلوق نہیں۔ اس نے اسے صوت وحروف

کے ساتھ کلام کیا ہے۔ یہ وحی منزل ہے، جو جبریل علیہ السلام کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتاری گئی۔ مصاحف میں مکتوب ہے اور تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ اس کی تلاوت عبادت ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم رحمہ اللہ (۱۳۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے، یہ منزل ہے، مخلوق نہیں، جسے جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے سنا ہے، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنا۔ یہ وہی قرآن ہے، جسے ہم اپنی زبان سے تلاوت کرتے ہیں، یہ دو گتوں کے درمیان اور ہمارے سینوں میں محفوظ ہے۔ اسے سنا بھی جاتا ہے، لکھا بھی جاتا ہے اور (کتاب اور سینے میں) محفوظ بھی کیا جاتا ہے۔ اس کا ہر ہر حرف مثلاً: باء، تاء، اللہ کا کلام ہیں، مخلوق نہیں، اس کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی اور (قیامت کو) اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔ اس کے حروف اور معانی سب منجانب اللہ ہیں، نہ کہ صرف حروف، یا صرف معانی۔ اہل سنت ان لوگوں کو بدعتی قرار دیتے ہیں، جو کہتے ہیں کہ قرآن کو عقل فعال وغیرہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ڈال دیا گیا، جیسا کہ فلاسفہ اور صابی کہتے ہیں۔ یا جو کہتے ہیں کہ قرآن کو کسی جسم میں پیدا کر دیا گیا، جیسا کہ معتزلہ اور جہمیہ کہتے ہیں۔ یا جبریل یا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے علاوہ کسی اور جسم میں پیدا کیا گیا، جیسا کہ کلابیہ اور اشعریہ کہتے ہیں۔ یا جس نے یہ کہا کہ قرآن حروف اور صوت کا مرکب ہے، جو کہ قدیم اور ازلی ہیں، جیسے کلامیہ کہتے ہیں۔ یا یہ کہا کہ قرآن حادث ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے قائم ہے، لیکن (اللہ تعالیٰ کے لیے) ازل میں (یہ کلام کرنا)

ممتنع تھا، جیسا کہ ہاشمیہ اور کرامیہ کہتے ہیں۔''

(مقدمة التّفسير، ص 13-25)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ، سُوَرُهٗ وَآيَاتُهٗ، فَمُتَوَاتِرٌ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، مَحْفُوْظٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يَسْتَطِيعُ أَحَدٌ أَنْ يُبَدِّلَهٗ، وَلَا يَزِيْدَ فِيْهِ آيَةً، وَلَا جُمْلَةً مُّسْتَقِلَّةً، وَلَوْ فَعَلَ ذٰلِكَ أَحَدٌ عَمْدًا، لَانْسَلَخَ مِنَ الدِّيْنِ.

''قرآنِ عظیم کی سورتیں اور آیات متواتر ہیں، وللہ الحمد۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہے، کوئی اس میں تبدیلی یا زیادتی نہیں کرسکتا، نہ کوئی جملہ بڑھا سکتا ہے، اگر کوئی ایسا جان بوجھ کر کرے گا، تو وہ دین سے نکل جائے گا (یعنی مرتد ہو جائے گا)۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 171/10)

۞ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ الْقُرْآنُ وَوَقَعَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ، فَلَا يُزَادُ فِيهِ حَرْفٌ وَّلَا يُنْقَصُ حَرْفٌ وَقَدْ رَامَ الرَّوَافِضُ وَالْمُلْحِدَةُ ذٰلِكَ فَمَا يُمْكِنُ لَهُمْ.

''یقیناً قرآن صحیح سلامت ہے، اس پر اجماع ہو چکا ہے، لہٰذا اس میں ایک حرف بھی بڑھایا جائے، نہ کم کیا جائے۔ روافض (شیعہ) اور ملحدین نے تحریف قرآن کی کوشش کی ہے، لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔''

(إكمال المُعلِم :119/1)

❁ علامہ ابن ہبیرہ رحمہ اللہ (۵۶۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقُرْآنُ هُوَ مَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ وَنَقَلَ النَّقْلَ الْمُتَوَاتِرَ كَوَافٌ عَنْ كَوَافٍ .

”قرآن وہ کتاب ہے، جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اسے ہر دور کے لوگوں نے ایک دوسرے سے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے۔“

(الإفصاح عن معاني الصّحاح : 49/3)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللّٰهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

”ہر نبی کو جو بھی معجزہ دیا گیا، لوگ اسے دیکھ کر ایمان لاتے رہے، البتہ جو معجزہ مجھے دیا گیا ہے، وہ (قرآن وحدیث کی) وحی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کی ہے، لہٰذا مجھے امید ہے کہ روز قیامت سب سے زیادہ متبعین میرے ہی ہوں گے۔“

(صحيح البخاري :4981، صحيح مسلم : 152)

❁ اس حدیث کے تحت حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ فَضِيلَةٌ عَظِيمَةٌ لِلْقُرْآنِ الْمَجِيدِ عَلٰى كُلِّ مُعْجِزَةٍ أُعْطِيَهَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلٰى كُلِّ كِتَابٍ أَنْزَلَهُ، وَذٰلِكَ أَنَّ مَعْنَى الْحَدِيثِ؛ مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أُعْطِيَ مِنَ الْمُعْجِزَاتِ مَا آمَنَ عَلَيْهِ

الْبَشَرُ، أَيْ مَا كَانَ دَلِيلًا عَلٰى تَصْدِيقِهٖ فِيمَا جَاءَ هُمْ بِهٖ وَاتَّبَعَهٗ مَنِ اتَّبَعَهٗ مِنَ الْبَشَرِ، ثُمَّ لَمَّا مَاتَ الْأَنْبِيَاءُ لَمْ يَبْقَ لَهُمْ مُعْجِزَةٌ بَعْدَهُمْ إِلَّا مَا يَحْكِيهِ أَتْبَاعُهُمْ عَمَّا شَاهَدَهٗ فِي زَمَانِهٖ، فَأَمَّا الرَّسُولُ الْخَاتَمُ لِلرِّسَالَةِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّمَا كَانَ مُعْظَمُ مَا آتَاهُ اللّٰهُ وَحيًا مِنْهُ إِلَيْهِ مَنْقُولًا إِلَى النَّاسِ بِالتَّوَاتُرِ، فَفِي كُلِّ حِينٍ هُوَ كَمَا أَنْزَلَ، فَلِهٰذَا قَالَ: فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا، وَكَذٰلِكَ وَقَعَ، فَإِنَّ أَتْبَاعَهٗ أَكْثَرُ مِنْ أَتْبَاعِ الْأَنْبِيَاءِ لِعُمُومِ رِسَالَتِهٖ وَدَوَامِهَا إِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ، وَاسْتِمْرَارِ مُعْجِزَتِهٖ .

”اس حدیث میں دلیل ہے کہ انبیا کو عطا کردہ تمام معجزوں اور تمام کتابوں سے زیادہ فضیلت والا معجزہ قرآن مجید ہے۔ کیونکہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ہر نبی معجزات عطا کیے گئے، جن پر لوگ ایمان لائے، یعنی یہ معجزات انبیائے کرام کی لائی ہوئی شریعت کی صداقت پر دلیل تھے، تو جس نے انبیا کا اتباع کیا، سو کیا۔ پھر جب انبیا فوت ہو گئے، تو ان کے بعد ان کا کوئی معجزہ باقی نہ رہا، سوائے اس کے کہ انبیا کے متبعین ان معجزات کو بیان کرتے تھے، جن کے وہ عینی شاہد تھے۔ جبکہ خاتم المرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو (قرآن کی صورت میں) وحی عطا کی تھی، جو لوگوں تک تواتر کے ساتھ منقول ہوئی۔ ہر زمانے میں وحی اسی طرح رہے، جیسے نازل ہوئی تھی، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اُمید ہے کہ

میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے۔'' ایسا ہی ہوا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کے متبعین دیگر انبیا کے متبعین سے زیادہ ہیں، کیونکہ آپ ﷺ کی رسالت عام ہے اور قیامت تک جاری وساری ہے، نیز آپ ﷺ کا معجزہ (قرآن) بھی قیامت تک جاری رہے گا۔''(مقدمة تفسير ابن كثير :20/1)

❀ علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ (۸۳۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الِاعْتِمَادَ فِي نَقْلِ الْقُرْآنِ عَلٰى حِفْظِ الْقُلُوبِ وَالصُّدُورِ لَا عَلٰى حِفْظِ الْمَصَاحِفِ وَالْكُتُبِ، وَهٰذِهِ أَشْرَفُ خَصِيصَةٍ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ .

''قرآن کریم کے نقل میں اصل اعتماد حافظے پر ہے، نہ کہ کتابت پر۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کی بہترین خصوصیت ہے۔''

(النّشر في القراء ات العشر :6/1)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّ كُلَّ مَا هُوَ مِنَ الْقُرْآنِ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مُتَوَاتِرًا فِي أَصْلِهٖ وَأَجْزَائِهٖ وَأَمَّا فِي مَحَلِّهٖ وَوَضْعِهٖ وَتَرْتِيبِهٖ فَكَذٰلِكَ عِنْدَ مُحَقِّقِي أَهْلِ السُّنَّةِ لِلْقَطْعِ بِأَنَّ الْعَادَةَ تَقْضِي بِالتَّوَاتُرِ فِي تَفَاصِيلِ مِثْلِهٖ لِأَنَّ هٰذَا الْمُعْجِزَ الْعَظِيمَ الَّذِي هُوَ أَصْلُ الدِّينِ الْقَوِيمِ وَالصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ مِمَّا تَتَوَفَّرُ الدَّوَاعِي عَلٰى نَقْلِ جُمَلِهٖ وَتَفَاصِيلِهٖ فَمَا نُقِلَ آحَادًا وَلَمْ يَتَوَاتَرْ يُقْطَعُ بِأَنَّهٗ لَيْسَ

مِنَ الْقُرْآنِ قَطْعًا .

''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن میں جو کچھ ہے، اس کے تمام اجزا متواتر ہیں۔ قرآن (کی آیات وسور) کی ترتیب اور محل بھی محقق اہل سنت کے نزدیک قطعی الثبوت (یعنی متواتر) ہے، اس جیسی اہم چیز کی تفاصیل بھی عموما متواتر ہی ہوتی ہیں، کیونکہ شرعی ضرورت متقاضی ہے کہ یہ عظیم معجزہ، جو کہ دین قویم اور صراط مستقیم کی اَساس وبنیاد ہے، مکمل طور پر نقل کیا جائے، لہٰذا جو چیز خبرآحاد کے ساتھ نقل ہو اور متواتر نہ ہو، تو وہ قطعاً قرآن کا حصہ نہیں ہوسکتی۔''

(الاتّقان في علوم القرآن :266/1)

کلام اللہ کے بارے میں چند سوالات:

سوال: قرآن کریم کی بعض آیات کے بعض پر افضل ہونے کا کیا معنی ہے؟

جواب: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے، اللہ کا سارا کلام افضل ہے، کوئی کلام مفضول نہیں۔ قرآن کریم کی بعض آیات اور سورتیں بعض دوسری آیات وسورتوں پر مقام و مرتبہ میں فضیلت رکھتی ہیں۔ متکلم کے اعتبار سے تو سارا قرآن برابر ہے، کیونکہ سب آیات اور سورتیں ایک ہی متکلم (اللہ تعالیٰ) کا کلام ہیں، مگر اپنے مدلولات اور موضوعات کے اعتبار سے فرق ہے، مثلاً سورت اخلاص اللہ تعالیٰ کے اسما وصفات پر مشتمل ہے، یہ سورت لہب کی طرح نہیں ہوسکتی، کیونکہ وہاں ابولہب کا حال وانجام بیان ہوا ہے۔ اسی طرح انداز بیان کی قوت وتاثیر کے اعتبار سے بھی آیات وسور میں تفاوت ہے۔ بعض آیات چھوٹی ہوتی ہیں، لیکن ان میں ترغیب وترہیب کا گراں قدر سامان موجود ہوتا ہے۔

سوال: قرآن کریم سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتابوں کے بارے میں کیا

عقیدہ ہونا چاہیے؟

(جواب): ایمانیات ستہ میں سے ایک رکن ''کتابوں پر ایمان'' ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سمیت جتنی کتابیں یا صحیفہ نازل کیے،سب کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اللہ کا کلام ہیں اور حق ہیں،ان کتابوں یا صحیفوں میں سے جن کا نام معلوم ہے،ان پر ناموں کے ساتھ ایمان لانا،مثلاً تورات،زبور،انجیل،صحائف ابراہیم،صحائف موسیٰ علیہما السلام وغیرہ اور جن کے نام معلوم نہیں،ان پر بغیر نام لیے ایمان لانا،مثلاً یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی پر جو کلام نازل کیا،میں اس کے حق ہونے پر ایمان رکھتا ہوں،نیز یہ بھی اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ قرآن کریم کے نازل ہونے کے بعد پہلی تمام کتابیں اور صحیفے منسوخ ہو چکے ہیں،ان پر عمل کرنا جائز نہیں،نیز ان میں تحریف ہو چکی ہے۔

(سوال): کیا قرآن کریم سب سے افضل کتاب ہے؟

(جواب): قرآن کریم سب سے افضل کتاب ہے،اس نے پہلی تمام کتابوں کو منسوخ کر دیا،اس کی حفاظت وصیانت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آخری ہیں اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم بھی آخری ہے۔اس کے بعد کوئی آسمانی کتاب یا صحیفہ نازل نہیں ہوگا۔

قرآن کریم کے ہر ہر حرف کی تلاوت پر اجر ہے،اس کی تعظیم اور ادب واحترام واجب ہے،اس کے ایک حرف کا بھی انکار کفر ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰی وُجُوبِ تَعْظِیمِ الْقُرْآنِ الْعَزِیزِ عَلَی الْإِطْلَاقِ وَتَنْزِیهِهٖ وَصِیَانَتِهٖ وَأَجْمَعُوا عَلٰی أَنَّ مَنْ جَحدَ مِنْهُ

حَرْفًا مِّمَّا أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَوْ زَادَ حَرْفًا لَّمْ يَقْرَأْ بِهٖ أَحَدٌ وَهُوَ عَالِمٌ بِذٰلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ.

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مطلقاً قرآنِ عزیز کی تعظیم، تنزیہ اور حفاظت کرنا واجب ہے، نیز اجماع ہے کہ جو جان بوجھ کر قرآن کے ایک بھی حرف کہ جس پر اجماع ہو چکا ہے، کا انکار کرے یا اپنی طرف سے کوئی حرف زیادہ کرے کہ جس کی قرأت (اس سے پہلے) کسی (اہل علم) نے نہیں کی، تو وہ کافر ہے۔''

(التِّبيان في آداب حَمَلة القرآن، ص 164)

سوال: کیا قرآن کریم کی کسی آیت میں تحریف ہوئی؟

جواب: قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔ اس کا ایک حرف بھی تبدیل نہیں ہوا، بلکہ اسی طرح محفوظ ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا۔ اس کی ہر آیت متواتر ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ﴾ (الحِجر: ٩)

''بلاشبہ ہم نے ہی ''ذکر'' کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

ذکر کا معنی نصیحت ہے، وہ قرآن اور حدیث ہے۔ لہٰذا قرآن وحدیث اللہ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہیں۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ، سُوَرُهٗ وَآيَاتُهٗ، فَمُتَوَاتِرٌ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، مَحْفُوْظٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يَسْتَطِيعُ أَحَدٌ أَنْ يُبَدِّلَهٗ، وَلَا يَزِيْدَ فِيْهِ آيَةً، وَلَا

جُمْلَةً مُّسْتَقِلَّةً، وَلَوْ فَعَلَ ذٰلِكَ أَحَدٌ عَمْدًا، لَانْسَلَخَ مِنَ الدِّيْنِ .

''قرآن عظیم کی سورتیں اور آیات متواتر ہیں، وللہ الحمد۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہے، کوئی اس میں تبدیلی یا زیادتی نہیں کرسکتا، نہ کوئی جملہ بڑھا سکتا ہے، اگر کوئی ایسا جان بوجھ کر کرے گا، تو وہ دین سے نکل جائے گا (یعنی مرتد ہو جائے گا)۔'' (سِيَر أعلام النُّبلاء : 171/10)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ الْقُرْآنُ وَوَقَعَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ، فَلَا يُزَادُ فِيهِ حَرْفٌ وَّلَا يُنْقَصُ حَرْفٌ وَقَدْ رَامَ الرَّوَافِضُ وَالْمُلْحَدَةُ ذٰلِكَ فَمَا يُمْكِنُ لَهُمْ .

''یقیناً قرآن صحیح سلامت ہے، اس پر اجماع ہو چکا ہے، لہٰذا اس میں نہ ایک حرف بڑھایا جا سکتا ہے اور نہ کم کیا جا سکتا ہے۔ روافض (شیعہ) اور ملحدین نے تحریف قرآن کی کوشش کی ہے، لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔''

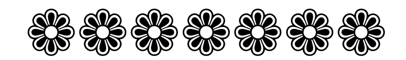
(إكمال المُعلِم : 119/1)

سوال: کیا جنبی قرآن کریم کی طرف دیکھ سکتا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں، جنبی کے لیے صرف قرآن پڑھنا اور پکڑنا ممنوع ہے، دیکھنا ممنوع نہیں ہے۔

سوال: کیا جنبی قرآنی تعویذ پہن سکتا ہے؟

جواب: اگر تعویذ کسی چمڑے وغیرہ میں لپیٹا ہوا ہے، تو پہنا جا سکتا ہے۔



قرآن کریم کی قسم

قرآن کریم کی قسم اٹھانا جائز ہے، کیوں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کا کلام ہے، مخلوق نہیں۔

❁ امام اندلس، حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلَّذِي أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ فِي هٰذَا الْبَابِ هُوَ أَنَّهٗ مَنْ حَلَفَ بِاللّٰهِ أَوْ بِاسْمٍ مِّنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ أَوْ بِصِفَةٍ مِّنْ صِفَاتِهٖ أَوْ بِالْقُرْآنِ أَوْ بِشَيْءٍ مِّنْهُ فَحَنِثَ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ عَلٰى مَا وَصَفَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ مِنْ حُكْمِ الْكَفَّارَةِ وَهٰذَا مَا لَا خِلَافَ فِيهِ عِنْدَ أَهْلِ الْفُرُوعِ وَلَيْسُوا فِي هٰذَا الْبَابِ بِخِلَافٍ وَّأَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ تَصْرِيحَ الْيَمِينِ بِاللّٰهِ هُوَ قَوْلُ الْحَالِفِ بِاللّٰهِ أَوْ وَاللّٰهِ أَوْ تَاللّٰهَ .

''اس پر اجماع ہے کہ جس نے اللہ، اللہ کے کسی نام، اس کی کسی صفت، قرآن کریم یا اس کے کسی حصے کی قسم اٹھائی اور نبھا نہ سکا، تو اس پر قسم کا وہ کفارہ واجب ہے، جو اللہ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے، اہل فرع کے ہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اہل علم کا اجماع ہے کہ اللہ کی قسم کی تصریح ان الفاظ میں ہے؛ باللہ، تاللہ، واللہ۔''

(التّمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد : ٣٦٩/١٤)

❁ امام ابو جعفر احمد بن سنان واسطی رحمہ اللہ (۲۵۹ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقُرْآنَ شَيْئَيْنَ أَوْ أَنَّ الْقُرْآنَ حِكَايَةٌ فَهُوَ وَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ زِنْدِيقٌ كَافِرٌ بِاللّٰهِ هٰذَا الْقُرْآنُ هُوَ الْقُرْآنُ الَّذِي أَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ جِبْرِيلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ لَّا يُغَيَّرُ وَلَا يُبَدَّلُ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهٖ﴾(الْإِسْرَاء : ٨٨)، وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا حَلَفَ أَنْ لَّا يَتَكَلَّمَ الْيَوْمَ ثُمَّ قَرَأَ الْقُرْآنَ أَوْ صَلّٰى وَقَرَأَ الْقُرْآنَ أَوْ سَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَحْنِثْ لَا يُقَاسُ بِكَلَامِ اللّٰهِ شَيْءٌ، الْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ مِنْهُ بَدَأَ وَإِلَيْهِ يَعُودُ لَيْسَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى شَيْءٌ مَّخْلُوقٌ وَّلَا صِفَاتُهٗ وَلَا أَسْمَاؤُهٗ وَلَا عِلْمُهٗ .

''جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن دو ہیں یا موجودہ قرآن حکایت ہے، تو وحدہ لاشریک اللہ کی قسم! وہ زندیق کافر ہے۔ یہ قرآن وہی ہے، جو اللہ نے جبریل کے ذریعے محمد ﷺ پر نازل کیا، اس میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا کہ باطل اس میں نہ سامنے سے آ سکتا ہے، نہ پیچھے سے، یہ حکمت والے اور تعریف کیے گئے (رب) کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهٖ﴾ (الْإِسْرَاء : ٨٨) (کہہ دیجئے کہ جن وانس اگر اس لئے جمع ہو

جائیں کہ اس قرآن جیسا کلام لے آئیں گے، تو ایسا ممکن نہیں۔) ایک شخص قسم اٹھالے کہ آج کوئی بات نہیں کرے گا، پھر نماز پڑھ لے یا قرآن پڑھ لے یا نماز میں سلام کہہ دے، تو قسم کا کفارہ لازم نہیں ہو گا، کیوں کہ قرآن کو کسی دوسرے کلام پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، اسی سے ابتدا اور اسی پر انتہا ہے۔ اللہ کے اسما اس کی صفات یا اس کا علم کوئی بھی مخلوق نہیں ہے۔''

(اختصاص القرآن للضّياء المقدسي، ص 32، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِاسْمٍ مِّنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ فَحَنِثَ، فَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ؛ لِأَنَّ اسْمَ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلوقٍ، وَّمَنْ حَلَفَ بِالْكَعْبَةِ أَوْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ؛ لِأَنَّهٗ مَخْلُوقٌ، وَّذَاكَ غَيْرُ مَخْلُوقٍ .

''جس نے اللہ کے کسی نام کی قسم کھائی اور اسے نبھا نہ سکا، اس پر کفارہ ہے، کیوں کہ اللہ کے نام مخلوق نہیں ہیں۔ جس نے کعبہ یا صفا و مروہ کی قسم اٹھائی، اس پر کفارہ نہیں ہے، کیوں کہ یہ مخلوق ہیں اور اللہ کا نام مخلوق نہیں ہے۔''

(آداب الشّافعي لابن أبي حاتم، ص 193، حلية الأولياء لأبي نعيم : 113/9، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 28/10، مناقب الشّافعي للبيهقي :405/1، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

أَسْمَاءُ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ، وَالْقُرْآنُ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ، فَمَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ، وَّمَنْ زَعَمَ أَنَّ أَسْمَاءَ اللّٰهِ مَخْلُوقَةٌ فَقَدْ كَفَرَ .

''قرآن میں اللہ کے نام ہیں اور قرآن اللہ کا علم ہے، جس کا یہ عقیدہ ہو کہ

قرآن مخلوق ہے، وہ کافر ہے۔ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کے نام مخلوق ہیں، وہ بھی کافر ہے۔''

(المِحنة لأبي الفضل صالح بن أحمد بن حنبل، ص 69)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) ایک روایت کے تحت فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْحَلِفَ بِالْقُرْآنِ يَكُونُ يَمِينًا فِي الْجُمْلَةِ.

''اس میں دلیل ہے کہ قرآن کی قسم بہرحال منعقد ہو جاتی ہے۔''

(السنن الكبرىٰ: 75/10)

❁ صاحب ہدایہ (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ ...... وَكَذَا إِذَا حَلَفَ بِالْقُرْآنِ لِأَنَّهٗ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ.

''جو غیر اللہ کی قسم اٹھائے، اس کی قسم بے اثر ہے، مثلاً، نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کعبہ کی قسم اٹھانا...... قرآن کی قسم بھی غیر متعارف ہے اس لئے نہیں اٹھانی چاہیے۔''

(الهداية: 318/2)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

ثُمَّ لَا يَخْفٰى أَنَّ الْحَلِفَ بِالْقُرْآنِ الْآنَ مُتَعَارَفٌ فَيَكُونُ يَمِينًا كَمَا هُوَ قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ، وَتَعْلِيلُ عَدَمِ كَوْنِهٖ يَمِينًا بِأَنَّهٗ غَيْرُهٗ تَعَالٰى؛ لِأَنَّهٗ مَخْلُوقٌ؛ لِأَنَّهٗ حُرُوفٌ وَّغَيْرُ الْمَخْلُوقِ هُوَ الْكَلَامُ النَّفْسِيُّ مُنِعَ بِأَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ مُنَزَّلٌ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، وَّلَا يَخْفٰى أَنَّ الْمُنَزَّلَ فِي الْحَقِيقَةِ لَيْسَ إِلَّا الْحُرُوفُ الْمُنْقَضِيَةُ

الْمُنْعَدِمَةُ وَمَا ثَبَتَ قِدَمُهُ اسْتَحَالَ عَدَمُهُ، غَيْرَ أَنَّهُمْ أَوْجَبُوا ذٰلِكَ؛ لِأَنَّ الْعَوَامَّ إِذَا قِيلَ لَهُمْ الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ تَعَدَّوْا إِلَى الْكَلَامِ مُطْلَقًا، وَأَمَّا الْحَلِفُ بِكَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَجِبُ أَنْ يَّدُورَ مَعَ الْعُرْفِ.

''یہ مخفی نہیں کہ قرآن کی قسم اٹھانا اب متعارف ہو چکا ہے، اب اسے قسم تصور کیا جائے گا، جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ صاحب ہدایہ نے جو کہا کہ قرآن کی قسم اٹھانا درست نہیں، اس کی یہ علت بیان کرنا جائز نہیں کہ قرآن اللہ کا غیر ہے، قرآن مخلوق ہے، غیر مخلوق تو کلام نفسی ہے، گو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والا قرآن تو صرف وہ حروف ہیں، جن کا اپنا وجود تو عالم اسباب میں نہیں، البتہ موجودہ قرآن میں استعمال ہونے والے حروف پر دلالت کناں ضرور ہیں، سو اگر موجودہ حروف ہی کو کلام اللہ مان لیا جائے، تو حقیقی کلام الٰہیہ کو معدوم کہنا ناممکن ہو جائے گا۔ (ثابت ہوا کہ موجودہ حروف مخلوق ہی ہیں)، لیکن اگر عوام سے کہا جائے کہ قرآن مخلوق ہے، تو وہ یہی سمجھیں گے کہ مطلقا کلام اللہ ہی کو مخلوق کہا جا رہا ہے، (اس لئے نہیں کہتے) اب رہا مسئلہ قرآن کی قسم کا تو یہ قسم اٹھاتے وقت عرف پر محمول کرنا واجب ہوگا۔''

(فتح القدیر: 69/5، البحر الرّائق لابن نجیم: 311/4)

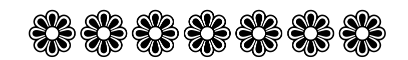
❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

يَنْبَغِي أَنْ يَّكُونَ الْحَلِفُ بِالْقُرْآنِ يَمِينًا لِّأَنَّهُ قَدْ صَارَ مُتَعَارَفًا فِي هٰذَا الزَّمَانِ، كَمَا هُوَ مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ وَغَيْرِهِمْ، وَلَا

يُلْتَفَتُ إِلٰى مَنْ عَلَّلَ كَوْنَهٗ لَيْسَ يَمِينًا بِأَنَّهٗ غَيْرُ اللّٰهِ عَلٰى طَرِيقَةِ الْمُعْتَزِلَةِ وَقَوْلِهِمْ بِخَلْقِهٖ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَازِمُهُ الْكُفْرُ عَلٰى مَا عُرِفَ أَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ مُنَزَّلٌ غَيْرُ مَخْلُوقٍ .

”قرآن کی قسم اٹھانا جائز ہے، جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا موقف ہے، کیونکہ یہ ہمارے زمانے میں متعارف ہو چکا ہے۔ اس کی بات قابل التفات نہیں، جو کہتا ہے کہ قرآن کی قسم نہیں اٹھائی جا سکتی کہ یہ مخلوق ہے، قرآن کو مخلوق کہنا معتزلہ کا مذہب ہے اور یہ کفر ہے، کیوں کہ معلوم ہے کہ قرآن اللہ کی مخلوق نہیں کلام ہے۔“

(التّنبیہ علی مُشکِلات الہِدایۃ : 4/86-87)



مشرکین کے بچے

مشرکین کے نابالغ بچے فوت ہو جائیں، تو وہ کہاں ہوں گے، جنت میں یا جہنم میں؟ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دس اقوال ذکر کیے ہیں۔

(فتح الباري : 3/246-247)

راجح، محقق اور کتاب وسنت سے مؤید قول کے مطابق وہ جنت میں ہوں گے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا﴾(بني إسرائيل : ١٥)

''ہم (کسی قوم کو) تب تک عذاب نہیں دیتے، جب تک (ان میں) رسول مبعوث نہ کر دیں۔''

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَتَوَجَّهُ عَلَى الْمَوْلُودِ التَّكْلِيفُ وَيَلْزَمُهٗ قَوْلُ الرَّسُولِ حَتّٰى يَبْلُغَ وَهٰذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

''بچہ جب تک بالغ نہیں ہوتا، مکلّف نہیں بنتا اور نہ اس کے لیے قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔''

(شرح مسلم : 16/208)

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾(التّكوير : ٩) ''کس گناہ کی پاداش میں اسے قتل کیا گیا؟'' تفسیر میں فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ بَيِّنٌ عَلٰى أَنَّ أَطْفَالَ الْمُشْرِكِينَ لَا يُعَذَّبُونَ، وَعَلٰى أَنَّ التَّعْذِيبَ لَا يُسْتَحَقُّ إِلَّا بِذَنْبٍ.

''اس آیت میں واضح دلیل ہے کہ مشرکین کے نابالغ بچوں کو عذاب نہیں ہوگا، نیز دلیل ہے کہ عذاب گناہ کی وجہ سے ہی دیا جاتا ہے۔''

(تفسير القُرطبي : 234/19)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ مَوْلُودٍ يُّولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ، أَوْ يُنَصِّرَانِهٖ، أَوْ يُمَجِّسَانِهٖ.

''پیدائش کے وقت ہر بچہ فطرت اسلام پر ہوتا ہے، پھر والدین اسے یہودی بنا دیں یا عیسائی یا مجوسی۔''

(صحيح البخاري : 1385، صحيح مسلم : 2658)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ.

''ان کے پہلوں اور بعد والوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، پھر روز محشر انہیں اپنے عقیدے پر اُٹھایا جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 2118، صحيح مسلم : 2118)

مشرکین کے نابالغ بچے فطرت اسلام پر ہوتے ہیں۔ جب وہ اسی حالت میں فوت ہو جائیں، تو انہیں فطرت اسلام پر اُٹھایا جائے گا۔

❁ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِيلُ الَّذِي فِي الرَّوْضَةِ فَإِنَّهُ إِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمَّا الْوِلْدَانُ الَّذِينَ حَوْلَهُ فَكُلُّ مَوْلُودٍ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ : فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَأَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَأَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ .

''(میں نے خواب دیکھا) باغیچے میں موجود دراز قد شخصیت سیدنا ابراہیم علیہ السلام تھے۔ان کے اردگرد چھوٹے بچے تھے، جو بچپن میں ہی فطرت پر فوت ہو گئے۔ کسی مسلمان نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ مشرکین کے بچے تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی، مشرکین کے بچے تھے۔''

(صحيح البخاري : 7047)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ الصَّحِيحُ صَرِيحٌ فِي أَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ، وَرُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ .

''اس صحیح حدیث میں صراحت ہے کہ مشرکین کے بچے جنت میں ہیں۔ یاد رہے کہ انبیا کے خواب وحی ہوتے ہیں۔''

(طريق الهِجرتَين، ص391)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ الَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ الْمُحَقِّقُونَ أَنَّهُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ .

''راجح موقف یہ ہے، جو محققین نے اختیار کیا ہے کہ مشرکوں اور کافروں کے بچے جنت میں ہیں۔''

(شرح مسلم : 208/16)

۞ نیز فرماتے ہیں:

اَلْأَصَحُّ أَنَّهٗ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَالْجَوَابُ عَنْ حَدِيثِ «اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ» أَنَّهٗ لَيْسَ فِيهِ تَصْرِيحٌ بِأَنَّهُمْ فِي النَّارِ وَحَقِيقَةُ لَفْظِهٖ : اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ لَوْ بَلَغُوا، وَلَمْ يَبْلُغُوا إِذِ التَّكْلِيفُ لَا يَكُونُ إِلَّا بِالْبُلُوغِ وَأَمَّا غُلَامُ الْخَضِرِ فَيَجِبُ تَأْوِيلُهٗ قَطْعًا لِأَنَّ أَبَوَيْهِ كَانَا مُؤْمِنَيْنِ فَيَكُونُ هُوَ مُسْلِمًا فَيَتَأَوَّلُ عَلٰى أَنَّ مَعْنَاهُ أَنَّ اللّٰهَ أَعْلَمُ أَنَّهٗ لَوْ بَلَغَ لَكَانَ كَافِرًا لَا أَنَّهٗ كَافِرٌ فِي الْحَالِ وَلَا يَجْرِي عَلَيْهِ فِي الْحَالِ أَحْكَامُ الْكُفَّارِ .

''راجح یہی ہے کہ مشرک کا بچہ جنت میں ہے۔حدیث مبارک:''اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کریں گے۔'' کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں صراحت نہیں کہ مشرکین کے بچے جہنم میں ہوں گے۔اصل مفہوم یہ ہے کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ اگر وہ بالغ ہوتے،تو کیا عمل کرتے؟ جبکہ وہ بالغ ہی نہیں ہوئے، کیونکہ انسان بلوغت کے بعد ہی مکلّف ہوتا ہے۔باقی رہا وہ بچہ جسے خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا تھا،تو اس کی تفسیر وتاویل ضروری ہے،کیونکہ اس بچے کے والدین مومن تھے،اس لحاظ سے وہ بچہ بھی مسلم ہوا۔تو اس کی تاویل یوں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ اگر یہ بچہ بالغ ہوتا،تو کافر ہو جاتا، یہ مطلب نہیں کہ بچپن میں ہی کافر تھا،اس عمر میں تو اس پر کفار والے احکام لاگو نہیں ہوتے۔''

(شرح مسلم : 208/16)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) نے اسی مذہب کو راجح اور صحیح قرار دیا ہے۔

(فتح الباري : 247/3)

تنبیہ:

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، ذَرَارِيُّ الْمُؤْمِنِينَ؟ فَقَالَ : هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ بِلَا عَمَلٍ؟ قَالَ : اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَذَرَارِيُّ الْمُشْرِكِينَ؟ قَالَ : مِنْ آبَائِهِمْ قُلْتُ : بِلَا عَمَلٍ؟ قَالَ : اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ .

”میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مومنوں کے نابالغ بچوں کا کیا حکم ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوان کے آباء کا حکم ہے۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! بغیر عمل کیسے؟ فرمایا: اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کرتے۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! مشرکین کے بچوں کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: جوان کے آبا کا حکم ہے۔ عرض کیا: بغیر عمل کیسے؟ فرمایا: اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ (بالغ ہو کر) کیا عمل کرتے۔“

(سنن أبي داود : 4712، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مومنوں اور مشرکوں کے بچوں کے متعلق سوال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیاوی اعتبار سے ان کا وہی حکم ہے، جوان کے آباء کا ہے۔

مطلب کہ مسلمانوں کے بچوں پر مسلمانوں والے دنیاوی احکام لاگو ہوں گے، مثلاً غسل، کفن، دفن، نماز جنازہ، وراثت وغیرہ کے احکام ومسائل۔

اسی طرح مشرکین کے بچوں کے احکام مشرکوں والے ہوں گے۔ ان پر نماز جنازہ

نہیں پڑھا جائے گا، کفن دفن کا بھی وہی طریقہ اختیار کیا جائے گا، جو ایک بالغ مشرک کے لیے اختیار کیا جاتا ہے، اسی طرح کوئی مسلمان اس کافر بچے کی وراثت کا حق دار نہیں ہوگا۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ حُكْمَ الطِّفْلِ حُكْمُ أَبَوَيْهِ إِنْ كَانَا مُسْلِمَيْنِ، فَحُكْمُهٗ حُكْمُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ، وَإِنْ كَانَا مُشْرِكَيْنِ فَحُكْمُهٗ حُكْمُ الشِّرْكِ، يَرِثُهُمْ وَيَرِثُونَهٗ، وَيُحْكَمُ فِي دِيَّتِهٖ إِنْ قُتِلَ حُكْمُ دِيَّةِ أَبَوَيْهِ.

”اہل علم کا اجماع ہے کہ (دنیوی اعتبار سے) بچے کا وہی حکم ہوگا، جو اس کے والدین کا ہے، والدین مسلمان ہیں، تو بچے پر بھی اہل اسلام والے احکام لاگو ہوں گے، اگر والدین مشرک ہیں، تو (دنیوی اعتبار سے) بچے کا حکم بھی وہی ہوگا، جو اہل شرک کا ہے۔ بچہ ان کا اور وہ بچے کے وارث بنیں گے، اگر بچہ قتل ہو جائے، تو اس کی دیت کا وہی حکم ہے، جو اس کے والدین کی دیت کا حکم ہے۔“

(الإجماع، ص 74، الرقم: 322)

احکام آخرت میں مشرکین کی اولاد مسلمانوں کی اولاد کے حکم میں ہوں گے۔

باقی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ اللہ جانتا ہے کہ وہ (بالغ ہو کر) کیا عمل کرتے؟ سے مراد ہے کہ اگر وہ بالغ ہوتے، تو اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ وہ کیا عمل کرتے؟ اس میں یہ صراحت نہیں کہ مشرکوں کے بچے ان کی طرح جہنم میں ہوں گے۔ واللہ اعلم!

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

دُعِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جَنَازَةِ صَبِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ طُوبٰى لِهٰذَا، عُصْفُورٌ مِنْ عَصَافِيرِ الْجَنَّةِ

لَمْ يَعْمَلِ السُّوءَ وَلَمْ يُدْرِكْهُ، قَالَ: أَوَ غَيرَ ذٰلِكَ، يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ أَهْلًا، خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ، وَخَلَقَ لِلنَّارِ أَهْلًا، خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ.

''رسول اللہ ﷺ کو ایک انصاری بچے کے جنازہ کے لیے بلایا گیا۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس بچے کے لیے خوشخبری ہے! یہ تو جنت کی چڑیا ہے، اس نے نہ کوئی گناہ کیا اور نہ گناہ کی عمر کو پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معاملہ تو اس کے برعکس ہے۔ عائشہ! اللہ تعالیٰ نے جنت کے لیے کچھ لوگوں کو پیدا کیا۔ ان کے مقدر میں جنت لکھ دی، جبکہ وہ ابھی اپنے آبا کی پشتوں میں تھے۔ اسی طرح جہنم کے لیے کچھ لوگ پیدا کیے، ان کے مقدر میں بھی جہنم لکھ دی، جبکہ وہ ابھی اپنے آبا کی پیٹھوں میں تھے۔''

(صحیح مسلم: 2662)

❁ اس حدیث کی شرح میں حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ مَنْ يُعْتَدُّ بِهٖ مِنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى أَنَّ مَنْ مَاتَ مِنْ أَطْفَالِ الْمُسْلِمِينَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ...... وَأَجَابَ الْعُلَمَاءُ بِأَنَّهٗ لَعَلَّهٗ نَهَاهَا عَنِ الْمُسَارَعَةِ إِلَى الْقَطْعِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّكُونَ عِنْدَهَا دَلِيلٌ قَاطِعٌ ...... وَيُحْتَمَلُ أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا قَبْلَ أَنْ يَعْلَمَ أَنَّ أَطْفَالَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْجَنَّةِ فَلَمَّا عَلِمَ قَالَ ذٰلِكَ.

''مسلمانوں کے معتبر علما کا اجماع ہے کہ مسلمان کا نابالغ بچہ فوت ہو جائے، تو

وہ جنت میں ہوگا۔......اہل علم نے (حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا) جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جلد بازی کرتے ہوئے قطعیت کے ساتھ حکم لگانے سے منع کیا ہو، حالانکہ سیدہ کے پاس کوئی قطعی دلیل نہ تھی۔...... یہ بھی ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اس وقت کہی ہو، جب ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (وحی کے ذریعہ) یہ علم نہ ہوا ہو کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں ہوں گے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بذریعہ وحی) اس بات کا علم ہوا، تو بیان فرما دیا۔''

(شرح مسلم: 207/16)

❁ علامہ ابوالحسن عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۴۱۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا أَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ فَهُمْ أَيْضًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَلَى الْقَوْلِ الْمُحَقَّقِ الصَّحِيحِ الْمُؤَيَّدِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَأَمَّا حَدِيثُ عَائِشَةَ هٰذَا وَأَمْثَالُهٗ فَمُؤَوَّلَةٌ أَوْ مَحْمُولَةٌ عَلٰى أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يُّخْبَرَ أَنَّهُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ .

''مشرکین کے بچے بھی جنت میں ہوں گے۔ یہی قول محقق، صحیح اور کتاب وسنت کے دلائل سے مؤید ہے۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور اس جیسی دیگر احادیث کا معنی یہ ہوگا کہ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تب فرمائی تھی، جب ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بذریعہ وحی) ان کے جنتی ہونے کی خبر نہیں دی گئی تھی۔''

(مِرعاۃ المَفاتیح: 199/1)

اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی، تو مسلمانوں کے چھوٹے بچوں کو

جنتی قرار دیا۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَّاتَ لَهٗ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانُوا لَهٗ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ .

''جس کے تین بچے بچپن میں فوت ہو گئے، وہ اپنے والد کے لیے جہنم سے آڑ بن جائیں گے۔''

(صحيح أبي عوانة : 11499 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر فرمایا:

إِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ .

''اس کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی ہے۔''

(صحيح البخاري : 1382)

فائدہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی بچے کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی، اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، باپ نے کہا: ابوالقاسم (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت) کی بات مان لیں، تو وہ مسلمان ہو گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْقَذَهٗ بِي مِنَ النَّارِ .

''اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے ذریعہ اس بچے کو جہنم سے بچالیا۔''

(صحيح البخاري : 1356 ، سنن أبي داود : 3095 ، واللّفظ لهٗ)

❁ **اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

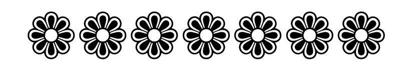
فِي قَوْلِهِ : «أَنْقَذَهُ بِي مِنَ النَّارِ» دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهُ صَحَّ إِسْلَامُهُ وَعَلٰى أَنَّ الصَّبِيَّ إِذَا عَقَلَ الْكُفْرَ وَمَاتَ عَلَيْهِ أَنَّهُ يُعَذَّبُ .

''فرمان نبوی: ''اللہ تعالیٰ نے اسے میری وجہ سے جہنم سے بچالیا۔'' میں دلیل ہے کہ اُس بچے کا اسلام صحیح تھا۔ نیز یہ دلیل ہے کہ بچہ جب کفر کو اچھی طرح سمجھتا ہو اور وہ کفر پر فوت ہو جائے، تو اسے عذاب ہوگا۔''

(فتح الباري : 221/3)

الحاصل:

مشرکین اور کفار کے نابالغ بچے جنت میں جائیں گے۔ یہی راجح مؤقف ہے۔



صاحبِ ہدایہ کا دعویٰ اجماع

اہل سنت کے نزدیک اجماع حق ہے۔ اجماع کے حق ہونے پر اجماع ہے۔ اجماع کبھی بھی قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہوسکتا، کیونکہ مسلمانوں کے اجماع پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ بعض الناس نے صحابہ اور محدثین کے بے شمار اجماع کو اپنی رائے کی بھینٹ چڑھا دیا۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) حنفی عالم علی بن محمد دامغانی (۵۱۳ھ) کے بارے میں لکھتے ہیں:

"انہوں نے امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہم اللہ کے علاوہ کسی کی رائے کو فیصلہ کن ماننے سے انکار کر دیا ہے اور اپنی مجلس میں باآوازِ بلند یہ اعلان کر دیا ہے کہ اب دنیا میں کوئی مجتہد باقی نہیں رہا، انہیں معلوم نہیں کہ ان کی اس بات میں کیا خرابی مضمر ہے، یعنی اجماع جو کہ شریعت کی ٹھوس ترین دلیل ہے، اس سے اجماع کا انکار لازم آتا ہے، حالانکہ ہمارے پاس اجماع کے سوا کوئی معصوم دلیل موجود نہیں، اللہ تعالیٰ نے اسے امتِ محمدیہ میں نبوت کا بدل قرار دیا ہے، کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، لہٰذا اللہ نے اس امت کے اجماع کو اس کا قائم مقام کر دیا ہے۔" (المُنتظم في تاريخ الملوك والأمم : 17/177)

دوسری طرف انہوں نے اپنے مذہب کے لیے کئی ایک اجماع کے دعاوی پیش کیے ہیں، جو علما کی نظر میں درست نہیں۔ ذیل میں صاحب ہدایہ علی بن ابی بکر مرغینانی رحمہ اللہ

(۵۹۳ھ) سے چند امثلہ پیش کی جا رہی ہیں۔

۱۔قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : مَنْ كَانَ لَهٗ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ وَعَلَيْهِ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ .

''فرمان نبوی ہے: ''جو امام کے اقتدا میں نماز پڑھے، تو امام کی قرأت اسے کافی ہے۔'' اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا دَعْوٰى إِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ فَغَيْرُ صَحِيحَةٍ .

''اس پر اجماع صحابہ کا دعویٰ درست نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 592/2)

۲۔وَجَبَ قَضَاؤُهٗ بِالْإِجْمَاعِ .

''وتر کی قضا بالاجماع واجب ہے۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ نَظَرٌ، وَكَيْفَ يَدَّعِي الْإِجْمَاعَ فِي أَمْرٍ جُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ عَلٰى خِلَافِهٖ .

''یہ دعویٰ محل نظر ہے، مصنف نے ایسے مسئلہ میں اجماع کا دعویٰ کیسے کر دیا کہ جس میں جمہور اہل علم اس کے برعکس مؤقف رکھتے ہیں۔''

(التّنبيه على مشكِلات الهِداية : 643/2)

۳۔حَكَى الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ إِجْمَاعَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى الثَّلَاثِ .

''حسن بصری رحمہ اللہ نے تین وتر پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے۔''

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَيْرُ صَحِيحٍ عَنِ الْحَسَنِ .

”حسن بصری رحمہ اللہ سے یہ دعویٰ اجماع ثابت نہیں۔“

(التّنبيه على مشكِلات الهِداية : 644/2)

٤ـلَا يُصَلَّى الْوِتْرُ بِجَمَاعَةٍ فِي غَيْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ، وَعَلَيْهِ إِجْمَاعُ الْمُسْلِمِينَ .

”ماہ رمضان کے علاوہ با جماعت وتر ادا نہیں کیے جا سکتے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔“

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلَّذِي عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ تَرْكُ صَلَاةِ الْوِتْرِ فِي جَمَاعَةٍ رَاتِبَةٍ فِي غَيْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ، لَا فِي جَمَاعَةٍ عَارِضَةٍ .

”اجماع اس پر ہے کہ ماہِ رمضان کے علاوہ تسلسل کے ساتھ وتر کی جماعت نہیں کرائی جا سکتی، نہ کہ کبھی کبھار کی جماعت پر۔“

(التّنبيه على مشكِلات الهِداية : 686/2)

٥ـعَلَيْهِ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ .

”(بکریوں کی زکوۃ کی) اس (طرح ادائیگی) پر اجماع ہے۔“

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ دَعْوَى الْإِجْمَاعِ مُطْلَقًا كَمَا ذَكَرَ الْمُصَنِّفُ لَا يَصِحُّ .

”جیسے مصنف نے ذکر کیا ہے، اس طرح مطلقاً دعویٰ اجماع درست نہیں۔“

(التّنبيه على مشكِلات الهِداية : 831/2)

٦۔هٰذِهِ ثَمَانِيَةُ أَصْنَافٍ، وَقَدْ سَقَطَ مِنْهَا الْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَعَزَّ الْإِسْلَامَ وَأَغْنٰى عَنْهُمْ وَعَلٰى ذٰلِكَ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ.

''مصارف زکوۃ آٹھ ہیں۔ اس سے تالیف قلبی والا مصرف ختم ہو چکا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی ہے اور کفار سے بے نیاز کر دیا ہے، اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔''

✿ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ نَظَرٌ. ''دعویٰ اجماع محل نظر ہے۔''

(التّنبيه على مشكِلات الهِداية : 871/2)

٧۔ لَنَا: إِنَّ آيَةَ الْإِحْصَارِ وَرَدَتْ فِي الْإِحْصَارِ بِالْمَرَضِ بِإِجْمَاعِ أَهْلِ اللُّغَةِ فَإِنَّهُمْ قَالُوا: الْإِحْصَارُ بِالْمَرَضِ وَالْحَصْرُ بِالْعَدُوِّ.

''ہماری دلیل یہ ہے کہ احصار والی آیت کا معنی یہ ہے کہ بیماری کی وجہ سے روک لیا جائے، اس پر اہل لغت کا اجماع ہے۔ اہل لغت کہتے ہیں: احصار مرض کی وجہ سے ہوتا ہے اور حصر دشمن کی وجہ سے ہوتا ہے۔''

✿ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ نَظَرٌ ...... لَا يَصِحُّ مَا ادَّعَاهُ الْمُصَنِّفُ مِنْ إِجْمَاعِ أَهْلِ اللُّغَةِ.

''یہ بات محل نظر ہے۔...... مصنف نے جو اہل لغت کے اجماع کا دعویٰ کیا ہے، وہ درست نہیں ہے۔''

(التّنبيه على مشكِلات الهِداية : 1151/3-1153)

٨۔إِنَّ الْمُخَيَّرَةَ لَهَا الْمَجْلِسُ بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ .

”بلا شبہ جس عورت کو طلاق کا اختیار دیا جائے، وہ اختیار اسی مجلس تک ہے، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔“

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي دَعْوٰى إِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ ...... نَظَرٌ .

”اجماع صحابہ کا دعویٰ محل نظر ہے۔“

(التّنبيه على مشكِلات الهِداية : 3/1333)

٩۔إِنَّمَا الْحَاجَةُ إِلٰى تَعْيِينِ الْوَلَدِ يَثْبُتُ ذٰلِكَ بِشَهَادَةِ الْقَابِلَةِ بِالْإِجْمَاعِ .

”بچے کے تعین کرنے کی ضرورت ہے اور یہ بالاجماع اس عورت کی شہادت سے ثابت ہوگا، جو بچے کو قبول کر رہی ہے۔“

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دَعْوَاهُ الْإِجْمَاعَ غَيْرُ صَحِيحَةٍ .

”مصنف کا اس پر اجماع کا دعویٰ درست نہیں۔“

(التّنبيه على مشكِلات الهِداية : 3/1444)

١٠۔عَلٰى ذٰلِكَ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ .

”تین طلاق کے نافذ ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔“

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَوْ قَالَ : لَا أَعْلَمُ فِيهِ خِلَافًا كَانَ أَوْلٰى مِنْ دَعْوَى الْإِجْمَاعِ .

''اجماع کا دعویٰ کرنے کے بجائے اگر مصنف یہ کہہ دیتے: مجھے اس بارے میں اختلاف کا علم نہیں۔ تو زیادہ بہتر تھا۔''

(التّنبیه علی مشکِلات الهِدایة : 4/151)

۱۱۔حَدُّ الْخَمْرِ وَالسُّكْرِ فِي الْحُرِّ ثَمَانُونَ سَوْطًا لِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

''آزاد کے لیے شراب اور نشے کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہیں، کیونکہ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔''

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُشْكِلُ عَلٰى دَعْوَى الْإِجْمَاعِ مَا فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ ...... قَالَ: جَلَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ، وَأَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ، وَعُمَرُ ثَمَانِينَ، وَكُلٌّ سُنَّةٌ ...... لَا شَكَّ أَنَّهُ لَا يُمْكِنُ أَنْ يَنْعَقِدُ الْإِجْمَاعُ عَلٰى مَا خَالَفَ فِعْلَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

''اس دعویٰ اجماع پر صحیح مسلم کی حدیث سے اشکال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے شرابی کو چالیس کوڑے لگائے، جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے لگائے، دونوں عمل ہی سنت ہیں۔...... اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے عمل کے خلاف اجماع منعقد نہیں ہو سکتا۔''

(التّنبیه علی مشکِلات الهِدایة : 4/181)

١٢۔اَلْإِجْمَاعُ انْعَقَدَ عَلٰى سُقُوطِ حَقِّ الْأَغْنِيَاءِ .

''اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ مالِ خمس میں (قریبی) مالداروں کا حق ساقط ہو چکا ہے۔''

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي دَعْوَاهُ الْإِجْمَاعَ نَظَرٌ .

''یہ دعویٰ اجماع محلِ نظر ہے۔''

(التّنبيه على مشكِلات الهِداية : 260/4)

١٣۔إِنَّ أَحَدًا مِنْ أَئِمَّةِ الْعَدْلِ وَالْجَوْرِ لَمْ يَجْمَعْ بَيْنَهُمَا وَكَفٰى بِإِجْمَاعِهِمْ حُجَّةً .

''کسی عادل یا ظالم حکمران نے عشر اور خراج دونوں اکٹھے وصول نہیں کیے، ان حکمرانوں کا یہ اجتماعی عمل دلیل کے لیے کافی ہے۔''

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَتْ دَعْوَى الْإِجْمَاعِ سَهْلَةً .

''اجماع کا دعویٰ اتنا آسان نہیں ہے۔''

(التّنبيه على مشكِلات الهِداية : 276/4)

١٤۔اَلْحُكْمُ مَعْلُولٌ بِإِجْمَاعِ الْقَائِسِينَ .

''قیاس کے قائلین کا اجماع ہے کہ (چھ ربوی اشیا کا) حکم ہر اس شے پر لگے گا، جس میں علت موجود ہوگی۔''

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

...... فَانْخَرَمَ قَوْلُهُ : إِجْمَاعُ الْقَائِسِينَ .

''......پس اہل قیاس کے اجماع کا دعویٰ ٹوٹ گیا۔''

(التّنبیه علی مشکِلات الهِدایة : 412/4)

١٥۔عَلَى الْكَفَالَةِ بِالدَّرْكِ إِجْمَاعٌ وَكَفٰى بِهٖ حُجَّةً

کفالہ بالدرک پر اجماع ہے، جو کہ دلیل کے لیے کافی ہے۔''

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي دَعْوَى الْإِجْمَاعِ نَظَرٌ، وَالْأَوْلٰى أَنْ يَقُولَ فِي مِثْلَ هٰذَا : لَا أَعْلَمُ فِيهِ خِلَافًا .

''دعویٰ اجماع محل نظر ہے، بہتر یہی ہے کہ اس جیسے مسئلہ میں یہ کہا جائے: مجھے اس بارے میں اختلاف کا علم نہیں۔''

(التّنبیه علی مشکِلات الهِدایة : 457/4)

١٦۔ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَلٰى أَنَّ الرَّاهِنَ مَضْمُونٌ .

''صحابہ کرام اور تابعین عظام کا اجماع ہے کہ گروی رکھنے والا (مال کی ہلاکت کا) ذمہ دار ہوگا۔''

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي نَقْلِ الْإِجْمَاعِ نَظَرٌ .

''دعویٰ اجماع محل نظر ہے۔''

(التّنبیه علی مشکِلات الهِدایة : 855/5)

۱۷۔كَانَ لَهَا السُّكْنٰى بِالْإِجْمَاعِ .

''طلاق بتہ والی عورت کے لیے سکنی ہے، اس پر اجماع ہے۔''

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

دَعْوَى الْإِجْمَاعِ فِيهِ نَظَرٌ .

''دعویٰ اجماع محل نظر ہے۔''

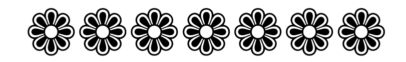
(البِناية شرح الهداية : 689/5)

۱۸۔وَلَدُ الْمَغْرُورِ حُرٌّ بِالْقِيمَةِ بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ .

''مغرور (دھوکہ کھایا ہوا شخص) کا بیٹا قیمت ادا کر کے آزاد ہو جائے گا، اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔''

۞ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے دعوی اجماع کو ''غریب'' (غیر ثابت) کہا ہے۔

(نصب الرّاية : 110/4)



حوریں

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو جنت میں بے شمار نعمتوں سے نوازے گا۔ ان میں سے ایک نعمت عظمیٰ حورعین بھی ہوگی۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا، تب سے حوروں کو بھی پیدا کیا۔ جس طرح جنت کو فنا نہیں، اسی طرح جنت کی نعمتوں کو بھی فنا نہیں۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) نقل کرتے ہیں:

اَلْحُورُ الْعِینُ لَا یَمُتْنَ عِنْدَ قِیَامِ السَّاعَةِ وَلَا عِنْدَ النَّفْخَةِ وَلَا أَبَدًا لِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَهُنَّ لِلْبَقَاءِ لَا لِلْفَنَاءِ وَلَمْ یَکْتُبْ عَلَیْهِنَّ الْمَوْتَ، فَمَنْ قَالَ خِلَافَ هٰذَا فَهُوَ مُبْتَدِعٌ وَقَدْ ضَلَّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِیلِ .

”حورعین کو کبھی بھی موت نہیں آئے گی، نہ قیامت برپا ہونے پر اور نہ صور پھونکے جانے پر، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بقا کے لیے پیدا کیا ہے، نہ کہ فنا کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مقرر نہیں کی۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے، وہ بدعتی ہے اور جادۂ مستقیم سے منحرف ہے۔“

(حادي الأرواح، ص 98)

قرآن کریم:

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ﴾(الدّخان : ٥٤)

''ہم ان کا نکاح موٹی خوبصورت آنکھوں والی حوروں سے کر دیں گے۔''

❀ نیز فرمایا:

﴿مُتَّكِئِينَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ وَّزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ﴾

(الطّور : ٢٠)

''جنتی برابر بچھے ہوئے تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور ہم ان کا نکاح موٹی اور سرمائی آنکھوں والی حوروں سے کر دیں گے۔''

❀ اس آیت کی تفسیر میں مجاہد بن جبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَنْكَحْنَاهُمْ حُورًا .

''ہم ان کا نکاح حوروں سے کر دیں گے۔''

(تفسير الطّبري :65/21، وسندهٗ حسنٌ)

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔احادیث اسی تفسیر کی تائید کرتی ہیں۔ مفسرین نے اس کا معنی یہ بھی کیا ہے کہ ہم انہیں ایک دوسرے سے ملا دیں گے۔

❀ علامہ ابن فارس رحمہ اللہ (٣٩٥ھ) فرماتے ہیں:

الزَّاءُ وَالْوَاوُ وَالْجِيمُ أَصْلٌ يَدُلُّ عَلٰى مُقَارَنَةِ شَيْءٍ لِشَيْءٍ .

''ز،و،ج حروف اصلی ہیں، جن کا معنی ہے؛ ایک شے کو دوسری کے ساتھ ملانا۔''

(مَقاييس اللُّغة : 35/3)

یہ تفسیر پہلی کے خلاف نہیں ہے۔جنتی مردوں کا حوروں سے نکاح بھی ہوگا اور انہیں ایک دوسرے کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ساتھ بھی نصیب ہوگا۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) نے دونوں تفاسیر کو جمع کر دیا ہے:

جَعَلْنَاهُمْ قَرِينَاتٍ صَالِحَاتٍ، وَزَوْجَاتٍ حِسَانًا مِّنَ الْحُورِ الْعِينِ .

''ہم نیک سیرت اور خوبصورت حوروں کو ان کا ساتھی اور بیویاں بنا دیں گے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 432/7)

❁ نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿وَعِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ، كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَكْنُونٌ﴾

(الصّافّات : ٤٨_٤٩)

''اہل جنت کے پاس شرمیلی اور موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں گی، گویا کہ چھپائے ہوئے انڈے ہوں (جنہیں کسی نے چھوا نہ ہو)۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ، كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ﴾

(الرّحمٰن : ٥٦_٥٨)

''ان میں شرمیلی آنکھوں والی کنواری حوریں ہوں گی، جن سے پہلے کسی انسان یا جن نے ہم بستری نہیں کی ہو گی، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، وہ حوریں گویا یاقوت و مرجان ہیں۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ، حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ﴾(الرّحمٰن : ٧٠_٧٢)

”ان میں نیک سیرت اور خوب صورت حوریں ہوں گی۔تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔وہ حوریں خیمہ نشیں ہوں گی۔“

❁ مزید فرمایا:

﴿وَحُورٌ عِينٌ ، كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ﴾(الواقعة : ٢٢ـ٢٣)

”موٹی سرمائی آنکھوں والی حوریں، گویا وہ پوشیدہ سفید موتی ہیں۔“

احادیث مبارکہ:

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ، يُرٰى مُخُّ سُوقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ .

”ہر جنتی کی دو دو بیویاں ہوں گی، اتنی خوبصورت ہوں گی کہ ان کی پنڈلی کا گودا گوشت سے نظر آرہا ہوگا۔“

(صحيح البخاري : 3245، صحيح مسلم : 2834)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ لَأَضَائَتْ مَا بَيْنَهُمَا، وَلَمَلَأَتْهُ رِيحًا، وَلَنَصِيفُهَا عَلٰى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا .

”اگر جنت کی ایک عورت زمین کی طرف جھانک دے، تو زمین و آسمان کے مابین سب کچھ روشن ہو جائے اور سب کچھ معطر ہو جائے۔ اس کا دوپٹا دنیا

ومافیہا سے بہتر ہے۔“

(صحيح البخاري : 2796، صحيح مسلم :1881)

❁ معجم اوسط طبرانی (۳۱۴۸، وسندہ جید) میں یہ الفاظ بھی ہیں:

لَتَاجُهَا عَلٰى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا .

”اس حور کے سر کا تاج دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں داخل ہونے والی آخری شخص کے بارے میں فرمایا:

ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتَهُ، فَتَدْخُلُ عَلَيْهِ زَوْجَتَاهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ، فَتَقُولَانِ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَاكَ لَنَا، وَأَحْيَانَا لَكَ .

”وہ (جنت میں) اپنے گھر میں داخل ہوگا، تو اس کی دو حور بیویاں اس کے پاس آئیں گی اور کہیں گی: اللہ کا شکر کہ جس نے آپ کو ہمارے لیے اور ہمیں آپ کے لیے پیدا کیا۔“

(صحيح مسلم : 188)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ .

”اہل جنت کی بیویاں موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔“

(صحيح البخاري : 3327، صحيح مسلم : 2834)

❁ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ : يُغْفَرُ لَهٗ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ، وَيَرٰى

مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ، وَيُوضَعُ عَلٰى رَأْسِهٖ تَاجُ الْوَقَارِ، الْيَاقُوتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَيُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ زَوْجَةً مِنَ الْحُورِ الْعِينِ، وَيُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَقَارِبِهٖ .

''اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کو چھ انعامات سے نوازا جاتا ہے: ① جان نکلتے ہی تمام گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔ ② اس کا جنتی مسکن دکھا دیا جاتا ہے اور عذاب قبر سے محفوظ و مامون رہتا ہے۔ ③ حشر کی ہولناکیوں سے بے خوف وخطر ہو گا۔ ④ عزت ووقار کی تاج پوشی ہوگی، جس کا ایک ایک موتی دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔ ⑤ موٹی موٹی خوبصورت آنکھوں والی بہتر (۷۲) حوروں سے بیاہ دیا جائے گا۔ ⑥ ستر (۷۰) رشتہ داروں کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔''

(مسند أحمد : 4/131، سنن التّرمذي : 1663، سنن ابن ماجه : 2299، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

❀ **سیدنا قیس جذامی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

يُعْطَى الشَّهِيدُ سِتَّ خِصَالٍ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ مِنْ دَمِهٖ، يُكَفَّرُ عَنْهُ كُلُّ خَطِيئَةٍ، وَيُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيُزَوَّجُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ، وَيُؤَمَّنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَيُحَلّٰى حُلَّةَ الْإِيمَانِ .

''خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی شہید کو چھ اعزاز دیے جاتے ہیں: ① تمام گناہ مٹا دیے جاتے، ② جنت کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، ③ حورعین کے ساتھ شادی کر دی جاتی ہے، ④ فزع اکبر (حشر کی ہولناکیوں) سے محفوظ و مامون رہے گا، ⑤ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا، ⑥ ایمان کی پوشاک پہنائی جائے گی۔''

(مسند الإمام أحمد : 200/3، التاريخ الكبير للبخاري : 134/7، حسنٌ)

❁ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا، إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ؛ لَا تُؤْذِيهِ، قَاتَلَكِ اللّٰهُ، فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيلٌ يُوشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا .

''جب بھی دنیاوی بیوی اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے، تو اس کی حور بیوی کہتی ہے: اللہ تجھے ہلاک کرے، تو اسے تکلیف مت دے، یہ تیرے پاس مہمان ہے، بہت جلد تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔''

(مسند أحمد : 242/5، سنن التّرمذي : 1174، سن ابن ماجه : 2014، وسندهٗ حسنٌ)

❀ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' کہا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''صحیح متصل'' کہا ہے۔

(سِيَر أعلام النّبلاء : 47/4)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ نَهْرًا طُولَ الْجَنَّةِ، حَافَتَاهُ الْعَذَارٰى قِيَامٌ مُتَقَابِلَاتٌ، وَيُغَنِّينَ بِأَحْسَنِ أَصْوَاتٍ يَسْمَعُهَا الْخَلَائِقُ، حَتّٰى مَا يَرَوْنَ أَنَّ

فِي الْجَنَّةِ لَذَّةً مِثْلَهَا، قُلْنَا : يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَمَا ذٰلِكَ الْغِنَاءُ؟ قَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ التَّسْبِيحُ، وَالتَّحْمِيدُ، وَالتَّقْدِيسُ وَثَنَاءٌ عَلَى الرَّبِّ عَزَّ وَجَلَّ .

''جنت کی لمبائی میں ایک دریا بہہ رہا ہو گا، جس کے دونوں کناروں کو دوشیزاؤں نے ڈھانپ رکھا ہوگا، وہ آمنے سامنے کھڑی ہوں گی اور انتہائی خوبصورت آواز میں گا رہی ہوگی، جسے سب لوگ سن رہے ہوں گے، اس جیسی کوئی اور لذت جنتی جنت میں نہیں پائیں گے۔ (راوی کہتے ہیں:) ہم نے عرض کیا: اے ابو ہریرہ! وہ گیت کیا ہوگا؟ فرمایا: ان شاءاللہ وہ گیت اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید، تقدیس اور تعریف وثنا پر مشتمل ہوگا۔''

(البعث والنُّشور للبيهقي : 383، وسندهٗ حسنٌ)

❀ مکحول شامی رحمہ اللہ (۱۰۰ھ) فرماتے ہیں:

لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ ؛ يَغْفِرُ اللّٰهُ ذَنْبَهٗ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ تُصِيبُ الْأَرْضَ مِنْ دَمِهٖ وَيُحَلّٰى حُلَّةَ الْإِيمَانِ وَيُزَوَّجُ الْحُورَ الْعِينِ وَيُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيُؤَمَّنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَفَزِعِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

''اللہ کے ہاں شہید کے لیے چھ انعام ہیں؛ خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اللہ اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کو ایمان کا ایک حلہ پہنایا جاتا ہے، حور عین سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے، جنت کا دروازہ اس کے لئے کھول دیا جاتا اور اس کو عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے اور قیامت کے بڑے خوف سے اس کو امان دے دیا جاتا ہے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 19467، وسندهٗ حسنٌ)

تنبیہ:

❁ **سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا:**

إِنَّ أَكْثَرَكُنَّ حَطَبُ جَهَنَّمَ .

''آپ میں سے اکثر عورتیں جہنم کا ایندھن ہیں۔''

(صحيح البخاري : 978، صحيح مسلم : 885، واللّفظ لهٗ)

❁ **سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

إِنَّ أَقَلَّ سَاكِنِي الْجَنَّةِ النِّسَاءُ . **''جنت میں سب سے کم عورتیں ہیں۔''**

(صحيح مسلم : 2738)

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کی جہنم میں کثرت ہوگی اور جنت میں قلت ہوگی۔ جبکہ دوسری احادیث میں ہے کہ ہر جنتی مرد کو دو دو بیویاں ملیں گی، اسی طرح شہید کو بہتر عورتیں ملیں گی۔ اس لحاظ سے تو جنت میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی، جبکہ دوسری احادیث میں ہے کہ جنت میں عورتیں کم ہوں گی اور جہنم میں زیادہ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کی عورتوں میں سے اکثر جہنم میں جائیں گی اور جنت میں کم جائیں گی، لیکن جنت میں حوروں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی، لہٰذا مجموعی طور پر جنت میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی، بہ نسبت مردوں کے۔ جبکہ دنیا والی عورتیں مردوں کی بہ نسبت جنت میں کم ہوں گی، بلکہ اکثریت جہنم میں ہوں گی۔

یوں جنت میں عورتوں کی اکثریت حوروں کی وجہ سے ہوگی اور جہنم میں عورتوں کی اکثریت دنیا والی عورتوں کی وجہ سے ہوگی۔

باب ثالث

شخصیات

اس باب میں امام ابوحنیفہ، قاضی ابو یوسف، محمد بن حسن شیبانی، حسن بن زیاد لؤلؤی امام طبری، امام ابوالشیخ ابن حیان، حافظ ابن کثیر، فاتح قادیان ثناء اللہ امرتسری رحمہم اللہ، علامہ زمخشری، صوفی ابن عربی اور رتن ہندی کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔

کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعی ہیں؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تابعی ہونا ثابت نہیں۔

❁ امام حمزہ سہمی رحمہ اللہ (۴۲۷ھ) فرماتے ہیں:

سُئِلَ الدَّارَقُطْنِيُّ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنْ سَمَاعِ أَبِي حَنِيفَةَ يَصِحُّ؟ قَالَ: لَا وَلَا رُؤْيَةً وَلَمْ يَلْحَقْ أَبُو حَنِيفَةَ أَحَدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ.

''میں سن رہا تھا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا (صحابہ سے) سماع ثابت ہے؟ فرمایا: نہیں، (کسی صحابی کو) دیکھنا بھی ثابت نہیں۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی۔''

(سؤالات السّهمي للدّارقطني، ص 263، الرقم: 383، تاريخ بغداد للخطيب: 340/5، العِلَل المُتناهية لابن الجوزي: 65/1)

متقدمین ائمہ حدیث کا اس قول پر اجماع ہے، کوئی بھی اس کے خلاف نہیں کہتا۔

❁ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَثْبُتُ لِأَبِي حَنِيفَةَ سَمَاعٌ مِّنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ.

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔''

(تاريخ بغداد: 338/5، 161/10)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

يَزْعُمُ الْوَاضِعُ: أَنَّ الْإِمَامَ ارْتَحَلَ بِهِ أَبُوْهُ، وَدَارَ عَلٰى سَبْعَةٍ مِّنَ

الصَّحَابَةِ الْمُتَأَخِّرِينَ، وَشَافَهَهُمْ، وَإِنَّمَا الْمَحْفُوظُ؛ أَنَّهُ رَأَى أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ لَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِمُ الْكُوفَةَ.

"کسی جھوٹے نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے والد کے ساتھ سفر کیا اور سات متاخر صحابہ سے بالمشافہ ملاقات کی۔ جبکہ درست بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صرف سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، جب وہ ان کے ہاں کوفہ تشریف لائے۔"

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 387/3)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، مطلب کہ امام صاحب رویۃً تابعی ہیں۔ جس بنا پر حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے یہ بات کی ہے، وہ بنا ہی باطل ہے، ملاحظہ فرمائیں؛

❁ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

رَأَيْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

"میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔"

(الأسامي والكُنٰى لأبي أحمد الحاكم الكبير : 64/3، مَناقب الإمام أبي حنيفة، ص 14، تاريخ الإسلام : 990/3، تذكِرَة الحُفّاظ : 168/1)

یہ باطل قول ہے۔ سیف بن جابر کے حالات زندگی نہیں ملے۔

❁ امام ابونعیم فضل بن دُکین رحمہ اللہ (۲۱۸ھ) سے منسوب ہے:

رَأَى أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ.

"امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رحمہ اللہ کو دیکھا ہے۔"

(أخبار أبي حنيفة وأصحابِه، ص 18)

یہ جھوٹا قول ہے۔

① احمد بن محمد بن صلت ابو العباس حمانی ''کذاب، وضاع'' ہے۔

(ميزان الاعتدال للذّهبي :140/1)

❁ امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَضَعُ الْحَدِيثَ . ''یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔''

(الضّعفاء والمتروكون : 59)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(الإصابة في تمييز الصّحابة : 572/4)

❁ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

رَأَى أَنَسَ بنَ مَالِكٍ .

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رحمہ اللہ کو دیکھا ہے۔''

(تاريخ بغداد : 444/15)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا رَأَى أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ بِعَيْنِهٖ .

''یقیناً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رحمہ اللہ کو دیکھا ہے۔''

(العِلَل المتناهية :128/1)

یہ بے بنیاد قول ہے، اس پر کوئی دلیل نہیں۔ امام دار قطنی رحمہ اللہ نے اس کا رد کر دیا ہے۔

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) نقل کرتے ہیں:

جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُحَدِّثِينَ أَنْكَرُوا مُلَاقَاتَهٗ مَعَ الصَّحَابَةِ .

''محدثین کی ایک بڑی جماعت نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ سے ملاقات کا انکار کیا ہے۔''

(شرح مُسند أبي حنيفة :581/1)

جتنی بھی مرفوع روایات ہیں، جن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع ذکر کیا ہے، وہ جھوٹی ہیں۔ یہ احمد بن محمد بن صلت حمانی (کذاب) وغیرہ کی وضع کردہ ہیں۔

تنبیہ:

❀ محمد بن اسحاق، ابن الندیم (۴۳۸ھ) نے لکھا ہے:

كَانَ مِنَ التَّابِعِينَ لَقِيَ عِدَّةً مِّنَ الصَّحَابَةِ .

''ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعین میں سے تھے، آپ نے کئی صحابہ سے ملاقات کی۔''

(الفِهرِست :298/1)

ابن الندیم غیر ثقہ، رافضی اور معتزلی ہے، لہٰذا اس کی کسی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

هُوَ غَيْرُ مَوْثُوقٍ بِهٖ وَمُصَنَّفُهُ الْمَذْكُورُ يُنَادِي عَلٰى مَنْ صَنَّفَهٗ بِالْإِعْتِزَالِ وَالزَّيْغِ، نَسْأَلُ اللّٰهَ السَّلَامَةَ ...... لَمَّا طَالَعْتُ كِتَابَهٗ ظَهَرَ لِي أَنَّهٗ رَافِضِيٌّ مُّعْتَزِلِيٌّ فَإِنَّهٗ يُسَمِّي أَهْلَ السُّنَّةِ الْحَشَوِيَّةَ وَيُسَمِّي الْأَشَاعِرَةَ الْمُجَبِّرَةَ وَيُسَمِّي كُلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ شِيعِيًّا عَامِيًّا وَذَكَرَ فِي تَرْجَمَةِ الشَّافِعِيِّ شَيْئًا مُّخْتَلَقًا ظَاهِرَ الْإِفْتِرَاءِ .

’’یہ غیر معتبر شخص ہے، اس کی مذکورہ تصنیف پکار پکار کر کہتی ہے کہ یہ کسی معتزلی اور گمراہ کی تصنیف ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے!...... جب میں نے اس کی کتاب کا مطالعہ کیا، تو مجھے یہ بات سمجھ آئی کہ یہ رافضی معتزلی ہے، یہ اہل سنت کو ’’حشویہ‘‘، اشاعرہ کو ’’مجبرہ‘‘ اور ہر اس شخص کو، جو شیعہ نہ ہو، ’’عامی‘‘ کہتا ہے۔ اس نے امام شافعی رحمہ اللہ کے حالات زندگی میں ایسی بات ذکر کی، جو واضح جھوٹ ہے۔‘‘

(لِسان المیزان : 72/5)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تقریب التہذیب (۷۱۵۳) میں طبقہ سادسہ ذکر کیا ہے۔ اس طبقہ کے راویوں کا کسی صحابی سے سماع ولقا نہیں۔ ثابت ہوا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعی نہیں تھے۔

۞ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

...... أَوْ لَيْسَ مِنْهُمْ بِنَاءً عَلٰى مَا صَرَّحَ بِهٖ شَيْخُ الْإِسْلَامِ ابْنُ حَجَرٍ فَإِنَّهٗ جَعَلَهٗ مِنَ الطَّبَقَةِ السَّادِسَةِ مِمَّنْ عَاصَرَ صِغَارَ التَّابِعِينَ وَلٰكِنْ لَمْ يَثْبُتْ لَهٗ لِقَاءُ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ ذَكَرَهٗ فِي تَقْرِيبِ التَّهْذِيبِ .

’’...... یا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعین میں سے نہیں ہیں، اس کی بنیاد وہ ہے، جو شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ نے صراحت سے بیان کر دی ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو چھٹے طبقے میں ذکر کیا ہے، اس طبقہ کے رواۃ کو صغار تابعین کی معاصرت حاصل ہوتی ہے، لیکن ان کی کسی صحابہ سے ملاقات ثابت نہیں

ہوتی۔ یہ بات انہوں نے تقریب التہذیب (کے مقدمہ) میں ذکر کی ہے۔“

(البحر الرّائق : 92/7)

❁ علامہ ابراہیم بن علی ابواسحاق شیرازی رحمہ اللہ (۴۷۶ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَأْخُذْ أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ.

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کسی صحابی سے روایت نہیں لی۔“

(طَبَقات الفقهاء، ص 86)

❁ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَلْقَ أَحَدًا مِّنْهُمْ وَلَا أَخَذَ عَنْهُ، وَأَصْحَابُهُ يَقُولُونَ: إِنَّهُ لَقِيَ جَمَاعَةً مِّنَ الصَّحَابَةِ وَرَوٰى عَنْهُمْ، وَلَا يَثْبُتُ ذٰلِكَ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ.

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ میں سے کسی سے ملاقات نہیں کی، نہ ہی ان میں سے کسی سے روایت لی ہے۔ جبکہ حنفی مقلدین کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات کی اور ان سے روایت لی ہے۔ یہ بات محدثین کے نزدیک ثابت نہیں۔“

(جامع الأصول : 952/12)

یہی بات علامہ ابن خلکان (وفیات الاعیان : ۵/۴۰۶)، علامہ ابوالفداء (المختصر فی اخبار البشر : ۲/۵)، علامہ ابن الوردی (تاریخ ابن الوردی : ۱/۱۸۸)، علامہ یافعی (مرآۃ الجنان : ۱/۲۴۳) اور علامہ ابوالیمن العلیمی رحمہم اللہ (التاریخ المعتبر : ۳/۳۰۱) نے کہی ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَأْخُذْ عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ.

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کسی صحابی سے روایت نہیں لی۔“

(تهذيب الأسماء واللّغات : 216/2)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ لَهٗ حَرْفٌ عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ .

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کسی صحابی سے ایک حرف بھی نقل کرنا ثابت نہیں۔“

(سِير أعلام النُّبلاء : 391/6)

❁ حافظ ابوالفضل عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِمَامُ أَبُو حَنِيفَةَ لَمْ تَصِحَّ لَهٗ رِوَايَةٌ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ .

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کسی صحابی سے روایت ثابت نہیں۔“

(شرح مُسند أبي حنيفة لمُلّا علي القاري :581/1)

❁ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُعْتَمَدُ أَنَّهٗ لَا رِوَايَةَ لَهٗ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ .

”درست بات یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کسی صحابی سے کوئی روایت نہیں۔“

(فتح المُغيث : 342/3)

حاصل کلام یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ رؤیۃً یا روایۃً تابعی نہیں ہیں۔ راوی میں اصل عدالت ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عدالت ثابت نہیں۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ أَنْ يُّحْتَجَّ بِهٖ عِنْدَ أَئِمَّتِنَا قَاطِبَةً لَا أَعْلَمُ بَيْنَهُمْ فِيهِ خِلَافًا عَلٰى أَنَّ أَئِمَّةَ الْمُسْلِمِينَ وَأَهْلَ الْوَرَعِ فِي الدِّينِ فِي

جَمِيعِ الْأَمْصَارِ وَسَائِرِ الْأَقْطَارِ جَرَّحُوهُ وَأَطْلَقُوا عَلَيْهِ الْقَدْحَ إِلَّا الْوَاحِدَ بَعْدَ الْوَاحِدِ.

''ہمارے تمام ائمہ (محدثین) کے نزدیک ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حجت پکڑنا جائز نہیں، میرے مطابق اس بارے محدثین کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔ تمام علاقوں اور جہتوں کے ائمہ مسلمین اور اہل ورع نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر جرح کی ہے اور ہر ایک نے ان پر قدح (ضعف) کا لفظ بولا ہے۔''

(كتاب المَجروحين : 64/3)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْكُلُّ عَلَى الطَّعْنِ فِيهِ، ثُمَّ انْقَسَمُوا عَلٰى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ؛ فَقَوْمٌ طَعَنُوا فِيهِ لِمَا يَرْجِعُ إِلَى الْعَقَائِدِ وَالْكَلَامِ فِي الْأُصُولِ، وَقَوْمٌ طَعَنُوا فِي رِوَايَتِهٖ وَقِلَّةِ حِفْظِهٖ وَضَبْطِهٖ، وَقَوْمٌ طَعَنُوا فِيهِ لِقَوْلِهٖ بِالرَّأْيِ فِيمَا يُخَالِفُ الْأَحَادِيثَ الصِّحَاحَ.

''تمام محدثین ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مجروح ہونے پر متفق ہیں۔ (ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر) جرح کرنے والے محدثین تین قسم کے ہیں؛ ① محدثین کی ایک جماعت نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عقائد اور اصول کی وجہ سے جرح کی، ② محدثین کی ایک جماعت نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایت اور قلت حفظ وضبط میں جرح کی ہے، ③ محدثین کی ایک جماعت نے اس لیے جرح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ صحیح احادیث کے مخالف رائے قائم کرتے تھے۔''

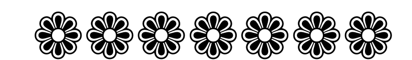
(المُنتظَم في تاريخ المُلُوك والأمَم : 8/131-132)

۞ **نیز فرماتے ہیں:**

لَمْ يَبْقَ مُعْتَبَرٌ مِّنَ الْأَئِمَّةِ إِلَّا تَكَلَّمَ فِيهِ .

”کوئی معتبر امام ایسا نہیں، جس نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر جرح نہ کی ہو۔“

(المُنتظَم في تاريخ المُلُوك والأمم : 143/8)



امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتابیں

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف تین کتابیں اور دو رسالے منسوب ہیں، وہ یہ ہیں:

① اَلْفِقْهُ الْأَكْبَرُ ② اَلْعَالِمُ وَالْمُتَعَلِّمُ ③ اَلْوَصِيَّةُ

④ رِسَالَةٌ إِلٰى عُثْمَانَ الْبَتِّي ⑤ كِتَابُ الْحِيَلِ

ان میں کتاب الحیل کے علاوہ کوئی بھی کتاب امام صاحب سے ثابت نہیں، بلکہ محض جھوٹی نسبت کی بنا پر مشہور ہیں۔ ان کا تفصیلی جائزہ پیش خدمت ہے:

① اَلْفِقْهُ الْأَكْبَرُ:

(ا) اس کی ایک سند یہ ہے:

مُحَمَّدُ بْنُ مَقَاتِلٍ الرَّازِيُّ، عَنْ عِصَامِ بْنِ يُوسُفَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ.

کسی کتاب کی نسبت صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مصنف تک باسند صحیح ثابت ہو، اب ہم اس کتاب کی سند کا علمی اور تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں۔ اس کے راویوں کے حالات بالترتیب ملاحظہ فرمائیں:

① محمد بن مقاتل رازی ''ضعیف'' ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(المُغني في الضّعفاء: 2/635، تقريب التّهذيب: 6319)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

هُوَ مِنَ الضُّعَفَاءِ الْمَتْرُوكِينَ .

”یہ متروک وضعیف راویوں میں سے ہے۔“

(تاريخ الإسلام : 1247/5)

اس کی توثیق ثابت نہیں۔

② عصام بن یوسف بلخی کی بعض روایات میں کلام ہے۔

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ رَوٰى عِصَامٌ هٰذَا عَنِ الثَّوْرِيِّ وَعَنْ غَيْرِهٖ أَحَادِيثَ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا .

”عصام نے سفیان ثوری وغیرہ سے ایسی احادیث روایت کی ہیں، جن کی کسی نے متابعت نہیں کی۔“

(الكامل في ضُعفاء الرّجال : 371/5)

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ صَاحِبَ حَدِيثٍ، ثَبْتًا فِي الرِّوَايَةِ، رُبَّمَا أَخْطَأَ .

”یہ محدث تھا اور روایت میں قابل اعتماد تھا، کبھی کبھار غلطی کر لیتا تھا۔“

(الثّقات : 521/8)

③ حماد بن ابی حنیفہ ”ضعیف“ ہے، اس کی بالکل توثیق نہیں۔

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ لَهٗ رِوَايَةً مُّسْتَوِيَةً فَأَذْكُرُهَا .

”میں اس کی ایک بھی درست روایت نہیں جانتا، جسے ذکر کر سکوں۔“

(الكامل في ضُعفاء الرّجال: 2/253)

۞ نیز فرماتے ہیں:

إِسْمَاعِيلُ بْنُ حَمَّادِ بْنِ أَبِي حَنِيفَةَ لَيْسَ لَهٗ مِنَ الرِّوَايَاتِ شَيْءٌ، لَيْسَ هُوَ، وَلَا أَبُوهُ حَمَّادٌ، وَلَا جَدُّهٗ أَبُو حَنِيفَةَ مِنْ أَهْلِ الرِّوَايَاتِ، وَثَلَاثَتُهُمْ قَدْ ذَكَرْتُهُمْ فِي كِتَابِي هٰذَا فِي جُمْلَةِ الضُّعَفَاءِ.

”اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کی کوئی (معتبر) روایت نہیں۔ اسماعیل بن حماد، اس کے والد حماد اور اس کے دادا ابو حنیفہ، تینوں محدث نہیں تھے۔ میں نے ان تینوں کو اپنی کتاب میں ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔“

(الكامل في ضُعفاء الرّجال: 1/314)

④ صاحب کتاب ابو حنیفہ نعمان بن ثابت بالاتفاق ضعیف ہیں۔

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ أَنْ يُّحْتَجَّ بِهٖ عِنْدَ أَئِمَّتِنَا قَاطِبَةً لَا أَعْلَمُ بَيْنَهُمْ فِيهِ خِلَافًا عَلٰى أَنَّ أَئِمَّةَ الْمُسْلِمِينَ وَأَهْلَ الْوَرَعِ فِي الدِّينِ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ وَسَائِرِ الْأَقْطَارِ جَرَّحُوهُ وَأَطْلَقُوا عَلَيْهِ الْقَدْحَ إِلَّا الْوَاحِدَ بَعْدَ الْوَاحِدِ.

”ہمارے تمام ائمہ (محدثین) کے نزدیک ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے حجت پکڑنا جائز نہیں، میرے مطابق اس بارے محدثین کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔ تمام علاقوں اور جہتوں کے ائمہ مسلمین اور اہل ورع نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر جرح کی ہے اور ہر ایک نے ان پر قدح (ضعف) کا لفظ بولا ہے۔“

(كتاب المَجروحين : 64/3)

۞ **حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

اِتَّفَقَ الْكُلُّ عَلَى الطَّعْنِ فِيهِ، ثُمَّ انْقَسَمُوا عَلٰى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ: فَقَوْمٌ طَعَنُوا فِيهِ لِمَا يَرْجِعُ إِلَى الْعَقَائِدِ وَالْكَلَامِ فِي الْأُصُولِ، وَقَوْمٌ طَعَنُوا فِي رِوَايَتِهٖ وَقِلَّةِ حِفْظِهٖ وَضَبْطِهٖ، وَقَوْمٌ طَعَنُوا فِيهِ لِقَوْلِهٖ بِالرَّأْيِ فِيمَا يُخَالِفُ الْأَحَادِيثَ الصِّحَاحَ.

”تمام محدثین ابوحنیفہ کے مجروح ہونے پر متفق ہیں۔ (ابوحنیفہ پر) جرح کرنے والے محدثین تین قسم کے ہیں؛ ① محدثین کی ایک جماعت نے ابو حنیفہ کے عقائد اور اصول کی وجہ سے جرح کی، ② محدثین کی ایک جماعت نے ابوحنیفہ کی روایت اور قلت حفظ وضبط میں جرح کی ہے، ③ محدثین کی ایک جماعت نے اس لیے جرح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ صحیح احادیث کے مخالف رائے قائم کرتے تھے۔“

(المُنتظَم في تاريخ المُلُوك والأمَم : 8/131-132)

۞ **نیز فرماتے ہیں:**

لَمْ يَبْقَ مُعْتَبَرٌ مِّنَ الْأَئِمَّةِ إِلَّا تَكَلَّمَ فِيهِ.

”کوئی معتبر امام ایسا نہیں، جس نے ابوحنیفہ میں جرح نہ کی ہو۔“

(المُنتظَم في تاريخ المُلُوك والأمم : 8/143)

یہ تو تھا کتاب کی سند کا حال۔ علمی دنیا میں دل کیسے مطمئن ہوسکتا ہے کہ یہ تصنیف امام ابوحنیفہ کی ہے؟ یہ جھوٹی نسبت ہے، اسی لیے محدثین اور علمائے حق نے اس کی طرف

التفات تک نہیں کیا۔

پھر یہ پانچ چھ صفحات پر مشتمل رسالہ گمراہی وضلالت سے لبریز ہے۔اس میں گمراہ کن اشعری عقیدہ درج ہے۔اس پر سہاگہ یہ کہ ملا علی قاری حنفی نے اس کی شرح میں معتزلی عقیدہ کا اضافہ کر کے رہی سہی کسر بھی نکال دی ہے۔اس میں اہل سنت والجماعت ،اہل حق کے عقائد کے موافق کوئی بات نہیں۔دوسرے لفظوں میں یہ جہالت وضلالت اور کذب و زُور کا پلندہ ہے۔

(ب) اس کی دوسری سند یہ ہے:

اَلْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْكَاشْغَرِيُّ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ نَصْرَانَ بْنِ نَصْرٍ الْخُتُّلِيِّ، [عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ الْغَزَّالِ] عَنْ أَبِي الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ أَحْمَدَ الْفَارِسِيِّ، عَنْ نَصِيرِ بْنِ يَحْيٰى، عَنْ أَبِي مُطِيعٍ .

جھوٹی سند ہے۔

① حسین بن علی کاشغری ''متہم بالکذب'' ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّهَمٌ بِالْكِذْبِ .

''اس پر جھوٹ کا الزام ہے۔''

(میزان الاعتدال:544/1)

اس کی توثیق نہیں۔

② ابو مالک نصران بن نصر ختلی کی توثیق نہیں۔

③ علی بن حسن غزال کی توثیق نہیں۔

④ نصیر بن یحییٰ بلخی مجہول و نا معلوم ہے۔

⑤ ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بلخی سخت ضعیف ہے۔

❁ حافظ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مُرْجِئًا وَهُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَهُمْ فِي الْحَدِيْثِ .

”یہ مرجی تھا اور محدثین کے ہاں حدیث میں ضعیف تھا۔“

(الطبقات الکبریٰ: 198/6)

❁ امام عمرو بن علی فلاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُوْ مُطِيْعِ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ .

”ابو مطیع حکم بن عبد اللہ حدیث میں ضعیف ہے۔“

(تاریخ بغداد للخطیب: 225/8، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ . ”یہ فن حدیث میں کچھ بھی نہیں۔“

(تاریخ ابن معین بروایة الدّوري: 4760)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَنْبَغِي أَنْ يُّرْوٰى عَنْهُ .

”اس سے روایات لینا جائز نہیں۔“

(کتاب العِلَل ومعرفة الرّجال: 5331)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَاحِبُ رَأْيٍ ضَعِيْفٌ .

’’اہل رائے اور ضعیف ہے۔‘‘

(الكامل لابن عدي : 214/2)

❁ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ أَبِي عَنْ أَبِي مُطِيْعِ الْبَلْخِيِّ فَقَالَ : كَانَ قَاضِيَّ بَلْخٍ وَكَانَ مُرْجِئًا ضِعِيْفَ الْحَدِيْثِ، وَانْتَهٰى فِي كِتَابِ الزَّكَاةِ إِلٰى حَدِيْثٍ لَّهٗ، فَامْتَنَعَ مِنْ قِرَاءَ تِهٖ .

’’میں نے اپنے والد محترم (امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ) سے ابو مطیع بلخی کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: یہ بلخ کا قاضی تھا، مرجی تھا، حدیث میں ضعیف تھا۔ وہ (امام ابوحاتم رحمہ اللہ) کتاب الزکاۃ میں اس کی حدیث پر پہنچے، تو پڑھنے سے رُک گئے اور فرمایا: میں اس سے حدیث بیان نہیں کروں گا۔‘‘

(الجرح والتّعديل : 122/3)

❁ امام نسائی رحمہ اللہ اسے ’’ضعیف‘‘ قرار دیتے ہیں۔

(الضُّعفاء والمتروكون : 654)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِنْ رُؤَسَاءِ الْمُرْجِئَةِ مِمَّنْ يُّبْغِضُ السُّنَنَ وَمُنْتَحِلِيْهَا .

’’یہ مرجیہ کے ان سرداروں میں تھا، جو احادیث اور اہل حدیث سے بغض رکھتے تھے۔‘‘

(كتاب المَجروحين :250/1)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُوْ مُطِيْعٍ بَيِّنُ الضُّعْفِ فِي أَحَادِيثِهِ وَعَامَّةُ مَا يَرْوِيهِ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ .

''ابو مطیع کی احادیث میں واضح ضعف ہے۔اس کی اکثر روایات کی متابعت نہیں کی گئی۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 214/2)

۞ **امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا ہے۔**

(كتاب الضّعفاء والمتروكين : 162)

۞ **حافظ خلیلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:**

كَانَ مُرْجِئًا، وَهُوَ صَالِحٌ فِي الْحَدِيثِ، إِلَّا أَنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ أَمْسَكُوا عَنْ رِوَايَةِ حَدِيثِهِ .

''یہ مرجی تھا اور صالح الحدیث تھا، لیکن اہل سنت اس کی حدیث کو روایت کرنے سے رُک گئے ہیں۔''

(الإرشاد :276/1)

۞ **حافظ سیوطی رحمہ اللہ امام حاکم رحمہ اللہ سے ایک روایت کے متعلق نقل کرتے ہیں:**

إِسْنَادُهُ فِيهِ مُظْلِمَاتٌ وَالْحَدِيْثُ بَاطِلٌ وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهُ أَبُو مُطِيعٍ .

''اس کی سند اندھیروں والی ہے۔یہ حدیث باطل ہے اور یہ ابو مطیع کی گھڑنت ہے۔''

(اللآلي المَصنوعة :38/1)

(ج) سند کی بعض راویوں کی متابعت درج ذیل سند میں ہوئی ہے:

...... عَنْ أَبِي زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنِ مُطَرِّفٍ الْبَلَخِيِّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ السَّمَرْقَنْدِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مُحَمَّدِ بْنِ

بَكْرٍ الْبُسْتِيِّ، عَنْ أَبِی الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ أَحْمَدَ الْفَارِسِيِّ …… .

جھوٹی سند ہے۔

① ابوزکریا یحییٰ بن مطرف بلخی نامعلوم ہے۔

② محمد بن الحسین ابوصالح سمرقندی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ ابوسعید محمد بن بکر کے حالات زندگی نہیں ملے۔

قارئین کرام! ابو مطیع بلخی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب تصنیف ''الفقہ الاکبر'' کا راوی ہے، جس کا حال آپ نے اچھی طرح معلوم کرلیا ہے۔ ائمہ محدثین نے کس طرح اس پر جرح کی ہے، ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب روایات وتصانیف کا کوئی اعتبار نہیں۔ دونوں سندوں کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ ان سندوں کے ناقلین غیر معتبر ہیں، لہٰذا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منسوب کتاب ''الفقہ الاکبر'' جھوٹی ہے۔ علمی دنیا میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ ویسے بھی ائمہ مسلمین امام ابوحنیفہ، قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی کی کتابوں کی طرف التفات نہیں کرتے تھے۔ اس پر سہاگہ یہ تینوں بزرگ محدثین کی عدالت میں مجروح اور غیر معتبر تھے۔

❁ علامہ اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

إِنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ نِسْبَتُهُ إِلَيْهِ .

''فقہ اکبر کی نسبت امام ابوحنیفہ سے ثابت نہیں۔''

(بوادر النوادر، ص758)

❁ علامہ شبلی نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

''میرا خیال ہے کہ ابو مطیع بلخی نے ایک رسالہ میں بطور خود عقائد کے مسائل

قلمبند کیے تھے، رفتہ رفتہ وہ امام صاحب کی طرف منسوب ہو گیا۔''

(سیرۃ النعمان، ص 130)

❀ علامہ ظفر احمد عثمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''فقہ اکبر کی نسبت امام صاحب کی طرف متواتر یا سند صحیح سے ثابت نہیں، اس لیے اس کی یہ عبارت حجت نہیں۔''

(امداد الاحکام، جلد1، ص341)

❀ علامہ محمد حسین نیلوی صاحب بھی یہی بات کہتے ہیں۔

(ندائے حق، ص427، 594)

ثابت ہوا کہ فقہ اکبر جھوٹی کتاب ہے، جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔

❀ علامہ سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب نے لکھا ہے:

''بعض حضرات کو یہ شبہ ہوا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اپنی کوئی تصنیف نہیں اور خصوصاً الفقہ الأکبران کی نہیں، لیکن یہ ان حضرات کا نرا وہم ہے۔''

(مقام ابی حنیفہ، ص108)

صفدر صاحب کی یہ بات علمی لحاظ سے درست نہیں۔

② اَلْعَالِمُ وَالْمُتَعَلِّمُ:

اس کتاب کی بھی نسبت امام ابوحنیفہ کی طرف بالکل غلط ہے۔ سند یہ ہے:

أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَارِثِيُّ الْبُخَارِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي مُقَاتِلٍ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ .

جھوٹی سند ہے۔

① **ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حارثی ہے، جو عبداللہ استاذ کے نام سے مشہور تھا، متروک اور متہم بالکذب ہے۔**

۞ **امام ابوزرعہ رازی** رحمہ اللہ (۳۷۵ھ) ''ضعیف'' کہا ہے۔

(سؤالات السّهمي للدّارقطني، ص 228، ت : 318، تاريخ بغداد للخطيب : 127/10)

۞ **حافظ ابن الجوزی** رحمہ اللہ **فرماتے ہیں:**

قَالَ أَبُو سَعِيدٍ الرَّوَّاسُ : يُتَّهَمُ بِوَضْعِ الْحَدِيثِ .

''ابوسعید رواس کا کہنا ہے کہ یہ متہم بالکذب راوی تھا۔''

(ميزان الاعتدال للذّهبي : 496/4)

۞ **احمد سلیمانی کہتے ہیں:**

كَانَ يَضَعُ هٰذَا الْإِسْنَادَ عَلٰى هٰذَا الْمَتْنِ، وَهٰذَا الْمَتْنَ عَلٰى هٰذَا الْإِسْنَادِ .

''یہ ایک سند کو دوسرے متن سے اور ایک متن کو دوسری سند سے جوڑ دیتا تھا۔''

(ميزان الاعتدال للذّهبي : 496/4)

۞ **حافظ ذہبی** رحمہ اللہ **فرماتے ہیں:**

هٰذَا ضَرْبٌ مِّنَ الْوَضْعِ .

''ایسا کرنا حدیث گھڑنے کی ایک قسم ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 496/4)

۞ **امام حاکم** رحمہ اللہ **فرماتے ہیں:**

هُوَ صَاحِبُ عَجَائِبَ وَأَفْرَادٍ عَنِ الثِقَاتِ .

''یہ ثقہ راویوں سے عجیب وغریب روایات بیان کرنے والا شخص ہے۔''

(ميزان الاعتدال للذّهبي : 4/496)

✿ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَاحِبُ عَجَائِبَ وَمَنَاكِيرَ وَغَرَائِبَ .

''یہ شخص عجیب وغریب اور منکر روایات بیان کرنے والا تھا۔''

(تاريخ بغداد : 10/127)

نیز فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِمَوْضِعِ الْحُجَّةِ . ''یہ حجت پکڑنے کے قابل نہیں۔''

(تاريخ بغداد : 10/127)

✿ حافظ خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ راوی ''استاذ'' کے نام سے معروف ہے۔ یہ علم حدیث کی معرفت رکھتا تھا، لیکن ضعیف تھا، محدثین کرام نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ ایسی احادیث بیان کرتا ہے، جن میں ثقہ راوی اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہمیں اس سے ملاحمی اور احمد بن محمد بن حسین بصیر نے منکر روایات بیان کی ہیں۔''

(الإرشاد : 3/185)

② محمد بن یزید مجہول و نا معلوم ہے۔ کتبِ رجال میں اس کا ذکر نہیں مل سکا۔

③ حسن بن صالح کا تعین نہیں۔

④ ابو مقاتل حفص بن سلم سمرقندی ''کذاب و وضاع'' ہے۔

✿ امام قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں نے ابومقاتل سے اس کی ایک حدیث کے بارے میں کہا:

يَا أَبَا مُقَاتِلٍ! هُوَ مَوْضُوعٌ؟، قَالَ : بَابَا، هُوَ فِي كِتَابِي، وَتَقُولُ : هُوَ مَوْضُوعٌ؟ قَالَ : قُلْتُ : نَعَمْ، وَضَعُوهُ فِي كِتَابِكَ .

''ابومقاتل! کیا یہ من گھڑت ہے؟ اس نے کہا: بابا! یہ میری کتاب میں درج ہے اور تم کہتے ہو کہ کیا یہ موضوع ہے؟ میں نے کہا: ہاں، جھوٹے لوگوں نے اس حدیث کو تیری کتاب میں ڈال دیا ہے۔''

(الكامل لابن عدي : 2/393,392، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ **حافظ احمد سلیمانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:**

فِي عِدَادِ مَنْ يَّضَعُ الْحَدِيثَ .

''اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے، جو احادیث گھڑتے تھے۔''

(لِسان الميزان لابن حَجر : 2/323)

۞ **حافظ جوزجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

كَانَ يُنْشِئُ لِلْكَلَامِ الْحَسَنِ إِسْنَادًا .

''یہ اچھی بات کو کوئی سند لگا کر حدیث بنا دیتا تھا۔''

(أحوال الرّجال : 345)

۞ **امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

لَيْسَ هُوَ مِمَّنْ يُّعْتَمَدُ عَلٰى رِوَايَاتِهٖ .

''یہ ان راویوں میں سے نہیں جن کی روایات پر اعتماد کیا جا سکے۔''

(الكامل في ضُعفاء الرّجال : 2/394)

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَأْتِي بِالْأَشْيَاءِ الْمُنْكَرَةِ الَّتِي يُعْلَمُ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ أَنَّهٗ لَيْسَ لَهَا أَصْلٌ يُّرْجَعُ إِلَيْهِ.

''یہ ایسی منکر روایات بیان کرتا ہے کہ کتبِ حدیث کی طرف رجوع کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کوئی ایسی اصل نہیں جس پر اعتماد کیا جا سکے۔''

(كتاب المَجروحين: 256/1)

۞ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، وَأَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، وَمِسْعَرٍ، وَغَيْرِهٖ بِأَحَادِيثَ مَوْضُوعَةٍ.

''اس نے عبید اللہ، ایوب سختیانی، مسعر بن کدام وغیرہ کی طرف منسوب من گھڑت احادیث بیان کی ہیں۔''

(المَدخل إلى الصّحيح، ص 130)

ثابت ہوا کہ یہ کتاب بھی امام ابوحنیفہ کی طرف جھوٹی منسوب ہے۔ یہ کتاب بھی ضلالت و گمراہی سے اٹی پڑی ہے۔ اس میں بھی اہل سنت والجماعت کے اتفاقی عقائد کی واضح طور پر خلاف ورزی کی گئی ہے۔

۞ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

أَمَّا مَا نُسِبَ إِلَيْهِ فِي الْفِقْهِ الْأَكْبَرِ فَالْمُحَدِّثُونَ عَلٰى أَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ تَصْنِيفِهٖ، بَلْ مِنْ تَصْنِيفِ تِلْمِيذِهٖ أَبِي مَطِيعٍ الْبَلْخِيِّ، وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ الذَّهَبِيُّ، وَقَالَ: إِنَّهٗ جَهْمِيٌّ، أَقُولُ: لَيْسَ كَمَا قَالَ،

وَلٰكِنَّهٗ لَيْسَ بِحُجَّةٍ فِي بَابِ الْحَدِيثِ، لِكَوْنِهٖ غَيْرَ نَاقِدٍ، وَقَدْ رَأَيْتُ عِدَّةَ نُسَخٍ لِلْفِقْهِ الْأَكْبَرِ فَوَجَدتُّهَا كُلَّهَا مُتَغَايِرَةً، وَهٰكَذَا كِتَابُ الْعَالِمِ وَالْمُتَعَلِّمِ وَالْوَسِيطَيْنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، كُلُّهَا مَنْسُوبَةٌ إِلَى الْإِمَامِ، لٰكِنَّ الصَّوَابَ أَنَّهَا لَيْسَتْ لِلْإِمَامِ.

''یہ جو امام ابو حنیفہ سے منسوب کتاب ''الفقہ الاکبر'' ہے، اس کے متعلق محدثین کہتے ہیں کہ یہ امام ابو حنیفہ کی کتاب نہیں ہے، بلکہ ان کے شاگرد ابو مطیع بلخی کی تصنیف ہے، ابو مطیع پر حافظ ذہبی نے جرح کی ہے اور کہا ہے: یہ جہمی (جہم بن صفوان کے عقیدہ پر) ہے۔ میں (انور شاہ) کہتا ہوں: ایسا نہیں ہے، بلکہ ابو مطیع حدیث میں حجت نہیں ہے، کیونکہ یہ ناقد نہیں تھا۔ میں نے ''فقہ اکبر'' کے کئی نسخے دیکھے ہیں، سب میں اختلاف موجود ہے۔ اسی طرح ''العالم والمتعلم''، ''الوسیط الصغیر'' اور ''الوسیط الکبیر'' بھی امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کتابیں ہیں، درست اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ امام صاحب کی تصانیف نہیں ہیں۔''

(فيض الباري :59/1)

③ كِتَابُ الْوَصِيَّةِ :

یہ کتاب بھی امام ابو حنیفہ کی طرف غلط منسوب کی گئی ہے۔ امام صاحب تک اس کتاب کی سند یہ ہے:

أَبُو طَاهِرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْمَهْدِيِّ الْحُسَيْنِيُّ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ مَنْصُورٍ الْمِسْيَارِيِّ، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيٍّ السُّلَيْمَانِيِّ، عَنْ

حَاتِمِ بْنِ عَقِيلٍ الْجَوْهَرِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدِ بْنِ سَمَاعَةَ التَّمِيمِيِّ، عَنْ أَبِي يُوسُفَ، عَنِ الْإِمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ .

سند جھوٹی ہے۔

① محمد بن مہدی حسینی ② اسحاق بن منصور مسیاری

③ احمد سلیمانی ④ اور حاتم جوہری چاروں نامعلوم و مجہول ہیں، کتب رجال میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔

⑤ قاضی ابو یوسف ''ضعیف'' ہے۔

⑥ صاحب کتاب بالاتفاق مجروح ہیں۔

یہ کتاب اہل سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف خرافات سے بھری پڑی ہے۔

④ رِسَالَةُ أَبِي حَنِيفَةَ إِلٰى عُثْمَانَ الْبَتِّي :

یہ رسالہ گمراہ کن عقیدہ ''ارجاء'' پر مشتمل ہے۔سند یہ ہے:

...... عَنْ أَبِي زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنِ مُطَرِّفٍ الْبَلَخِيِّ، عَنْ أَبِىْ صَالِحٍ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ السَّمَرْقَنْدِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ الْبُسْتِيِّ، عَنْ أَبِى الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ أَحْمَدَ الْفَارِسِيِّ عَنْ نَصِيرِ بْنِ يَحْيَى الْبَلْخِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَمَاعَةَ التَّمِيمِيِّ، عَنْ أَبِي يُوسُفَ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ .

جھوٹی سند ہے۔

① ابوزکریا یحییٰ بن مطرف بلخی نامعلوم ہے۔

④ محمد بن الحسین ابوصالح سمرقندی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ ابوسعید محمد بن بکر کے حالات زندگی نہیں ملے۔

⑤ نصیر بن یحییٰ بلخی کی توثیق نہیں۔

⑥ قاضی ابو یوسف ضعیف ہے۔

❁ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ابو یوسف سے کہا:

لَا تَرْوِ عَنِّي شَيْئًا، فَإِنِّي وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي أُخْطِئُ أَنَا أَمْ أُصِيبُ؟

”آپ مجھ سے کوئی بات روایت نہ کرنا، کیونکہ اللہ کی قسم، میں نہیں جانتا کہ غلط بات کہہ رہا ہوں یا درست؟“

(تاریخ بغداد للخطیب: 424/13، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ نیز کہا:

وَيْحَكَ يَا يَعْقُوبُ لَا تكْتُبْ كُلَّ مَا تَسْمَعُ مِنِّي فَإِنِّي قَدْ أَرَى الرَّأْيَ الْيَوْمَ وَأَتْرُكُهُ غَدًا وَأَرَى الرَّأْيَ غَدًا وَأَتْرُكُهُ بَعْدَ غَدٍ.

”یعقوب (ابو یوسف)! آپ میری ہر بات نہ لکھا کریں، کیونکہ میں آج کوئی رائے قائم کرتا ہوں، کل ترک کر دیتا ہوں، کل ایک رائے قائم کرتا ہوں اور پرسوں اسے بھی ترک کر دیتا ہوں۔“

(تاریخ ابن مَعین بروایة الدُّوري: 504/3، الرقم: 2661)

⑤ كِتَابُ الْحِيَلِ:

یہ کتاب امام ابوحنیفہ سے ثابت ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا میں باقی نہیں رکھا۔ اب اس کا کوئی وجود نہیں۔

❀ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ نَّظَرَ فِي كِتَابِ الْحِيَلِ لِأَبِي حَنِيفَةَ، أَحَلَّ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ، وَحَرَّمَ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ.

''جو شخص امام ابوحنیفہ کی کتاب الحیل کا مطالعہ کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کہنے لگے گا اور اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرانے لگے گا۔''

(تاریخ بغداد: 426/13، وسندہٗ صحیحٌ)

احناف ان منسوب کتابوں کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے، تو پھر ان کتابوں کے ثابت ہونے کا بھی کیا فائدہ؟

مسند ابی حنیفہ:

❀ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا مُسْنَدُ أَبِي حَنِيفَةَ، فَظَاهِرٌ أَنَّ عُلَمَاءَ الْحَدِيثِ، وَأَكَابِرَ هٰذِهِ الصَّنْعَةِ، لَا يَقْبَلُونَهٗ أَلْبَتَّةَ، وَأَيْضًا، فَأَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَمْ يَسْتَقِلْ بِجَمْعِهٖ، وَإِنَّمَا أَصْحَابُهٗ لَمَّا شَاهَدُوا كِتَابَ الْمُوَطَّإِ لِمَالِكٍ، وَكِتَابَ الْمُسْنَدِ لِلشَّافِعِي، تَكَلَّفُوا جَمْعَ ذٰلِكَ الْمُسْنَدِ لَهٗ.

''''مسند ابی حنیفہ'' کے متعلق صحیح بات یہ ہے کہ محدثین اور فن حدیث کے ماہرین نے اسے بالکل بھی قبول نہیں کیا، نیز یہ بات بھی ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے خود اس کتاب کو جمع نہیں کیا، بلکہ جب حنفی اصحاب نے دیکھا

کہ امام مالک رحمہ اللہ کی ''مؤطا'' ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کی ''مسند'' ہے، تو انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منسوب مسند جمع کر دی۔''

(مَناقب الإمام الشّافعي، ص 226)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منسوب اقوال:

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُلْتَفَتُ إِلٰى مَنْ أَنْكَرَ ذٰلِكَ مِمَّنْ يَنْتَسِبُ إِلٰى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ، فَقَدِ انْتَسَبَ إِلَيْهِ طَوَائِفُ مُعْتَزِلَةٌ وَغَيْرُهُمْ، مُخَالِفُونَ لَهٗ فِي كَثِيرٍ مِنَ اعْتِقَادَاتِهٖ، وَقَدْ يَنْتَسِبُ إِلٰى مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ مَنْ يُخَالِفُهُمْ فِي بَعْضِ اعْتِقَادَاتِهِمْ، وَقِصَّةُ أَبِي يُوسُفَ فِي اسْتِتَابَةِ بِشْرٍ الْمَرِيسِيِّ، لَمَّا أَنْكَرَ أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَوْقَ الْعَرْشِ مَشْهُورَةٌ .

''خود کو حنفی کہنے والوں میں سے جو اس عقیدے کا انکار کرے، وہ التفات کے قابل نہیں، کیونکہ معتزلہ وغیرہ میں سے کئی گروہ خود کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کئی اعتقادی مسائل میں ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ ائمہ مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے بعض اعتقادات میں مخالفت کرنے والے بھی خود کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ قاضی ابو یوسف کا قصہ مشہور ہے کہ جب بشر مریسی نے اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا انکار کیا، تو انہوں نے اسے توبہ کرنے کو کہا۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 288)

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ الْحَنَفِيُّ يَخْلِطُ بِمَذَاهِبِ أَبِي حَنِيفَةَ شَيْئًا مِّنْ أُصُولِ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْكَرَّامِيَّةِ وَالْكُلَّابِيَّةِ، وَيُضِيفُهٗ إِلٰى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ .

”اسی طرح احناف نے بھی مذہب ابوحنیفہ میں بہت کچھ ایسا داخل کر دیا ہے، جو درحقیقت معتزلہ، کرامیہ اور کلابیہ کے اصول و اعتقادات تھے اور پھر اسے مذہب ابوحنیفہ کی دم لگا دی۔“(منهاج السّنة النّبوية : 261/5)

✿ نیز فرماتے ہیں:

مَا مِنْ إِمَامٍ إِلَّا وَقَدِ انْتَسَبَ إِلَيْهِ أَقْوَامٌ هُوَ مِنْهُمْ بَرِيءٌ قَدِ انْتَسَبَ إِلٰى مَالِكٍ أُنَاسٌ مَّالِكٌ بَرِيءٌ مِنْهُمْ وَانْتَسَبَ إِلَى الشَّافِعِيِّ أُنَاسٌ هُوَ بَرِيءٌ مِّنْهُمْ وَانْتَسَبَ إِلٰى أَبِي حَنِيفَةَ أُنَاسٌ هُوَ بَرِيءٌ مِّنْهُمْ .

”ہر امام کی طرف کچھ نہ کچھ لوگ منسوب ہوتے ہیں، جبکہ وہ امام ان سے بری ہوتا ہے۔ امام مالک کی طرف کئی لوگ (جھوٹی) نسبت کرتے ہیں، جب کہ آپ رحمہ اللہ ان سے بری ہیں۔ خود کو شافعی کہنے والے بہت سے لوگ موجود ہیں، جب کہ امام صاحب ان سے بری ہیں۔ اسی طرح کئی لوگ خود کو ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، جب کہ آپ ان سے بری ہیں۔“

(مجموع الفتاوىٰ : 185/3، العقود الدّرّية، ص 157)

✿ علامہ ابومظفر اسفرایینی رحمہ اللہ (۴۷۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ نَبَغَ مِنْ أَحْدَاثِ أَهْلِ الرَّأْيِ، مَنْ تَلَبَّسَ بِشَيْءٍ مِّنْ مَقَالَاتِ

الْقَدَرِيَّةِ وَالرَّوَافِضِ مُقَلِّدًا فِيهَا وَإِذا خَافَ سُيُوفَ أَهْلِ السُّنَّةِ نَسَبَ مَا هُوَ فِيهِ مِنْ عَقَائِدِهِ الْخَبِيثَةِ إِلٰى أَبِي حَنِيفَةَ تَسَتُّرًا بِهٖ فَلَا يَغُرَّنَّكَ مَا ادَّعَوهُ مِنْ نِسْبَتِهَا إِلَيْهِ فَإِنَّ أَبَا حَنِيفَةَ بَرِيءٌ مِّنْهُمْ وَمِمَّا نَسَبُوهُ إِلَيْهِ.

''کئی ایسے نوزائیدہ اہل رائے سامنے آئے ہیں، جنہوں نے قدریہ اور روافض کی تقلید میں ان کے کچھ اعتقادات کو خلط ملط کر رکھا ہے، پھر جب اہل سنت کی شمشیریں خوف طاری کرتی ہیں، تو جھٹ سے اپنے خبیث اعتقادات کو مذہب حنفی کا رنگ دیتے ہیں۔ (مخاطب!) آپ ان کی نسبتوں سے دھوکہ نہ کھائیں، کیونکہ امام ابوحنیفہ ان سے اور ان کے منسوب عقائد سے قطعاً بری ہیں۔''

(التبصير في الدّين، ص 114)

تنبیہ:

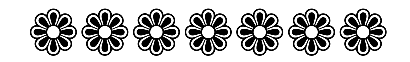
محمد بن حسن شیبانی کی ''کتاب الآثار'' اور قاضی ابو یوسف کی ''الامالی'' دونوں کتابیں غیر معتبر ہیں۔ محدثین انہیں لائق توجہ نہیں سمجھتے تھے۔ محمد بن حسن شیبانی ضعیف، کذاب اور جہمی ہے۔ قاضی ابو یوسف جمہور ائمہ کے ہاں ضعیف ہیں۔

❁ علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ شِئْتَ الْحَقَّ الصُّرَاحَ فَقِسْ كِتَابَ الْمُوَطَّأَ بِكِتَابِ الْآثَارِ لِمُحَمَّدٍ وَالْأَمَالِي لِأَبِي يُوسُفَ تَجِدُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمَا بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ، فَهَلْ سَمِعْتَ أَحَدًا مِّنَ الْمُحَدِّثِينَ وَالْفُقَهَاءِ تَعَرَّضَ لَهُمَا

وَاعْتَنٰی بِهِمَا؟ .

''اگر آپ خالص حق کو پانا چاہتے ہیں، تو مؤطا امام مالک کا محمد بن حسن شیبانی کی کتاب الآثار اور قاضی ابو یوسف کی الامالی سے موازنہ کریں، آپ کو ان کے درمیان مشرق ومغرب کا فرق نظر آئے گا۔ کیا آپ کسی محدث یا فقیہ کو جانتے ہیں، جس نے ان دونوں کتابوں (کتاب الآثار اور الامالی) کو درخور اعتنا سمجھا ہو؟'' (حُجّة الله البالغة :231/1)



قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نامور شاگرد قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رحمہ اللہ (۱۱۳۔۱۸۲ھ) ضعیف وغیر ثقہ ہیں۔

محدثین کی نظر میں:

جمہور محدثین اور ماہرین علم حدیث نے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کو ضعیف وغیر مقبول الروایہ قرار دیا ہے۔

❁ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَرَكُوهُ. ''محدثین نے ان سے حدیث لکھنا ترک کر دیا تھا۔''

(التّاریخ الکبیر: 397/8)

❁ نیز فرماتے ہیں:

تَرَكَهُ يَحْيٰى وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ، وَوَكِيعٌ وَغَيْرُهُمْ.

''یحییٰ بن سعید قطان، عبد الرحمٰن بن مہدی اور وکیع ابن الجراح رحمہم اللہ وغیرہم نے ان سے حدیث لکھنا چھوڑ دیا تھا۔''

(الضّعفاء الصّغیر: 143)

❁ امام ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يُعْرَفُ بِالْحِفْظِ لِلْحَدِيثِ، وَكَانَ يَحْضُرُ الْمُحَدِّثَ

فَيَحْفَظُ خَمْسِينَ وَسِتِّينَ حَدِيثًا، فَيَقُومُ فَيُمْلِيهَا عَلَى النَّاسِ، ثُمَّ لَزِمَ أَبَا حَنِيفَةَ النُّعْمَانَ بْنَ ثَابِتٍ فَتَفَقَّهَ وَغَلَبَ عَلَيْهِ الرَّأْيُ وَجَفَا الْحَدِيثَ.

''یہ حفظ حدیث میں معروف تھے، محدث کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے اور پچاس، ساٹھ احادیث حفظ کر لیتے۔ وہاں سے اٹھتے اور لوگوں کو لکھواتے۔ پھر انہوں نے ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کی شاگردی کی اور فقہ سیکھنے لگے، تو ان پر رائے غالب آ گئی اور وہ حدیث سے لاتعلق ہو گئے۔''

(طَبَقات ابن سعد : 239/7)

❁ امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِن أَهْلِ الرَّأْيِ الْقَاضِي.

''اہل الرائے میں سے تھے اور قاضی تھے۔''

(الكنى والأسماء : 922/2)

❁ امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ، إِنَّهُ كَانَ يُعْطِي أَمْوَالَ الْيَتَامٰى مُضَارَبَةً، وَيَجْعَلُ الرِّبْحَ لِنَفْسِهِ.

''ان سے روایت لینا جائز نہیں، یہ یتیموں کا مال مضاربت کے طور پر دیتے تھے اور نفع خود کھا جاتے تھے۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 376/16، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ وَلٰكِنْ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي حَنِيفَةَ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُرْوٰى عَنْهُ شَيْءٌ .

''صدوق تھے، مگر یہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب میں سے تھے، ان سے کچھ بھی روایت کرنا جائز نہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 201/9، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُكْتَبُ حَدِيثُهٗ وَهُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الْحَسَنِ اللُّؤْلُؤِي .

''ان کی حدیث (متابعات وشواہد میں) لکھی جائے گی، یہ مجھے حسن لولوی (متروک وکذاب) سے محبوب ہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 202/9)

❁ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ نے ''الضعفاء'' (۳۷۶) میں ذکر کیا ہے۔

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُكْتَبُ حَدِيثُهٗ .

''ان کی حدیث نہیں لکھی جائے گی۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 378/16، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ يُعْرَفُ بِالْحَدِيثِ .

''حدیث میں معروف نہیں تھے۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 379/16، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام عمرو بن علی فلاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ كَثِيرُ الْغَلَطِ .

”صدوق تھے، بکثرت غلطیاں کرتے تھے۔“

(تاريخ بغداد للخطيب : 380/16، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ أَقْوٰى مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ .

”یہ محمد بن حسن شیبانی (متروک وکذاب) سے قوی ہیں۔“

(سؤالات البَرقاني : 567)

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا سَائِرُ أَهْلِ الْحَدِيثِ فَهُمْ كَالْأَعْدَاءِ لِأَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهٖ .

”تمام ائمہ حدیث رحمہم اللہ گویا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں کے دشمن تھے۔“

(الانتقاء، ص 173)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

اِجْتَمَعَ أَبُو يُوسُفَ الْقَاضِي وَمَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ عِنْدَ هَارُونَ، فَسَأَلَهٗ أَبُو يُوسُفَ عَنْ مَسْأَلَةٍ، فَلَمْ يُجِبْهُ، فَقَالَ أَبُو يُوسُفَ لِهَارُونَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ : قُلْ لَهٗ يُجِيبُنِي، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ مَالِكٌ فَقَالَ : سَاءَ مَا أَدَّبَكَ أَهْلُكَ .

”قاضی ابو یوسف اور امام مالک بن انس رحمہما اللہ خلیفہ ہارون الرشید کے یہاں جمع ہوئے، تو قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ کے

بارے میں دریافت کیا، تو امام رحمہ اللہ نے انہیں جواب نہیں دیا۔ تو قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ امیر المومنین ہارون الرشید سے مخاطب ہوئے: آپ ان سے کہیے کہ مجھے جواب دیں۔ تو امام مالک رحمہ اللہ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آپ کے بڑوں نے آپ کی بری تربیت کی ہے۔''

(علل الإمام أحمد برواية ابنه عبد الله : 2575)

مشروط توثیق اور تعریف وثناء:

بعض اہل علم نے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی مشروط توثیق کی ہے۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ مِنْ أَصْحَابِ الرَّأْيِ أَكْثَرُ حَدِيثًا مِنْهُ إِلَّا أَنَّهُ يَرْوِي عَنِ الضُّعَفَاءِ الْكَثِيرَ مِثْلَ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ وَغَيْرِهِ، وَهُوَ كَثِيرًا مَا يُخَالِفُ أَصْحَابَهُ وَيَتَّبِعُ أَهْلَ الْأَثْرِ إِذَا وَجَدَ فِيهِ خَبَرًا مُّسْنَدًا، وَإِذَا رَوٰى عَنْهُ ثِقَةٌ وَيَرْوِي هُوَ عَنْ ثِقَةٍ فَلَا بَأْسَ بِهٖ وَبِرِوَايَاتِهٖ .

''اہل رائے میں سے ان سے زیادہ کوئی بھی حدیثیں بیان نہیں کرتا۔ مگر یہ حسن بن عمارہ وغیرہ جیسے کئی ضعفاء سے بکثرت روایت کرتے تھے۔ کئی مسائل میں اپنے اصحاب کی مخالفت کرتے تھے اور محدثین کے مذہب کو اختیار کرتے تھے، جب انہیں اس مسئلہ میں کوئی باسند حدیث معلوم ہو جاتی۔ جب ان سے روایت کرنے والا ثقہ ہو اور جس سے وہ روایت کر رہے ہوں، وہ بھی ثقہ ہو (یعنی ان کا استاذ اور شاگرد دونوں ثقہ ہوں) تو ان میں اور ان کی روایات میں

کوئی حرج نہیں۔''

(الكامل في ضُعفاء الرّجال : 468/8)

❁ **امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

أَبُو يُوسُفَ ثِقَةٌ، إِذَا كَانَ يَرْوِي عَنْ ثِقَةٍ .

''ابو یوسف رحمہ اللہ جب ثقہ راوی سے روایت کریں، تو ثقہ ہیں۔''

(معرِفة السّنن والآثار : 166/2)

❁ **امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

كَانَ شَيْخًا مُتْقِنًا لَمْ يَكُنْ يَسْلُكُ مَسْلَكَ صَاحِبَيْهِ إِلَّا فِي الْفُرُوعِ وَكَانَ يُبَانِيهِمَا فِي الْإِيمَانِ وَالْقُرْآنِ .

''وہ شیخ متقن تھے، اپنے دونوں ساتھیوں (امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ) کے مسلک پر نہ تھے، صرف فروعی مسائل میں ان کا منہج اختیار کرتے تھے۔ ایمان اور قرآن کے مسئلہ میں اپنے دونوں ساتھیوں سے جدا تھے۔''

(الثّقات : 645/7)

❁ **حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''حسن الحدیث'' کہا ہے۔**

(تلخيص المستدرك :377/1)

❁ **امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ جَهْمِيًّا، وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ جَهْمِيًّا، وَكَانَ أَبُو يُوسُفَ سَلِيمًا مِنَ التَّجَهُّمِ .

''ابوحنیفہ جہمی تھے، محمد بن حسن جہمی تھے اور ابو یوسف تجہم سے بری تھے۔''

(الضّعفاء : 570/2)

۞ **امام محمد بن صباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

كَانَ أَبُو يُوسُفَ رَجُلًا صَالِحًا وَكَانَ يَسْرُدُ الصَّوْمَ .

''ابو یوسف رحمہ اللہ نیک آدمی تھے، بہت زیادہ روزے رکھتے تھے۔''

(الثّقات لابن حبان : 646/7، وسندہٗ حسنٌ)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نظر میں:

۞ **امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ سے فرمایا:**

إِنَّكُمْ تَكْتُبُونَ فِي كِتَابِنَا مَا لَا نَقُولُهُ .

''تم ہماری تحریروں میں وہ کچھ لکھ دیتے ہو، جو ہم نے نہیں کہا ہوتا۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 201/9، وسندہٗ صحيحٌ)

۞ **مزید فرمایا:**

أَلَا تَعْجَبُونَ مِنْ يَعْقُوبَ يَقُولُ عَلَيَّ مَالَا أَقُولُ .

''کیا آپ یعقوب (قاضی ابو یوسف) پر تعجب نہیں کرتے، یہ میرے متعلق ایسی بات کہہ دیتا ہے، جو میں نے نہیں کہی ہوتی۔''

(التاريخ الصغير للبخاري : 230/2، وسندہٗ صحيحٌ)

۞ **نیز فرمایا:**

وَيْحَكُمْ، كَمْ تَكْذِبُونَ عَلَيَّ فِي هٰذِهِ الْكُتُبِ مَا لَمْ أَقُلْ .

''(ابو یوسف!) تمہارا برا ہو، ان کتابوں میں تم نے کتنا مجھ پر جھوٹ بولا ہے! جبکہ میں نے وہ باتیں کہی ہی نہیں۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 16/378، وسندہٗ صحیحٌ)

قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی کتب:

قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی کتاب الآثار غیر معتبر ہے۔ محدثین کرام ان کی کتابوں کی طرف التفات نہیں کرتے تھے۔ اس کتاب کی جمیع روایات قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کے بیٹے یوسف نے نقل کی ہیں۔ یوسف کی توثیق نہیں۔ لہٰذا یہ کتاب غیر ثابت ہے۔

اسی طرح آپ سے منسوب ''الخراج''، ''ادب القاضی''، ''الرد علی مالک بن انس'' اور ''امالی فی الفقہ'' وغیرہ غیر معتبر سندوں پر مشتمل کتابیں ہیں۔

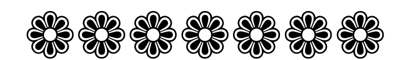
اور آخر میں:

❁ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا تَطْلُبِ الْحَدِيثَ بِكَثْرَةِ الرِّوَايَةِ فَتُرْمٰى بِالْكَذِبِ، وَلَا تَطْلُبِ الدُّنْيَا بِالْكِيمِيَاءِ فَتُفْلِسَ، وَلَا يَحْصُلَ بِيَدَكَ شَيْءٌ، وَلَا تَطْلُبِ الْعِلْمَ بِالْكَلَامِ فَإِنَّكَ تَحْتَاجُ تَعْتَذِرُ كُلَّ سَاعَةٍ إِلٰى وَاحِدٍ .

''بکثرت روایات بیان نہ کریں، کہ آپ پر جھوٹ کی تہمت لگ جائے گی، علم کیمیا سے دنیا حاصل نہ کریں، کہ آپ مفلس ہو جائیں گے اور آپ کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا اور علم الکلام کے ذریعہ علم حاصل نہ کریں، کہ آپ کو ایک ہی مسئلہ میں بار بار رجوع کرنا پڑے گا۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 16/371، وسندہٗ صحیحٌ)



محمد بن حسن شیبانی

کئی محدثین ائمہ دین نے محمد بن حسن بن فرقد شیبانی کو ''جہمی'' کہا ہے۔ جہمی فرقہ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہے۔ یہ صفات باری تعالیٰ کا انکار کرتا تھا۔

① امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

مُحَمَّدٌ جَهْمِيٌّ كَذَّابٌ .

''محمد شیبانی جہمی کذاب ہے۔''

(الضعفاء الكبير للعقيلي : 52/4، وسندهٗ صحيحٌ)

② امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ يَذْهَبُ مَذْهَبَ جَهْمٍ .

''یہ جہمی مذہب کا ماننے والا تھا۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 179/2، وسندهٗ صحيحٌ)

③ امام بخاری رحمہ اللہ (۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

مُحَمَّدٌ الشَّيْبَانِيُّ جَهْمِيٌّ . ''محمد شیبانی جہمی ہے۔''

(خلق أفعال العِباد : 63)

④ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ (۲۶۴ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ جَهْمِيًّا .

''محمد بن حسن شیبانی جہمی تھا۔''

(الضّعفاء : 570/2، تاريخ بغداد : 179/2، لسان الميزان لابن حجر : 122/5)

⑤ امام زکریا بن یحییٰ ساجی رحمہ اللہ (۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ يَقُولُ بِقَوْلِ جَهْمٍ وَكَانَ مُرْجِئًا .

''یہ جہمی مذہب کا قائل تھا، نیز مرجئ بھی تھا۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 179/2، وسندهٗ حسنٌ)

فائدہ:

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ (۳۶۵ھ) فرماتے ہیں:

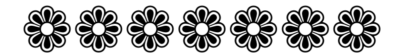
إِنَّهٗ لَيْسَ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ فَيُنْكَرُ عَلَيْهِ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ مَنْ ذَكَرْنَا وَقَدِ اسْتَغْنٰى أَهْلُ الْحَدِيثِ عَمَّا يَرْوِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ وَأَمْثَالُهٗ .

''بے شک محمد بن حسن شیبانی محدث نہیں تھا کہ اس کی روایات کو منکر قرار دیا جاتا، جن محدثین نے اس پر جرح کی ہے، ہم نے ذکر کر دیا ہے، محدثین محمد بن حسن شیبانی اور اس جیسوں کی روایت کردہ احادیث سے مستغنی ہیں۔''

(الكامل في ضُعفاء الرّجال : 378/7)

فائدہ:

احناف کی اصطلاح میں شیخین سے مراد امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف ہیں، طرفین سے مراد امام ابوحنیفہ اور محمد بن حسن شیبانی ہیں اور صاحبین سے مراد قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی ہیں۔



حسن بن زیاد لؤلؤی

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا شاگرد حسن بن زیاد لؤلؤی ''متروک وکذاب'' ہے۔

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ''کذاب'' کہا ہے۔

(الجرح والتّعدیل لابن أبي حاتم : 15/3، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفُ الْحَدِيثِ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَلَا مَأْمُونٍ.

''حدیث میں ضعیف ہے، قابل اعتبار نہیں ہے۔''

(الجرح والتّعدیل : 15/3)

❁ امام فسوی رحمہ اللہ نے ''کذاب'' کہا ہے۔

(المَعرفة والتاریخ : 56/3)

❁ امام نسائی رحمہ اللہ نے ''کذاب خبیث'' کہا ہے۔

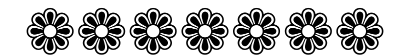
(تسمیة من لم یرو عنه غیر رجل واحد، ص 124)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(الکامل في ضعفاء الرّجال : 162/3)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''کذاب'' اور ''متروک الحدیث'' کہا ہے۔

(تاریخ بغداد : 313/7، وسندہٗ صحیحٌ)



امام ابوالشیخ ابن حیان رحمہ اللہ

امام ابومحمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان اصبہانی، ابوالشیخ رحمہ اللہ (۳۶۹ھ) اہل سنت کے زبردست ثقہ امام ہیں۔

علامہ محمد زاہد کوثری جرکسی (۱۳۷۱ھ) نے آپ رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

ضَعَّفَهُ بَلَدِيُّهُ الْحَافِظُ أَبُو أَحْمَدَ الْعَسَّالُ، وَلَهُ مَيْلٌ إِلَى التَّجْسِيمِ .

''آپ رحمہ اللہ کو آپ کے ہم وطن حافظ ابواحمد عسال رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے، ابوالشیخ رحمہ اللہ عقیدہ تجسیم کی طرف مائل تھے۔'' (التأنیب، ص 69)

علامہ کوثری نے دو باتیں کی ہیں۔

① امام ابوالشیخ مجسمہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

② آپ کو حافظ ابواحمد محمد بن احمد بن ابراہیم عسال رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔

دونوں باتوں میں کوئی سچائی نہیں۔ امام ابوالشیخ رحمہ اللہ کو کسی نے فرقہ مجسمہ میں شمار نہیں کیا۔ بلکہ آپ رحمہ اللہ اہل سنت کے بڑے امام ہیں۔ آپ کی کتب اس پر شاہد ہیں، خصوصاً آپ رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ''العظمۃ'' جو اہل سنت کے عقائد پر مبنی کتاب ہے۔

رہا حافظ ابواحمد عسال رحمہ اللہ کا ضعیف کہنا، تو یہ دنیا کی بے حقیقت بات ہے۔

① حافظ ابواحمد عسال رحمہ اللہ (۳۴۹ھ) امام ابوالشیخ رحمہ اللہ کے استاذ ہیں، استاذ اپنے ثقہ شاگرد پر جرح کیسے کرسکتا ہے؟

② امام ابوالشیخ رحمہ اللہ اپنی کتاب طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا میں

اپنے استاذ ابواحمد عسال کی توصیف وتوثیق کرتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ شاگرد تو استاذ کی توثیق کرے اور استاذ شاگرد کی تضعیف کرے؟

③ جرح وتعدیل کی کتابوں میں حافظ ابواحمد عسال رحمہ اللہ کا قول نہیں ملتا۔

④ کسی بھی ثقہ عالم نے اس جرح کو اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا۔

تنبیہ:

ابواحمد عسال رحمہ اللہ کا یہ قول کتاب الرد علی ابی بکر الخطیب میں موجود ہے۔

① یہ کتاب بے سند ہے۔

② حافظ ابن نجار رحمہ اللہ (۶۴۳ھ) کی طرف منسوب ہے۔ یہ آپ رحمہ اللہ کی تالیف نہیں، کسی جھوٹے نے حافظ خطیب کے رد میں کتاب لکھی ہے، جو حافظ ابن نجار رحمہ اللہ کے نام لگا دی گئی۔

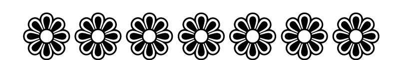
③ آج تک کسی نے اسے ابن نجار رحمہ اللہ کی تصنیف میں شمار نہیں کیا۔

④ دراصل یہ کتاب ابو الفتح عیسیٰ بن ابی بکر بن ایوب حنفی (۶۲۴ھ) کی طرف منسوب ہے۔

⑤ ابو الفتح حنفی اور امام ابواحمد عسال رحمہ اللہ کے مابین دو سو پچھتر (۲۷۵) سال کا فاصلہ ہے، امام ابواحمد عسال رحمہ اللہ تک سند موجود نہیں۔

الحاصل:

امام ابوالشیخ ابن حیان رحمہ اللہ پر امام ابواحمد عسال رحمہ اللہ کی جرح قطعاً ثابت نہیں۔



امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ

اللہ تعالیٰ کی حفاظت و صیانت، مخلص محدثین اور ائمہ مسلمین کی ہر لمحہ کفیل رہی ہے۔ دشمنان اسلام کی من گھڑت اور پرفتن باتیں ان کا بال بھی بیکا نہیں کرسکیں۔ ظالموں کی تمام خرافات، لب گیری اور طعن وتشنیع ان کے دامن کو داغ دار نہیں کرسکی، بلکہ ان کی رفعتِ شان کو اور زیادہ بلندی نصیب ہوئی۔ جب ان معاندین اور ظالمین کو محدثین کرام نے عاق کر دیا، تو یہ ان کی عزت کے درپے ہو گئے۔ وہ ہمہ وقت ان نفوسِ قدسیہ کے خلاف منفی پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں۔

ائمہ اسلام میں سے ایک مشہور و معروف نام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ہے۔ آپ رحمہ اللہ کی ولادت باسعادت 224ھ کو طبرستان میں ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ جلیل القدر، رفیع الشان، سنی امام، حافظ، ثقہ اور متقن ہیں۔ دنیا آپ کو امام المفسرین کے معزز لقب سے یاد کرتی ہے۔ آپ محدث، فقیہ، مفسر، مؤرخ، لغوی اور مجتہد مطلق کی بلند شان رکھتے ہیں۔ آپ صاحب تصانیف ہیں اور آپ کا شمار کبار ائمہ اسلام میں ہوتا ہے۔ تفسیر قرآن کریم میں آپ کا منفرد مقام ہے۔

تعریف وتوثیق:

کئی اہل علم نے آپ رحمہ اللہ کی تعریف وتوثیق کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

❀ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

اِسْتَوْطَنَ الطَّبَرِيُّ بَغْدَادَ، وَأَقَامَ بِهَا إِلٰى حِيْنَ وَفَاتِهٖ، وَكَانَ أَحَدُ

أَئِمَّةِ الْعُلَمَاءِ يُحْكَمُ بِقَوْلِهٖ، وَيُرْجَعُ إِلٰى رَأْيِهٖ لِمَعْرِفَتِهٖ وَفَضْلِهٖ، وَكَانَ قَدْ جَمَعَ مِنَ الْعُلُوْمِ مَا لَمْ يُشَارِكْهُ فِيْهِ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ عَصْرِهٖ، وَكَانَ حَافِظًا لِّكِتَابِ اللّٰهِ، عَارِفًا بِالْقِرَاءَ اتِ، بِصِيْرًا بِالْمَعَانِي، فِقِيْهًا فِي أَحْكَامِ الْقُرْآنِ، عَالِمًا بِالسُّنَنِ وَطُرِقِهَا صَحِيْحِهَا وَسَقِيْمِهَا وَنَاسِخِهَا وَمَنْسُوْخِهَا، عَارِفًا بِأَقْوَالِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ، وَمَنْ بَّعْدَهُمْ مِّنَ الْخَالِفِيْنَ فِي الْأَحْكَامِ، وَمَسَائِلِ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، عَارِفاً بِأَيَّامِ النَّاسِ وَأَخْبَارِهِمْ، وَلَهُ الْكِتَابُ الْمَشْهُوْرُ فِي تَارِيْخِ الْأُمَمِ وَالْمُلُوْكِ، وَكِتَابٌ فِي التَّفْسِيْرِ لَمْ يُصَنِّفْ أَحَدٌ مِّثْلَهٗ، وَكِتَابٌ سَمَّاهُ «تَهْذِيْبَ الْآثَارِ» لَمْ أَرَ سِوَاهُ فِي مَعْنَاهٗ، إِلَّا أَنَّهٗ لَمْ يُتِمَّهٗ، وَلَهٗ فِي أُصُوْلِ الْفِقْهِ وَفُرُوْعِهٖ كُتُبٌ كَثِيْرَةٌ، وَاخْتِيَارٌ مِّنْ أَقَاوِيْلِ الْفُقَهَاءِ، وَتَفَرَّدَ بِمَسَائِلَ حُفِظَتْ عَنْهُ.

''امام طبری رحمہ اللہ نے بغداد میں سکونت اختیار کی، پھر وفات تک وہیں قیام پذیر رہے۔ آپ رحمہ اللہ ان ائمہ علما میں سے تھے، جن کی رائے کے مطابق فیصلہ دیا جاتا ہے اور لوگ معرفتِ علمی کی بنا پر ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آپ بیک وقت کئی علوم کے حامل تھے، جس میں آپ کا کوئی ہم عصر اور شریک وسہیم نہیں تھا۔ آپ کتاب اللہ کے حافظ، قراءات کے عالم، قرآن کے معانی پر بصیرت رکھنے والے، احکام القرآن میں فقیہ، حدیث کے صحیح وضعیف اور ناسخ ومنسوخ ہونے کے عالم، احکام اور حلال وحرام کے مسائل میں صحابہ کرام،

تابعین عظام اور ان کے بعد والوں کے اقوال کی معرفت رکھنے والے اور تاریخ دان ہیں۔ آپ کی امم وملوک کی تاریخ پر مشہور کتاب ہے اور تفسیر قرآن پر ان کی کتاب جیسی کتاب کسی نے نہیں لکھی۔ آپ کی ایک اور کتاب کا نام تہذیب الآثار ہے، اس مضمون کی کوئی کتاب نہیں دیکھی گئی، لیکن آپ اسے مکمل نہیں کر پائے۔ آپ کی فقہ کے اصول وفروعات پر بے شمار کتابیں ہیں۔ آپ نے (اسلاف) فقہا کے اقوال کو اختیار کیا، نیز بہت سے منفرد مسائل بھی آپ سے محفوظ کیے گئے ہیں۔"

(تاریخ بغداد : 163/2)

❁ امام حسین بن علی بن محمد تمیمی، ابن منینہ رحمہ اللہ (۳۷۵ھ) فرماتے ہیں:

أَوَّلُ مَا سَأَلَنِي أَبُوْ بَكْرٍ مُّحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ لِي : كَتَبْتَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جَرِيْرٍ الطَّبَرِيِّ ؟ قُلْتُ : لَا، قَالَ : لِمَ ؟ قُلْتُ : لِأَنَّهٗ كَانَ لَا يَظْهَرُ، وَكَانَتِ الْحَنَابِلَةُ تَمْنَعُ عَنِ الدُّخُوْلِ عَلَيْهِ، فَقَالَ بِئْسَ مَا فَعَلْتَ، لَيْتَكَ لَمْ تَكْتُبْ عَنْ كُلِّ مَنْ كَتَبْتَ عَنْهُمْ وَسَمِعْتَ مِنْ أَبِي جَعْفَرٍ .

"امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے مجھ سے سب سے پہلا سوال یہ کیا: کیا آپ نے امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ سے کچھ لکھا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، انہوں نے کہا: کیوں؟ میں نے کہا: کیونکہ وہ باہر نہیں نکلتے تھے اور حنابلہ ان کے پاس جانے سے روکتے ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا: آپ نے بہت برا کیا، کاش! جن سے آپ نے لکھا ہے، ان میں سے کسی سے نہ لکھتے اور صرف امام محمد بن جریر

طبری رحمہ اللہ سے سماعت کا شرف حاصل کر لیتے۔‘‘

(تاریخ ابن عساکر : 195/52، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ ایک روایت میں امام حسین بن علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمَّا رَجَعْتُ مِنْ بَغْدَادَ إِلٰى نِيْسَابُوْرَ؛ سَأَلَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقِ ابْنِ خُزَيْمَةَ، فَقَالَ لِي : مِمَّنْ سَمِعْتَ بِبَغْدَادَ ؟ فَذَكَرْتُ لَهٗ جَمَاعَةً مِّمَّنْ سَمِعْتُ مِنْهُمْ، فَقَالَ : هَلْ سَمِعْتَ مِنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جَرِيْرٍ شَيْئًا؟ فَقُلْتُ لَهٗ : لَا، إِنَّهٗ بِبَغْدَادَ لَا يُدْخَلُ عَلَيْهِ لِأَجْلِ الْحَنَابِلَةِ، وَكَانَتْ تَمْنَعُ مِنْهُ، فَقَال : لَوْ سَمِعْتَ مِنْهُ لَكَانَ خَيْرًا لَّكَ مِنْ جَمِيْعِ مَنْ سَمِعْتَ مِنْهُ سِوَاهُ .

’’جب میں بغداد سے نیسا پور واپس آیا، تو امام محمد بن اسحاق خزیمہ رحمہ اللہ نے مجھ سے پوچھا : آپ نے بغداد میں کس کس سے سنا ہے؟ میں نے ایک جماعت کا تذکرہ کیا، جن سے میں نے سنا تھا۔ انہوں نے دریافت کیا : کیا آپ نے امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ سے کچھ سنا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، کیونکہ بغداد میں حنابلہ کی وجہ سے ان کے پاس کوئی نہیں جا سکتا، وہ ان کے پاس جانے سے روکتے ہیں۔ انہوں نے کہا: اگر آپ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ سے سماعت کا شرف حاصل کر لیتے، تو ان سب کے مقابلہ میں آپ کے لیے بہتر ہوتا، جن سے آپ نے سنا ہے۔‘‘

(تاریخ بغداد للخطیب : 164/2، تاریخ ابن عَساکر : 195/52، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ محمد بن علی، ابن الامام رحمہ اللہ (۳۵۷ھ) نے آپ رحمہ اللہ کو ’’فقیہ‘‘ کہا ہے۔

(تاریخ ابن عَساکر : 200/52، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ قاضی ابوالعباس ابن سریج بغدادی رحمہ اللہ (۳۰۶ھ) فرماتے ہیں:

أَبُوْ جَعْفَرٍ مُّحَمَّدُ بْنُ جَرِيْرٍ الطَّبْرِيُّ، فَقِيْهُ الْعِلْمِ.

''ابوجعفر محمد بن جریر طبری، شرعی علوم میں فقیہ تھے۔''

(تاریخ ابن عساکر : 202/52، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ امام ابوسعید بن یونس رحمہ اللہ (۳۴۷ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ فِقِيْهًا، قَدِمَ إِلٰى مِصْرَ قَدِيْمًا سَنَةَ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ وَمِائَتَيْنِ، وَكَتَبَ بِهَا، وَرَجَعَ إِلٰى بَغْدَادَ، وَصَنَّفَ تَصَانِيْفَ حَسَنَةً، تَدُلُّ عَلٰى سِعَةِ عِلْمِهٖ.

''آپ رحمہ اللہ فقیہ تھے، شروع میں 263ھ کو مصر تشریف لائے، وہاں کتابیں لکھیں، پھر بغداد چلے آئے۔ آپ رحمہ اللہ نے بہت اچھی کتب لکھیں، جو آپ کی وسعت علمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔''

(تاریخ ابن یونس : 195/2-196، تاریخ ابن عساکر : 191/2)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيْرِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ كَثِيْرٍ الطَّبَرِيُّ الْإِمَامُ، الْعَلَمُ، الْمُجْتَهِدُ، عَالِمُ الْعَصْرِ، أَبُو جَعْفَرٍ الطَّبَرِيُّ، صَاحِبُ التَّصَانِيْفِ الْبَدِيْعَةِ، مِنْ أَهْلِ آمُلَ طَبَرِسْتَانَ، مَوْلِدُهٗ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ وَمِائَتَيْنِ، وَطَلَبَ الْعِلْمَ بَعْدَ الْأَرْبَعِيْنَ وَمِائَتَيْنِ، وَأَكْثَرَ التَّرْحَالَ، وَلَقِيَ

نُبَلَاءَ الرِّجَالِ، وَكَانَ مِنْ أَفْرَادِ الدَّهْرِ عِلْمًا، وَذَكَاءً، وَكَثْرَةَ تَصَانِيْفَ، قَلَّ أَنْ تَرَى الْعُيُوْنُ مِثْلَهٗ.

''امام محمد بن جریر بن یزید بن کثیر طبری، امام، علامہ، مجتہد، عالم دوراں، ابو جعفر طبری رحمہ اللہ۔ آپ شاہکار کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کا تعلق طبرستان کے مشہور شہر ''آمل'' سے تھا۔ آپ 224ھ کو پیدا ہوئے اور 240ھ کے بعد تحصیل علم کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ نے طویل سفر کیے اور بڑے بڑے یکتائے زمانہ علما سے ملاقاتیں کیں۔ آپ رحمہ اللہ خود بھی علم وذہانت میں نابغۂ روزگار اور مصنف کتب کثیرہ تھے۔ ان جیسی ہستیاں کم ہی دیکھنے کو ملتی ہیں۔''

(سِیَر أعلام النُّبلاء : 267/14)

❁ **نیز فرماتے ہیں:**

كَانَ ثِقَةً، صَادِقًا، حَافِظًا، رَأْسًا فِي التَّفْسِيْرِ، إِمَامًا فِي الْفِقْهِ وَالْإِجْمَاعِ وَالْاخْتِلَافِ، عَلَّامَةٌ فِي التَّارِيْخ وَأَيَّامِ النَّاسِ، عَارِفاً بِالْقِرَاءَ اتِ وَبِاللُّغَةِ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ.

''آپ رحمہ اللہ ثقہ، صادق، حافظ، علم تفسیر کے سرخیل، فقہ، اجماع اور اختلافی مسائل میں امام، تاریخ میں علامہ، سیرت نگار، قراءت اور لغت وغیرہ پر علمی دسترس رکھنے والے تھے۔''

(سِیَر أعلام النُّبلاء : 270/14)

❁ **علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:**

اَلْإِمَامُ فِي الْفِقْهِ، وَالتَّفْسِيْرِ، وَالْحَدِيْثِ، وَالتَّارِيْخِ، وَاللُّغَةِ،

وَالنَّحْوِ، وَالْقُرْآنِ.

”آپ رحمہ اللہ فقہ، تفسیر، حدیث، تاریخ، لغت، نحو اور قرآنی علوم میں امام ہیں۔“

(اجتماع الجُیوش الإسلامیة : 94/2)

❀ **حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:**

هُوَ الْإِمَامُ الْبَارِعُ فِي أَنْوَاعِ الْعُلُوْمِ.

”آپ رحمہ اللہ علوم کی بہت سی انواع میں ماہر امام تھے۔“

(تھذیب الأسماء واللُّغات : 78/1)

کیا امام طبری رحمہ اللہ شیعہ تھے؟

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ باتفاق علمائے اسلام سنی مفسر اور امام ہیں۔ آپ کی تفسیر اہل اسلام میں اس قدر مقبول ہے کہ ہر دور کے مسلمان قرآن فہمی کے لیے اس پر اعتماد کرتے رہے ہیں، بعد میں آنے والے مفسرین اپنی اپنی تفاسیر میں اسے بنیادی اور اساسی مصدر اور ماخذ کے طور پر استعمال کرتے آئے ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ”تفسیر القرآن العظیم“ میں اس کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر، ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے ذکرِ خیر سے لبریز ہے۔

❀ **حافظ ابن بالویہ، محمد بن احمد، جلاب رحمہ اللہ (۳۴۰ھ) فرماتے ہیں:**

قَالَ لِي أَبُوْ بَكْرٍ مُّحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، يَعْنِي ابْنَ خُزَيْمَةَ، بَلَغَنِي أَنَّكَ كَتَبْتَ التَّفْسِيْرَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جَرِيْرٍ، قُلْتُ : بَلٰى، كَتَبْتُ التَّفْسِيْرَ عَنْهُ إِمْلَاءً، قَالَ : كُلَّهٗ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : فِي أَيِّ سَنَةٍ؟

قُلْتُ : مِنْ سَنَةِ ثَلَاثٍ وَّثَمَانِيْنَ إِلٰى سَنَةِ تِسْعِيْنَ، قَالَ :فَاسْتَعَارَهٗ مِنِّي أَبُوْ بَكْرٍ فَرَدَّهٗ بَعْدَ سِنِيْنَ، ثُمَّ قَالَ : قَدْ نَظَرْتُ فِيْهِ مِنْ أَوَّلِهٖ إِلٰى آخِرِهٖ، وَمَا أَعْلَمُ عَلٰى أَدِيْمِ الْأَرْضِ أَعْلَمَ مِنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جَرِيْرٍ، وَلَقَدْ ظَلَمَتْهُ الْحَنَابِلَةُ .

''مجھ سے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے محمد بن جریر رحمہ اللہ سے کچھ تفسیر لکھی ہے؟ میں نے کہا: جی بالکل! میں نے ان سے تفسیر لکھی ہے۔ انہوں نے دریافت کیا: مکمل؟ میں نے کہا: جی ہاں! پوچھا: کس سن میں؟ میں نے کہا: 283 ھ سے لے کر 290 ھ تک۔ انہوں نے مجھ سے وہ نسخہ ادھار لیا اور کئی سال بعد واپس کیا۔ پھر انہوں نے کہا: میں نے شروع سے آخر تک پوری کتاب پڑھی ہے اور میرے علم کے مطابق روئے زمین پر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ سے بڑا کوئی عالم نہیں۔ یقیناً حنابلہ نے ان پر ظلم ڈھایا ہے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 163/2، وسندهٗ صحیحٌ)

تفسیر طبری کو منکرین حدیث اور ملحدین و زنادقہ اپنے گلے کا کانٹا سمجھتے ہیں۔ اہل باطل قرآن کریم کی من پسند تفسیر کرنا چاہتے ہیں اور قرآنِ مجید کو اپنی خواہشات کی بھینٹ چڑھانا چاہتے ہیں، لیکن تفسیر طبری کے ہوتے ہوئے وہ اپنے ناکام اور مذموم مشن میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ان کا بُنا ہوا جال تار تار ہو جاتا ہے اور ان کی بنائی ہوئی خستہ عمارت دھڑام سے منہدم ہو جاتی ہے۔ تب منکرین حدیث اوچھے ہتھکنڈوں پر اُتر آتے ہیں اور بلا دلیل و ثبوت اعتراضات شروع کر دیتے ہیں۔

مشہور منکرِ حدیث تمنا عمادی نے ایک مضمون لکھا، جس میں یہ باور کرانے کی ناکام

کوشش کی ہے کہ امام ابن جریر رحمہ اللہ شیعہ تھے، تا کہ اہل اسلام کے دلوں میں امام ابن جریر رحمہ اللہ کی تفسیر بے نظیر کی حیثیت محو ہو جائے۔ غلام احمد پرویز کو یہ بات اچھی لگی، تو اس پر یوں تبصرہ کر ڈالا:

''علامہ تمنا نے اپنے اس مضمون میں یہ ثابت کیا ہے کہ امام ابن جریر طبری در حقیقت شیعہ تھے۔ اگر یہ شیعہ تھے، تو آپ خود سمجھ لیجیے کہ اہل سنت والجماعت جس تفسیر اور جس تاریخ کو اتنا معتبر سمجھتے ہیں، اس کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے اور اس بنیاد پر اٹھی ہوئی عمارتیں کس درجہ قابل اعتماد ہو سکتی ہیں۔''

(طلوعِ اسلام، ص 7، 11 مئی 1955ء)

منکرین حدیث کی انتہائی کوشش ہے کہ اہل اسلام کا اس تفسیر سے اعتماد اٹھ جائے۔ یاد رہے یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا، ان شاء اللہ!

جب بھی قرآن مجید کی تفسیر کی بات آتی ہے، تو مسلمانوں کی پہلی نظر تفسیر ابن جریر پر جا پڑتی ہے۔ یہ اہل اسلام اور اہل سنت والجماعت کے پاس معتبر، مسند و مستند، بنیادی اور اساسی تفسیری اثاثہ ہے، جسے اہل اسلام نے ہمیشہ اپنے ماتھے کا جھومر بنایا ہے۔ اہل سنت والجماعت ہر دور میں اس پر نازاں رہے ہیں۔ یہ عظیم القدر اور رفیع الشان تفسیر، اہل زیغ کے ردّ میں سیف مسلول ہے۔

ایک مغالطہ اور اس کی حقیقت:

دراصل سنی امام محمد بن جریر بن یزید طبری رحمہ اللہ کے دور میں ان کا ایک ہم نام شخص تھا، جس کا نام بھی محمد بن جریر تھا، البتہ اس کے دادا کا نام رستم تھا۔ وہ بھی بغداد میں رہتا تھا۔ اتفاق سے اس کا سن وفات بھی وہی ہے، جو سنی امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا ہے۔ دونوں کی

کنیت بھی ایک ہے، جس کی بنیاد پر ظالموں نے اشتباہ واقع کر دیا۔ محمد بن جریر بن رستم طبری نامی شخص کی صفات سنی امام محمد بن جریر بن یزید طبری رحمہ اللہ پر تھوپ دیں اور اس بنا پر واویلا شروع کر دیا کہ ابن جریر طبری ابوجعفر رحمہ اللہ شیعہ ہیں، حالانکہ محمد بن جریر بن رستم طبری ابوجعفر نامی شخص خبیث رافضی ہے۔ شیعہ کی معتبر کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔ روافض بھی یہ فرق کرتے ہیں کہ محمد بن جریر بن یزید طبری سنی امام اور محمد بن جریر بن رستم طبری دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ امام محمد بن جریر بن یزید طبری رحمہ اللہ کو کسی نے شیعہ نہیں کہا۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَرَجَّمَهُ أَئِمَّةُ النَّقْلِ فِي عَصْرِهٖ وَبَعْدِهٖ، فَلَمْ يَصِفُوْهُ بِذٰلِكَ، وَإِنَّمَا ضَرَّهُ الْاِشْتِرَاكُ فِي اِسْمِهٖ وَاسْمُ أَبِيْهِ وَنَسَبِهٖ وَكُنْيَتِهٖ وَمُعَاصِرَتِهٖ وَكَثْرَةِ تَصَانِيْفِهٖ.

”امام طبری رحمہ اللہ کے ہم عصر اور ان کے بعد والے علما نے ان کے حالات زندگی قلم بند کیے ہیں، مگر کسی نے آپ رحمہ اللہ کو شیعہ قرار نہیں دیا۔ یہ اشتباہ ان (محمد بن جریر بن یزید طبری سنی اور محمد بن جریر بن رستم طبری رافضی) کے نام، باپ کے نام، نسبت، کنیت، ایک زمانے اور کثرتِ تصانیف مشترک ہونے سے واقع ہوا۔“

(لِسان المیزان: 5/100-101)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ يَّزْعُمُ أَنَّ ابْنَ جَرِيرٍ اثْنَانِ؛ أَحَدُهُمَا شِيْعِيٌّ، وَإِلَيْهِ يُنْسَبُ ذٰلِكَ، وَيُنَزِّهُونَ أَبَا جَعْفَرٍ مِّنْ هٰذِهِ الصِّفَاتِ، وَالَّذِي

عُوِّلَ عَلَيْهِ كَلَامُهُ فِي التَّفْسِيرِ أَنَّهُ يُوجِبُ غَسْلَ الْقَدَمَيْنِ، وَيُوجِبُ مَعَ الْغَسْلِ دَلْكَهُمَا، وَلٰكِنَّهُ عَبَّرَ عَنِ الدَّلْكِ بِالْمَسْحِ، فَلَمْ يَفْهَمْ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ مُرَادَهُ جَيِّدًا، فَنَقَلُوا عَنْهُ أَنَّهُ يُوجِبُ الْجَمْعَ بَيْنَ الْغَسْلِ وَالْمَسْحِ .

"بعض علمائے کرام کا کہنا ہے کہ ابن جریر نام کے دو شخص ہیں؛ ان میں ایک شیعہ ہے، جس کی طرف یہ (وضو میں پاؤں پر مسح کرنا) منسوب ہے۔ اہل علم امام ابوجعفر طبری رحمہ اللہ کو ان صفات سے پاک قرار دیتے ہیں۔ (شیعہ قرار دینے والوں کی طرف سے) امام صاحب کے جس کلام کو دلیل بنایا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں پاؤں دھونے کو واجب قرار دیا ہے، لیکن ساتھ میں وہ پاؤں کے ملنے کو بھی واجب قرار دیتے ہیں۔ البتہ ملنے کو انہوں نے "مسح" کے لفظ سے بیان کیا ہے اور اکثر لوگ ان کی مراد کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکے۔ انہوں نے یہ نقل کر دیا کہ امام صاحب دھونے کے ساتھ پاؤں کا مسح کرنا بھی واجب سمجھتے ہیں (حالانکہ 'مسح' کا لفظ رگڑنے اور ملنے کے معنی میں بھی آتا ہے اور امام صاحب کی یہی مراد تھی)۔"

(البِداية والنّهاية : 849/14)

معلوم ہوا کہ امام طبری رحمہ اللہ کو شیعہ قرار دینا واضح خطا یا غلط بیانی ہے۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر طبری رحمہ اللہ کو اہل علم جانتے ہیں۔ آپ کی تفسیر ہر دور میں متداول رہی ہے۔ ہر زمانے کے علما اس سے استفادہ کرتے رہے ہیں، لیکن کسی نے آپ کو شیعہ نہیں کہا۔ معلوم نہیں کہ منکرین حدیث آپ رحمہ اللہ کو کس بنیاد پر شیعہ قرار دیتے ہیں؟

❁ **محمد بن علی، ابن الامام رحمہ اللہ (۳۵۷ھ) فرماتے ہیں:**

سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ جِرِيْرٍ الطَّبْرِيَّ الْفَقِيْهَ، وَهُوَ يُكَلِّمُ الْمَعْرُوْفَ بِابْنِ صِالِحِ الْأَعْلَمِ، وَجَرٰى ذِكْرُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَجَرٰى خِطَابٌ، فَقَالَ لَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ جِرِيْرٍ : مَنْ قَالَ : إِنَّ أَبَا بِكْرٍ وَعُمَرَ لَيْسَا بِإِمَامَيْ هُدًى، أَيش هُوَ ؟ قَالَ : مُبْتَدِعٌ، فَقَالَ لَهُ الطَّبْرِيُّ إِنْكَارًا عَلَيْهِ : مُبْتَدِعٌ، مُبْتَدِعٌ، هٰذَا يُقْتَلُ، مَنْ قَالَ : إِنَّ أَبَا بِكْرٍ وَّعُمَرَ لَيْسَا إِمَامَيْ هُدًى يُّقْتَلُ، يُقْتَلُ .

''میں نے امام ابوجعفر، محمد بن جریر، طبری، فقیہ رحمہ اللہ کو امام ابن صالح اعلم سے سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ بات جاری رہی، امام محمد بن جریر رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا: جو شخص کہے کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما ائمہ ہدیٰ نہیں ہیں، تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے جواب دیا: وہ بدعتی ہے۔ اس پر امام طبری رحمہ اللہ نے ان کی بات کا انکار کرتے ہوئے فرمایا: وہ بدعتی تو ہے ہی، واجب القتل بھی ہے۔ پھر فرمایا: جو کہے کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما ائمہ ہدیٰ نہیں، اسے قتل کر دیا جائے، اسے قتل کر دیا جائے۔''

(تاریخ ابن عَساکر : 52/200-201، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ **امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:**

أَفْضَلُ أَصْحَابِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصِّدِّيقُ أَبُو بَكْرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، ثُمَّ الْفَارُوقُ بَعْدَهٗ عُمَرُ، ثُمَّ ذُو النُّورَيْنِ عُثْمَانُ ابْنُ

عَفَّانَ، ثُمَّ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامُ الْمُتَّقِينَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ .

''نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔پھر سیدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور پھر امیر المومنین اور امام المتقین سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے۔''

(صَريح السُّنة، ص 23)

محمد بن جریر بن رستم طبری آملی امام طبری کا معاصر ایک رافضی مصنف ہے، اس کا تذکرہ اہل سنت اور شیعہ ہر دو مذہب کے علما نے کیا ہے۔شیعہ مذہب پر اس کی کتابیں موجود ہیں، مثلاً «اَلرُّوَاةُ عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ» اور «اَلْمُسْتَرْشِدُ فِي الْإِمَامَةِ» وغیرہما۔

❁ علامہ عبدالعزیز کتانی رحمہ اللہ (۴۶۶ھ) نے اس کے بارے میں لکھا ہے:

هُوَ مِنَ الرَّوَافِضِ، صَنَّفَ كُتُبًا كَثِيْرَةً فِي ضَلَالَتِهِمْ .

''یہ رافضی تھا، اس نے روافض کے گمراہ کن عقائد ونظریات پر کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔''

(سِيَرُ أعلام النُّبلاء للذّهبي : 282/14)

❁ شیعہ مصنف نجاشی (۴۵۰ھ) ''الفہرست فی الرجال:۲/ ۲۸۹'' اور شیعہ مصنف ابوجعفر طوسی (۴۶۰ھ) ''الفہرست، ص ۱۷۸'' نے اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے:

''یہ صاحب تاریخ ابن جریر طبری نہیں۔''

شیعہ کتب میں اس کا ذکر اور اس کی روایات بہت زیادہ ہیں، اہل سنت علما میں سے علامہ عبدالعزیز کتانی رحمہ اللہ (۴۶۶ھ) کے بعد حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ)، حافظ ابن

حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) اور علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی رحمہ اللہ (۸۷۹ھ) وغیرہم نے اسے رافضی قرار دیا ہے۔

❁ مشہور شیعہ عالم، محمد باقر مجلسی (۱۱۱۱ھ) نے محمد بن جریر بن رستم طبری کے بارے میں لکھا ہے:

لَيْسَ هُوَ ابْنُ جَرِيرٍ التَّارِيخِيُّ الْمُخَالِفُ .

''یہ ابن جریر وہ نہیں، جو مؤرّخ اور شیعہ کے مخالف ہیں۔''

(بَحار الأنوار :40/1)

تنبیہات جلیلہ:

تنبیہ نمبر ①:

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ يَزِيْدَ الطَّبْرِيُّ، الْإِمَامُ الْجَلِيْلُ، الْمُفَسِّرُ، أَبُوْ جَعْفَرٍ، صَاحِبُ التَّصَانِيْفِ الْبَاهِرَةِ، مَاتَ سَنَةَ عَشَرَ وَثَلَاثِ مِائَةٍ، ثِقَةٌ صَادِقٌ، فِيْهِ تَشَيُّعٌ يَسِيْرٌ، وَمَوَالَاةٌ لَّا تَضُرُّ .

''محمد بن جریر بن یزید طبری، امامِ جلیل القدر، مفسر، ابوجعفر، شاندار کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۳۱۰ھ میں فوت ہوئے۔ آپ ثقہ اور صادق تھے، البتہ آپ میں تھوڑا سا غیر مضر تشیع پایا جاتا تھا۔''

(میزان الاعتدال : 3/498-499)

❁ اس کے جواب میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا نُبِزَ بِالتَّشَيُّعِ، لِأَنَّهُ صَحَّحَ حَدِيْثَ غَدِيْرِ خُمٍّ.

”آپ رحمہ اللہ پر تشیع کا الزام صرف اس بنا پر ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے غدیر خم والی حدیث کو ”صحیح“ کہا ہے۔“

(لِسان المیزان: 5/100)

دوسری بات یہ ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”سیر اعلام النبلاء“ میں یہ الفاظ نہیں دہرائے، جو کہ آپ کی آخری تصانیف میں سے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس بات سے رجوع کر لیا تھا۔ علاوہ ازیں حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے ان الفاظ کو کسی اہل علم نے صحیح یا درست بھی نہیں قرار دیا، کیونکہ اس کی کوئی بنیاد نہیں۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ «فِیْهِ تَشَیُّعٌ یَسِیْرٌ» اور متاخر اصطلاحِ شیعہ کے درمیان بہت فرق ہے۔ اس سے مراد رافضی اور ہمارے دور کے شیعہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس ”تشیع“ کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے غیر مضر قرار دیا اور اسی لیے حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امام ابو جعفر ابن جریر طبری کو ثقہ، صادق، امام جلیل کہا ہے۔

تنبیہ نمبر ②:

درحقیقت جب حافظ احمد بن علی سلیمانی رحمہ اللہ نے محمد بن جریر بن رستم ابو جعفر طبری رافضی پر جرح کی، تو حافظ ذہبی رحمہ اللہ سمجھ بیٹھے کہ شاید یہ جرح انہوں نے سنی امام محمد بن جریر بن یزید ابو جعفر طبری رحمہ اللہ پر کی ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے یہ لکھا:

أَقْذَعَ أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ السُّلَيْمَانِيِّ الْحَافِظُ، فَقَالَ: كَانَ يَضَعُ لِلرَّوَافِضِ، كَذَا قَالَ السُّلَيْمَانِيُّ، وَهٰذَا رَجْمٌ بِالظَّنِّ الْكَاذِبِ، بَلِ ابْنُ جَرِيْرٍ مِنْ كِبَارِ أَئِمَّةِ الْإِسْلَامِ الْمُعْتَمِدِيْنِ، وَمَا نَدَّعِي

عِصْمَتَهُ مِنَ الْخَطَإِ، وَلَا يَحِلُّ لَنَا أَنْ نُّؤْذِيَهُ بِالْبَاطِلِ وَالْهَوٰى، فَإِنَّ كَلَامَ الْعُلَمَاءِ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ يَّنْبَغِي أَنْ يُّتَأَنّٰى فِيهِ، وَلَا سِيَمَا فِي مِثْلِ إِمَامٍ كَبِيْرٍ .

''حافظ احمد بن علی سلیمانی رحمہ اللہ نے بے جا سختی کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابن جریر روافض کے لیے احادیث گھڑتے تھے۔ یہ ان کا جھوٹا گمان ہے، بلکہ ابن جریر تو قابل اعتماد کبار ائمہ اسلام میں سے ہیں۔ ہم ان کے معصوم ہونے کے دعوے دار تو نہیں ہیں، لیکن ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم بے بنیاد باتوں اور ذاتی خواہشات کی بنا پر انہیں اذیت دیں۔ علمائے کرام کی ایک دوسرے کے متعلق جروح میں غور وفکر سے کام لینا ضروری ہے، خصوصاً جب ان جیسے بڑے امام کے متعلق بات ہو۔''

(میزان الاعتدال : 499/3)

دراصل حافظ سلیمانی کی یہ جرح ابن جریر بن رستم رافضی کے بارے میں تھی، حافظ ذہبی رحمہ اللہ کو بھی اس سلسلہ میں کچھ شبہ ہو گیا تھا۔ اسی تذبذب کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے:

لَعَلَّ السُّلَيْمَانِيَّ أَرَادَ الْآتِيَ .

''شاید سلیمانی رحمہ اللہ کی مراد وہ (ابن جریر رافضی) تھا، جس کا ذکر ابھی آرہا ہے۔''

(میزان الاعتدال : 499/3)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ حَلَفْتُ أَنَّ السُّلَيْمَانِيَّ مَا أَرَادَ إِلَّا الْآتِيَ؛ لَبَرِرْتُ، وَالسُّلَيْمَانِيُّ

حَافِظٌ مُّتْقِنٌ، كَانَ يَدْرِي مَا يَخْرُجُ مِنْ رَّأْسِهٖ، فَلَا أَعْتَقِدُ أَنَّهٗ يَطْعَنُ فِي مِثْلِ هٰذَا الْإِمَامِ بِهٰذَا الْبَاطِلِ.

"اگر میں قسم بھی اُٹھالوں کہ حافظ سلیمانی رحمہ اللہ نے بعد میں مذکور (ابن جریر بن رستم طبری رافضی) ہی کو مراد لیا تھا، تو میری قسم پوری ہوگی۔ سلیمانی پختہ حافظ ہیں۔ وہ اپنے منہ سے نکلنے والی بات کو جانتے تھے۔ میں یہ خیال نہیں کرسکتا کہ وہ ابن جریر جیسے امام کے بارے میں جھوٹی تنقید کریں۔"

(لِسان المیزان : 100/5)

تنبیہ نمبر ③:

❀ **حافظ ابوالفضل عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:**

مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ رُسْتُمَ أَبُوْ جَعْفَرٍ الطَّبَرِيُّ،رَافِضِيٌّ خَبِيْثٌ، ذَكَرَهُ الْحَافِظُ عَبْدُ الْعَزِيزِ الْكَتَانِيُّ، وَقَالَ: إِنَّهٗ رَافِضِيٌّ، وَلَهٗ مُؤَلَّفَاتٌ مِّنْهَا كِتَابُ الرُّوَاةِ عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ، وَلَعَلَّ السُّلَيْمَانِيَّ إِنَّمَا أَرَادَ بِالتَّضْعِيفِ هٰذَا، فَإِنَّهٗ قَالَ فِيهِ: إِنَّهٗ كَانَ يَضَعُ لِلرَّوَافِضِ، فَذَكَرَ الذَّهَبِيُّ فِي الْمِيزَانِ مُحَمَّدَ بْنَ جَرِيْرٍ الطَّبَرِيَّ الْإِمَامَ الْمَشْهُورَ، وَذَكَرَ قَوْلَ السُّلَيْمَانِيِّ وَرَدَّهٗ، وَكَأَنَّهٗ لَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ فِي الرَّافِضَةِ مَنْ شَارَكَهٗ فِي الْاِسْمِ وَاسْمِ الْأَبِ وَالْكُنْيَةِ وَالنِّسْبَةِ، وَإِنَّمَا يَفْتَرِقَانِ فِي اسْمِ الْجَدِّ فَقَطْ، فَالرَّافِضِيُّ اسْمُ جَدِّهٖ رُسْتُمُ، وَالْإِمَامُ الْمَشْهُورُ اسْمُ جَدِّهٖ يَزِيْدُ، وَلَعَلَّ مَا حُكِيَ عَنْ مُّحَمَّدِ

بْنَ جَرِيْرٍ الطَّبَرِيِّ مِنَ الِاكْتِفَاءِ فِي الْوُضُوءِ بِمَسْحِ الرِّجْلَيْنِ؛ إِنَّمَا هُوَ عَنْ هٰذَا الرَّافِضِيِّ، فَإِنَّهٗ مَذْهَبُ الشِّيْعَةِ.

''محمد بن جریر بن رستم، ابوجعفر طبری خبیث رافضی ہے۔ حافظ عبدالعزیز کتانی نے اس کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ رافضی ہے اور اس کی کچھ کتابیں بھی ہیں، جن میں ایک کتاب اہل بیت کے راویوں سے متعلق ہے۔ شاید حافظ سلیمانی رحمہ اللہ نے اس کی تضعیف کا ارادہ کیا تھا اور اسی کے بارے میں کہا تھا کہ یہ روافض کے لیے احادیث گھڑتا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا جو کہ مشہور امام ہیں اور حافظ سلیمانی رحمہ اللہ کا قول ذکر کر کے اس کا رد کر دیا۔ گویا انہیں علم نہیں تھا کہ ایک رافضی بھی امام ابوجعفر طبری رحمہ اللہ کا ہم نام ہے اور اس کے باپ کے نام، کنیت اور نسب میں بھی اشتراک ہے۔ ان دونوں کا فرق صرف دادا کے نام پر جا کر ہوتا ہے۔ رافضی کے دادا کا نام رستم اور مشہور امام کے دادا کا نام یزید ہے۔ یوں لگتا ہے کہ محمد بن جریر طبری کے بارے میں جو حکایت نقل کی جاتی ہے کہ وہ وضو میں پاؤں کے مسح کو کافی سمجھتے تھے، وہ بھی دراصل اسی رافضی سے منقول ہے، کیونکہ یہ شیعہ ہی کا مذہب ہے۔'' (ذَیل میزان الاعتدال، ص 178-179)

حافظ عراقی کو یہ بات لکھنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ شاید ان کے پاس جو میزان الاعتدال کا نسخہ تھا، اس میں حافظ ذہبی کی عبارت لَعَلَّ السُّلَيْمَانِيُّ أَرَادَ الْآتِيَ گر گئی ہو، ورنہ حافظ ذہبی نے تو امام ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید طبری سنی اور ابوجعفر محمد بن جریر بن رستم طبری رافضی میں خوب فرق کیا ہے۔ نیز دونوں کو الگ الگ ذکر کر کے سنی امام طبری کو

امام جلیل اور ثقہ صادق کہا ہے، جبکہ محمد بن جریر بن رستم کو رافضی لکھا ہے۔

تنبیہ نمبر ④:

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اغْتَرَّ شَيْخُ شُيُوْخِنَا أَبُوْ حَيَّانَ بِكَلَامِ السُّلَيْمَانِيِّ، فَقَالَ فِي الْكَلَامِ عَلَى الصَّرَاطِ فِي أَوَائِلِ تَفْسِيرِهِ: وَقَالَ أَبُوْ جَعْفَرٍ الطَّبْرِيُّ، وَهُوَ إِمَامٌ مِّنْ أَئِمَّةِ الْإِمَامِيَّةِ: الصِّرَاطُ بِالصَّادِ لُغَةُ قُرَيْشٍ ...... وَنَبَّهْتُ عَلَيْهِ لِئَلَّا يُغْتَرَّ بِهِ.

”ہمارے اساتذہ کے استاذ ابوحیان کو حافظ سلیمانی رحمہ اللہ کی بات سے مغالطہ ہو گیا اور انہوں نے اپنی تفسیر کے شروع میں لفظ صراط کی تفسیر میں کہہ دیا ہے: ابوجعفر طبری، جو کہ امامی شیعہ کے ایک امام ہیں، کا کہنا ہے کہ لفظِ ’صراط‘ صاد کے ساتھ لغتِ قریش ہے۔۔۔ میں نے بطور تنبیہ یہ بات کر دی ہے تا کہ کسی کو اس سے مغالطہ نہ ہو جائے۔“ (لسان المیزان : 100/5)

ہم کہتے ہیں کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ تفسیر ابوحیان میں ابوجعفر طوسی کے بارے میں یہ لکھا ہے اور یہی درست ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تفسیر ابی حیان کا جو نسخہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے پاس تھا، اس میں یہ غلطی ہو، یا خود حافظ رحمہ اللہ سے صرفِ نظر ہو گیا ہو، واللہ اعلم، کیونکہ تفسیر ابن جریر طبری میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔

تنبیہ نمبر ⑤:

شاعر ابوبکر محمد بن عباس خوارزمی، جسے امام طبری رحمہ اللہ کا بھانجا خیال کیا گیا ہے، اس

کی توثیق ثابت نہیں، اس کی طرف منسوب دیوان میں اشعار کے حوالہ سے علامہ حموی (٦٢٦ھ) لکھتے ہیں:

كَذَبَ، لَمْ يَكُنْ أَبُو جَعْفَرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ رَافِضِيًّا .

''اس نے جھوٹ بولا، ابوجعفر رحمہ اللہ رافضی نہیں تھے۔''

(مُعجم البلدان :57/1)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں معتبر اور ثقہ لوگوں کی باتوں کا مکلّف ٹھہرایا ہے، جس کے اپنے دین کا کوئی پتہ نہ ہو، اس کی طرف منسوب باتوں کا بھلا کیوں کر اعتبار ہو سکتا ہے؟

تنبیہ نمبر ⑥:

یہاں ایک بات خصوصیت سے ذکر کرنا ضروری ہے، وہ یہ کہ تاریخ طبری تو امام طبری رحمہ اللہ کی کتاب ہے، لیکن اس کا ضمیمہ «صِلَةُ تَارِيخِ الطَّبَرِيِّ» کے نام سے عریب بن سعد قرطبی (٣٦٩ھ) نے لکھا ہے، اس کی توثیق ثابت نہیں۔ لگتا ہے کہ یہ رافضی تھا، جس نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین کی ہے۔ بعض احباب تاریخ طبری اور ضمیمہ میں فرق نہیں کر سکے، ایک غیر معتبر آدمی کی عبارات کو امام طبری رحمہ اللہ کی عبارات سمجھ بیٹھے اور آپ رحمہ اللہ پر توہین صحابہ کا الزام رکھ دیا، جبکہ آپ رحمہ اللہ اس الزام سے بری ہیں۔

امام طبری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کتاب «ذَيْلُ الْمُذَيَّلِ» کا اختصار «اَلْمُنْتَخَبُ مِنْ ذَيْلِ الْمُذَيَّلِ» کے نام سے اسی عریب بن سعد قرطبی نے کیا ہے، لہٰذا اس کتاب میں مذکور باتوں کا کوئی اعتبار نہیں، امام طبری رحمہ اللہ اس سے بری ہیں۔

تاریخ طبری ہر دور میں متداول رہی ہے، ائمہ اہل سنت ہر دور میں موجود رہے ہیں، اگر امام طبری رحمہ اللہ کی تاریخ میں کوئی ایسا ویسا مواد ہوتا، جس سے ثابت ہو کہ امام طبری

رافضی ہیں، تو ائمہ اہل سنت ضرور اس بات سے آگاہ کرتے، انہوں نے اگر ایسا نہیں کیا، تو معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تھا ہی نہیں، خوامخواہ بعض نے افسانہ بنا دیا ہے۔

دوسرے یہ کہ ہمیں پہلوں کے علم وتقویٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے، وہ لوگ جنہوں نے ہم تک مسلک اہل سنت پہنچایا ہے، وہ بہتر جانتے ہیں کہ ان کے دور میں کون اہل سنت کے عقائد پر تھا اور کون اہل سنت سے ہٹا ہوا، وہ اگر کسی کو اہل سنت میں شمار کرتے ہیں، تو خوب چھان پھٹک کے بعد کرتے ہیں، سو ہمیں یہ حق نہیں کہ بلا دلیل پہلوں سے اختلاف کرنے بیٹھ جائیں، ہمیں صرف یہ چاہیے کہ ان سے علم لیں اور آگے پھیلاتے رہیں۔

رہی بات تاریخ طبری وغیرہ میں ضعیف ومن گھڑت روایات کی، تو یاد رہے کہ محدثین روایات کی سندیں ذکر کر کے بری الذمہ ہو گئے ہیں، اب بعد والوں کو چاہیے کہ خود ہی سندوں کی پرکھ اصول محدثین پر کریں، نہ کہ سندیں بیان کرنے والوں کو کوستے رہ جائیں، محدثین کا اپنی کتابوں میں سندیں ذکر کرنا امت مسلمہ پر احسان عظیم ہے، ہمیں اپنے محسنین کی کوششوں کو قدر کی نظر سے دیکھنا چاہیے۔ اگر وہ سندیں ذکر نہ کرتے، تو صحیح وسقیم کی تمیز ممکن نہ تھی۔ محدثین نے اپنی کتابوں میں باسند روایتیں ذکر کر کے ہمیں باخبر کر دیا ہے کہ اس قسم کی روایات کس قماش کے لوگوں کی بیان کردہ ہیں، لہٰذا ان سے محتاط رہیں۔

شیوخ کرام:

امام طبری رحمہ اللہ نے حصولِ علم کے لیے بہت سارے علاقوں کا سفر کیا۔ آپ رحمہ اللہ نے محمد بن عبد الملک بن ابو شوارب، اسماعیل بن موسیٰ سُدّی، اسحاق بن ابو اسرائیل، احمد بن منیع، ابو کریب محمد بن علا، ہناد بن السری، ابو ہمام سکونی، محمد بن عبد الاعلیٰ صنعانی، محمد بن بشار بندار، محمد بن مثنیٰ، حسن بن عرفہ، مہنا بن یحییٰ، علی بن سہل رملی، بشر بن معاذ عقدی، عمرو

بن علی فلاس، زبیر بن بکار اور احمد بن سریج رازی رحمہم اللہ وغیرہم سے علم حاصل کیا۔

تلامذہ عظام:

امام طبرانی، احمد بن کامل القاضی، ابو بکر شافعی، امام ابو احمد بن عدی رحمہم اللہ سمیت کئی اہل علم نے آپ سے اکتسابِ علم کیا۔

تصانیف:

امام طبری رحمہ اللہ کی مشہور تصانیف میں سے «جَامِعُ الْبَيَانِ عَنْ تَأْوِيلِ آيِ الْقُرْآنِ» ہے، جو تفسیر طبری کے نام سے معروف ہے۔ اس کے علاوہ تَارِيخُ الْأُمَمِ وَالْمُلُوكِ، تَهْذِيبُ الْآثَارِ، التَّبْصِيرُ فِي مَعَالِمِ الدِّينِ اور صَرِيحُ السُّنَّةِ سمیت کئی مایہ ناز تصانیف ہیں۔

وفات حسرت آیات:

آپ رحمہ اللہ کی وفات 310ھ میں ہوئی۔

❀ امام رحمہ اللہ کے شاگرد احمد بن کامل قاضی رحمہ اللہ (۳۵۰ھ) آپ رحمہ اللہ کے جنازہ کے احوال بیان کرتے ہیں:

اِجْتَمَعَ عَلَيْهِ مَنْ لَا يُحْصِيهِمْ عَدَدًا إِلَّا اللّٰهُ .

”آپ رحمہ اللہ کے جنازہ میں شریک افراد کو اللہ کے سوا کوئی شمار نہیں کرسکتا۔“

علامہ یاقوت حموی رحمہ اللہ نے بعض نامعلوم لوگوں سے ذکر کیا ہے کہ امام رحمہ اللہ کا جنازہ رات کو اٹھایا گیا۔ یہ بے سند بات ہے۔

تفسیر طبری:

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) کی تفسیر کا نام «جَامِعُ الْبَيَانِ عَنْ تَأْوِيلِ آيِ الْقُرْآنِ» ہے، جو ''تفسیر طبری'' کے نام سے معروف ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر کے حوالہ سے یہ عظیم سرمایہ ہے۔

❁ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّفْسِيرُ، لَمْ يُصَنِّفْ أَحَدٌ مِّثْلَهٗ .

''اس جیسی تفسیر کسی نے نہیں لکھی۔''

(تاریخ بغداد : 163/2)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

تَفْسِيرُ مُحَمَّدِ بْنِ جَرِيرٍ الطَّبَرِيِّ، وَهُوَ مِنْ أَجَلِّ التَّفَاسِيرِ وَأَعْظَمِهَا قَدْرًا .

''تفسیر طبری ایک جلیل قدر اور عظیم المرتبت تفسیر ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 361/13)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا التَّفَاسِيرُ الَّتِي فِي أَيْدِي النَّاسِ فَأَصَحُّهَا : تَفْسِيرُ مُحَمَّدِ بْنِ جَرِيرٍ الطَّبَرِيِّ فَإِنَّهٗ يَذْكُرُ مَقَالَاتِ السَّلَفِ بِالْأَسَانِيدِ الثَّابِتَةِ وَلَيْسَ فِيهِ بِدْعَةٌ .

''تمام تفاسیر میں سے صحیح ترین تفسیر، محمد بن جریر طبری کی تفسیر ہے۔ آپ متقدمین مفسرین کے تفسیری اقوال صحیح سندوں سے ذکر کرتے ہیں۔ یہ تفسیر بدعی نظریات سے پاک ہے۔''

(الفتاویٰ الکبریٰ : 84/5، مَجموع الفتاویٰ : 385/13)

❁ **مزید فرماتے ہیں:**

التَّفَاسِيرُ الْمَأْثُورَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، مِثْلُ تَفْسِيرِ مُحَمَّدِ بْنِ جَرِيرِ الطَّبَرِيِّ.

”نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین عظام سے منقول و ماثور تفاسیر جیسے محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ کی تفسیر۔“

(دَرء تعارض العَقل والنّقل: 21/2)

❁ **مفسر ابن عطیہ رحمہ اللہ (۵۴۱ھ) فرماتے ہیں:**

ثُمَّ إِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَرِيرِ الطَّبَرِيَّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، جَمَعَ عَلَى النَّاسِ أَشْتَاتِ التَّفْسِيرِ، وَقَرَّبَ الْبَعِيدَ وَشَفٰى فِي الْإِسْنَادِ.

”امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ نے لوگوں کے لیے تفسیری موتی چنے، دور پڑے علمی خزینے کو قریب کر دیا اور سند کا اہتمام کیا۔“

(تفسير ابن عطيّة: 31/1)

❁ **حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:**

رَوَى الْكَثِيرَ عَنِ الْجَمِّ الْغَفِيرِ، وَرَحَلَ إِلَى الْآفَاقِ فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ، وَصَنَّفَ التَّارِيخَ الْحَافِلَ، وَلَهٗ التَّفْسِيرُ الْكَامِلُ الَّذِي لَا يُوجَدُ لَهٗ نَظِيرٌ، وَغَيْرُهُمَا مِنَ الْمُصَنَّفَاتِ النَّافِعَةِ فِي الْأُصُولِ وَالْفُرُوعِ.

”امام طبری رحمہ اللہ نے شیوخ واساتذہ کے ایک جمِ غفیر سے کسبِ فیض کیا، طلبِ حدیث میں کئی اسفار کیے، ضخیم تاریخی کتاب تصنیف کی، نیز آپ رحمہ اللہ نے ایک بے مثال تفسیر بھی لکھی۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی اصول وفروع میں

بہت سی مفید تصانیف ہیں۔‘‘

(البِداية والنّهاية :11/165)

❁ امام طبری رحمہ اللہ کے شاگرد عبد اللہ بن احمد بن جعفر ابو محمد فرغانی رحمہ اللہ (۳۶۲ھ) فرماتے ہیں:

تَمَّ مِنْ كُتُبِ يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ جَرِيرٍ كِتَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ وَجَوَّدَهُ، وَبَيَّنَ فِيهِ أَحْكَامَهُ، وَنَاسِخَهُ وَمَنْسُوخَهُ، وَمُشْكِلَهُ وَغَرِيبَهُ، وَمَعَانِيهِ، وَاخْتِلَافَ أَهْلِ التَّأْوِيلِ وَالْعُلَمَاءِ فِي أَحْكَامِهِ وَتَأْوِيلِهِ، وَالصَّحِيحَ لَدَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ، وَإِعْرَابَ حُرُوفِهِ، وَالْكَلَامَ عَلَى الْمُلْحِدِينَ فِيهِ، وَالْقِصَصَ وَأَخْبَارَ الْأُمَّةِ، وَالْقِيَامَةَ، وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا حَوَاهُ مِنَ الْحِكَمِ وَالْعَجَائِبِ، كَلِمَةً كَلِمَةً، وَآيَةً آيَةً، مِنَ الِاسْتِعَاذَةِ إِلٰى أَبِي جَادَ، فَلَوِ ادَّعٰى عَالِمٌ أَنْ يُصَنِّفَ مِنْهُ عَشْرَةَ كُتُبٍ، كُلُّ كِتَابٍ مِّنْهَا يَحْتَوِي عَلٰى عِلْمٍ مُّفْرَدٍ عَجِيبٍ مُسْتَقْصًى لَّفَعَلَ .

’’امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ کی کتب میں سے ایک تفسیر القرآن مکمل ہے، آپ رحمہ اللہ نے اس میں عمدگی کا مظاہرہ کیا، احکامات، ناسخ و منسوخ، مشکل وغریب، معانی و مفاہیم، علماء و مفسرین کے احکام اور تفسیری اختلافات، راجح اقوال، اعراب پر بحث، ملحدین پر ردود، سابقہ امتوں کے قصص، امت محمدیہ کے احوال، قیامت کے مناظر اور دیگر حکمتیں اور لطائف پر لفظ لفظ اور آیت آیت کر کے شروع سے آخر تک سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اگر کوئی عالم اس سے

دس ایسی کتابیں تصنیف کرنا چاہے کہ جس میں سے ہر کتاب ایک علیحدہ، انوکھے اور تحقیقی فن کو محیط ہو، تو ایسا بعید نہیں۔“

(تاریخ ابن عَساکر: 196/52، طَبَقات المُفسرین للدّاوودي: 114/2، وسندہٗ حسنٌ)

❁ علامہ ابوالحسن علی بن یوسف قفطی رحمہ اللہ (٦٤٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلْعَالِمُ الْكَامِلُ الْفَقِيهُ الْمُقْرِئُ النَّحْوِيُّ اللُّغَوِيُّ الْحَافِظُ الْأَخْبَارِيُّ جَامِعُ الْعُلُومِ، لَمْ يُرَ فِي فُنُونِهٖ مِثْلُهٗ، سَمِعَ بِبَلَدِهٖ وَبِلَادِ الْأَعَاجِمِ وَالْعِرَاقِ وَالشَّامِ وَمِصْرَ وَالْحِجَازِ الْجَمَّ الْغَفِيرَ، وَاسْتَوْطَنَ بَغْدَادَ، وَصَنَّفَ التَّصَانِيفَ الْكِبَارَ؛ مِنْهَا تَفْسِيرُ الْقُرْآنِ الَّذِي لَمْ يُرَ أَكْبَرُ مِنْهُ وَلَا أَكْثَرُ فَوَائِدَ، وَكِتَابُ التَّارِيخِ، وَهُوَ أَجَلُّ كِتَابٍ فِي بَابِهٖ .

”امام طبری رحمہ اللہ عالم کامل، فقیہ، مقری، نحوی، لغوی، حافظ حدیث، مؤرخ اور ہرفن مولا تھے۔ آپ کی شان کو کوئی نہیں پہنچ سکا، اپنے علاقے کے علاوہ عجم کے علاقے، عراق، شام، مصر اور حجاز وغیرہ میں ایک جم غفیر سے استفادہ کیا۔ بغداد میں مستقل رہائش اختیار کی، کئی بڑی تصانیف لکھیں، جن میں تفسیر القرآن، جس سے بڑی اور مفید کتاب چشم فلک نے نہیں دیکھی اور تاریخ کے موضوع پر کتاب، جو اپنے میدان میں شہ کار کی حیثیت رکھتی ہے، شامل ہیں۔“

(إنباہ الرُّواة علی أنباہ النّحاة: 89/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) فرماتے ہیں:

اَلَّذِينَ اعْتَنُوا بِجَمْعِ التَّفْسِيرِ مِنْ طَبْقَةِ الْأَئِمَّةِ السِّتَّةِ أَبُو جَعْفَرِ ابْنُ جَرِيرٍ الطَّبَرِيُّ وَيَلِيهِ أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُنْذَرِ

النِّيسَابُورِيُّ وَأَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي حَاتِمِ بْنِ إِدْرِيسَ الرَّازِيُّ وَمِنْ طَبَقَةِ شُيُوخِهِمْ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ نَصْرِ الْكَشِّيِّ فَهٰذِهِ التَّفَاسِيرُ الْأَرْبَعَةُ قُلَّ أَنْ يَّشِذَّ عَنْهَا شَيْءٌ مِنَ التَّفْسِيرِ الْمَرْفُوعِ وَالْمَوْقُوفِ عَلَى الصَّحَابَةِ وَالْمَقْطُوعِ عَنِ التَّابِعِينَ، وَقَدْ أَضَافَ الطَّبَرِيُّ إِلَى النَّقْلِ الْمَسْتَوْعَبِ أَشْيَاءً لَّمْ يُشَارِكُوهُ فِيهَا كَاسْتِيعَابِ الْقِرَاءَ اتِ وَالْإِعْرَابِ وَالْكَلَامِ فِي أَكْثَرِ الْأَيَاتِ عَلَى الْمَعَانِي وَالتَّصَدِّي لِتَرْجِيحِ بَعْضِ الْأَقْوَالِ عَلٰى بَعْضٍ، وَكُلُّ مَنْ صَنَّفَ بَعْدَهٗ لَمْ يَجْتَمِعْ لَهٗ مَا اجْتَمَعَ فِيهِ؛ لِأَنَّهٗ فِي هٰذِهِ الْأُمُورِ فِي مَرْتَبَةٍ مُّتَقَارِبَةٍ وَغَيْرُهٗ يَغْلِبُ عَلَيْهِ فَنٌّ مِّنَ الْفُنُونِ فَيَمْتَازُ فِيهِ وَيَقْصُرُ فِي غَيْرِهٖ.

”چھٹے طبقے کے ائمہ میں سے جنہوں نے تفسیر قرآن کا بیڑا اٹھایا ہے، ان میں امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ ان کے بعد امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن منذر نیشاپوری، ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم بن ادریس رازی رحمہما اللہ اور ان کے شیوخ کے طبقہ میں عبد بن حمید بن نصر کشی رحمہ اللہ سرفہرست ہیں۔ ان چاروں تفاسیر سے شاید ہی کسی آیت کی مرفوع، موقوف یا مقطوع تفسیر چوک گئی ہو۔ روایات نقل کرنے میں امام طبری رحمہ اللہ نے دوسروں کی بہ نسبت کچھ اضافہ کیا ہے۔ قرأتوں، اعراب، آیات کے معانی میں بحث اور اقوال میں راجح ومرجوح کا فرق کرنے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ بعد والوں میں کوئی بھی وہ کچھ جمع نہ کر سکا،

جو آپ رحمہ اللہ نے جمع کر دیا ہے، کیوں کہ آپ رحمہ اللہ ان فنون میں ایک عالی المرتبت تھے، بعد والوں پر دوسرے فنون غالب آ گئے، لہٰذا آپ اس فن میں ممتاز رہے اور دوسرے فنون میں قاصر رہ گئے۔‘‘

(العُجاب في بَيان الأسباب :203/1)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لَهُ التَّصَانِيفُ الْعَظِيمَةُ مِنْهَا تَفْسِيرُ الْقُرْآنِ وَهُوَ أَجَلُّ التَّفَاسِيرِ لَمْ يُؤَلَّفْ مِثْلُهُ كَمَا ذَكَرَهُ الْعُلَمَاءُ قَاطِبَةً، مِنْهُمُ النَّوَوِيُّ فِي تَهْذِيبِهٖ وَذٰلِكَ لِأَنَّهُ جَمَعَ فِيهِ بَيْنَ الرِّوَايَةِ وَالدِّرَايَةِ وَلَمْ يُشَارِكْهُ فِي ذٰلِكَ أَحَدٌ لَّا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ.

’’امام طبری رحمہ اللہ کی بہت ہی عظیم الشان تصانیف ہیں، جن میں تفسیر القرآن بھی شامل ہے۔ یہ ایک بے نظیر تفسیر ہے، جیسا کہ تمام علمائے کرام نے کہا ہے، جن میں حافظ نووی رحمہ اللہ بھی ہیں، آپ نے یہ بات اپنی کتاب ’تہذیب الاسماء و اللغات‘ میں ذکر کی ہے، کیونکہ امام طبری رحمہ اللہ نے اس تفسیر میں روایت ودرایت کو جمع کر دیا ہے، ایسا کام آپ سے پہلے کوئی کر سکا، نہ آپ کے بعد ہی کوئی کر سکا۔‘‘

(طَبَقات المُفسرين، ص 96)

❁ مزید فرماتے ہیں:

...... بَعْدَهُمِ ابْنُ جَرِيرٍ الطَّبَرِيُّ وَكِتَابُهُ أَجَلُّ التَّفَاسِيرِ وَأَعْظَمُهَا،

ثُمَّ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَابْنُ مَاجَهْ وَالْحَاكِمُ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ وَأَبُو الشَّيْخِ بْنُ حَيَّانَ وَابْنُ الْمُنْذِرِ فِي آخَرِينَ وَكُلُّهَا مُسْنَدَةٌ إِلَى الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَأَتْبَاعِهِمْ وَلَيْسَ فِيهَا غَيْرَ ذَالِكَ إِلَّا ابْنُ جَرِيرٍ فَإِنَّهٗ يَتَعَرَّضُ لِتَوْجِيهِ الْأَقْوَالِ وَتَرْجِيحِ بَعْضِهَا عَلٰى بَعْضٍ وَّالْإِعْرَابِ وَالِاسْتِنْبَاطِ فَهُوَ يَفُوقُهَا بِذَالِكَ.

''ان کے بعد محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ آئے، آپ کی کتاب سب سے بہترین اور عظیم المرتبت تفسیر ہے۔ پھر امام ابن ابی حاتم، ابن ماجہ، حاکم، ابن مردویہ، ابو الشیخ ابن حیان اور ابن منذر رحمہم اللہ آئے۔ ان سب مفسرین نے اپنی تفاسیر میں موقوفات، مقطوعات اور تبع تابعین کے اقوال کا اہتمام کیا ہے، لیکن امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ان اقوال کی توجیہ و ترجیح، اعراب پر گفتگو اور فقہی استنباط کا اہتمام بھی کیا ہے۔ یوں ان کی تفسیر دوسروں سے زیادہ مفید ہے۔''

(الإتقان في علوم القرآن: 242/4)

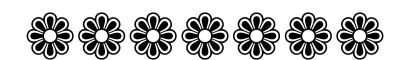
❀ مزید فرماتے ہیں:

إِنْ قُلْتَ: فَأَيُّ التَّفَاسِيرِ تُرْشِدُ إِلَيْهِ وَتَأْمُرُ النَّاظِرَ أَنْ يُّعَوِّلَ عَلَيْهِ؟ قُلْتُ: تَفْسِيرُ الْإِمَامِ أَبِي جَعْفَرِ بْنِ جَرِيرٍ الطَّبَرِيِّ الَّذِي أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ الْمُعْتَبَرُونَ عَلٰى أَنَّهٗ لَمْ يُؤَلَّفْ فِي التَّفْسِيرِ مِثْلُهٗ.

''اگر آپ پوچھیں کہ کون سی تفسیر سب سے زیادہ راہنما اور قابل اعتماد ہے؟ میرا

جواب ہوگا کہ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ کی تفسیر، کہ جس کے بے مثال و بے نظیر ہونے پر معتمد علمائے کرام کا اجماع ہے۔"

(الإتقان في علوم القرآن : 244/4)



حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ

حافظ ابو فداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، دمشقی رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) اہل سنت کے بڑے امام ہیں۔ علمی دنیا میں آپ کو ''عماد الدین'' کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔ آپ رحمہ اللہ مشہور مفسر اور عظیم مؤرخ ہیں۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِمَامُ الْفَقِيهُ الْمُحَدِّثُ الْأَوْحَدُ الْبَارِعُ عِمَادُ الدِّينِ ...... فَقِيهٌ مُتْقِنٌ، وَمُحَدِّثٌ مُتْقِنٌ، وَمُفَسِّرٌ نَقَّالٌ، وَلَهُ تَصَانِيفُ مُّفِيدَةٌ يَدْرِي الْفِقْهَ وَيَفْهَمُ الْعَرَبِيَّةَ وَالْأُصُولَ، وَيَحْفَظُ جُمْلَةً صَالِحَةً مِّنَ الْمُتُونِ وَالتَّفْسِيرِ وَالرِّجَالِ وَأَحْوَالِهِمْ.

''آپ رحمہ اللہ امام، فقیہ، محدث، بے مثال، متقی و پرہیز گار اور دین کے ستون تھے۔...... آپ رحمہ اللہ پختہ کار فقیہ اور محدث تھے، سلف کی تفاسیر کے ناقل تھے۔ آپ نے کئی عمدہ تصانیف چھوڑی ہیں۔ فقہ اسلامی سے گہرا لگاؤ تھا، عربیت اور اصول فقہ سے واقف تھے۔ آپ احادیث، رواۃ حدیث اور ان کے حالات کے حافظ تھے۔

(المُعجم المُختَصّ بالمحدثين، ص 74)

❁ حافظ ابن ناصر الدین رحمہ اللہ (۸۴۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلشَّيْخُ الْإِمَامُ الْعَلَّامَةُ الْحَافِظُ عِمَادُ الدِّينِ ثِقَةُ الْمُحَدِّثِينَ عُمْدَةُ الْمُؤَرِّخِينَ عَلَمُ الْمُفَسِّرِينِ .

”شیخ، امام، علامہ، حافظ، عماد الدین، ثقہ محدث، عمدہ مؤرخ اور بہترین مفسر تھے (ابن کثیر رحمہ اللہ)۔“ (الرّدّ الوافر، ص 92)

❁ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:**

أَخَذَ عَنِ ابْنِ تَيْمِيَّةَ فَفُتِنَ بِحُبِّهٖ وَامْتُحِنَ لِسَبَبِهٖ وَكَانَ كَثِيرَ الْاِسْتِحْضَارِ حَسَنَ الْمُفَاكَهَةِ سَارَتْ تَصَانِيفُهٗ فِي الْبِلَادِ فِي حَيَاتِهٖ وَانْتَفَعَ بِهَا النَّاسُ بَعْدَ وَفَاتِهٖ .

”حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا۔ آپ کو ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے محبت کی وجہ سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ رحمہ اللہ بیدار مغز اور خوش طبع انسان تھے۔ آپ کی تصانیف آپ کی زندگی میں ہی چہار سو پھیل گئیں اور آپ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بھی لوگ ان سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔“ (الدُّرر الکامنة :445/1)

❁ **علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:**

كَانَ قُدْوَةَ الْعُلَمَاءِ وَالْحُفَّاظِ، وَعُمْدَةَ أَهْلِ الْمَعَانِي وَالْأَلْفَاظِ، وَسَمِعَ وَجَمَعَ وَصَنَّفَ وَدَرَّسَ وَحَدَّثَ وَأَلَّفَ، وَكَانَ لَهُ اطِّلَاعٌ عَظِيمٌ فِي الْحَدِيثِ وَالتَّفْسِيرِ وَالتَّارِيخِ وَاشْتُهِرَ بِالضَّبْطِ وَالتَّحْرِيرِ، وَانْتَهٰى إِلَيْهِ عِلْمُ التَّارِيخِ وَالْحَدِيثِ وَالتَّفْسِيرِ، وَلَهٗ مُصَنَّفَاتٌ

عَدِيدَةٌ مُّفِيدَةٌ .

''حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ علما اور حفاظ میں رہنما کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ اہل لغت کے یہاں بھی ایک بڑا مقام پایا ہے۔آپ رحمہ اللہ نے علم حاصل کیا، اسے جمع کیا، کتابیں تصنیف و تالیف کیں، تدریس کی اور حدیث کا درس دیا۔آپ کو حدیث، تفسیر اور تاریخ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ضبط و تحریر میں معروف تھے۔ تاریخ، حدیث اور تفسیر کے علم میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔آپ کی کئی مفید تصانیف ہیں۔''(النّجوم الزّاهرة ليوسف بن تغري بردي :123/11)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لَهُ التَّفْسِيرُ الَّذِي لَمْ يُؤَلَّفْ عَلٰى نَمَطِهٖ مِثْلُهٗ .

''تفسیر ابن کثیر کی طرز پر کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی۔''

(ذيل طَبَقات الحُفاظ، ص 239)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مِنْ أَكَابِرِ الْمُحَدِّثِينَ .

''حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا شمار اکابر محدثین میں ہوتا ہے۔''

(الأسرار المرفوعة، ص 454)

❁ ابو الاعلیٰ مودودی صاحب لکھتے ہیں:

''حافظ ابن کثیر، جن کا مرتبہ مفسر، محدث اور مؤرخ کی حیثیت سے تمام امت میں مسلّم ہے۔''(خلافت وملوکیت، ص315)

❁ مفتی تقی عثمانی صاحب نے علامہ یوسف بنوری صاحب سے نقل کیا ہے:

’’ایک تفسیر ابن کثیر......جس کے بارے میں ہمارے استاذ (حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ) فرماتے تھے: اگر کوئی کتاب کسی دوسری کتاب سے بے نیاز کر سکتی ہے، تو وہ تفسیر ابن کثیر ہے۔ جو تفسیر ابن جریر سے بے نیاز کر دیتی ہے۔‘‘ (علوم القرآن، ص506)

❁ مفتی تقی عثمانی صاحب خود فرماتے ہیں:

’’ان میں سر فہرست تفسیر ابن کثیر ہے۔ یہ حافظ عماد الدین، ابو الفداء، اسماعیل بن الخطیب ابی حفص عمر بن کثیر الشافعی رحمہ اللہ (متوفی: ۷۷۴ھ) کی تصنیف ہے اور چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو تفسیر ابن جریر کا خلاصہ کہنا چاہیے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے، وہ تفسیر بالروایہ کا طریقہ ہے، یعنی ہر آیت کے تحت وہ پہلے اس کی تفسیر کا خلاصہ بیان فرماتے ہیں، پھر اس کے مختلف کلمات یا جملوں کی تفسیر میں انہیں آنحضرت ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کی جتنی روایات ملتی ہیں، وہ ذکر فرماتے ہیں۔ لیکن ان سے پہلے کے جن مفسرین نے تفسیر بالروایہ کا طریقہ اختیار فرمایا ہے، مثلاً حافظ ابن جریر رحمہ اللہ، ابن مردویہ رحمہ اللہ اور ابن ماجہ رحمہ اللہ وغیرہ۔ انہوں نے تفسیری روایات کو صرف جمع کرنے کا کام کیا ہے۔ ان کی چھان پھٹک نہیں کی، لیکن حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ جلیل القدر محدث بھی ہیں اور روایات پر جرح و تنقید کے فن سے واقف ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اول تو ان ضعیف اور موضوع روایات کو بکثرت چھانٹ دیا ہے، جو متقدمین کی کتابوں میں لکھی چلی آ رہی تھیں، دوسرے جو

کمزور روایات وہ لائے ہیں، عموما ان کی علل اسناد پر تنبیہ فرما دی ہے۔ تفسیر بالروایہ کی کتابیں اکثر و بیشتر اسرائیلیات سے لبریز ہیں، لیکن ایسی روایات کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا طرز عمل انتہائی محتاط، صاف ستھرا اور خالص قرآن وحدیث پر مبنی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اول تو اپنی کتاب میں اسرائیلی روایات زیادہ نقل نہیں کیں اور جہاں نقل کی ہیں، وہاں عموما یہ بتا دیا ہے کہ یہ اسرائیلی روایات ہیں۔ بہرحال روایتی لحاظ سے تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ سب سے محتاط اور مستند تفسیر ہے۔ ...... تفسیر ابن کثیر نہایت جامع اور بے نظیر تفسیر ہے۔'' (علوم القرآن، ص501-502؛ تبصرے، ص173-174)

❁ نیز فرماتے ہیں:

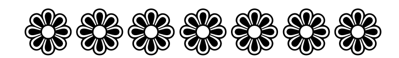
''تفسیر ابن کثیر تمام کتب تفسیر میں ممتاز ترین اور مستند ترین تفسیر ہے۔ ...... بہر کیف تفسیر ابن کثیر علم تفسیر کا انتہائی قیمتی سرمایہ ہے اور اسی لیے اہل علم ہر دور میں اس پر اعتماد کرتے اور اس کی قدر کرتے رہے ہیں۔'' (تبصرے، ص175)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنا تفسیری منہج بیان کرتے ہیں:

إِنْ قَالَ قَائِلٌ : فَمَا أَحْسَنُ طُرُقِ التَّفْسِيرِ؟ فَالْجَوَابُ : إِنَّ أَصَحَّ الطُّرُقِ فِي ذٰلِكَ أَنْ يُفَسَّر الْقُرْآنُ بِالْقُرْآنِ، فَمَا أُجْمِل فِي مَكَانٍ فَإِنَّهٗ قَدْ فُسِّرَ فِي مَوْضِعٍ آخرَ، فَإِنْ أَعْيَاكَ ذٰلِكَ فَعَلَيْكَ بِالسُّنَّةِ فَإِنَّهَا شَارِحَةٌ لِلْقُرْآنِ وَمُوَضِّحَةٌ لَهٗ ...... إِذَا لَمْ نَجِدِ التَّفْسِيرَ فِي الْقُرْآنِ وَلَا فِي السُّنَّةِ، رَجَعْنَا فِى ذٰلِكَ إِلٰى أَقْوَالِ

الصَّحَابَةِ، فَإِنَّهُمْ أَدْرٰى بِذٰلِكَ، لِمَا شَاهَدُوا مِنَ الْقَرَائِنِ وَالْأَحْوَالِ الَّتِي اخْتُصُّوا بِهَا، وَلِمَا لَهُمْ مِنَ الْفَهْمِ التَّامِّ، وَالْعِلْمِ الصَّحِيحِ، وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ، لَا سِيَّمَا عُلَمَاؤُهُمْ وَكُبَرَاؤُهُمْ، كَالْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ وَالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ، وَالْأَئِمَّةِ الْمَهْدِيِّينَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ...... إِذَا لَمْ تَجِدِ التَّفْسِيرَ فِي الْقُرْآنِ وَلَا فِي السُّنَّةِ وَلَا وَجَدْتَهٗ عَنِ الصَّحَابَةِ، فَقَدْ رَجَعَ كَثِيرٌ مِّنَ الْأَئِمَّةِ فِي ذٰلِكَ إِلٰى أَقْوَالِ التَّابِعِينَ .

”اگر کوئی پوچھے کہ بہترین طرزِ تفسیر کیا ہے؟ تو اس سلسلہ میں سب سے با اعتماد طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے۔قرآن میں ایک جگہ اجمال ہوتا ہے،تو دوسری جگہ اس کی تفسیر کر دی جاتی ہے۔اگر ایسا ممکن نہ ہو،تو سنت کو دیکھا جائے گا۔سنت قرآن کی شرح اور وضاحت کرتی ہے۔......اگر قرآن یا سنت میں تفسیر نہ ملے،تو ہم اقوال صحابہ کی طرف رجوع کریں گے،وہ تفسیر کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے،نیز وہی واقعات وقرائن کے عینی شاہد تھے،صحابہ میں فہم تام،علم صحیح اور عمل صالح موجود تھا۔خاص طور پر علما اور کبار صحابہ،مثلاً خلفائے اربعہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔......اگر آپ کو قرآن،سنت اور اقوال صحابہ میں تفسیر نہ ملے،تو اکثر ائمہ اقوال تابعین کی طرف رجوع کرتے ہیں۔“(مقدمة تفسير ابن كثير :1/7-10)



علامہ زمخشری

ابو القاسم، محمود بن عمر بن محمد، زمخشری (۴۶۷ـ۵۳۸ھ) نحوی، لغوی، متکلم، معتزلی مفسر، علم بیان اور بلاغت کے امام تھے۔ آپ کی کئی تصانیف ہیں، ان میں مشہور اَلْکَشَّافُ عَنْ حَقَائِقِ التَّنْزِيلِ وَعُيُونِ الْأَقَاوِيلِ فِي وُجُوهِ التَّأْوِيلِ ہے۔ آپ عقیدہ میں معتزلہ کے امام تھے۔ اس لیے آپ کی تفسیر اعتزالیات اور ضلالات سے لبریز ہے۔ ساتھ ساتھ بیان وادب، اعجاز قرآن، نظم قرآن، بلاغت قرآن اور جمال قرآن کے دریا بہا دیے ہیں، لیکن اندازِ بلاغت میں قرآنی آیات سے اپنے باطل معتزلی مذہب کے دلائل تراشتے ہیں، چنانچہ اس تفسیر سے بچنا ضروری ہے، خصوصاً اس کے لیے جو اس میدان میں نو وارد ہو۔

علامہ زمخشری کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ آیات سے اپنے باطل مذہب کی تائید حاصل کریں، اس کے خلاف آنے والی آیات کی تاویل کریں۔ قرآن میں معانی وبیان کی جو دولت بلاغت موجود ہے، اسے اہتمام سے بیان کرتے ہیں، لیکن جب ایسا لفظ آ جائے، جو ان کے مذہب کے موافق نہ ہو، تو ظاہری معنی ترک کر دیتے ہیں۔ لغت میں موجود کوئی دوسرا لغوی معنی دینے یا اسے مجاز، استعارہ اور تمثیل قرار دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔

بالفاظ دیگر قرآن کریم سے انداز بلاغت میں اپنے باطل معتزلی مذہب کے دلائل تراشتے ہیں۔ کفار کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو اہل سنت والجماعت پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ اہل سنت کے برے برے نام رکھتے ہیں، مثلاً حشویہ، مجبرہ اور مشبہہ۔

اسرائیلی روایات بہت کم ذکر کرتے ہیں۔ احادیث کو «رُوِيَ» کے لفظ سے ذکر کرتے

ہیں یا آخر میں ''اللہ اعلم'' کہہ دیتے ہیں۔ ہر سورت کی تفسیر کے آخر میں اس کے فضائل میں جھوٹی احادیث بیان کرتے ہیں۔ فقہی مسائل میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاتے۔ اپنے مذہب حنفیہ میں متعصب نہیں۔

فقہی مذہب:

علامہ زمخشری حنفی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الزَّمَخْشَرِيَّ مِنْ مَّشَائِخِ الْحَنَفِيَّةِ .

''بلاشبہ زمخشری کا شمار مشائخ حنفیہ میں ہوتا ہے۔''

(مِنهاج السّنّة : 432/4)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ . ''وہ حنفی تھے۔''

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 164/5)

❀ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ أَكَابِرِ الْحَنَفِيَّةِ، حَنَفِيُّ الْمَذْهَبِ، مُعْتَزِلِيُّ الْمُعْتَقَدِ .

''ان کا شمار اکابرین حنفیہ میں ہوتا ہے، مذہب میں حنفی تھے اور عقیدہ میں معتزلی۔''

(الفوائد البَهيّة في تراجم الحَنَفية، ص 209)

❀ علامہ انور شاہ کاشمیری دیوبندی صاحب نے بھی آپ کو ''حنفی'' کہا ہے۔

(العَرف الشذي : 137/4)

امام معتزلہ اور تفسیر کشاف:

علامہ زمخشری معتزلہ کے امام تھے، آخر دم تک اعتزال پر رہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ دَاعِيَةً إِلَى الْاِعْتِزَالِ وَالْبِدْعَةِ .

”آپ مذہب معتزلہ اور بدعت کے داعی تھے۔“

(تاريخ الإسلام : 697/11)

آپ نے تفسیر معتزلہ کی حمایت میں لکھی ہے۔ کئی اہل علم نے آپ کا رد کیا۔

❁ علامہ بلقینی رحمہ اللہ (۸۲۴ھ) کہتے ہیں:

اِسْتَخْرَجْتُ مِنَ الْكَشَّافِ اعْتِزَالًا بِالْمَنَاقِيشِ .

”میں نے موازنہ کر کر کے تفسیر کشاف سے مذہب معتزلہ نکالا۔“

(الإتقان للسُّيوطي : 190/2)

❁ علامہ ابن منیر رحمہ اللہ نے اَلْإِنْصَافُ فِيمَا تَضَمَّنَهُ الْكَشَّافُ مِنَ الْاِعْتِزَالِ نامی کتاب لکھی ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

كُنْ حِذْرًا مِّنْ كَشَّافِهٖ .

”اس کی تفسیر سے بچ کر رہیے گا۔“

(ميزان الاعتدال : 78/4)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الزَّمَخْشَرِيُّ فَتَفْسِيرُهٗ مَحْشُوٌّ بِالْبِدْعَةِ، وَعَلٰى طَرِيقَةِ الْمُعْتَزِلَةِ، مِنْ إِنْكَارِ الصِّفَاتِ وَالرُّؤْيَةِ وَالْقَوْلِ بِخَلْقِ الْقُرْآنِ

وَأَنْكَرَ أَنَّ اللّٰهَ مُرِيدٌ لِلْكَائِنَاتِ وَخَالِقٌ لِأَفْعَالِ الْعِبَادِ وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِنْ أُصُولِ الْمُعْتَزِلَةِ.

وَأُصُولُهُمْ خَمْسَةٌ يُسَمُّونَهَا التَّوْحِيدُ وَالْعَدْلُ وَالْمَنْزِلَةُ بَيْنَ الْمَنْزِلَتَيْنِ وَإِنْفَاذُ الْوَعِيدِ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنْ الْمُنْكَرِ، لٰكِنَّ مَعْنَى التَّوْحِيدِ عِنْدَهُمْ يَتَضَمَّنُ نَفْيَ الصِّفَاتِ وَلِهٰذَا سَمَّى ابْنُ التَّوْمَرْتْ أَصْحَابَهُ الْمُوَحِّدِينَ، وَهٰذَا إِنَّمَا هُوَ إِلْحَادٌ فِي أَسْمَاءِ اللّٰهِ وَآيَاتِهِ، وَمَعْنَى الْعَدْلِ عِنْدَهُمْ يَتَضَمَّنُ التَّكْذِيبَ بِالْقَدَرِ، وَهُوَ خَلْقُ أَفْعَالِ الْعِبَادِ وَإِرَادَةُ الْكَائِنَاتِ وَالْقُدْرَةُ عَلٰى شَيْءٍ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُنْكِرُ مُقَدَّمَ الْعِلْمِ وَالْكِتَابِ لٰكِنَّ هٰذَا قَوْلُ أَئِمَّتِهِمْ وَهٰؤُلَاءِ مَنْصِبُ الزَّمَخْشَرِيِّ فَإِنَّ مَذْهَبَهُ مَذْهَبُ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَلِيٍّ وَأَبِي هَاشِمٍ وَأَتْبَاعِهِمْ وَمَذْهَبُ أَبِي الْحُسَيْنِ.

وَالْمُعْتَزِلَةِ الَّذِينَ عَلٰى طَرِيقَتِهِ نَوْعَانِ مُسَايِخِيَّةٌ وَخَشَبِيَّةٌ، وَأَمَّا الْمَنْزِلَةُ بَيْنَ الْمَنْزِلَتَيْنِ فَهِيَ عِنْدَهُمْ أَنَّ الْفَاسِقَ لَا يُسَمّٰى مُؤْمِنًا بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوهِ كَمَا لَا يُسَمّٰى كَافِرًا فَنَزَّلُوهُ بَيْنَ مَنْزِلَتَيْنِ وَإِنْفَاذُ الْوَعِيدِ عِنْدَهُمْ مَعْنَاهُ أَنَّ فُسَّاقَ الْمِلَّةِ مُخَلَّدُونَ فِي النَّارِ لَا يَخْرُجُونَ مِنْهَا بِشَفَاعَةٍ وَلَا غَيْرِ ذٰلِكَ

كَمَا تَقُولُهُ الْخَوَارِجُ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ يَتَضَمَّنُ عِنْدَهُمْ جَوَازَ الْخُرُوجِ عَلَى الْأَئِمَّةِ وَقِتَالِهِمْ بِالسَّيْفِ وَهٰذِهِ الْأُصُولُ حَشَا كِتَابَهٗ بِعِبَارَةٍ لَّا يَهْتَدِي أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَيْهَا وَلَا لِمَقَاصِدِهٖ فِيهَا، مَعَ مَا فِيهِ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمَوْضُوعَةِ وَمِنْ قِلَّةِ النَّقْلِ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ.

''زمخشری کی تفسیر بدعت سے بھری پڑی ہے، یہ معتزلہ کے طریقہ پر لکھی گئی ہے، اس میں صفات اور رؤیت باری تعالیٰ کا انکار ہے، قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے ارادہ کونیہ کا انکار ہے اور بندوں کے افعال کا خالق ہونے کا بھی انکار ہے۔ اس کے علاوہ بھی معتزلہ کے اُصول ذکر کیے گئے ہیں۔ معتزلہ کے اُصول پانچ ہیں؛ ① توحید ② عدل ③ مَنْزِلَةٌ بَيْنَ الْمَنْزِلَتَيْنِ ④ وعید کا نفاذ ⑤ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ ان کے ہاں توحید کے مفہوم میں صفات کی نفی شامل ہے، اسی لیے ابن التومرت نے اپنے اصحاب کو ''موحدین'' کہا ہے۔ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں اور آیات میں الحاد ہے۔ ان کے ہاں عدل کے مفہوم میں تقدیر کا انکار بھی شامل ہے، تقدیر سے مراد اللہ تعالیٰ کا بندوں کے افعال کا خالق ہونا، کائنات کی تخلیق کا ارادہ کرنا اور ہر شے پر قادر ہونا ہے۔ مگر یہ ائمہ معتزلہ کا مذہب ہے، زمخشری کا بھی یہی مذہب ہے، کیونکہ اس کا مذہب وہی ہے، جو مغیرہ بن علی، ابو ہاشم، اس کے متبعین اور ابو الحسین کا مذہب ہے۔ معتزلہ کی دو قسمیں ہیں؛ ① مسایخیہ

② خشبیہ۔ رہا مَنْزِلَۃٌ بَیْنَ الْمَنْزِلَتَیْنِ، تو اس کا مطلب ان کے ہاں یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کے مرتکب کو نہ کسی طرح مؤمن کہہ سکتے ہیں اور نہ کافر۔ وہ اسے دو انتہائیوں (کفر اور ایمان) کے مابین قرار دیتے ہیں۔ وعید کے نفاذ سے مراد یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، انہیں شفاعت یا کسی اور ذریعہ سے باہر نہیں نکالا جائے گا، جیسا کہ خوارج کہتے ہیں۔ ان کے ہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ حکمرانوں پر خروج اور ان سے قتال جائز ہے۔ یہ تمام اُصول زمخشری کی کتاب (الکشاف) میں ایسی عبارتوں کے ساتھ موجود ہیں، جس کی بھنک بہت سے لوگوں کو نہیں ہوئی اور وہ زمخشری کے مقاصد کو نہ سمجھ پائے، اس کے ساتھ ساتھ اس تفسیر میں کئی من گھڑت روایات ہیں اور صحابہ و تابعین کے آثار بہت کم ہیں۔''

(الفتاوی الکبریٰ : 85/5)

علامہ زمخشری رؤیت باری تعالیٰ، شفاعت و کرامات وغیرہ کے منکر تھے۔

فائدہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ جِبْرِيلَ جَعَلَ يَدُسُّ فِي فِي فِرْعَوْنَ الطِّينَ خَشْيَةَ أَنْ يَقُولَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ ، أَوْ خَشْيَةَ أَنْ يَرْحَمَهُ اللّٰهُ .

''جبریل علیہ السلام فرعون کے منہ میں مٹی ڈالنے لگے کہ کہیں وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ دے اور اللہ اس پر رحم کر دے۔''

(سنن الترمذي : 3108، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کوامام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦٢١٥) نے صحیح اور امام حاکم رحمہ اللہ (٢/٣٤٠) نے امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

علامہ زمخشری اس حدیث کو یوں غلط قرار دیتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام کفر پر کیسے راضی ہو گئے، فرعون کو توحید اور ایمان سے روک دیا۔ تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علامہ زمخشری کے رد وتعاقب میں فرماتے ہیں:

هٰذَا إِفْرَاطٌ مِّنْهُ فِي الْجَهْلِ بِالْمَنْقُولِ وَالْغَضُّ مِنْ أَهْلِهٖ، فَإِنَّ الْحَدِيثَ صَحِيحُ الزِّيَادَاتِ ...... وَأَمَّا الْوَجْهَانِ اللَّذَانِ ذَكَرَهُمَا الزَّمَخْشَرِيُّ، فَالْحَدِيثُ تَوْجِيهٌ وَجِيهٌ، لَا يَلْزَمُ مِنْهُ مَا ذَكَرَهُ الزَّمَخْشَرِيُّ، وَذٰلِكَ أَنَّ فِرْعَوْنَ كَانَ كَافِرًا كُفْرَ عِنَادٍ، أَلَا تَرٰى إِلٰى قِصَّتِهٖ حَيْثُ تَوَقَّفَ النِّيْلُ، وَكَيْفَ تَوَجَّهَ مُنْفَرِدًا وَّأَظْهَرَ أَنَّهٗ مُخْلِصٌ، فَأَجْرٰى لَهُ النِّيلَ، ثُمَّ تَمَادٰى عَلٰى طُغْيَانِهٖ وَكُفْرِهٖ فَخَشِيَ جِبْرِيلُ أَنْ يُعَاوِدَ تِلْكَ الْعَادَةَ فَيُظْهِرَ الْإِخْلَاصَ بِلِسَانِهٖ فَتُدْرِكَهٗ رَحْمَةُ اللّٰهِ فَيُؤَخِّرَهٗ فِي الدُّنْيَا فَيَسْتَمِرَّ عَلٰى غَيِّهٖ وَطُغْيَانِهٖ فَدَسَّ فِي فَمِهِ الطِّينَ، لِيَمْنَعَهُ التَّكَلُّمَ بِمَا يَقْتَضِي ذٰلِكَ، هٰذَا وَجْهُ الْحَدِيثِ، وَلَا يَلْزَمُ مِنْهُ جَهْلٌ وَلَا رِضًا بِكُفْرٍ بَلِ الْجَهْلُ كُلَّ الْجَهْلِ مِمَّنِ اعْتَرَضَ عَلَى الْمَنْقُولِ الصَّحِيحِ بِرَأْيِهِ الْفَاسِدِ وَأَيْضًا فَإِيمَانُهٗ فِي تِلْكَ

الْحَالَةِ عَلٰى تَقْدِيرِ أَنَّهٗ كَانَ صِدْقًا بِقَلْبِهٖ لَا يُقْبَلُ لِأَنَّهٗ وَقَعَ فِي حَالِ الْاِضْطِرَارِ وَلِذٰلِكَ عَقَبَ فِي الْآيَةِ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ﴾، وَفِيهِ إِشَارَةٌ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا﴾ .

''یہ زمخشری کی احادیث سے جہالت اور محدثین کی طرف عدم التفات کی انتہا ہے، کیونکہ اس حدیث کے زائد الفاظ صحیح ہیں۔ ...... رہی وہ دو صورتیں، جو زمخشری نے ذکر کی ہیں، تو (عرض ہے کہ) حدیث کا مفہوم بالکل واضح ہے، اس سے وہ اعتراض وارد ہی نہیں ہوتا، جو زمخشری نے ذکر کیا ہے، وہ یہ کہ فرعون کفر عناد (حقیقت جاننے کے باوجود انکار کر دینا) رکھتا تھا، ذرا فرعون کے واقعہ میں غور کیجئے کہ جب دریائے نیل رک گیا، تو اس نے کیسے تنہا ہو کر اپنے مخلص ہونے کا اظہار کیا، تو دریائے نیل بہنے لگا، پھر فرعون اپنی سرکشی اور کفر پر ڈٹ گیا، تو جبریل علیہ السلام نے خدشہ محسوس کیا کہ دوبارہ اسی طرح نہ ہو جائے کہ یہ زبان سے اخلاص ظاہر کرے، تو اسے اللہ کے رحمت حاصل ہو جائے اور اسے دنیا میں ایک اور مہلت مل جائے، پھر وہ اپنی سرکشی اور کفر جاری رکھے، اس لیے جبریل علیہ السلام نے اس کے منہ میں گارا ڈال دیا، تاکہ وہ کوئی ایسا کلام نہ کرے، جس سے اسے مہلت مل جائے۔ یہ حدیث کا مفہوم ہے، اس سے جہالت یا کفر پر راضی ہونے کا اعتراض وارد نہیں ہوتا، بلکہ ہر طرح کی جہالت اس شخص کی ہے، جو اپنی فاسد رائے سے اس صحیح حدیث پر اعتراض کرتا ہے، نیز بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ اس وقت فرعون کا ایمان صدق دل سے

تھا، تب بھی یہ ایمان قبول نہیں، کیونکہ یہ مجبوری میں قبول کیا گیا تھا، اسی لیے اس آیت کے بعد یہ فرمان باری تعالیٰ آیا ہے: ﴿آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ﴾ ''کیا اب (ایمان کا اظہار کرتا ہے) جبکہ اس (حالت) سے پہلے تو جھٹلاتا رہا ہے۔'' اس فرمان الٰہی میں بھی یہی اشارہ ہے: ﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا﴾ ''جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، تو اب انہیں ان کے ایمان (کا اظہار کرنے) نے کچھ فائدہ نہ دیا۔''

(الكاف الشّاف في تخريج أحاديث الكشّاف: 354/2)

❀ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ حَنَفِيُّ الْفُرُوعِ، مُعْتَزِلِيُّ الْأُصُولِ، لَهٗ دَسَائِسُ خَفِيَتْ عَلٰى أَكْثَرِ النَّاسِ، فَلِهٰذَا حَرَّمَ بَعْضُ فُقَهَائِنَا مُطَالَعَةَ تَفْسِيرِهٖ لِمَا فِيهِ مِنْ سُوءِ تَعْبِيرِهٖ فِي تَاوِيلِهٖ.

''زمخشری فروع میں حنفی تھا اور عقائد میں معتزلی تھا، اس کے کئی مخفی فریب ہیں، جو اکثر لوگوں پر پوشیدہ رہے، اس لیے ہمارے بعض فقہا نے اس کی تفسیر (کشاف) کا مطالعہ کرنا حرام قرار دیا ہے، کیونکہ اس میں اس نے کئی باطل تفاسیر کی ہیں۔''

(الفَوائد البَهِيّة في تراجم الحَنَفية لعبد الحيّ، ص 210)

❀ علامہ ابو محمد بن ابی جمرہ رحمہ اللہ (۶۹۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلنَّاظِرُ فِي الْكَشَّافِ إِنْ كَانَ عَارِفًا بِدَسَائِسِهٖ فَلَا يَحِلُّ لَهٗ أَنْ

يَّنْظُرَ فِيهِ لِأَنَّهٗ لَا يَأْمَنُ الْغَفْلَةَ فَتَسْبِقَ إِلَيْهِ تِلْكَ الدَّسَائِسُ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ، أَوْ يَحْمِلُ الْجُهَّالُ بِنَظْرِهٖ فِيهِ عَلٰى تَعْظِيمِهٖ .

وَأَيْضًا فَهُوَ يُقَدِّمُ مَرْجُوحًا عَلٰى رَاجِحٍ فَيَنْبَغِي لِلْعَالِمِ أَنْ يَأْنَفَ مِنْ أَنْ يَصِيرَ سَوَاسًا لِلْمُعْتَزِلِيِّ ...... وَإِنْ كَانَ غَيْرَ عَارِفٍ بِدَسَائِسِهٖ فَلَا يَحِلُّ لَهُ النَّظْرُ فِيهِ لِأَنَّ تِلْكَ الدَّسَائِسَ تَسْبِقُ إِلَيْهِ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ فَيَصِيرُ مُعْتَزِلِيًّا مُرَكَّبًا، وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ .

''تفسیر کشاف پڑھنے والا اگر زمخشری کے مکر وفریب کو جانتا بھی ہو، تب بھی اس کے لیے یہ تفسیر پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ غفلت میں پڑ جائے اور لاشعوری طور پر زمخشری کے مکر وفریب کا شکار ہو جائے، یا نادان لوگ یہ سمجھیں کہ کشاف پڑھنے والا زمخشری کو سراہنے والا ہے۔ نیز زمخشری مرجوح کو راجح پر مقدم کرتا ہے، لہٰذا عالم کو چاہیے کہ وہ خود کو بچا کر رکھے، یہ نہ ہو کہ وہ معتزلی (زمخشری) کا ہم نوا بن جائے۔......اگر تفسیر کشاف کا مطالعہ کرنے والا زمخشری کے مکر وفریب سے آشنا نہیں، تو اس کے لیے تفسیر کشاف کا مطالعہ کرنا جائز نہیں، کیونکہ غیر شعوری طور پر وہ ان مکر وفریب کا شکار ہو جائے گا اور معتزلی مرکب بن جائے گا، واللہ الموفق۔''

(لِسان المیزان لابن حَجر : 8/8)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا التَّفْسِيرُ فَقَدْ أَوْلَعَ النَّاسُ بِهٖ وَنَقَبُوا عَلَيْهِ وَبَيَّنُوا دَسَائِسَهٗ

وَأَفْرَدُوهَا بِالتَّصْنِيفِ وَمَنْ رَسُخَتْ قَدَمُهٗ فِي السُّنَّةِ وَشَدَا طَرَفًا مِّنِ اخْتِلَافِ الْمَقَالَاتِ انْتَفَعَ بِتَفْسِيرِهٖ وَلَمْ يَضُرَّهٗ مَا يَخْشٰى مِنْ دَسَائِسِهٖ .

''تفسیر کشاف پر اہل علم نے توجہ کی، اس پر عیب لگایا، اس کے مکر وفریب کو واضح کیا اور اس پر مستقل تصانیف کی ہیں۔ جو عقیدہ میں راسخ ہو اور اس کے اختلافی مسائل کو جانتا ہو، وہ اس تفسیر سے استفادہ کرسکتا ہے، اسے یہ مکر وفریب نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

(لِسان المیزان : 8/8)

علامہ زمخشری اور خلق قرآن:

❁ **مؤرخ، علامہ ابن خلکان رحمہ اللہ (٦٨١ھ) فرماتے ہیں:**

أَوَّلَ مَا صَنَّفَ كِتَابَ الْكَشَّافِ كَتَبَ اسْتِفْتَاحِ الْخُطْبَةِ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ الْقُرْآنَ، فَيُقَالُ : إِنَّهٗ قِيلَ لَهٗ مَتٰى تَرَكْتَهٗ عَلٰى هٰذِهِ الْهَيْئَةِ هَجَرَهُ النَّاسُ وَلَا يَرْغَبُ أَحَدٌ فِيهِ، فَغَيَّرَهٗ بِقَوْلِهٖ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ الْقُرْآنَ، وَجَعَلَ عِنْدَهُمْ بِمَعْنٰى خَلَقَ، وَالْبَحْثُ فِي ذٰلِكَ يَطُولُ، وَرَأَيْتُ فِي كَثِيرٍ مِّنَ النُّسَخِ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْزَلَ الْقُرْآنَ، وَهٰذَا إِصْلَاحُ النَّاسِ لَا إِصْلَاحُ الْمُصَنِّفِ .

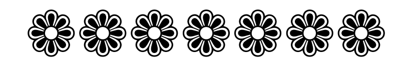
''زمخشری نے شروع میں جب ''تفسیر کشاف'' لکھی، تو اس کے خطبہ کا آغاز یوں کیا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ الْقُرْآنَ ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے

لیے، جس نے قرآن کو تخلیق کیا۔'' کہا جاتا ہے کہ زمخشری سے کہا گیا: لوگوں نے اس تفسیر کو ترک کر دیا ہے، کوئی اس میں رغبت نہیں کرتا، آپ کب تک استفتاحیہ کلمات اسی طرح رکھیں گے؟ تو زمخشری نے بدل کر یہ الفاظ لکھ دیے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ الْقُرْآنَ. جَعَلَ معتزلہ کے ہاں خَلَقَ کے معنی میں ہے۔ اس میں ایک طویل بحث ہے۔ میں نے کئی نسخوں میں یہ لکھا دیکھا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْزَلَ الْقُرْآنَ مگر یہ (بعد والے) لوگوں نے درست کیا ہے، مصنف (زمخشری) نے درست نہیں کیا۔''

(وَفيات الأعيان: 170/5، كَشف الظُّنون للخَليفة: 1475/2)

❀ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی علامہ زمخشری کو معتزلہ کے عقائد کے مطابق ''خلق قرآن'' کا قائل قرار دیا ہے۔

(الفتاوى الكبرىٰ: 85/5)



عقیدہ ختم نبوت اور فاتحِ قادیان رحمہ اللہ

❁ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب (۱۹۷۱ء) سورت انعام آیت نمبر ۹۳ کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ تمام جھوٹوں میں بڑا جھوٹا وہ ہے، جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے، اسی لیے قانون قدرت ہے کہ دنیا پر اس کا جھوٹ ظاہر فرما دے، غلام احمد قادیانی نے جو بھی دعویٰ کیا، اس میں جھوٹا ہوا، محمدی بیگم اس کے نکاح میں نہ آسکی، (اہل حدیث عالم مولانا) ثناء اللہ (امرتسری رحمہ اللہ جن سے مرزا غلام احمد کا مباہلہ ہوا تھا) اس کی زندگی میں نہ مرے، بلکہ وہ خود ثناء اللہ کی زندگی میں ذلیل وخوار ہو کر ہلاک ہوا۔''

(نور العرفان، ص221)

❁ ''مہر منیر'' کے مؤلف فیض احمد بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اسی طرح مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کے خلاف بھی ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار دے کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں ایک مضطرب دعا شائع کی تھی کہ اگر میں مفسد و کذاب ہوں، تو مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں، جو وہ مجھ پر لگاتا ہے، حق پر نہیں، تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ان کو نابود کر ...... میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا، مگر میں دیکھتا ہوں کہ

ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی ہے، وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر سمجھتے ہیں، جن کا وجود دنیا کے لیے سخت خطرناک ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ مرزا صاحب نے بحوالہ اخبار بدر مؤرخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء اپنی اس دعا کے متعلق دعویٰ کیا تھا کہ ''ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے، یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں، بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔''

پھر اس دعا کا نتیجہ تمام دنیا پر روشن ہے کہ مولوی ثناء اللہ ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو پاکستان میں آ کر فوت ہوئے اور عمر بھر قادیانیت کے خلاف تحریری اور تقریری جہاد میں مصروف رہے۔''

(مہر منیر، ص183)

❁ مہتمم دارالعلوم دیوبند، قاری محمد طیب صاحب لکھتے ہیں:

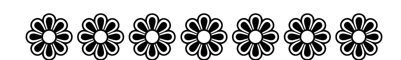
''حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ (نے) آریوں اور قادیانیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور متعدد مناظرے کیے، آپ کا لقب شیر پنجاب تھا۔''

(تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص71)

❁ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ ان معروف علمائے اہل حدیث میں سے ہیں، جن کی ردِ قادیانیت کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔''

(تبصرے، ص146)



صوفی ابن عربی

صوفی محمد بن علی بن محمد ابن عربی (۵۶۰۔۶۳۸ ھ، بمطابق ۱۱۶۵۔۱۲۴۰ء) جو ''محی الدین'' اور ''الشیخ الاکبر'' کے لقب سے مشہور ہے، بالاتفاق ملحد، باطنی، زندیق اور کافر تھا۔ فلسفہ اور وحدۃ الوجود کے تصوف پر مبنی اس کے کفریہ عقیدہ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ أَرْدَإِ تَوَالِيفِهِ كِتَابُ الْفُصُوصِ، فَإِنْ كَانَ لَا كُفْرَ فِيهِ، فَمَا فِي الدِّينِ كُفْرٌ، نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالنَّجَاةَ.

''اس (ابن عربی) کی سب سے بدترین کتاب الفصوص ہے۔ اگر اس میں کفر نہیں تو دنیا میں کہیں بھی کفر موجود نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت اور نجات کا سوال کرتے ہیں۔'' (سِيَر أعلام النّبلاء : 48/23)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مِمَّنْ أَفْتٰى بِأَنَّ كِتَابَهُ الْفُصُوصَ، فِيهِ الْكُفْرُ الْأَكْبَرُ قَاضِي الْقُضَاةِ بَدْرُ الدِّينِ ابْنُ جَمَاعَةٍ، وَقَاضِي الْقُضَاةِ سَعْدُ الدِّينِ الْحَارِثِيُّ، وَالْعَلَّامَةُ زَيْنُ الدِّينِ عُمَرُ بْنُ أَبِي الْحَرَمِ الْكَتَّانِيُّ، وَجَمَاعَةٌ سِوَاهُمْ.

''جن اہل علم نے فتویٰ دیا کہ ابن عربی کی کتاب ''فصوص'' میں کفر اکبر موجود ہے، ان میں قاضی قضاۃ بدر الدین ابن جماعہ، قاضی قضاۃ سعد الدین حارثی،

علامہ زین الدین عمر بن ابی حرم کتانی اور اہل علم کی بڑی جماعت شامل ہے۔''

(تاریخ الإسلام : 520/14)

۞ نیز فرماتے ہیں:

رَحِمَ اللّٰهُ السَّيْفَ ابْنَ الْمَجْدِ وَرَضِيَ عَنْهُ، فَكَيْفَ لَوْ رَأَى كَلَامَ الشَّيْخِ ابْنِ الْعَرَبِيِّ الَّذِي هُوَ مَحْضُ الْكُفْرِ وَالزَّنْدَقَةِ؟ لَقَالَ : إِنَّ هٰذَا الدَّجَّالُ الْمُنْتَظَرُ .

''اللہ تعالیٰ سیف ابن مجد پر رحم کرے اور ان سے راضی ہو، اگر وہ شیخ ابن عربی کا کلام جو کفر محض اور زندقہ ہے، دیکھ لیتے، تو ان کا کیا حال ہوتا؟ جھٹ سے کہہ دیتے: ابن عربی دجال منتظر ہے۔''

(تاریخ الإسلام : 520/14)

۞ علامہ اسماعیل بن محمد کورانی رحمہ اللہ (٦٦٥ھ) نے ابن عربی کو ''شیطان'' کہا ہے۔

(مَجموع الفتاویٰ لابن تیمیة : 247/2)

۞ علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ (٧٧١ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الصُّوفِيَّةِ الْمُتَأَخِّرِينَ كَابْنِ عَرَبِيٍّ وَغَيْرِهٖ، فَهُمْ ضَلَالٌ جُهَّالٌ، خَارِجُونَ عَنْ طَرِيقَةِ الْإِسْلَامِ، فَضْلًا عَنِ الْعُلَمَاءِ .

''متاخرین صوفیا میں سے جو ابن عربی وغیرہ کی طرح کے لوگ ہیں، وہ تو گمراہ، جاہل اور اسلام کے راستے سے نکلے ہوئے ہیں، چہ جائیکہ یہ علما شمار ہوں۔''

(تنبیه الغَبي علی تکفیر ابن عربي للبقاعي، ص ١٤٣)

۞ علامہ ابراہیم بن معضاد ابواسحاق جعبری رحمہ اللہ (٦٨٧ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ شَيْخٌ نَجِسٌ يَكْفُرُ بِكُلِّ كِتَابٍ أَنْزَلَهُ اللّٰهُ وَكُلِّ نَبِيٍّ أَرْسَلَهُ اللّٰهُ.

''یہ ناپاک شخص ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہر کتاب اور ہر نبی کے ساتھ کفر کیا ہے۔''

(مَجموع الفتاوی لابن تیمیة : 246/2)

❀ **شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شیخ علامہ رشید الدین ابوعبداللہ عامری رحمہ اللہ نے ابن عربی کو ''زندیق'' کہا ہے۔**

(مَجموع الفتاویٰ لابن تیمیة : 246/2)

❀ **علامہ ابوالمحاسن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ (۸۲۳ھ) کے بارے میں ہے:**

إِكْثَارُهُ الْحَطَّ عَلَى ابْنِ الْعَرَبِيِّ وَنَحْوِهٖ مِنْ مُتَصَوِّفِي الْفَلَاسَفَةِ وَمُبَالَغَتُهٗ فِي ذٰلِكَ بِحَيْثُ صَارَ يُحَرِّقُ مَا يَقْدُرُ عَلَيْهِ مِنْ كُتُبِهٖ.

''آپ رحمہ اللہ بکثرت ابن عربی اور دیگر فلسفی صوفیا کا رد کیا کرتے تھے، اس میں اس قدر سختی کرتے کہ آپ رحمہ اللہ کو ابن عربی کی جو کتاب ملتی، اسے جلا دیتے۔''

(الضّوء اللّامع للسّخاوي : 31/3)

❀ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) ابن الفارض کے حالات زندگی میں لکھتے ہیں:**

قَدْ كُنْتُ سَأَلْتُ شَيْخَنَا الْإِمَامَ سَرَاجَ الدِّينِ الْبُلْقِينِيَّ عَنِ ابْنِ عَرَبِيٍّ، فَبَادَرَ الْجَوَابَ بِأَنَّهٗ كَافِرٌ.

''میں نے اپنے شیخ سراج الدین عمر بن رسلان بلقینی (۸۰۵ھ) سے ابن عربی کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فوراً جواب دیا: وہ کافر ہے۔''

(لسان المیزان : 318/4)

✿ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

تَنْفِيرُهُ عَنِ ابْنِ عَرَبِيٍّ وَمُطَالَعَةِ كُتُبِهٖ.

''علامہ بلقینی رحمہ اللہ ابن عربی اور اس کی کتابوں کے مطالعہ سے نفرت دلاتے تھے۔''

(الضّوء اللّامع للسّخاوي : 89/6)

✿ علامہ عز الدین ابن عبد السلام رحمہ اللہ (٦٦٠ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ شَيْخٌ سُوْءٌ شِيعِيٌّ كَذَّابٌ.

''ابن عربی برا شخص تھا، جھوٹا شیعہ تھا۔''

(لسان الميزان لابن حجر : 311/5)

✿ نیز ''زندیق'' کہا ہے۔

(فتاویٰ شامی : 239/4)

✿ علاء الدولہ، بیابانکی رحمہ اللہ (۷۲٦ھ) کے بارے میں ہے:

كَانَ يَحُطُّ عَلٰى مُحْيِي الدِّينِ ابْنِ عَرَبِيٍّ وَعَلٰى كُتُبِهٖ وَيُكَفِّرُهُ.

''آپ رحمہ اللہ محیی الدین ابن عربی اور اس کی کتب پر سخت طعن کرتے تھے اور اسے کافر قرار دیتے تھے۔''

(الوافي بالوفيّات للصّفدي : 233/7)

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) ابن عربی کی کتاب ''فصوص الحکم'' کے بارے میں فرماتے ہیں:

فِيهِ أَشْيَاءُ كَثِيرَةٌ ظَاهِرُهَا كُفْرٌ صَرِيحٌ.

''اس میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں، جن کا ظاہر صریح کفر ہے۔''

(البداية والنّهاية : 253/17، هجر)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

لٰكِنَّ ابْنَ عَرَبِيٍّ وَأَمْثَالَهُ مُنَافِقُونَ زَنَادِقَةٌ .

''ابن عربی اور اس جیسے (گمراہ صوفیا) منافق اور زندیق ہیں۔''

(شرح الطّحاوية، ص 494)

۞ علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد بخاری عجمی حنفی رحمہ اللہ (۸۴۱ھ) نے ''کافر'' کہا ہے۔

(الضّوء اللّامع للسّخاوي : 294/9)

۞ علامہ عبدالسلام بن داود المعروف بہ عز قدسی رحمہ اللہ (۸۵۰ھ) کہتے ہیں:

إِنَّهُمْ أَكْفَرُ الْكُفَّارِ .

''ابن عربی اور اس جیسے عقائد کے حاملین سب سے بڑے کافر ہیں۔''

(الضّوء اللّامع للسّخاوي : 205/4)

۞ علامہ سراج بن مسافر قیصری حنفی رحمہ اللہ (۸۵۶ھ) کے بارے میں ہے:

كَانَ يُبَالِغُ فِي التَّحْذِيرِ مِنْ كَلَامِ ابْنِ عَرَبِيٍّ .

''آپ رحمہ اللہ ابن عربی کے کلام سے سختی کے ساتھ منع کرتے تھے۔''

(الضّوء اللّامع للسّخاوي : 244/3)

۞ علامہ عمر بن موسیٰ بن حسن سراج رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) کے بارے میں ہے:

نَظَمَ هُنَاكَ رَدًّا عَلَى الْفُصُوصِ لِابْنِ عَرَبِيٍّ فِي مائَةٍ وَّأَرْبَعِين بَيْتًا .

''آپ رحمہ اللہ نے فصوص لابن عربی کے رد میں نظم لکھی، جو (۱۴۰) اشعار پر مشتمل تھی۔''

(الضّوء اللّامع للسّخاوي : 141/6)

❁ **علامہ عبدالرحمٰن بن خلیل بن سلامہ رحمہ اللہ (۸۶۹ھ) کے بارے میں ہے:**

شِدَّةُ إِنْكَارِهِ عَلٰى مُعْتَقِدِي ابْنِ عَرَبِيٍّ .

''آپ رحمہ اللہ ابن عربی کے معتقدین کا سخت رد کرتے تھے۔''

(الضّوء اللّامع للسّخاوي :166/1)

❁ **علامہ بقاعی رحمہ اللہ (۸۸۵ھ) فرماتے ہیں:**

وَبَعْدُ فَإِنِّي لَمَّا رَأَيْتُ النَّاسَ مُضْطَرِبِينَ فِي ابْنِ عَرَبِيٍّ الْمَنْسُوبِ إِلَى التَّصَوُّفِ، الْمَوْسُومِ عِنْدَ أَهْلِ الْحَقِّ بِالْوَحْدَةِ، وَلَمْ أَرَ مَنْ شَفَى الْقَلْبَ فِي تَرْجَمَتِهٖ، وَكَانَ كُفْرُهٗ فِي كِتَابِهِ الْفُصُوصِ أَظْهَرَ مِنْهُ فِي غَيْرِهٖ، أَحْبَبْتُ أَنْ أَذْكُرَ مِنْهُ مَا كَانَ ظَاهِرًا، حَتّٰى يُعْلَمَ حَالُهٗ، فَيُهْجَرَ مَقَالُهٗ، وَيُعْتَقَدَ انْحِلَالُهٗ، وَكُفْرُهٗ وَضَلَالُهٗ، وَأَنَّهٗ إِلَى الْهَاوِيَةِ مَآبُهٗ وَمَآلُهٗ .

''حمد وصلاۃ کے بعد، جب میں نے لوگوں کو اس ابن عربی کے بارے میں مضطرب (مختلف الرائے) دیکھا، جو تصوف کی طرف منسوب ہے اور اہل حق کے نزدیک وحدت الوجودی (ایک شرکیہ عقیدہ والا) تھا، پھر میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس کے (مکمل) حالات لکھ کر دل کو تسلی دی ہو، اور اس کا کفر اس کی کتاب الفصوص میں دوسری کتب سے زیادہ ظاہر تھا، تو میں نے پسند کیا کہ میں اس کی ظاہری صورت حال کو ذکر کروں، تا کہ اس کی (دینی) حالت معلوم ہو، اس کا قول چھوڑ دیا جائے، اس کے اسلام سے خارج ہونے، کافر وگمراہ ہونے اور اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہونے کا عقیدہ بنالیا جائے۔''

(تنبيه الغبي، ص 21)

۞ نیز فرماتے ہیں:

مَذْهَبُ الْمُلْحِدِينَ كَابْنِ عَرَبِيٍّ وَّابْنِ سَبْعِينَ وَابْنِ الْفَارِضِ مِمَّنْ يَجْعَلُ الْوُجُودَ الْخَالِقَ هُوَ الْوُجُودَ الْمَخْلُوقَ.

''ملحدین مثلاً ابن عربی، ابن سبعین اور ابن فارض کا مذہب ہے کہ وہ خالق کے وجود کو مخلوق کا وجود قرار دیتے ہیں۔''

(تنبيه الغبي، ص 162)

۞ قاضی اسماعیل بن ابی بکر ابن المقری رحمہ اللہ (۸۳۷ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ شَكَّ فِي [كُفْرِ] الْيُهُودِ وَالنَّصَارٰى وَطَائِفَةِ ابْنِ عَرَبِيٍّ فَهُوَ كَافِرٌ.

''جس نے یہود و نصاریٰ اور ابن عربی کے ہم نواؤں کے کفر میں شک کیا، وہ بھی کافر ہے۔''

(تَنبيه الغَبي للبقاعي، ص ۲۵۳، الفتاوى الحديثية للهَيْتمي، ص 38)

۞ علامہ محمد بن محمد ابن شہاب غازی حلبی رحمہ اللہ (۸۹۰ھ) کہتے ہیں:

شَدِيدُ الْإِنْكَارِ عَلَى ابْنِ عَرَبِيٍّ.

''آپ رحمہ اللہ ابن عربی پر سخت تنقید کرتے تھے۔''

(الضّوء اللّامع للسّخاوي: 301/9)

۞ ابوزکریا یحییٰ بن محمد مناوی رحمہ اللہ (۸۷۱ھ) کے بارے میں ہے:

تَبَرَّأَ مِنْ كُتُبِهِ وَمُطَالَعَتِهَا.

''آپ رحمہ اللہ نے ابن عربی کی کتب اور ان کے مطالعہ سے اظہار برأت کر دیا تھا۔''

(الضّوء اللّامع للسّخاوي : 256/10)

❁ **علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) نے ابن عربی کو ''ملحد'' کہا ہے۔**

(إجابة السّائل شرح بغية الآمل، ص 365)

❁ **علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) نے ابن عربی کو کافر کہا ہے۔**

(الفتح الرّبّاني : 1010/2)

پچاس کے قریب علمائے کرام اور قاضیوں نے اسے زندیق، ملحد اور کافر کہا ہے، بعض کے اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں؛

١۔ الحافظ ابن حجر العسقلاني

٢۔ سراج الدِّين عمر البلقينِي

٣۔ زين الدِّين العراقي

٤۔ أبو زرعة وليُّ الدِّين العراقي

٥۔ شمس الدِّين الذهبي

٦۔ عبد الرحمن بن خلدون

٧۔ بدر الدِّين بن جماعة

٨۔ شمس الدِّين محمد بن يوسف الجزري

٩۔ إمام القرَّاء محمد بن محمد الجزري صاحب الجزرية

١٠۔ على بن يعقوب البكري

١١۔ محمد بن عقيل البالسي

١٢ـابن هشام، صاحب مغني اللّبيب، وأوضح المسالك في ألفية ابن مالك

١٣ـ شمس الدِّين محمد العيزري

١٤ـ علاء الدِّين البخاري الحنفي

١٥ـ علي بن أيوب

١٦ـ شرف الدِّين عيسى بن مسعود الزواوي المالكي

١٧ـ شمس الدِّين المَوْصلي

١٨ـ زين الدِّين عمر الكتاني

١٩ـ برهان الدِّين السفاقينِي

٢٠ـ سعد الدِّين الحارثي الحنبلي

٢١ـ أحمد بن علي الناشري

٢٢ـ أبو بكر بن محمد بن صالح المعروف بابن الخياط

٢٣ـ العلامة السخاوي

٢٤ـ العلامة السعد التفتازاني .

❁ **علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے ابن عربی کے کفر پر** اَلرَّدُّ عَلَى الْقَائِلِينَ بِوَحْدَةِ الْوُجُودِ **نامی کتاب لکھی ہے۔**

❁ **علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:**

اِعْلَمْ أَنَّ مَنِ اعْتَقَدَ حَقِيقَةَ عَقِيدَةِ ابْنِ عَرَبِيٍّ فَكَافِرٌ بِالْإِجْمَاعِ مِنْ غَيْرِ النِّزَاعِ.

''جان لیجئے کہ جس نے ابن عربی کا حقیقی عقیدہ اپنایا، وہ بالا جماع کافر ہے، اس کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(الرّدّ علی القائلین بوحدة الوُجود، ص 154)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

يُحَرَّمُ تَحْرِيمًا غَلِيظًا أَنْ يُّفَسَّرَ الْقُرْآنُ بِمَا لَا يَقْتَضِيهِ جَوْهَرُ اللَّفْظِ، كَمَا فَعَلَ ابْنُ عَرَبِيٍّ الْمُبْتَدِعُ، الَّذِي يُنْسَبُ إِلَيْهِ كِتَابُ الْفُصُوصِ الَّذِي هُوَ كُفْرٌ كُلُّهٗ.

''قرآن کریم کے الفاظ جس کا تقاضا نہیں کرتے، اس طرح سے قرآن کریم کی تفسیر کرنا سخت حرام ہے، جیسا کہ ابن عربی بدعتی نے کیا ہے۔اس کی طرف الفصوص نامی کتاب منسوب ہے، جو کہ پیکر کفر ہے۔''

(التحبير في علم التفسير، ص 537)

ابن عربی حاتمی کے رد میں بے شمار اہل علم نے کتابیں لکھی ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ صوفیا کی خاص اصطلاحات ہوتی ہیں، جنہیں علما اپنے علم ونظر سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، جب ان اصطلاحات کے حقیقی معنی تک نہیں پہنچ پاتے، تو ان صوفیا کی تکفیر کر دیتے ہیں۔

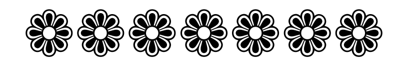
ہمارے مطابق باطنی صوفیا نے دین اسلام کے مقابلہ میں نیا دین متعارف کرایا، جس دین کی اپنی اصطلاحات ہیں، جن کا مقصد اسلامی عقائد واعمال کی بیخ کنی کرنا ہے، یقیناً علمائے حق ان کی کفریات سے اچھی طرح واقف تھے۔انہوں نے بجا طور پر اِن کی تکفیر کی۔

صوفیا کا دین ایسا معمہ ہے، جو عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث کی طرح کبھی حل نہیں ہوگا۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''وحدۃ الوجود کے قائلین مثلاً ابن عربی، ابن سبعین، قونوی اور تلمسانی کا مذہب تین چیزوں سے مرکب ہے؛ ① جہمیہ کا انکارِ صفات ② صوفیا کا مجمل کلام۔ اس سے مراد ان کے کلام میں پائے جانے والے مجمل اور متشابہ کلمات ہیں، جس طرح عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایسے گمراہ کن کلمات حکایت کرتے ہیں۔ یہ صوفیا متشابہات کا اتباع کرتے ہیں اور محکم کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح مجذوب (صوفیا) کا وہ کلام، جو ''سکر'' کی حالت میں ان سے سرزد ہوتا ہے۔ ③ فلسفیانہ زندیقیت، جو کہ جہمیہ کی بنیاد ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 175/2)



رتن ہندی

رتن ہندی کوئی جھوٹا دجال ہوگزرا ہے۔ اس نے صحابی ہونے کا دعوی کیا تھا۔ رتن ہندی سے منسوب بہت ساری جھوٹی کہانیاں بیان کی جاتی ہیں۔ اس کا دعوی صحابیت جھوٹا تھا، ممکن ہے، یہ گمراہ صوفیوں کی سازش ہو، جوکہ اصلا شیعہ کی پیداوار ہیں اور اسلام میں بگاڑ لانے کے درپے رہتے ہیں۔ انہوں نے بابا رتن ہندی نامی کسی شخص کا بت کھڑا کیا ہوگا۔ اہل سنت والجماعت اس سے بری ہیں۔

❀ سیدنا ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ رَجُلٌ رَآهُ غَيْرِي.

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور اس وقت روئے زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والا سوائے میرے کوئی موجود نہیں۔“

(صحيح مسلم : 2340)

❀ امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَاتَ أَبُو الطُّفَيْلِ سَنَةَ مِائَةٍ وَّكَانَ آخِرَ مَنْ مَاتَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”سیدنا ابوطفیل رضی اللہ عنہ سو ہجری میں فوت ہوئے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔“

(صحیح مسلم تحت الحدیث : 2340)

❀ **علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:**

اِتَّفَقَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ .

”اس پر اہل علم کا اتفاق ہے (کہ ابو طفیل رضی اللہ عنہ آخری صحابی ہیں)۔“

(الفتاوی الحدیثیة، ص 125)

❀ **سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ، فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا، لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ .

”یہ رات آپ دیکھ رہے ہیں، اس کے سو سال بعد، زمین پر موجود کوئی شخص باقی نہیں بچے گا۔“

(صحیح البخاري : 116، صحیح مسلم : 2537)

❀ **اس حدیث کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے متواتر قرار دیا ہے۔**

(المَجمَع المؤسّس : 552/2)

❀ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:**

لِهٰذِهِ النُّكْتَةِ لَمْ يُصَدِّقِ الْأَئِمَّةُ أَحَدًا ادَّعَى الصُّحْبَةَ بَعْدَ الْغَايَةِ الْمَذْكُورَةِ وَقَدِ ادَّعَاهَا جَمَاعَةٌ فَكُذِّبُوا، وَكَانَ آخِرُهُمْ رَتَنْ الْهِنْدِي ...... لِأَنَّ الظَّاهِرَ كِذْبُهُمْ فِي دَعْوَاهُمْ .

”اسی وجہ سے ائمہ نے سو برس بعد کسی بھی شخص کا دعوی صحابیت قبول نہیں کیا، اس کے بعد بہت سارے لوگوں نے دعوی صحابیت کیا، محدثین نے مگران کی

تکذیب کی، سب سے آخر میں رتن ہندی نے دعوی صحابیت کیا تھا۔......ان لوگوں کا جھوٹ واضح تھا۔''

(الإصابة في تمييز الصّحابة :8/1)

۞ **علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:**

مِمَّا يُؤَيِّدُ هٰذَا الْمَعْنَى اسْتِدْلَالُ الْمُحَقِّقِينَ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْمُتَكَلِّمِينَ عَلٰى بُطْلَانِ دَعْوٰى بَابَا رْتِنْ الْهِنْدِيِّ وَغَيْرِهٖ مِمَّنِ ادَّعَى الصُّحْبَةَ .

''اس معنی کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ محقق محدثین اور متکلمین نے اس روایت سے بابا رتن ہندی وغیرہ کے دعوئ صحابیت کے بطلان پر استدلال کیا ہے۔''

(مِرقاة المَفاتيح : 3498/8)

۞ **علامہ صغانی رحمہ اللہ (۶۵۰ھ) فرماتے ہیں:**

أَحَادِيثُ رَتْنٍ الْهِنْدِيِّ مَوْضُوعَةٌ، وَمَا يَحْكِي عَنْ بَعْضِ الْجُهَّالِ مِنْ أَنَّهُ اجْتَمَعَ بِالنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَسَمِعَ مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامِ، وَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ، عَلَيْهِ السَّلَامُ، بِقَوْلِهٖ : عَمَّرَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ عِنْدَ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ وَعُلَمَاءِ السُّنَّةِ، وَكُلُّهَا مَوْضُوعَةٌ، وَلَمْ يَعِشْ مِنَ الصَّحَابَةِ مِمَّنْ لَقِيَ النَّبِيَّ، عَلَيْهِ السَّلَامُ، أَكْثَرَ مِنْ خَمْسٍ وَّتِسْعِينَ سَنَةً، وَّهُوَ أَبُو الطُّفَيْلِ، فَبَكَوْا عَلَيْهِ وَقَالُوا : هٰذَا آخِرُ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

”رتن ہندی کی احادیث موضوع ہیں، بعض جہلا یہ جو کہتے ہیں کہ بابا رتن رسول اللہ ﷺ سے ملا تھا اور آپ سے اس نے احادیث سنی تھیں، آپ نے اس کے لئے دعا بھی کی تھی کہ اللہ تیرے عمر دراز کرے۔ اہل حدیث اور علمائے سنت کے نزدیک یہ بے اصل بات ہے، اس کی تمام باتیں من گھڑت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے ملنے والوں میں سے کوئی بھی پچانوے سال سے زیادہ زندہ نہیں رہا، آخری صحابی ابوطفیل رضی اللہ عنہ تھے، ان کی وفات پر لوگ روئے اور کہا یہ رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرنے والے آخری شخص تھے۔“

(الموضوعات: 31)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

مَا أَدْرَاكَ مَا رَتَنْ! شَيْخٌ دَجَّالٌ بِلَا رَيْبٍ، ظَهَرَ بَعْدَ السِّتِّمِائَةِ فَادَّعَى الصُّحْبَةَ، وَالصَّحَابَةُ لَا يَكْذِبُونَ، هٰذَا جَرِيءٌ عَلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ، وَقَدْ أَلَّفْتُ فِي أَمْرِهٖ جُزْءًا.

”آپ کو کیا معلوم کہ رتن ہندی کیا ہے؟ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ دجال بوڑھا تھا، اور چھ سو برس بعد صحابیت کا دعوی کرتا تھا، حالاں کہ صحابہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ یہ بڑی جرأت کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولتا تھا، میں نے اس کے بارے میں ایک کتابچہ تحریر کیا ہے۔“

(میزان الاعتدال: 45/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مَنْ صَدَّقَ بِهٰذِهِ الْأُعْجُوبَةِ وَآمَنَ بِبَقَاءِ رَتْنٍ، فَمَا لَنَا فِيهِ طِبٌّ،

فَلْيُعْلَمْ أَنَّنِي أَوَّلَ مَنْ كَذَّبَ بِذٰلِكَ، وَأَنَّنِي عَاجِزٌ مُنْقَطِعٌ مَعَهٗ فِي الْمُنَاظَرَةِ، وَمَا أَبْعَدُ أَنْ يَّكُنْ جِنِّيٌّ تُبْدِي بِأَرْضِ الْهِنْدِ، وَادَّعٰى مَا ادَّعٰى، فَصَدَّقُوهُ؛ لِأَنَّ هٰذَا شَيْخٌ مُفْتَرٍ كَذَّابٌ ...... فَوَالَّذِي يُحْلَفُ بِهٖ إِنَّ رَتْنَ لَكَذَّابٌ قَاتَلَهُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُ، وَقَدْ أَفْرَدْتُ جُزْءً فِيهِ أَخْبَارُ هٰذَا الضَّالِّ وَسَمَّيْتُهٗ : كَسْرُ وَثَنِ رَتَنْ .

''جوان عجوبوں کی تصدیق کرتا ہے اور رتن ہندی کے باقی رہ جانے پر یقین کرتا ہے، اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ یاد رہے کہ اس کی تکذیب سب سے پہلے میں کرتا ہوں، میرا اس سے مناظرہ ممکن نہیں۔ یہ بات بعید نہیں کہ وہ کوئی جن ہو، جو ہندوستان کی زمین پر ظاہر ہو گیا ہو اور اس نے وہ دعوی کر دیا ہو، پھر اس کی لوگوں نے تصدیق کر دی ہو، کیونکہ یہ بوڑھا تو بہتان باز اور کذاب تھا۔ واللہ! رتن کذاب تھا، اللہ اسے تباہ کرے، کیسا بہکا ہوا تھا! میں نے ایک کتابچہ لکھا ہے، جس میں اس گمراہ کی خبریں بیان کیں ہیں، میں نے اس کا نام رکھا ہے: رتن کے بت کا ٹوٹنا۔''

(تاریخ الاسلام : 69/14)

❁ علامہ ابن ناصر الدین رحمہ اللہ (۸۴۲ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَرُجَّ أَمْرُهٗ إِلَّا عَلٰى جَاهِلٍ لَّا عَقْلَ لَهٗ .

''اس کا معاملہ سوائے جاہل و بے عقل کے، کسی شخص سے پوشیدہ نہیں۔''

(توضیح المشتبہ : 134/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

مَقَتَهُ الْعُلَمَاءُ وَكَذَّبُوهُ.

''اہل علم اس سے بیزار ہیں اور اس کی تکذیب کرتے ہیں۔''

(تبصیر المُنتبه بتحریر المُشتبه : 589/2)

نوٹ:

رتن ہندی کے بعد بھی بہت سارے لوگوں نے اپنے تئیں صحابی ہونے کا دعوی کیا ہے۔ان میں جبیر بن حارث، ربیع بن محمود ماردینی، سرباتک ہندی، معمر، نسطور رومی اور یسر بن عبید اللہ شامل ہیں۔ یہ سب کذاب اور دجال ہیں۔ان کا دعوی صحابیت جھوٹا ہے، ان کی تصدیق کرنے والے بھی جاہل کم عقل ظالم اور جھوٹے ہیں۔

